ہندونیپال کی سرحد پر رشدوہدایت اور تعلیم وتبلیغ کی عظیم درس گاہ
جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کا ترجمان

ماہنامہ
معارفِ قاسم جدید دہلی

پندرہویں صدی کے امیر المومنین فی الحدیث

شیخ محمد یونس جونپوریؒ

علمی وروحانی جانشین الامام المحدث شیخ محمد زکریا الکاندھلویؒ

۱۳۵۵ھ-۱۹۳۷ء —— ۱۴۳۸ھ-۲۰۱۷ء

نقوش وتاثرات، تاریخی دستاویز

83 سالہ زندگی کے شب و روز

ترتیب

ناموس رسالت کے علمبردار، امین ملت
بندہ مفتی محفوظ الرحمن عثمانی

پاسبان حق
pasbanehaq
پاسبان حق
pasbanehaq

جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کا علمی، دینی، دعوتی فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

معارف قاسم جدید

دہلی

بیادگار: حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند

جلد نمبر: ۱۷

جنوری-مارچ ۲۰۱۸ء

شمارہ نمبر: ۳۳

زیر سرپرستی

- حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، دیوبند
- حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، لکھنؤ
- حضرت مولانا مفتی عباس بسم اللہ، گجرات
- حضرت مولانا محمد ابراہیم مظاہری، گجرات

زیر نگرانی

- حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی، لکھنؤ
- حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری، لندن
- حضرت مولانا نسیم احمد مظاہری، میرٹھ
- حضرت مولانا مفتی عبداللہ پٹیل، گجرات

مدیر اعلیٰ: امین ملت مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی ◆ **مدیر:** ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی

مجلس ادارت

مفتی احمد نادر القاسمی، مولانا شاہد ناصری الحنفی، مولانا
حمید الدین مظاہری، مفتی عقیل انور مظاہری، مفتی محمد انصار قاسمی

Circulation Incharge
Md. Akbar Ali (Mob: +91-9871091161)

سالانہ تعاون

500 روپے
بیرون ممالک کے لیے 150 ڈالر
خلیجی ممالک کے لئے 500 درہم

رابطہ

Muzaffar Husain Rahmani
K-79, 2nd Floor, Street No.5
Abul Fazal Enclave-I
Jamia Nagar, New Delhi-110025
Mob: +91-7781088456

Address for
Cheques-&-Drafts
Monthly Maarif-e- Qasim
Jadeed Delhi

کمپوز وڈیزائن: محمد ارشد عالم ندوی

پرنٹر پبلیشر، چیف ایڈیٹر محفوظ الرحمٰن عثمانی نے ایم آر پرنٹرس 2818، گلی گڑھیا دریا گنج نئی دہلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "معارف قاسم جدید" کے-۷۹، دوسری منزل، اسٹریٹ نمبر ۵، ابوالفضل انکلیو پارٹ نمبر ۱، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

Ph.: +91-11-26981876, 26982907, Mob: +91-9811125434, 9899766786
E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com / www.jamiatulqasim.com

Jamiatul Qasim Darul Uloom-il- Islamia
At & P.O. Madhubani, G.P.O. Partap Ganj
Distt. Supaul-852125 Bihar (India)
Jamia Ph.: +91-9931906068, 9708056420, 9931515312

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن ترتیب

نمبر	عناوین	ارباب قلم	صفحہ
1	تقدیم	امین ملت مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	9
2	...اور جب ہم نے سفر آغاز کیا	ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی	91
3	**پیغامات** ● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ ● حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند ● حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ● حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ● حضرت مولانا غلام محمد وستانوی رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر ● حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند ● حضرت مولانا محمد سلیم دھورات خادم اسلامک دعوہ اکیڈمی برطانیہ ● حضرت مولانا مفتی احمد یعقوب دیولوی مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر، گجرات ● مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی مدنی مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ ● حضرت مولانا مفتی عباس داؤد بسم اللہ شیخ الحدیث جامعۃ القراءت کفلیتہ گجرات ● حضرت مولانا قاری اسماعیل بسم اللہ مہتمم جامعۃ القراءت کفلیتہ گجرات ● حضرت مولانا محمد الیاس ندوی جنرل سکریٹری مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل ● حضرت مولانا مفتی محمد ارشد امام وخطیب کولون مسجد واسلامک سینٹر ہانگ کانگ		95

باب اول ـــــــ حیات وخدمات

نمبر	عناوین	ارباب قلم	صفحہ
4	حضرت شیخؒ کی کہانی خود ان ہی کی زبانی	مولانا محمد حماد کریمی ندوی	115

5	ریحانۃ المحدثین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ-حیات وخدمات	مولانا محمود شبیر	134
6	شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی وفات اک گوہر نایاب کی گم شدگی-ایک عہد زریں کا خاتمہ	مولانا بدر الحسن القاسمی (کویت)	141
7	نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری	مفتی ناصر الدین مظاہری	145
8	سلوک وتصوف اور سلسلۂ بیعت وارشاد	مولانا سید محمود الحسن حسنی ندوی	157
9	ایک نمونہ کی زندگی	مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی	178
10	میرے مشفق حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ	مولانا مفتی محمد سلمان گنگوہی	189
11	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اِک عہد تمام ہوا	مولانا محمد الیاس گھمن	198
12	ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم	طٰہٰ جون پوری	201
13	سہارن پور کا چراغ	مولانا ابن الحسن عباسی	204
14	امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ	مفتی یاسر ندیم الواجدی (شکاگو)	206
15	پندرہویں صدی ہجری کے عظیم محدث	مولانا محمد اسلام قاسمی	209
16	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	محمد سالم قاسمی سریانوی	214
17	برصغیر کے عظیم محدث حضرت مولانا شیخ محمد یونسؒ	مولانا احمد نصر بنارسی	218
18	آہ! شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ	حضرت مولانا محمد سعیدی	222
19	محدث عصر مولانا محمد یونسؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم	مولانا محمد ناظم ندوی	234

باب دوم ـــــــ خصوصیات وکمالات

20	فہم قرآن وفہم حدیث کی حامل ربانی شخصیت	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	245
21	حضرت شیخ محمد یونس مظاہریؒ علم وعمل کی جامع، ایک قابل رشک شخصیت	حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی	251

22	شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے افادات میں علم وتحقیق کے بعض نئے گوشے	مولانا بدر الحسن القاسمی (کویت)	255
23	شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ خصوصیات وکمالات	حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	266
24	بخاری شریف پڑھانے کی اجازت کا چشم دید واقعہ	محمد فیروز عالم قاسمی، بھاگلپوری	271
25	حضرت شیخ اپنے مکتوبات کی روشنی میں	مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی	274
26	حضرت شیخ کے آخری دور کا زہد اختیاری تھا	ادارہ	282
27	شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ کے چند صفاتِ حمیدہ	مولانا عبد السلام بھٹکلی ندوی	286
28	میرے محبوب استاذ کا تذکرۂ محبت	مولانا منیر احمد صاحب	298
29	حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ مختصر تاثرات	مفتی مرغوب احمد لاجپوری، مقیم ڈیوزبری	319

باب سوم ـــــــ وفات حسرت آیات

30	امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا شیخ محمد یونسؒ - چند یادیں، چند باتیں	ڈاکٹر عبد القادر شمس قاسمی	335
31	جامعۃ القرأت کفلیتہ گجرات میں دورہ حدیث شریف کے افتتاح کے موقع پر حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کا درس	مفتی عباس بسم اللہ	342
32	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری نور اللہ مرقدہٗ کے مرض الوفات کے احوال	مولانا عبد الرحیم لمباڈا	352
33	استاذ محترم، حضرت شیخ محمد یونسؒ کچھ یادیں، کچھ باتیں	خالد انور پورنوی المظاہری	359
34	سلطنتِ علم وفضل کا حکمراں جاتا رہا	مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	363
35	ہائے کیا ہوگا امیر کارواں! تیرے بغیر	قاری مرغوب الرحمن سہارنپوری	367
36	حزن وملال کا سال	مولانا ندیم الواجدی	381

37	تیری جدائی پہ اے جانے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں	مفتی شمیم احمد الحسینی قاسمی	385
38	حضرت شیخ الحدیثؒ وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے	مفتی محمد ساجد کھجناوری	389
39	ایسا کہاں سے لائیں تجھ سا کہیں جسے!	ادارہ	395
40	آہ! دنیا ایک عظیم محدث سے محروم ہو گئی!	مفتی محمد صادق حسین قاسمی	401
41	باتیں اُن کی یاد رہیں گی	مولانا محمد عفان منصور پوری	405
42	مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے	مولانا فضیل احمد ناصری قاسمی	414
43	ذکرِ شیخ بروفات حسرتِ آیات (اشعار)	محمد قاسم لوہاروی	422
44	شان تھی جس کی نرالی	پیشکش: ظفر اقبال مدنی	424
45	خراجِ عقیدت		425
46	القاسم اسلامک یونیورسٹی کے مجوزہ تعمیری منصوبے کی جھلکیاں		449

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خط کا عکس

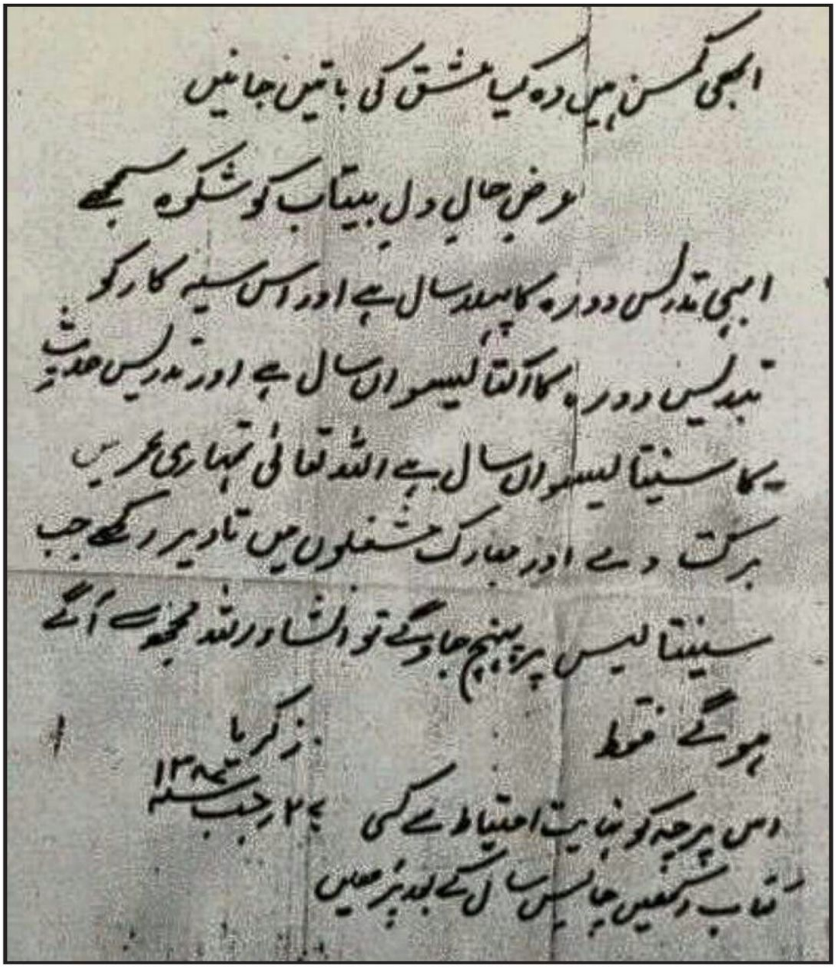

ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرض حال دل بیتاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو
تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث
کا سینتالیسواں سال ہے اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں
برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے جب
سینتالیس پر پہنچ جاؤگے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے
ہوگے فقط
زکریا
۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی
کتاب میں رکھیں چالیس سال کے بعد پڑھیں

یہ وہ تاریخی پرچہ ہے جس میں شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنے شاگرد، مظاہر علوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے بارے میں عجیب اور بے مثال تمنا کا اظہار فرمایا ہے:

”اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے؛ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔“

فقط۔ زکریا

27 رجب 1387 ھجری (1967 عیسوی)

اس خط کو لکھے ہوئے پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

”الحمدللہ ہر صدی میں ایسے اصحاب الجرح والتعدیل اور محقق علماء محدثین موجود رہے، اور نہ صرف عرب اور اسلامی ممالک میں بلکہ عجم وہند میں ایسے علماء کثیر تعداد میں رہے ہیں، جنہوں نے محنت کر کے دودھ کا دودھ اور پانی پانی کر دیا۔ ماضی قریب میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور ان کے بعض تلامذہ، اسی طرح حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ اسی شان کے محدثین میں سے تھے۔ عہدِ حاضر میں حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوریؒ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھے۔“

تقدیم

برصغیر ہند۔ پاک کے چند عظیم محدثین عظام
مختصر تعارف

امین ملت مفتی محفوظ الرحمن عثمانی

رنج وغم کا سال

ملت اسلامیہ بالخصوص دینی اور علمی حلقوں کے لئے سال ۲۰۱۷ء صدموں سے بھرا سال رہا ہے۔ ملک کی کئی مقتدر و معزز علمی و دینی شخصیات کے علاوہ دانشوران اور بہی خواہان ملت کے افراد نے بھی سال رواں میں اپنے چاہنے والوں کو داغ مفارقت دیکر داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم نے تعزیت پیش کرتے ہوئے ان کی جدائی کو بڑا علمی و ملی خسارہ قرار دیا۔

امسال عالم اسلام کی جن علمی ہستیوں نے رحلت فرمائی ہے ان میں حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم فاروقیہ کراچی، حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ ثانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی امیر انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ مدینہ منورہ، حضرت مولانا ریاست علی ظفر بجنوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا نسیم احمد غازی شیخ الحدیث دارالعلوم جامع الہدیٰ گل شہید مرادآباد، پندرہویں صدی کے امیر المومنین فی الحدیث میرے استاد و مربی شیخ محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات مدینہ منورہ، حضرت مولانا شفیق احمد بستوی مظاہری استاد حدیث و مہتمم دارالعلوم امدادیہ ممبئی، حضرت مولانا اظہر قاسمی مہتمم مدرسہ حسینیہ رانچی جھارکھنڈ، حضرت مولانا حکیم سید محمد الیاس سہارنپوری والد گرامی حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا قاری محمد ادریس نسیمی صدر القراء

جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور، حضرت مولانا مفتی محمد اشرف علی باقویؒ شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور وامیر شریعت کرناٹک، استاذ گرامی قدر متکلم اسلام حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند (وقف)، حضرت مفتی محمد عبداللہ پھولپوری شیخ الحدیث وناظم مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڑھ جیسی عبقری شخصیات شامل ہیں اور جب ماہنامہ معارف قاسم کا یہ خصوصی شمارہ تیاری کے بالکل آخری مرحلے میں تھا تو مخدوم گرامی قدر میرے محترم چچا محمد حنیف شہادت سپول بہار جو جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے عظیم محسن تھے اور میرے دوسرے محسن جناب الحاج محمد تسلیم الدین سابق وزیر داخلہ حکومت ہند، جناب الحاج اخلاق الرحمن قدوائی، جناب الحاج محمد شفیع قریشی گورنر بہار، جناب الحاج سید محمد شہاب الدین سابق ایم پی حلقہ کشن گنج بہار، جناب الحاج سلطان احمد کلکتہ سابق وزیر حکومت ہند، جناب الحاج ڈاکٹر قمر الاسلام گلبرگہ کرناٹک وغیرہم کی وفات حسرت آیات کا سانحہ پیش آیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

معارف قاسم کا یہ شمارہ بظاہر محدث کبیر حضرت شیخ جونپوریؒ پر خاص ہے مگر درحقیقت یہ ان تمام علماء کرام، محدثین عظام، دانشوران قوم اور بہی خواہان ملت کو خراج عقیدت پیش کرتا ہے جن کے علم وفضل سے ایک عالم منور تھا۔ چوں کہ کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی حوالے سے ان تمام موقر شخصیات کا ذکر موجود ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ان علماء ربانیین اور دردمندان ملت کی خدمات وکاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ (آمین)

ہندوستان کی شاندار علمی تاریخ سے پورا عالم اسلام متعارف ہے۔ اس سرزمین نے علم وآگہی، محققین، مدبرین، مفسرین، محدثین فقیہہ اور شعر وادب کے ایسے جیالوں اور تصوف وسلوک کے ایسے قطب وابدال کو جنم دیا ہے جنہوں نے نہ صرف اپنے گاؤں، علاقے واپنی ریاست اور اپنے ملک بلکہ کائنات کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں علم وعمل کی قندیلیں روشن کیں ہیں۔ انہوں نے دنیائے فانی کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ بلاشبہ ہندوستان کے علماء کے ناقابل فراموش اور غیر معمولی کارناموں، ان کی علمی ودینی اور تدریسی خدمات کو تاریخ کے صفحات سے نکال دیں تو دنیائے انسانیت، علم وتحقیق اور درس وتدریس، تصنیف وتالیف کا ہر گوشہ خالی خالی نظر آئے گا۔

علوم وفنون کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں علماء ہند کے شاندار ماضی کی خدمات رقم نہ ہوں۔

بالخصوص اسلامی علوم میں یہاں کے علماء اسلام کی خدمات جلیلہ کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ صدیاں بیت جانے کے باوجود ان کے درس کی خوشبو سے دبستان علم وادب معطر ہے اور ان کی گراں قدر تصنیفات وتالیفات کا ہر سو چرچا ہے۔ علم وفن کے متوالے انہیں گوہر نایاب سے استفادہ کر کے آج بھی اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں اور علم دین حاصل کرنے والے اپنے شاگردوں کو سیراب وشاداب کرتے ہیں۔

میں نے اپنے اس مقالے میں برصغیر ہندوستان اور پاکستان کی انہیں معظم ومعزز شخصیات کو شامل کیا ہے، جنھوں نے علم حدیث کی خدمت کرتے کرتے اپنی زندگی فنا کردی۔ کلام نبی سے بے پناہ عشق ومحبت کی وجہ سے انہوں نے خدمت حدیث پاک کو اپنی زیست کا سامان بنالیا اور آخری سانس تک اس لذت کو محسوس کرتے رہے۔ ان علما کے قدوم لزوم کی برکت کا نتیجہ ہے کہ علوم دینیہ کو حاصل کرنے والے طالبان نبوت دنیا کے کونے کونے سے ان اداروں کا رخ کرتے ہیں جہاں ان کے نقش پا موجود ہیں۔

برصغیر کی علمی تاریخ کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت وا ہوتی ہے کہ خدمات حدیث اور تدریس حدیث میں تین شخصیات کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ بمطابق ۱۵۵۱ء تا ۱۶۴۲ء) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳ء تا ۱۷۶۳ء) اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (۱۱۵۹ھ۔۱۲۳۹ھ) کی مشترکہ کوششوں کے سبب اساتذہ حدیث کی ایسی جماعت تیار کی جن کے جلائے ہوئے چراغ سے کئی چراغ جلتے چلے گئے اور علم حدیث کی روشنی ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھیلتی گئی۔

مذکورہ شخصیات کے بعد حضرت شاہ عبدالغنی دہلویؒ، حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، محدث عصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا احمد حسن محدث امروہویؒ، مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ، مولانا شیخ یونس جونپوریؒ، مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا نصیر احمد خانؒ، مولانا سلیم اللہ خاں پاکستانؒ، مولانا عبدالحق اعظمیؒ، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا خورشید عالم دیوبندی اور مولانا ریاست علی بجنوری وغیرہم کے علاوہ بہت سے اساتذہ حدیث ہیں جنھوں نے علوم حدیث کی درس وتدریس کے توسط سے یا کتب احادیث پر مختلف زاویے سے علمی وتحقیقی خدمات انجام دیں ہیں۔ محدثین عظام کی یہ وہ خدمات ہیں

جن سے آنے والی نسلیں تا قیامت استفادہ کرتی رہیں گی۔

اپنے موضوع کی مناسبت سے آئندہ صفحات میں برصغیر کے چند محدثین عظام کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے آخر میں استاذ المکرم عالم باعمل داعی توحید وسنہ امیر المومین فی الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی حیات وخدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کی جائے گی۔

حدیث پاک کا مقام ومرتبہ:

آنحضرت ﷺ جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے امت آپ کی اور آپ کے ارشادات اور اسوہ حسنہ کی یہی حیثیت سمجھی اور آپ کے ارشادات کو بلا واسطہ سننے والے آپ کے اعمال وافعال کو بچشم خود دیکھنے والے صحابہ کرامؓ نے علم وہدایت کے اس پورے خزانہ کی غیر معمولی اہتمام اور شغف کے ساتھ حفاظت کی اور پوری امانت کے ساتھ بعد والوں کو پہنچایا، پھر بعد کے قرنوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے بہترین افراد کو احادیث وسنن کے اس بے پایاں دفتر کی تدوین وترغیب، تحقیق وتنقید، تعلیم وتعلم، ترجمہ وتشریح، حفظ واشاعت اور اس سے متعلق بہت سے مستقل علوم وفنون کی ایجاد اور پھر ہر فن میں بہتر سے بہتر تالیف وتصنیف وغیرہ وغیرہ سیکڑوں قسم کی خدمات کی ایسی توفیق دی جو کبھی کسی قوم اور کسی امت کو نہیں ملی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اگرچہ خاتم الانبیاء ﷺ کو اس دنیا سے گئے ساڑھے چودہ سو سال سے زیادہ کی مدت گزر چکی ہے لیکن آپ کے ارشادات اور اسوہ حسنہ کی روشنی ہر راہ رو کے لیے آج بھی ایسی ہی موجود ہے جیسی قرن اول میں تھی۔

اور حقیقۃً یہ سلسلہ نبوت ختم کردئے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ختم النبین ﷺ کی ہدایات وتعلیمات اور آپ کے اسوہ حسنہ کی حفاظت کا یہ انتظام ہونا ضروری بھی تھا جبکہ آپ کے بعد کوئی نیا پیغمبر اب قیامت تک آنے والا نہیں ہے اور آپ ہی اس دنیا کی آخری نسل تک کے لیے جب نبی ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی تعلیمات وہدایات اور آپ کا اسوہ حسنہ اس دنیا کے آخری دن تک محفوظ رہے تاکہ ہر زمانہ کے طالبان ہدایت اس سے وہ روشنی اور وہ نور حاصل کرسکیں جو آپ کے زمانہ میں آپ پر ایمان لانے والے

خوش نصیب آپ کی مقدس اور منور ہستی سے حاصل کیا کرتے تھے۔ آج کوئی دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ پچھلی ساڑھے چودہ صدیوں میں اللہ تعالی کی طرف سے مسلسل یہ انتظام رہا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ آئندہ بھی یہ خداوندی انتظام یوں ہی رہے گا اور اس مقصد کے لیے جب جس خدمت کی ضرورت ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بندوں کو اس کی توفیق ملتی رہے گی۔

(محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی۔ مقدمہ معارف الحدیث، تالیف مولانا محمد منظور نعمانی، صفحہ ۴۷-۴۸)

ہندوستان میں علم حدیث:

برصغیر ہند و پاک میں علم حدیث کا آغاز پہلی صدی ہجری سے ہوا اور دوسری صدی ہجری میں حضرت ربیع بن صبیح بصری (م 160ھ) برصغیر میں وارد ہوئے۔ ۱۵۹ھ میں عباسی خلیفہ المہدی باللہ نے عبدالملک بن الشہاب کو جہاد کے لیے روانہ کیا تو اس کے ہمراہ ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے جنہیں تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فن حدیث میں کتاب تصنیف کی تھی۔ ''أَوَّلُ مَنْ صَنَّفَ فِي الْاِسْلَامِ''۔

عبدالملک نے فتح حاصل کرنے کے بعد واپسی کا ارادہ کیا مگر وہ زمانہ دریا کے چڑھاؤ کا تھا اس لیے انہوں نے کچھ دنوں مزید قیام کرنا مناسب سمجھا، اسی دوران ہوا میں عفونت پیدا ہوئی اور تقریباً ایک ہزار افراد اس وبا کا شکار ہوئے، ان شہداء میں حضرت ربیع بن صبیحؒ بھی شامل تھے اس لیے یہیں سپرد خاک ہو گئے۔ ان کے بعد ہر صدی میں کوئی نہ کوئی محدث برصغیر میں تشریف لاتے رہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت (634-644ء) میں ہندوستان میں اسلام کی آمد ہوئی اور کئی شہروں پر عرب حکمراں قابض ہوئے، مکران اور سندھ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی میں فتح ہوا ان شہروں کے فتح ہوتے ہی ہندوستان میں صحابہ وتابعین کی آمد کا باضابطہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ انہی آنے والوں میں علماء ومحدثین بھی تھے جن کی ذات گرامی سے ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا جگہ جگہ درس حدیث کی درسگاہیں اور مراکز قائم ہوئے۔ ابن کثیر الدمشقی (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

”اور اس سے پہلے حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں صحابہ کرام نے ان علاقوں کے اکثر حصوں کو فتح کرلیا تھا اور ان بڑے شہروں کے بعد ان کی بنیادوں میں گھس گئے تھے جیسے شام، مصر، عراق، یمن اور ترک کے ابتدائی شہر اور ماوراء النہر اور مغربی ملکوں کے اور ہندوستان کے ابتدائی شہروں میں داخل ہوگئے تھے۔“

سندھ میں محمد بن قاسم کی فتوحات سے پہلے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں صحابہ کرام نے ان اطراف کے اکثر حصے فتح کیے۔ شام، مصر، عراق، یمن اور اوائل بلاد ترکستان میں اسلام کی فتح و نصرت کا پرچم بلند کیا علاقہ ماوراءالنہر، اوائل بلاد مغرب اور افریقہ اور اوائل ہند کی سرزمین بھی ان کے قدموں کی برکت سے منور و تابندہ ہوئی۔ اوائل ہند سے مراد سندھ و مکران کے وہ علاقے ہیں جو فارس و سجستان سے متصل تھے، انہیں راستوں سے مجاہدین اسلام ہندوستان آئے، خلافت راشدہ میں تھانہ، بھروچ، سندھ اور مکران میں کئی بار غزوات کے باعث یہ علاقے اسلامی سلطنت کے زیرنگیں آگئے۔ صحابہ کی آمد سے ہندوستان میں احادیث مبارکہ کی نشر و اشاعت بہت تیزی سے ہونے لگی ہندوستان کے علماء و محدثین نے پوری دنیا میں علم حدیث کی اشاعت کے لئے جدوجہد اور کوششیں کیں، حجاز میں بھی ہندوستانی محدثین کا قیام رہا بلکہ امام سخاوی اور ابن حجر الہیتمی کی درسگاہوں سے ہندوستانی محدثین کی ایک بڑی جماعت نے سماعت حدیث کے بعد عالم اسلام کو علم حدیث سے روشناس کرایا ہے۔

یہاں پر برصغیر ہند۔ پاک کے ان محدثین عظام کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں جنھوں نے سرزمین ہند کو علم حدیث کی ضیاباریوں سے منور و درخشاں بنایا اور جن کے درس حدیث کی شہرت کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بجا اور عرب، مصر و شام کے علماء حدیث نے ان کی خدمات کا صمیم قلب سے اعتراف کرتے ہوئے علمی استفادہ کیا۔

ہندوستان کے لیے قابل فخر ہے کہ یہ سرزمین علماء و محدثین کا گہوارہ رہی ہے، درس حدیث کی نہ معلوم کتنی درس گاہیں یہاں قائم ہوئیں اور یہ سلسلہ چلتا ہوا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور پھر دارالعلوم دیوبند، اس کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیگر صوبوں تک پہونچا۔ جہاں سے علم و فن کی نئی نئی جہتیں دریافت ہوئیں، اور یہ قافلۂ قدس آج بھی رواں دواں ہے۔

حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ

(1833ء-1880ء)

برصغیر کے متبحر عالم، تحریک دیوبند کے قائد، مجاہد آزادی اور دار العلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ 1833ء میں اتر پردیش کے ضلع سہارنپور کے قریب واقع گاؤں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ دیوبند سے ۱۲/میل مغربی جانب واقع ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے، تاریخی نام خورشید حسین رکھا گیا۔ آپ کے والد ماجد شیخ اسد علی بن غلام شاہ نہایت پرہیزگار، صاحب اخلاق اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔

حضرت نانوتویؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی گاؤں میں حاصل کی۔ آپ بچپن ہی سے ذہین، محنتی اور سعادت مند تھے۔ تعلیم کے دوران ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں رہے۔ گاؤں سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دیوبند پہنچے، جہاں مولانا مہتاب علی کے مکتب میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد سہارنپور میں اپنے نانا کے ساتھ قیام پزیر رہے، یہیں مولانا نواز صاحب سے عربی نحو اور صرف کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ 1843ء کے اواخر میں مولانا مملوک علی نانوتویؒ اپنے ساتھ دلی لے گئے، جہاں کافیہ اور دیگر کتابیں پڑھیں، اور محدث حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی الحنفیؒ سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد سالانہ امتحان کے بغیر ہی دلی کالج میں داخلہ لے لیا۔ دلی کالج میں داخلہ لینے سے قبل مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے منطق، فلسفہ اور علم کلام پر متعدد کتابیں پڑھ چکے تھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے مولانا احمد علی سہارنپوری الحنفیؒ کے کتب خانے ''مطبع احمدی'' میں کتابت کا کام شروع کردیا۔ ساتھ ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا حکیم محمد صادق مرادآبادیؒ اور مولانا فیض الحسن گنگوہیؒ وغیرہ کو آپ نے زمانہ کتابت میں حدیث کی اکثر کتابیں پڑھائیں۔ اسی زمانہ میں مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے بخاری شریف پر حاشیہ لکھنے کا کام شروع کیا تھا۔ چوبیس پاروں کا حاشیہ تو حضرت سہارنپوریؒ نے مکمل کیا تھا، آخر کے چھ پارے رہ گئے تھے۔ وہ انہوں نے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ذمے لگادئے۔ حضرت نانوتویؒ نے لکھا اور قابل رشک لکھا۔

اس دوران آپ نے شیخ المشائخ، مجاہد کبیر سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے تصوف کی راہ اختیار کی اور ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم و معارف میں وہ مقام حاصل کر لیا جو ان کے زمانے میں واہب حقیقی نے ان کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ چنانچہ آپ کے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا:

> ”ایسے لوگ کبھی پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے، اب مدتوں سے نہیں ہوتے۔“

ایک موقع پر حضرت حاجی صاحب نے یہ بھی فرمایا:

> ”اللہ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شمس التبریز کے واسطے مولانا روم کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولانا محمد قاسم عطا ہوئے جو میرے قلب میں آتا ہے بیان کر دیتے ہیں۔‘

1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانان ہند کے سیاسی اور معاشی زوال کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق، ثقافت، مذہب اور معاشرت پر بھی دوررس نتائج کے حامل برے اثرات مرتب ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کا ملی تشخص خطرے میں پڑ گیا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر، مسلمانوں کو اسلامی احکامات کی اصل روح سے باخبر رکھنے کیلئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے 30 مئی 1866ء بمطابق 15 محرم الحرام 1283ھ کو دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد (مسجد چھتہ) میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی۔ یہ چھوٹا سا مدرسہ بہت جلد دنیائے اسلام کی عظیم درسگاہ اور توجہ کا مرکز بن کر آج دارالعلوم دیوبند کے نام سے موجود ہے اور پوری دنیا میں علم و عمل کا چراغ جلانے کا کام انجام دے رہا ہے۔

خدمات حدیث

ہجری تقویم کے اعتبار سے 49 سال اور عیسوی تقسیم کے لحاظ سے 48 سال کی مختصر زندگی میں حضرت نانوتویؒ نے غیر معمولی علمی کارنامے انجام دیے۔ حضرت الامام نے علم حدیث پر بطور خاص توجہ دی اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ کے حلقہ درس میں شریک ہو کر ان سے صحیح بخاری کا کچھ حصہ، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مؤطا امام مالک، تفسیر جلالین وغیرہ کتابیں پڑھیں، ان کتابوں کی صراحت حضرت شاہ عبدالغنیؒ کی سند میں موجود ہے۔ (سوانح قاسمی: از مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)

حضرت نانوتویؒ نے تحصیل حدیث میں انہی دو جلیل القدر محدثین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور کسب فیض کیا اور انہیں کا رنگ نمایاں طور پر حضرت الامام کی حدیثی خدمات و مآثر میں جلوہ گر رہا۔

حضرت نانوتویؒ نے دسمبر 1861ء میں سفر حج سے واپسی پر نانوتہ میں کچھ عرصہ مستقل قیام کیا اور اس دوران نانوتہ میں صحیح بخاری کا درس دینا شروع کیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ جو حضرت نانوتویؒ کے ہم وطن، رفیق درس اور ہم زلف تھے نے اسی موقع پر حضرت الامام سے صحیح بخاری پڑھی۔ میرٹھ کے قیام میں خالی اوقات میں سلسلہ درس جاری رکھا، علماء کا طبقہ صحاح ستہ کے درس میں شریک ہوتا تھا، حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ نے اس دور میں حضرت الامام سے صحیح مسلم کا درس لیا۔ اور اسی دور میں ایک درس میں حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے بھی شرکت کی تھی۔ نانوتہ کے درس بخاری میں مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ بھی شریک رہے تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے ممتاز ترین شاگرد رشید حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تھے جنہوں نے حدیث کی مختلف کتب حضرت الامام سے میرٹھ میں پڑھی تھیں اور حدیث کی جو خدمت بعد میں حضرت شیخ الہندؒ نے کی وہ بے نظیر ثابت ہوئی۔ حضرت نانوتویؒ نے دیوبند میں درس حدیث کا جو سلسلہ قائم فرمایا اس دور کے شاگردوں میں مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کا نام نامی سب سے روشن ہے، جنہوں نے حدیث کی عظیم خدمت کی۔ قیام میرٹھ کے دور کے تلامذہ میں حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہیؒ بھی شامل تھے، جن کا شمار جلیل القدر محدثین میں ہوتا ہے۔ مولانا عبدالعلی میرٹھی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند، مولانا منصور علی خاں سابق استاذ مدرسہ شاہی، مولانا حافظ عبدالعدل دیگر نمایاں تلامذہ میں شامل ہیں۔ حضرت نانوتویؒ کے فیض یافتگان کی طویل فہرست میں مذکورہ بالا نام ان شخصیات کے ہیں جنہوں نے حضرت الامام رحمہ اللہ سے بطور خاص حدیث کا علم حاصل کیا اور پھر انہوں نے اپنی خدمت حدیث اور فیض رسانی سے بے شمار تشنگان علم کو سیراب کیا۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ (پیدائش: 3 شعبان المعظم 1262ھ بہ مطابق 28 جولائی 1846ء-وفات: 9 ربیع الاول 1346ھ بہ مطابق 13 ستمبر 1927ء) رقم طراز ہیں: "طالب علمی کے زمانے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے درس حدیث میں شریک ہونے کی سعادت مجھے بمقام میرٹھ میسر آئی تھی، غالباً یہ وہی زمانہ تھا جب صحیح مسلم کا درس جاری تھا، حدیث پڑھی گئی، حنفیوں اور شافعیوں کے

کسی اختلافی مسئلہ سے حدیث کا تعلق تھا، میں نے دیکھا کہ مولانا نے ایک ایسی جامع اور مدلل تقریر کی جس سے کلیۃً شافعی نقطہ نظر کی تائید ہوتی تھی، طلبہ حیران ہوئے، کہنے لگے کہ آپ کی تقریر سے تو معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ ہی کا مسلک صحیح ہے اور حنفیوں کا مذہب حدیث کے مطابق نہیں ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ مولانا نانوتویؒ کا رنگ بدلا اور فرمانے لگے کہ شوافع کی طرف سے اس مسئلہ کی تائید میں زیادہ سے زیادہ کہنے والے اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو یہی کہہ سکتے ہیں جو تم سن چکے ہو، اب سنو! امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی بنیاد یہ ہے، اس کے بعد مولانا نانوتویؒ نے پھر اس طرح تقریر کی کہ لوگ مبہوت سنتے رہے، ابھی جس مسلک کے متعلق ان کا یقین تھا کہ اس سے زیادہ حدیثوں کے مطابق کوئی دوسرا مسلک نہیں ہوسکتا، اچانک معلوم ہوا کہ درحقیقت صحیح حدیثوں کا مفاد وہی ہے جسے امام ابوحنیفہؒ نے منقح فرمایا ہے۔

حضرت الامام کا درس حدیث طائرانہ نہیں بلکہ محققانہ ہوا کرتا تھا، اس میں تحقیقی نکات، تجزیاتی معلومات اور استدلالی لطائف کا وافر ذخیرہ ہوتا تھا، شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ کی پوری جھلک ہوتی تھی، علوم ولی اللہی کا ظہور ہوتا تھا، حضرت الامام کے تلمیذ رشید حضرت شیخ الہندؒ کا بیان ہے کہ "میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیفات دیکھ کر حضرت نانوتویؒ کے درس میں شریک ہوتا تھا اور وہ باتیں پوچھتا تھا جو شاہ صاحب کی تصنیفات میں غایت مشکل ہیں۔ شاہ صاحب کے یہاں جو آخری جواب ہوتا تھا وہ حضرت نانوتویؒ اول ہی مرتبہ فرمادیتے تھے، میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے۔

درس حدیث کے امتیازات

سند حدیث اور متن حدیث سے متعلق تمام معلومات کا احاطہ

رجال سند پر متوازن اور دقیع تبصرہ

حدیث کے فنی مقام کی نشان دہی

متعلقہ مسئلہ میں مذاہب اربعہ کا بیان

ہر مذہب کے مفصل دلائل کی ایسی توضیح جو بالکل غیر جانبدارانہ ہو

مذہب حنفی کے اثبات اور عقل ونقل سے اسے مزین کرکے اس کی وجوہ ترجیح کا بیان

احکامی پہلو کے ساتھ حدیث کے اخلاقی وتربیتی پہلو کی سیر حاصل وضاحت

تحقیقی، تجزیاتی، استدلالی، متکلمانہ اور اصولی انداز بحث
تشریح احادیث کے ضمن میں نکتہ رسی
تعارض احادیث میں تطبیق اور متکلمانہ اسلوب میں اس طرح انطباق دینا کہ کوئی اشکال باقی نہ رہے
سلف صالح اور تمام ائمہ کا احترام، کتاب وسنت سے فقہ اسلامی کا رابطہ واضح کرنا
مختلف فیہ مسائل میں اعتدال وتوازن کی روش اور ڈگر پر پوری طرح قائم رہنا

ان امتیازات سے حضرت الامام کے محدثانہ ذوق اور رسوخ فی العلوم کی کیفیت کا علم ہوسکتا ہے، حضرت الامام کے ذوق محدثانہ کی جھلکیاں ان کی گراں قدر تصانیف میں جابجا موجود ہیں۔

تحشیہ بخاری:

خدمت حدیث کے ضمن میں حضرت الامام کا سب سے نمایاں، وقیع قابل قدر اور علمی کارنامہ حاشیہ بخاری کی تکمیل ہے اور باعث تعجب یہ ہے کہ اتنا عظیم اور لائق صد آفریں کارنامہ حضرت نے 18 سال کی عمر میں انجام دیا۔

(تفصیلات کے لیے دیکھئے: بانی دارالعلوم دیوبند کی حدیثی خدمات: از مولانا محمد اسجد قاسمی)

مشہور تصانیف:

تقریر دلپذیر: اسلام کے اصول پر جامع ومانع تقریر
تحذیر الناس: زمینوں کے سات ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر عجیب بحث
آب حیات: حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نفیس بحث
قبلہ نما: جہت کعبہ سے شرک کا ایہام اور اس کا شافی جواب
توثیق الکلام: مسئلہ ترک قراءت خلف الامام پر محققانہ بحث
الدلیل المحکم: اجرت تعلیم کے متعلق فتویٰ
انتصار الاسلام: آریوں کے مقابلہ میں اسلامی اصول کی فلاسفی

ہدیۃ الشیعہ: شیعہ عقائد پر مفصل بحث

اجوبہ اربعین: تحذیر الناس پر علماء رامپور کے اعتراضات کا جواب۔

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ حضرت نانوتویؒ کی لکھی گئی کتابوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جائے اور نام نہ لکھا جائے تو یہی کہا جائے گا کہ یہ کتابیں امام رازیؒ یا امام غزالیؒ کی لکھی ہوئی ہیں۔ (قصص الاکابر)

۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مؤرخہ اپریل ۱۸۸۰ء بروز جمعرات بعد از نماز ظہر ۴۷؍سال کی عمر میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرما گئے اور قبرستان قاسمی دیوبند میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ

(۱۲۴۹ھ-۱۳۰۲ھ)

مولانا یعقوب نانوتوی بن مولانا مملوک العلیؒ ۱۳؍صفر ۱۲۴۹ھ مطابق ۲؍جولائی ۱۸۳۳ء کو نانوتہ ضلع سہارنپور اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام منظور احمد غلام حسین اور شمس الضحیٰ رکھا گیا۔ قرآن مجید نانوتہ میں حفظ کیا اس کے بعد جب آپ کی عمر ۱۱؍سال کی تھی والد ماجد مولانا مملوک علی صاحبؒ اپنے ساتھ دہلی لے گئے۔ دہلی میں ہی تمام علوم متداولہ اپنے والد سے حاصل کیے اور علم حدیث کی تحصیل حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے حاصل کی۔

۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں دیوبند تشریف لے گئے اور یہاں صدارت تدریس کی مسند پر فائز ہوئے۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند کے پہلے شیخ الحدیث تھے۔ ان کے فیض تعلیم و تربیت نے بہت سے ممتاز علماء پیدا کیے جو آسمان علم و فضل کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ ۱۹؍سال کی مدت میں ۷۷؍طلباء نے آپ سے علوم نبویہ کی تحصیل کی۔ جن میں مولانا عبدالحق پور قاضوی، مولانا عبداللہ انبہٹوی، مولانا فتح محمد تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد انبہٹوی، مولانا احمد حسن امروہی، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا حکیم منصور علی خاں مرادآبادی، مولانا مفتی عزیز الرحمن

دیوبندی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حافظ محمد احمد اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمہم اللہ جیسے مشاہیر اور یگانہ عصر علما شامل ہیں۔

حضرت مولانا یعقوب اوران کے تلامذہ کے فیض تعلیم کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اس وقت ہند وپاک، بنگلہ دیش، افغانستان اور وسط ایشیا میں جس قدر علماء موجود ہیں ان کی بڑی تعداد اسی خوان علم کی زلہ ربا ہے۔

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے سلوک ومعرفت کے مقامات طے کیے تھے۔ اکثر جذب وکیف کی حالت طاری رہتی تھی۔ دنیوی علائق کی جانب مطلق توجہ نہ تھی۔ رعب و اثر کا یہ عالم تھا کہ لوگ بات کرتے ہوئے گھبراتے تھے مگر آپ ہر شخص سے نہایت اخلاق وتواضع کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اپنے بزرگوں کی طرح مزاج میں بڑا استغنا تھا۔ مکتوبات یعقوبی کے دیباچہ نگار حکیم امیر احمد عشرتی لکھتے ہیں:

”آپ نہایت خوش وضع، خوش خلق، خوش خو، خوش لہجہ وخوش گفتگو تھے۔ بڑے صاحب کمال ومکاشفات تھے، آپ سے بہت سی پیشنگوئیاں صادر ہوئیں جن میں بعض کا صدور ہو چکا ہے جو باقی ہیں ان کا انتظار ہے۔ (ارواح ثلاثہ)

آپ کی تصانیف میں تین رسالے یادگار ہیں۔ سوانح قاسمی اگرچہ بہت مختصر سوانح حیات ہے مگر زبان وبیان اور حالات وواقعات کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے۔ مولانا یعقوبؒ شعروشاعری سے ذوق رکھتے تھے، گمنام تخلص تھا۔ وفات سے چند ایام قبل وطن مالوف نانوتہ تشریف لے گئے اور وہیں بمرض ہیضہ ۳؍ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مکتوبات یعقوبی اور ارواح ثلاثہ میں جستہ جستہ آپ کے حالات ملتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

(۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء-۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء)

دار العلوم دیوبند کے پہلے شاگرد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو اتر پردیش

کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی سرکاری محکمہ تعلیم سے وابستہ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ کی تعلیم کا آغاز 6 سال کی عمر میں ہوا۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا اور مشہور عالم دین مولانا مہتاب علی سے حاصل کی، قرآن مجید کا کچھ حصہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں عالم دین مولانا عبداللطیف سے پڑھیں۔ دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس میں داخل ہوگئے۔ 1274ھ بمطابق 1858ء میں آپ نے کنز، مختصر المعانی کا امتحان دیا اگلے سال مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ پڑھیں اور 1286ھ بمطابق 1870ء میں قطب صحاح ستہ کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔ نصاب دارالعلوم کی تکمیل کے بعد حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں رہ کر علم حدیث کی تحصیل فرمائی۔ بعض اعلیٰ کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں حضرت نانوتویؒ کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔ حضرت نانوتویؒ کے علاوہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی، ملاّ محمود صاحب اور مولانا مہتاب علی صاحب وغیرہ قدس اللہ اسرارہم آپ کے مشہور اساتذہ ہیں جو کہ اپنے زمانہ میں بے نظیر شمار کئے جاتے تھے۔

مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی، مولانا احمد حسن صاحب امروہی، حافظ عبدالعدل صاحب پھلتی، مولانا عبدالحق صاحب پوری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے شرکائے درس اور جلساء تھے۔

زمانہ تعلیم میں ہی آپ کا شمار حضرت نانوتویؒ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا تھا اور حضرت نانوتویؒ خاص طور پر شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کی اعلیٰ علمی اور ذہنی صلاحیتوں کے پیش نظر دارالعلوم کی مدرسی کے لیے اکابر کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں مدرس چہارم کی حیثیت سے آپ کا تقرر عمل میں آیا جس سے بتدریج ترقی پاکر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں صدارت کے منصب پر فائز ہوئے۔

رفتہ رفتہ آپ کی علمی استعداد اور ذہانت ظاہر ہونے لگی اور اعلیٰ کتابیں بھی پڑھانے کے مواقع ملتے گئے۔ 1293ھ بمطابق 1877ء میں آپ نے ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ وغیرہ کی تدریس کرنا شروع کی پھر 1295ھ بمطابق 1878ء میں مسلم شریف اور بخاری شریف بھی پڑھانے لگے۔ آپ نے مسلسل 40 سال تک دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا اور زمانہ اسارت (قید) مالٹا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی درس دیا۔ اس طرح آپ کا زمانہ تدریس 44 سال سے زائد ہوتا ہے۔

آپ کے ممتاز تلامذہ میں مشہور علمائے دین مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ محمد انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا اصغر حسین دیوبندی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا اعزاز علی دیوبندی، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا عبد السمیع دیوبندی، مولانا سید فخر الدین احمد، مولانا اعزاز علی امروہی، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا حبیب الرحمن اور مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مشاہیر اور نامور علماء شامل ہیں۔

آپ کا حلقہ درس دیگر سلف صالحین اور اکابر محدثین کے حلقہ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا۔ اختلافی مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر مجتہدین کے مذاہب بھی بیان فرماتے اور باوجود حنفی ہونے کے صراحت کے ساتھ یہ بات ذہن نشین فرماتے کہ مذاہب مجتہدین سارے کے سارے حق اور کتاب وسنت کے موافق ہیں، ان کی تنقیص موجب بدبختی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے حلقۂ درس کی خصوصیات کی نسبت مولانا میاں اصغر حسینؒ نے لکھا ہے:۔

”حلقۂ درس کو دیکھ کر سلفِ صالحین واکابر محدثین کے حلقۂ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا، قرآن وحدیث زبان پر تھا، اور ائمہ اربعہ کے مذاہب از بر، صحابہ وتابعین، فقہاء ومجتہدین کے اقوال محفوظ، تقریر میں نہ گردن کی رگیں پھولتی تھیں، نہ مُنہ میں کف آتا تھا، نہ مغلق الفاظ سے تقریر کو جامع الغموض اور بھدّی بناتے تھے، نہایت سُبک اور سہل الفاظ بامحاورہ اُردو میں اس روانی اور جوش سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا کہ دریا اُمنڈ رہا ہے، یہ کچھ مبالغہ نہیں ہے، ہزاروں دیکھنے والے موجود ہیں کہ وہی منحنی اور منکسر المزاج ایک مُشتِ استخوان، ضعیف الجثہ، مردِ خدا جو نماز کی صفوں میں ایک معمولی مسکین طالب علم معلوم ہوتا تھا، مسندِ درس پر تقریر کے وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیرِ خدا ہے، جو قوت وشوکت کے ساتھ حق کا اعلان کررہا ہے، آواز میں کرختگی آمیز بلندی نہ تھی، لیکن مدرسہ کے دروازے تک بے تکلف قابل فہم آواز آتی تھی، لہجے میں تصنّع اور بناوٹ کا نام نہ تھا، لیکن خدا تعالیٰ نے تقریر میں اثر دیا تھا، بات دل نشین ہوجاتی تھی اور سُننے والا بھی یہ سمجھ کر اُٹھتا تھا کہ وہ جو فرمارہے ہیں حق ہے۔

بہت سے ذی استعداد اور ذہین وفطین طالب عالم جو مختلف اساتذہ کی خدمتوں میں استفادہ کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اپنے شکوک وشبہات کے کافی جواب پانے کے بعد حضرت مولانا

کی زبان سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کے معانی اور مضامینِ عالیہ سُن کر سرِ نیاز خم کر کے معترف ہوتے کہ یہ علم کسی کو نہیں ہے اور ایسا محقّق عالم دنیا میں نہیں ہے۔ مسائل مختلف فیہا میں ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ بلکہ دیگر مجتہدین کے مذاہب بھی بیان فرماتے اور مختصر طور سے دلائل بھی نقل کرتے لیکن جب امام ابوحنیفہؒ کا نمبر آتا تو مولانا کے قلب میں انشراح پر بشاشت، تقریر میں روانی، لہجے میں جوش پیدا ہوجاتا تھا، دلیل پر دلیل، شاہد پر شاہد، قرینے پر قرینہ بیان کرتے چلے جاتے تقریر رکتی ہی نہ تھی اور اس خوبی سے مذہب امام اعظمؒ کو ترجیح دیتے تھے کہ سلیم الطبع اور منصف المزاج لوٹ جاتے تھے، دور کی مختلف المضامین احادیث جن کی طرف کبھی خیال بھی نہ جاتا تھا پیش کر کے اس طرح مدعا ثابت فرماتے کہ بات دل میں اُترتی چلی جاتی اور سامعین کا دل گواہی دیتا اور آنکھوں سے نظر آجاتا تھا کہ یہی جانب حق ہے۔

بایں ہمہ ائمہ اسلام کا ادب واحترام اور اُن کے کمالات کا اعتراف حضرت کی تعلیم کا ایک جزلاینفک ہوگیا تھا، خود بھی ایسی ہی تقریر فرماتے اور صراحت سے ذہن نشین کراتے کہ مذاہب مجتہدین حق ہیں اور وہ سب مُستدل بالکتاب والسنۃ، اُن کی تنقیص، موجب بدبختی اور سوء ادب باعث خسران ہے۔

محدثین میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ مجتہدین میں امام اعظمؒ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔

مولانا عبیداللہ سندھی لکھتے ہیں کہ ”میں نے حضرت شیخ الہندؒ سے حضرت مولانا محمد قاسمؒ کی حجۃ الاسلام پڑھی، کتاب پڑھتے ہوئے کبھی کبھی یوں محسوس کرتا کہ جیسے علم اور ایمان میرے دل میں اوپر سے نازل ہو رہا ہے۔“

1294ھ میں آپ اپنے استاد محترم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ، اور دوسرے اکابر کی معیت میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اپنے استاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے حکم پر وہاں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت ہوگئے۔ چونکہ آپ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ چکے تھے اس لیے مزید تزکیہ کی ضرورت نہ سمجھی گئی اور حاجی صاحب نے سلاسل اربعہ میں آپ کو شرف خلافت سے نوازا۔

حاجی صاحب کے بعد حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے بھی آپ کو اپنا خلیفہ بنادیا۔ حضرت حاجی صاحب اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے وصال کے بعد حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو اپنا مرشد بنانے کا فیصلہ کیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے بلا تامل آپ کو بیعت کرلیا۔ ساتھ ساتھ اپنا مجاز

بھی قرار دیا۔ آسمان رشد و ہدایت کے ان تین تابندہ ستاروں نے جن کو نوازا ہو ان کی مقبولیت کا کیا ٹھکانہ؟

شیخ الہند رحمہ اللہ اکابر کی موجودگی میں بیعت کرانے سے گریز کرتے لیکن بعد میں جب عوام کا اصرار بڑھا تو بیعت شروع کرا دی اور پھر تو عرب ہو یا عجم یا مالٹا کی قید، دنیا نے اس رجل رشید سے اصلاح و تربیت حاصل کی۔

آپ نے درس و تدریس اور مشاغل سیاست کے باوجود کئی کتب تصنیف کی ہیں۔ جن میں سے ترجمہ قرآن، ایضاح الادلۃ اور الادلۃ الکاملۃ، تراجم ابوب بخاری، تقریر ترمذی، حاشیہ ابوداود، حاشیہ مختصر المعانی، جہد المقل اور شرح اوثق العروی قابل ذکر ہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے تدریس کے ابتدائی دنوں میں مسلمانوں میں شعور اور احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی تحریک شروع کی تھی۔ 1920ء تک آپ کی کوشش یہ رہی کہ دینی و سیاسی تربیت سے ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو کہ احیاء ملت، ملکی سیاست اور آزادی کی جدوجہد میں اپنی ذمہ داریوں کا شدید احساس اور ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہونے کے اہلیت رکھتی ہو۔

1914ء میں جب جنگ عظیم اول چھڑ گئی تو برٹش حکومت پر ضرب لگانے اور آزادی کی منزل قریب لانے کے لیے ایک سنہری موقع ملا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے یہ سوچ کر کہ تحریک چلانے کے لیے کسی آزاد حکومت کی پشت پناہی حاصل کی جائے مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کو افغانستان بھیجا تاکہ وہ افغانستان کی طرف سے حملہ کرانے کی سعی کرے اور خود خلافت عثمانیہ کے زعماء سے ملاقتیں کرکے فرنگی حکومت کے خلاف جہاد کے منصوبے سے ان کو آگاہ کیا۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ نے افغانستان پہنچنے کے بعد وہاں ہندوستان کی عارضی آزاد حکومت قائم کی۔ جسے افغان حکومت نے تسلیم کرکے خود بھی تعاون کی یقین دہانی کرائی اور دوسرے ملکوں میں بھی اس کی سفارتیں بھیجنے کا انتظام کیا۔

مولانا سندھی رحمہ اللہ نے ان تمام حالات کو ایک رومال پر ریشم سے کاڑھ کر ایک معتمد شخص کے ہاتھوں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی خدمت میں بھیجا، لیکن چند ایمان فروشوں کی وجہ سے وہ انگریز گورنر کے ہاتھ لگا۔ یہ رومال انگریز کو ملنا تھا کہ ہندوستان بھر میں گرفتاریوں اور قید و بند کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔

1916ء میں آپ کو اور آپ کے رفقاء مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مولانا عزیر گل رحمہ اللہ، مولانا حکیم نصرت حسین رحمہ اللہ، اور مولانا وحید احمد رحمہ اللہ کو گرفتار کیا گیا۔ فروری 1917ء میں آپ کو جزیرہ مالٹا پہنچا دیا گیا۔

مالٹا کی اسیری کے دوران آپ نے بڑے مصائب برداشت کیے، تکلیفیں اٹھائیں، مستقل عوارض میں مبتلاء رہے جو بالآخر مرض الموت کا سبب بنے، لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ ہوئی۔ مارچ 1920ء میں تقریباً سات مہینے کی اسیری کے بعد آپ کو رہا کیا گیا۔

ہندوستان واپسی اور مرض الوفات:

جون 1920ء میں حضرت رحمہ اللہ ہندوستان تشریف لائے۔ قید و بند کی صعوبتیں آپ کی صحت پر کافی حد تک اثر انداز ہوگئی تھیں۔ مختلف امراض کی شکایت تو پہلے سے تھی، اس پر مالٹا کا سرد موسم، حضرت کی شب بیداری و ریاضت، پھر ترکوں کی شکست اور اپنی جد و جہد کی ناکامی کا صدمہ ان حوادث نے ان بیماریوں کو مرض الموت کی شکل دے دی۔

چنانچہ 26 صفر 1339ھ بمطابق 29 اکتوبر 1920ء صبح 8 بجے آپ نے قبلہ رخ ہو کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور روح مقدس فَرَوْحٌ وَرَیْحَانٌ وَ جَنَّتُ نَعِیمٍ کی بہاریں دیکھنے کے لیے تمام اہل اسلام کو یتیم و بے کس چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوگئے اور رفیق اعلی سے جا ملے۔

مندرجہ ذیل کتابوں میں حضرت شیخ الہندؒ کے تفصیلی حالات درج ہیں:۔

حیات شیخ الہند۔ مولانا میاں اصغر حسین دیوبندیؒ

نقش حیات۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

اسیر مالٹا۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

تذکرہ شیخ الہندؒ۔ مولانا عزیز الرحمن بجنوریؒ

تحریک شیخ الہند۔ مولانا سید محمد میاںؒ

ان اہم تصانیف کے علاوہ بھی آپ کی حیات و خدمات پر متعدد کتابیں اور تحقیقی مقالے موجود ہیں۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

(1292ھ بمطابق1875ء-1352ھ بمطابق1933ء)

حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ ۲۷/ شوال ۱۲۹۲ھ بروز شنبہ اپنے ننھیال علاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہؒ بڑے عالم ربانی، زاہد و عابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے۔

ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد ماجد مولانا معظم شاہ صاحبؒ سے قرآن پاک شروع کیا اور چھ برس کی عمر تک قرآن پاک کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی ختم کر لئے۔ پھر مولانا غلام محمد صاحبؒ سے فارسی و عربی کی تعلیم حاصل کی، ابھی آپ کی عمر محض 13 یا 14 سال تھی مگر دینی علوم بالخصوص فقہ پر اچھی نظر ہوگئ تھی۔ ۱۳۰۵ھ میں طلبِ علم کے جذبہ صادق نے لولاب کے سبزہ زاروں اور دلفریب نظاروں سے دور کر دیا اور غریب الوطنی کی علمی زندگی اختیار کر لی، بچپن ہی سے آپ بے حد ذہین، ذکی اور فطین تھے، تین سال تک آپ ہزارہ و سرحد کے متعدد علماء و صلحاء کی خدمت میں رہ کر علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے پھر علوم و فنون کی نا مٹنے والی پیاس آپ کو عالمی شہرت یافتہ ادارہ مرکز علم و عرفان دارالعلوم دیوبند کھینچ لائی۔ چنانچہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں ہزارہ سے دیوبند آ گئے۔ اس وقت حضرت شیخ الہندؒ مسند صدارت پر متمکن تھے۔ استاد نے شاگرد کو اور شاگرد نے استاد کو پہلی ہی ملاقات میں پہچان لیا۔ کتب موقوف علیہ کے بعد حدیث و تفسیر کی کتابیں شروع کیں اور چند ہی سال میں دارالعلوم میں شہرت و مقبولیت کے ساتھ امتیازی شان حاصل کر لی۔ ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء تک حدیث و تفسیر اور فنون کی اعلیٰ کتابوں سے فارغ ہو کر آپ حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند حدیث کے علاوہ باطنی فیوض سے بھی مستفید ہوئے۔

اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور تین چار سال تک مدرسہ امینیہ کے مدرس اول رہے۔ دہلی میں کئی سال قیام کے بعد کچھ وقت کے لیے اپنے وطن مالوف کشمیر گئے، پھر ۱۳۲۳ھ میں آپ بعض مشاہیر کشمیر کی رفاقت میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے، سفر حجاز میں طرابلس، بصرہ، مصر اور شام کے جلیل القدر علماء نے آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ کا بڑے کھلے انداز میں اعتراف کیا اور آپ کی خداداد

اور بے نظیر لیاقت واستعداد دیکھ کر حدیث کی سندوں سے نوازا۔ سفر حجاز سے واپس آکر قصبہ بارہ مولیٰ (کشمیر کا ایک مخصوص مقام) میں خصوصاً خواجہ عبد الصمد ککرو رئیس اعظم کے اصرار پر آپ نے مدرسہ فیض عام کی بنیاد رکھی اور تقریباً تین سال تک آپ وہاں خلق خدا اور طالبان دین کو ظاہری وباطنی علوم سے فیض یاب فرماتے رہے۔

۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں آپ دیوبند تشریف لائے تو حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو روک لیا۔ ۱۳۳۳ھ تک بغیر مشاہرہ کے کتب حدیث کے درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء کے اواخر میں جب شیخ الہند نے سفر حجاز کا قصد کیا تو اپنی جانشینی کا فخر شاہ صاحب کو بخشا۔ ایک جلسے میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اپنا آخری درس دیا، طلبا اور عاشقین کا ایک اژدہام تھا، اور بڑی بڑی علمی شخصیات جمع تھیں، پہلے حضرت شیخ الہند نے درس دیا پھر اپنی مسند پر مولانا کشمیری کو بیٹھنے کا حکم دیا، وہ منظر بھی عجیب تھا شاگرد کی آنکھوں میں آنسو تھے اور استاذ کے ہونٹوں پر دھیمی مسکراہٹ، شاگرد کے لئے استاذ کی جدائی کا غم ناقابل برداشت تھا اور استاذ کے لئے اپنے مایہ ناز شاگرد کی شکل میں ایک سچا جانشین ملنے کی خوشی بھی بے پناہ تھی۔ علامہ کشمیری نے صدر مدرس کی حیثیت سے بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس سنبھال لیا۔ آپ دار العلوم کی مسند صدارت پر تقریبا ۱۲رسال تک جلوہ افروز رہے۔ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء کے اوائل میں اہتمام دار العلوم سے بعض اختلافات کے باعث آپ فرائض صدارت سے دست کش ہو کر گجرات کے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء تک وہاں درس حدیث کا مشغلہ رہا۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے علمی وعملی کمالات میں سے جو چیز آپ کو تمام معاصرین سے ممتاز کرتی ہے وہ آپ کی جامعیت وتبحر علمی ہے، علوم عقلیہ وشرعیہ میں سے ایک بھی ایسا علم نہیں ہے جسمیں آپ کو مہارت تامہ حاصل نہ ہو۔ یہ کہنا خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ علماء ومتقدمین میں بھی ہر حیثیت سے ایسی جامع علوم عقلیہ ونقلیہ ہستی شاذ ونادر ہی ملتی ہے۔

شاہ صاحب کا قد درمیانہ، رنگ سفید، خوبصورت خدوخال، پیشانی کشادہ اور آنکھیں مقناطیسی کشش رکھتی تھیں۔ حافظہ غضب کا تھا، شیخ ابن ہمامؒ کی مشہور کتاب فتح القدیر جو آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے اس کا مطالعہ

۲۰ر دن میں اس طرح کیا تھا کہ فتح القدیر کی کتاب الحج کی تلخیص بھی ساتھ ساتھ کرتے گئے تھے اور ابن ہمام نے صاحب ہدایہ پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کے جوابات بھی لکھتے گئے۔ دوران درس ایک مرتبہ فرمایا کہ اب سے ۲۶ر سال پہلے میں نے فتح القدیر کا مطالعہ کیا تھا۔ بحمد اللہ اب تک دوبارہ دیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور آج بھی اس کا جو مضمون اور بحث پیش کروں گا اگر تم مراجعت کروگے تو تفاوت بہت کم پاؤ گے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے حضرت کشمیریؒ کی جامع شخصیت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:

”میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا امت مسلمہ میں وجود ہے اگر دین اسلام میں کسی قسم کی بھی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہوجاتے“۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی وفات پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ایک جلسہ میں فرمایا:

”مجھ سے اگر مصر وشام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، شیخ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ اور شیخ عزیز الدین بن عبد السلامؒ کو دیکھا ہے تو میں یہ کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے کیونکہ صرف زمانہ کا تقدم وتاخر ہے۔ ورنہ اگر علامہ کشمیریؒ بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اسی طرح آپ کے مناقب ومحامد اوراق تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہوتے، میں محسوس کررہا ہوں کہ حافظ ابن حجر، شیخ تقی الدین اور شیخ عزیز الدین کا انتقال آج ہوا ہے“۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا:

”میں نے ہندوستان، حجاز، عراق، مصر اور شام کے علماء وفضلاء سے ملاقاتیں کیں اور مسائل میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی، وسعت معلومات، جامعیت اور علوم نقلیہ وعقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا۔

مصر کے ممتاز عالم دین علامہ سید رشید رضاؒ نے دیوبند میں ایک مرتبہ فرمایا خدا کی قسم! میں نے ان جیسا (صاحب علم) آدمی نہیں دیکھا“۔

مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے آپ کے حافظے اور عربی ذوق کے بارے میں فرمایا کہ مجموعی طور پر حضرت شاہ صاحبؒ کو کم سے کم پچاس ہزار عربی کے اشعار یاد تھے۔

شاعر مشرق علامہ اقبالؒ فرمایا کرتے تھے:

”اسلام کی گزشتہ پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحبؒ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے“۔

مولانا حبیب الرحمٰنؒ عثمانی آپ کو چلتا پھرتا کتب خانہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار جو کچھ آپ کی نظر کے احاطے میں آ گیا وہ ہمیشہ کے لیے حافظے میں قید ہو گیا، بہر حال آپ کی شخصیت بے نظیر جامع الصفات و الکمال تھی۔ عمل بالکتاب والسنۃ اور اتباع سلف کے اہتمام میں ذرہ بھر کی کوتاہی نہیں ہوتی تھی، دیکھنے والے بہت سی سنتوں کو شاہ صاحبؒ کے عمل کو دیکھ کر معلوم کر لیا کرتے تھے، سنت نبوی ﷺ کے مطابق کھانا اکڑوں بیٹھ کر کھایا کرتے تھے اور کھانے میں ہمیشہ تین انگلیاں استعمال کرتے اور دونوں ہاتھ مشغول رکھتے تھے، بائیں ہاتھ میں روٹی اور داہنے ہاتھ سے اسے توڑ توڑ کر استعمال فرمایا کرتے تھے۔

زہد و تقویٰ آپ کے کھلے اور روشن چہرے پر برستا تھا۔ ایک غیر مسلم نے کسی موقع پر آپ کا سرخ و سفید رنگ کشادہ پیشانی اور ہنس مکھ چہرہ دیکھ کر کہا تھا: ”اسلام کے حق ہونے کی ایک مستقل دلیل یہ چہرہ بھی ہے“۔

دیوبند میں اگر حضرت شیخ الہندؒ دار العلوم کا غلغلہ چہار دانگ عالم میں بلند کیا تو حضرت شاہ صاحب نے دار العلوم کی مسند تدریس پر رونق افروز ہو کر عالم اسلام کو علم دین کی روشنی سے منور کر دیا، علم حدیث میں وہ عدیم النظیر محدث تھے۔ علوم فقہ میں فقیہ اعظم، اتباع شریعت میں صلحائے سلف کا نمونہ تھے تو معرفت الٰہی میں جنید وقت اور شبلی عصر، ان کا وجود شریعت کے لیے بھی موجب تقویت تھا اور طریقت کے لیے بھی وجہ نازش۔ حضرت گنگوہی سے شرف خلافت حاصل کیا تھا۔

اسلامی دنیا نے اس قدر وسیع العلم اور باعمل علماء بہت کم پیدا کیے ہیں۔ شاہ صاحب اگر ایک طرف اپنے معاصرین میں تبحر علمی کے لحاظ سے عدیم النظیر تھے تو دوسری جانب زہد و تقویٰ میں بھی ان کی ذات بے مثل تھی، وہ ایک باکمال مفسر، محدث اور فلسفی تھے۔ آدمی میں ایک کمال کا ہونا بھی کم نہیں ہوتا مگر ان کی دستار کمال میں متعدد لعل آویزاں تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے وجود سے علمی دنیا میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ تشنگان علوم کی جس کثیر تعداد نے اس بحر العلوم سے سیرابی حاصل کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مشرق

وسطیٰ سے لے کر چین تک ان کے فیضان علم کا سیلاب موجیں مارتا رہا اور ہند و بیرون ہند کے ہزاروں تشنگان علوم نے اس سے اپنی پیاس بجھائی۔ غیر منقسم ہندوستان، عرب، ایران، عراق، افغانستان، چین، مصر، جنوبی افریقہ، انڈونیشیا اور ملیشیا میں بکثرت آپ کے تلامذہ پھیلے ہوئے تھے۔ دار العلوم میں آپ کے زمانہ قیام میں ۸۰۹/ طلباء نے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔

علمی ذوق کا طبیعت پر اس قدر غلبہ تھا کہ نکاح اور متاہلانہ زندگی سے گھبراتے رہے مگر بالآخر بزرگوں کے شدید اصرار سے متاہلانہ زندگی اختیار فرمائی تھی اور اس کے بعد تنخواہ لینے لگے تھے۔

ڈابھیل میں چند سال قیام فرمانے کے بعد آخر میں امراض کی شدت سے مجبور ہو کر دیوبند جس کو آپ نے وطن اقامت بنالیا تھا چلے آئے اور یہیں ۳/صفر المظفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں ۶۰/سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور دیوبند کے عیدگاہ کے قریب تدفین عمل میں آئی۔ آج کل مزار انوری کے نام سے یہ قبرستان مشہور ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات پر علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ''معارف'' میں لکھا:۔

''ان کی مثال اس سمندر کی سی تھی جس کی اوپری سطح ساکن، لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گراں قیمت خزانوں سے معمور ہوتی ہے۔ وہ وسعت نظر قوت حافظہ اور کثرت حفظ میں اس عہد میں بے مثال تھے، علوم حدیث کے حافظ و نکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ، معقولات میں ماہر، شعر و سخن سے بہرہ مند اور زہد و تقویٰ میں کامل تھے، مرتے دم تک علم و معرفت کے اس شہید نے قال اللہ و قال الرسول کا نعرہ بلند رکھا''۔

حضرت کشمیری کے مشہور تلامذہ میں حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد امرتسریؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند شامل ہیں۔

مختلف اسلامی مباحث پر عربی اور فارسی میں ایک درجن سے زائد تصانیف جو نہایت معرکۃ الآراء مسائل پر مشتمل ہیں جن میں خاتم النبیین، عقیدہ فی حیات عیسیٰ علیہ السلام، التصریح بما تواتر فی نزول

المسیح، فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب قابل ذکر ہیں۔ علامہ کی تقریریں جو درس کے وقت املا کراتے تھے ان میں مشہور ترین تقریر "فیض الباری شرح بخاری" کے نام سے چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ اردو میں شرح بخاری بنام انوار الباری شاہ صاحب کے افادات 32 حصوں میں ساڑھے چھ ہزار صفحات پر شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا یوسف بنوری نے نفحۃ العنبر میں شاہ صاحب کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ دوسری کتاب حیات انور ہے جس میں مختلف حضرات کے مضامین شامل ہیں۔ الانور اور نقش دوام بھی آپ کی سوانح حیات ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ

(۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۹ء۔ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ برصغیر ہند۔ پاک کی گزشتہ عظیم شخصیات میں سے ایک تھے۔ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آپؒ ۱۹ر شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء کو اتر پردیش کے ضلع فیض آباد کے اناؤ میں واقع بانگر مئو میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحب ایک اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ۱۹ پشت پیشتر آپ کا خاندان ہندوستان آیا تھا۔ اپنے علم وتقویٰ کے لحاظ سے سادات کا یہ خاندان ہمیشہ ایک خاص عظمت اور شاہی زمانے میں ایک بڑی جاگیر دار کا مالک رہا ہے۔ آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ ومجاز تھے۔ جب حضرت مدنی کی عمر ۳ر سال کو پہنچی تو والد صاحب کا تبادلہ قصبہ ٹانڈہ میں ہوگیا، اس لیے ابتدائی تعلیم یہی حاصل کی۔ قاعدہ بغدادی اور پانچویں سیپارے تک والدہ سے پھر پانچ سے اخیر تک والد سے ناظرہ قرآن پڑھا۔ ۱۳ر سال کی عمر میں والد صاحب نے ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ میزان الصرف میں داخلہ لیا، یہاں حضرت شیخ الہندؒ نے خاص شفقت وعنایت سے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی۔ بعد میں ان کے ملی، قومی، علمی اور دینی کاموں میں رفیق ومعاون رہے۔ ابتدا میں آپ کو منطق اور فلسفہ سے بہت شغف رہا، چناں چہ صدرا کے امتحان میں آپ نے 75 نمبر حاصل کیے۔ پھر آپ کو علم ادب

سے شغف ہو گیا، یہاں تک کہ آپ کو مقامات حریری، دیوان متنبی، سبعہ معلقہ کے قصائد اور عبارتیں ازبر ہوگئیں۔ اس کے بعد علم حدیث سے خصوصی شغف ہو گیا، اس طرح آپ کا دور طالب علمی علم حدیث کے انہاک ہی میں ختم ہوا، پھر یہ شغف بعد میں اس قدر بڑھا کہ آپ کی تمام عمر خدمتِ حدیث میں گزری۔

دارالعلوم کے نصاب کی تکمیل ۷؍ ر یہاں کے علمی ماحول میں گزارنے کے بعد جب وطن مالوف تشریف لے گئے تو والد ماجد مدینۃ الرسول کے لیے رخت سفر باندھ چکے تھے، چنانچہ آپ بھی والدین کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہو چکے تھے۔ مکہ مکرمہ میں پیر و مرشد کی ہدایت کے بموجب عرصہ تک حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی کسب فیض کیا اس کے بعد والد ماجد کے ساتھ مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے اور والد محترم کی حیات تک ہندوستان آنا پسند نہیں کیا۔

1326ھ میں ایک ایسے مجمع میں، جس میں دارالعلوم کی علمی ترقی پر غور و خوض ہو رہا تھا، حضرت مولانا حافظ احمد صاحب قدس اللہ سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اگر مولوی انور شاہ صاحب کشمیری، مولوی سہول بھاگلپوری، مولوی سید حسین احمد مدنی، مولوی عبدالصمد کرت پوری وغیرہ یہ حضرات یہاں آ کر جمع ہو جاتے تو دارالعلوم کی علمی ترقی بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بہت پسند فرمائی، اگر چہ اس بارے میں سکوت فرمایا، لیکن کیا باطنی تصرف کیا کہ یہ سب اشخاص بغیر کسی ظاہری جد و جہد کے یکے بعد دیگرے دیوبند پہنچ گئے، لیکن مبدائے فیاض کو حسین احمد مدنیؒ دوسرے وقت عظیم الشان کام لینا تھا، لہٰذا آپ مستقل طور پر دارالعلوم سے متعلق نہ رہ سکے، چناں چہ جب حضرت مولانا احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آیا تو خداوند قدوس نے 1346ھ میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند کی رفیع مسند علم پر مستقل طور سے جلوہ افروز فرمایا اور دارالعلوم دیوبند نے آپ کی سرپرستی میں جو علمی ترقی کی ہے، وہ جگ ظاہر ہے۔ دارالعلوم کے مسند علم پر دوسرے اکابر علمائے محدثین عظام جلوہ افروز رہے اور اس دور میں بھی دارالعلوم کے دارالحدیث میں حدیث کی شمع روشن ہوئی اور اس پر جاں نثار پروانے آئے اور انہوں نے اپنی جان شمع ہدایت پر نثار کی، لیکن خدا گواہ ہے کہ اس مدنی محدث نے جب شمع حدیث روشن کی تو اس پر اس قدر پروانوں کا ہجوم ہوا اور دارالحدیث علم و عرفان کے تاب ناک ستاروں سے اس قدر جگمگایا کہ دیوبند کی تاریخ میں اس کی نظیر ممکن نہیں ملتی۔

1346ھ سے قبل آپ نے دارالعلوم دیوبند میں مختلف اوقات میں متعدد اونچی کتابوں کا درس دیا اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا۔

اسی سال جب حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم سے مستعفی ہوئے تو حضرت مدنیؒ کے سوا کوئی ایسی شخصیت موجود نہ تھی جو دارالعلوم کی اس مہتم بالشان جگہ کو اس کے شایان شان پر کر سکے، اس لیے اکابر کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی۔ آپ کے زمانہ صدارت میں طلباء کی تعداد میں دوگنے سے بھی زیادہ اضافہ ہوا اور خاص کر دورہ حدیث کی جماعت میں تو یہ اضافہ تین گنے سے بھی متجاوز ہے۔

آپ کا درس حدیث تنوع اور جامعیت کے لحاظ سے دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا واحد درس سمجھا جاتا تھا۔ چناں چہ اس کی عظمت وشہرت اور کشش سال بہ سال طلباء کی تعداد میں اضافہ کا موجب ہوتی رہی۔ حدیث نبوی میں آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے اور برصغیر کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں آپ کے شاگرد موجود نہ ہوں۔

حضرت شیخ الاسلام ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔ وہ اپنے دور کے بے مثال محدث تھے درس وتدریس اور تحقیق حدیث میں ان کا پایہ بہت بلند تھا تدریس حدیث میں ان کا ایک خاص اسلوب تھا جس نے انہیں اقران وامثال میں امتیاز بخشا تھا وہ بہت بڑے فقیہ تھے اور انہیں نہ صرف فقہ کے مسائل ازبر تھے بلکہ فقہ وحدیث میں ان کا درجہ ایک محقق اور مجتہد کا تھا وہ مفسر بھی تھے اور نہ صرف حروف وسواد کی رہنمائی میں بلکہ معانی کی گہرائی میں اتر کر قرآن کے بصائر وحکم اور مسائل واحکام کی تشریح وتفسیر فرماتے تھے وہ ایک زاہد شب زندہ دار بزرگ اور اپنے وقت کے ایک عظیم الشان شیخ طریقت تھے انہیں انسان کے امراض نفس وقلب کا پتا چلانے میں حذاقت کا کمال حاصل تھا معالجۂ نفس وطبائع اور اصلاح وتزکیہ میں انہیں ید طولیٰ ملا تھا۔ تاریخ عالم میں ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور تاریخ معاشیات ہند کے وہ ایک عظیم اسکالر تھے بحر سیاسیات ہند وانقلابات عالم اسلامی کے وہ بے مثل شناور تھے۔ وہ ایک بلند پایہ مصنف تھے اور افکار کی دنیا میں ہلچل پیدا کردینے اور اپنے عہد کے مشہور خطیب بھی تھے جنگ آزادی میں انہوں نے اپنے جسم وجان اور وقت ومال کی بے مثال قربانیاں دی ہیں وہ ایک صاحب عزیمت شخص تھے ان کی زندگی میں بے شمار مواقع ایسے آئے تھے جب وہ رخصت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن ان کی عزیمت اور بلند ہمتی سے رخصت کی پناہ

گاہوں کی پستیوں اور ذلتوں کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ عزائم وقت میں ان کے ذوق فکر وعمل کا پایہ ہمیشہ بلند رہا۔ ذوق میزبانی سے انہیں حصہ وافر ملا تھا وہ اپنے دور کے علماء وامرا اور صوفیا ومشائخ میں سب سے بڑے مہمان نواز تھے۔ عرب کے حسن طبیعت اور عجم کے سوز دروں سے ان کی طبیعت کا خمیر اٹھا تھا۔ عموماً دس پندرہ مہمان آپ کے دسترخوان پر ضرور موجود رہتے تھے۔

حضرت مدنیؒ کے روزانہ کے مشاغل اور معمولات یہ تھے کہ آخری شب میں نماز فجر تک تہجد اور ذکر و وظائف وغیرہ، نماز فجر کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ تلاوت قرآن مجید اور مطالعہ کتب، اس کے بعد مہمانوں کے ساتھ چائے اور ناشتہ پھر تقریباً ۱۲/بجے تک صحیح بخاری اور ترمذی شریف کا درس، دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر کے بعد ڈاک دیکھنا اور خطوط کے جواب لکھنا اور مہمانوں سے بات چیت، نماز عصر کے بعد مغرب تک پھر صحیح بخاری کا درس ہوتا تھا، مغرب کی نوافل میں کم از کم ایک پارہ تلاوت کا معمول تھا اس سے فراغت کے بعد رات کا کھانا، نماز عشاء کے بعد بھی اکثر صحیح بخاری کا درس ہوتا تھا جو ۱۲/بجے شب تک جاری رہتا تھا۔

ماہ محرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں حضرت مدنیؒ پر مدراس کے سفر میں دل کا دورہ پڑا، دیوبند تشریف لانے پر ڈاکٹروں نے تشخیص کیا کہ قلب کا پھیلاؤ بڑھ گیا ہے، مقامی اور بیرونی ڈاکٹروں کا علاج ہوتا رہا، مگر افاقہ نہ ہوا، پھر یونانی علاج شروع کیا گیا، اس سے مرض میں قدرے تخفیف محسوس ہوئی۔ ۱۰/۱۱ جمادی الاولیٰ مطابق ۳/۴ دسمبر کو طبیعت کافی پرسکون رہی۔ ۱۲/جمادی الاولیٰ مطابق ۵/دسمبر کی صبح کو طبیعت کافی بشاش ہوگئی، کئی دن کے بعد دوپہر کو غذا تناول فرمایا اور پھر لیٹ گئے۔ ۳/بجے کے قریب نماز ظہر کے لئے جب بیدار کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ حضرت مدنی واصل بحق ہو چکے ہیں۔ ۹/بجے شب میں جنازہ دارالحدیث لا کر رکھا گیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور ۱۲/۱۳/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵/۶/دسمبر ۱۹۵۷ء کی درمیانی شب میں اس خزینہ علم ومعرفت کو سپرد خاک کردیا گیا جس نے تقریباً ۳۲/سال تک دارالعلوم میں حدیث نبوی کی شمع کو روشن رکھا تھا اور جس کے خرمن فضل وکمال سے خوشہ چینی کرنے میں طالبان علم نبوت نے ہمیشہ فخر محسوس کیا۔ حضرت مدنیؒ کے تفصیلی حالات کے لیے خود ان کی خود نوشت سوانح نقش حیات، الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر اور انفاس قدسیہ کے علاوہ اس وقت متعدد کتابیں موجود ہیں جن سے مراجعت کی جا سکتی ہے۔

حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ

(۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء۔ ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۹۷۲ء)

حضرت مولانا سید فخر الدین احمد کی ولادت ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء کو اجمیر راجستھان میں ہوئی جہاں آپ کے دادا سید عبد الکریم محکمہ پولیس میں تھانہ دار تھے۔ آپ کا اصلی وطن شہر ’’ہرات‘‘ تھا اور آپ کا سلسلہ نسب امام حسین رضی اللہ عنہ تک ۳۲/واسطوں سے پہنچتا ہے۔ آبائی وطن ’’مقام عمری‘‘ ضلع مرادآباد ہے لیکن تقریباً نصف صدی قبل آبائی وطن ترک فرما کر ’’دیوبند‘‘ قیام پذیر ہو گئے اور محلہ ’’شاہ رمز الدین‘‘ میں قیام فرمایا۔

آپ کے آباء واجداد کے سلسلہ میں زیادہ معلومات فراہم نہ ہو سکیں مگر مرتب ’’ایضاح البخاری‘‘ نے لکھا ہے کہ ’’ ’’آپ کے دادا مرحوم جناب منشی سید عبد الکریم صاحب تھانیداری کے عہدہ پر پنجاب اور اجمیر کے علاقہ میں فائز رہے وہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے مزار پر ہفتہ میں ایک بار ضرور تشریف لے جاتے‘‘۔

جب حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب کی ۱۳۰۷ھ میں ولادت ہوئی تو جد امجد آپؒ کو بھی ’’اجمیر کے سجادہ نشیں درگاہ کے پاس لے گئے اور خصوصی دعا کرائی۔

آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز چار برس کی عمر سے شروع ہوا، قاعدہ اور قرآن مجید والدہ ماجدہ سے پڑھا اور اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم بھی گھر کے دیگر افراد سے حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر میں فارسی کی مکمل تعلیم سے فراغت حاصل ہو گئی تو عمر کے بارہویں سال ایک خاندانی بزرگ مولانا خالد صاحب سے عربی شروع فرمادی۔ کچھ دنوں کے بعد حصول تعلیم کی غرض سے ’’گلاوٹھی‘‘ ضلع ’’بلند شہر‘‘ تشریف لے گئے جہاں استاد وقت مولانا عبد الماجد جون پوری صدر مدرس تھے اور محی الدین صاحب مہتمم۔ اس مدرسہ کے قیام کے دوران ’’شرح جامی- بحث فعل، ’’مختصر المعانی، ہدیہ سعیدیہ، قطبی اور میبذی وغیرہ مولانا عبد الماجد سے پڑھیں اور کنز الدقائق مولانا محی الدین صاحب سے اور فن ہیئت کی کچھ کتابیں مولانا کریم بخش صاحب سے پڑھیں۔

۱۳۲۶ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال کی تھی حضرت شیخ الہند

مولانا محمود حسن صاحبؒ نے امتحان کے بعد مشورہ دیا کہ تم ''دورہ حدیث'' دو سال میں پڑھو چناں چہ مولانا نے دورہ کی کتابیں دو سال میں پڑھیں اور ہر سال حدیث کی کتابوں کے ساتھ فنون کی متعدد کتابیں پڑھتے رہے مثلاً دونوں سالوں میں ہدایہ آخرین، بیضاوی شریف، جلالین، توضیح، حسامی، عروض المفتاح، دیوان متنبی، حماسہ، تفسیر مدارک اور درمختار کا کچھ حصہ دونوں سالوں کے امتحانات میں آپ نے سب سے زیادہ نمبرات حاصل کیے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے حکم سے مدرسہ ''شاہی مرادآباد'' تشریف لے گئے۔ تدریس کی بیشتر زندگی مولانا نے ''مدرسہ شاہی'' میں بسر فرمائی لیکن درمیان میں جب بھی اکابر علماء نے ''دارالعلوم'' کے لیے طلب فرمایا، آپ نے چند شرائط کے ساتھ قبول فرمالیا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ''نینی جیل'' سے آپؒ کو تدریس دارالعلوم کے لیے خط لکھا چنانچہ آپؒ ۲۴۳۱ھ میں مادر درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور ''بخاری شریف'' کا درس دیا اور قائم مقام صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے۔

مولانا فخر الدین احمدؒ چونکہ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے خاص تلامذہ میں تھے، اس لیے آپ کے درس حدیث میں دونوں جلیل القدر استادوں کے رنگ کی آمیزش پائی جاتی تھی، چناں چہ آپ کا درس بخاری نہایت مبسوط اور مفصل ہوتا تھا جس میں حدیث کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث ہوتی تھی۔ فقہا کے مذاہب کو بیان کرنے کے بعد احناف کے فقہی مسلک کی تائید وترجیح کی وضاحت میں ایسے پرزور دلائل پیش فرماتے تھے جس کے بعد سامع کے ذہن میں کوئی ادنیٰ خلجان باقی نہیں رہتا تھا، اثناء درس میں صحیح بخاری کی مختلف شروح کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ کے علوم ومعارف بھی جابجا پیش فرماتے رہتے، درس حدیث میں آپ کی تقریر مبسوط ومفصل ہونے کے علاوہ سہل اور دل نشیں ہوتی تھی، اس لیے کم استعداد کے طلباء کو بھی استفادہ کا پورا پورا موقع مل جاتا تھا۔ انداز بیان نہایت پاکیزہ اور شستہ ہوتا تھا جس میں آپ کے جمال ظاہری کی تمام خصوصیات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں آپ کے درس بخاری شریف کو شہرت تام اور قبول عام حاصل تھی۔ آپ اپنے عہد کے یگانہ روزگار عالم اور درس حدیث کے بے مثل استاد تھے اور طلباء ان سے شرف تلمذ پر فخر محسوس کرتے تھے۔

تعلیمی مشاغل کے علاوہ ملکی سیاست سے بھی آپ کو تحریک خلافت کے زمانہ سے تعلق رہا، اس کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑیں، حضرت مدنی کی جمعیۃ علما ہند کی صدارت کے زمانے میں آپ نائب صدر رہے اور بعد ازاں مسند صدارت پر فائز ہوئے۔ آخر عمر میں جب صحت نے جواب دے دیا تو بغرض علاج و تبدیلی آب و ہوا ان کو مراد آباد لے جایا گیا جہاں آپ کچھ عرصہ علیل رہ کر ۲۰ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ مطابق ۵/اپریل ۱۹۷۲ کی تاریخ میں نصف شب کے بعد انتقال فرمایا۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے نماز جنازہ پڑھائی بعد دوپہر علم و فضل کا یہ آفتاب سرزمین مراد آباد میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

حضرت مولانا کو خداوند قدوس نے تصنیفی ذوق بھی خوب عطا فرمایا تھا۔ آپؒ کی مشہور تصانیف میں سے ''تقریر حاوی شرح بیضاوی'' امام طحاوی کی ''حیات امام طحاوی'' زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

دار العلوم دیوبند میں صحیح بخاری کے درس کا یہ عظیم تعلیمی منصب تقریباً ۶۰ رسال سے حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ میں مسلسل چلا آرہا تھا، حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کی وفات کے بعد یہ تسلسل ختم ہوگیا۔

حضرت مولانا شریف حسن دیوبندیؒ

(۱۹۲۰ء۔۱۳۹۷ھ)

حضرت مولانا شریف حسنؒ ۹/اگست ۱۹۳۰ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے، اور یہیں حافظ عبد الخالق مرحوم سے قرآن شریف حفظ کیا، پھر تین سال تک فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں بہٹ (ضلع سہارنپور) کے مدرسہ میں رہ کر پڑھیں، بعد ازاں دار العلوم میں داخل ہو کر درس نظامی کے نصاب کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۸ھ میں دورۂ حدیث سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد شوال ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں صدر مدرس مقرر ہوئے، انھیں جملہ علوم و فنون میں کامل دست گاہ حاصل تھی، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے فیض صحبت سے حدیث اور افتاء سے خاص مناسبت پیدا ہوئی، تقریباً ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بریلی کے صدر المدرسین بنائے گئے، وہاں درس حدیث کے ساتھ افتاء کے فرائض بھی انجام

دیئے۔ ۹/سال کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (ضلع سورت) میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے، وہاں صحیح بخاری اور جامع ترمذی زیر درس رہیں۔

۱۳۸۳ھ میں انھیں دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا، علم حدیث سے خاص شغف تھا، حضرت مولانا فخرالدین احمدؒ کے بعد بخاری شریف کے درس کو سنبھالنا اُن کا بڑا علمی کارنامہ ہے، تادمِ واپسیں عملاً شیخ الحدیث کے فرائض انجام دیتے رہے، ان کی پوری زندگی درس وتدریس اور علوم دینیہ کے طلباء کی خدمت میں گزری، اُن کا درس علمی مواد سے بھرپور ہوتا تھا، طلباء حدیث اُن کے درس سے مطمئن ہوکر اُٹھتے، وفات سے چند گھنٹے قبل تک اُن کا علمی فیضان جاری رہا۔

مولانا شریف حسن، صاحبِ علم وعمل، تقویٰ وطہارت اور فضائل اخلاق وشمائل میں علماء سلف کی یادگار تھے، وہ اپنے علمی تبحر اور علم حدیث سے خصوصی تعلق وشغف اور اپنی پاکیزہ نفسی کے باعث اپنے معاصرین علماء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، ہر چھوٹے بڑے سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ظاہر وباطن دونوں پاک تھے، طبیعت نہایت مرنجامرنج پائی تھی۔

۱۴/۱۵/جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ کی درمیانی شب میں تقریباً ۵۸/سال کی عمر میں بعارضۂ قلب چند گھنٹوں کی مختصر علالت کے بعد واصل بحق ہوگئے۔ رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً قبرستانِ قاسمی ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔

حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ

(۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۹ء۔ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء)

محدث جلیل حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیریؒ ۴/شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶/جنوری ۱۹۲۹/کو محلہ خانقاہ دیوبند میں پیدا ہوئے، آپ حضرت محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری کی آخری اولاد تھے، والد بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں اس جہانِ بےثبات کی ابھی چار بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ ۳/صفر ۱۳۵۲ھ/ ۲۸/مئی ۱۹۳۴/کو وہ اپنے اس نونہال کو مالک کائنات کے حوالہ کرکے خود راہ گیرِ عالم آخرت ہوگئے، اس طرح بغیر کسی کسب واختیار کے دربار الٰہی سے یتیمی کی سنت نصیب ہوگئی۔

والد ماجد کی وفات کے بعد والدہ اور بڑی بہن کی زیر نگرانی تعلیم وتحصیل کا آغاز کیا، قرآن مجید کی تعلیم

مکمل کر لینے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے فارسی کے پانچ سالہ نصاب کی تکمیل کی، بعد ازاں آپ کے خالہ زاد بھائی حکیم اختر نے آپ کا داخلہ پنجاب یونیورسٹی میں کرادیا، جہاں سے انھوں نے اردو ادیب، عالم، ادیب فاضل فارسی اور منشی فاضل کے امتحانات دیئے۔ اس کے بعد کرنال سینٹر سے انگریزی مضمون کے دو پرچوں کا امتحان دیا۔ یہ ہندو پاک کی تقسیم کا زمانہ تھا، ہر طرف فسادات اور قتل وخونریزی کا بازار گرم تھا، شاہ صاحب کرنال سے دہلی آگئے، لیکن دہلی میں بھی حالات ویسے نہیں تھے کہ وہاں قیام کیا جاسکے۔ اسلئے دہلی سے منتقل ہوکر دیوبند واپس آگئے۔

دیوبند کی مراجعت کے بعد شاہ صاحب کے سرپرستوں نے انھیں حضرت محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری کے تلمیذ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ کے خادم خاص قاری اصغر علی سہس پوری رحمہ اللہ کی تربیت میں دیدیا، قاری صاحب موصوف چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت کا بڑا ستھرا سلیقہ رکھتے تھے، وہ پڑھاتے نہیں بلکہ گھول کر پلاتے تھے ساتھ ہی بچوں کے مزاج کی رعایت رکھتے ہوئے ان کی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دیتے تھے۔ قاری صاحب کی یہ تعلیم وتربیت شاہ صاحب مرحوم کے حق میں بڑی مفید ثابت ہوئی اور وہ ہر طرف سے یکسو ہوکر پڑھنے لکھنے اور اپنے مستقبل کی تعمیر میں پوری طرح منہمک ہوگئے، اور چند ہی سالوں میں متوسطات تک کی کتابوں کی تکمیل کرکے دارالعلوم دیوبند میں باقاعدہ داخلہ لےلیا اور آگے کی کتابیں اس وقت کے اساتذہ مولانا معراج الحق دیوبندی، مولانا محمد حسین بہاری، مولانا عبدالفتاح وغیرہ سے پڑھ کر اس وقت کے صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی اور شیخ المعقولات علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی وغیرہ اکابر اساتذہ سے دورۂ حدیث کی تکمیل کرکے سند فراغت حاصل کی۔

حضرت شاہ صاحب کی علمی صلاحیتوں کو نکھارنے اور پروان چڑھانے میں حضرت شیخ الادب رحمہ اللہ کا کردار بہت اہم ہے، جس کے معترف شاہ صاحب زندگی بھر رہے اور اس سلسلے کے واقعات کو بڑی دلچسپی سے بیان کیا کرتے تھے۔

تعلیم وتحصیل سے فراغت کے بعد ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳/ میں بحیثیت مدرس مادر علمی دارالعلوم میں آپ کا تقرر ہوگیا اور اپنے محسن اساتذہ بالخصوص حضرت شیخ الادب کی نگرانی ورہنمائی میں تدریس کا سلسلہ شروع

کر دیا جو مسلسل چوبیس سالوں تک جاری رہا، اس مدت میں شاہ صاحب نے نصاب میں شامل اکثر بلکہ بعض کتابوں کے علاوہ سبھی کتابوں کا درس دیا، شاہ صاحب کی قوت حافظہ اور یادداشت نہایت قوی، ذہانت و ذکاوت میں بھی اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے، اسی کے ساتھ زبان و بیان پر انھیں پوری قدرت حاصل تھی۔ اس لئے ان کا درس طلبہ میں ہمیشہ مقبول اور وہ خود محبوب رہے۔ ۱۹۸۰/ میں دارالعلوم دیوبند سے رسمی تعلق منقطع ہوجانے کے بعد وقف دارالعلوم میں تدریس کا سلسلہ جاری رہا، درس وتدریس کا وہ سلسلہ جو آج سے چوبیس پچیس سال پہلے شروع کیا تھا، اگرچہ اس کی جگہ بدل گئی، لیکن وہ بغیر کسی انقطاع کے بدستور جاری رہا اس مدت میں دیگر کتابوں کے علاوہ صرف بخاری شریف کے طلبہ کی تعداد جنھوں نے دونوں جگہوں میں شاہ صاحب سے پڑھا سات ہزار سے اوپر ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف بھی شاہ صاحب کا محبوب ترین مشغلہ تھا، وہ اپنے پرہجوم اور مشغول و مصروف اوقات میں سے ایک وقت اپنے اس ذوق کی تسکین کے لئے ضرور فارغ کرلیا کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے اپنے اس طویل علمی سفر میں تلامذہ کی کثیر جماعت کے ساتھ قرآن، حدیث، تذکرہ وسوانح وغیرہ مختلف موضوعات پر دو درجن سے زائد تصنیفی یادگار بھی چھوڑی ہیں۔ مولانا نسیم اختر قیصر نے مولانا کی تدریسی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ''میرے عہد کے لوگ'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ:

''اول دن سے ان کی تدریسی صلاحیتوں کے چرچے شروع ہوئے، میزان سے ابتداء اور بخاری شریف پر آ کر ٹھہراؤ، مقامات حریری کی تدریس، ملاحسن اور سلم العلوم پر گرفت، جلالین اور بیضاوی ان کی نکتہ آفرینیوں کا مرکز بنی، مختصر المعانی، شرح عقائد اور ہدایہ میں پختگی کا ثبوت دیا، ترمذی، مسلم، ابوداؤد، مشکوۃ جیسی کتب احادیث بھی طویل زمانے تک پڑھانے کی سعادت حاصل رہی، فقہ وحدیث، تفسیر وکلام، منطق و فلسفہ، معانی وادب ہر جگہ شہرتوں اور محبوبیت نے ان کے قدموں تلے پھول بچھادیئے، ۵۵ سال سے زائد ان کی تدریسی زندگی کے گزر رہے ہیں ان کے انداز درس اور طریقۂ درس نے مقبولیت کا دامن نہیں چھوڑا، کسی فن میں نہ عاجز اور نہ کسی کتاب سے متوحش، ہر جگہ ان کی صلاحیتوں کے قطار اندر قطار چراغ روشن ہوئے اور ان کی روشنی طالبان علوم نبوت کے لئے ایک مثال بنکر سامنے رہی، خدا نے ذہن، فکر، حافظے اور افہام وتفہیم کی بے پناہ دولتوں سے نوازا اور قدرت کی ان فیاضانہ عنایات کا انھوں نے فیاضانہ استعمال

کیا، دار العلوم کے وہ چند نام جو اپنے علم وعمل صلاحیت اور قبولیت میں شہرتوں کی منزلوں تک پہونچے ان میں شاہ صاحب کا نام نمایاں ہے وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور اپنے وجود میں ایک ادارہ تھے اس انجمن کی روشنی جب تک کہ آپ حیات رہے بڑھتی ہی رہی“

حضرت شاہ صاحب مرحوم نہایت خوش اخلاق، نرم گفتار اور باغ وبہار طبیعت کے مالک تھے جس مجلس میں ہوتے اپنے لطائف وظرائف سے اسے زعفران زار بنا دیتے تھے، خردنوازی، بے تکلفی اور احباب پروری ان کی عادت ثانیہ تھی، وہ اگرچہ علمی ودینی طبقہ کے ایک فرد وحید تھے، لیکن ان کے وہ لوگ بھی گرویدہ تھے جو علم دین سے چنداں تعلق نہیں رکھتے، وہ عوامی حلقہ میں بھی ایسے ہی پیارے تھے جیسے طلبہ وعلماء کی جماعت میں یہ ان کے وسیع حسن اخلاق کی ایک کرامت تھی۔ ذکاوت وذہانت میں بلا استثناء اپنے ہم عصروں میں امتیازی شان رکھتے تھے، اور اپنے لئے آپ راستہ پیدا کر لینے کی حکمت عملی میں ید طولیٰ کے مالک تھے۔ وہ بیک وقت ایک کامیاب ومقبول مدرس، اعلیٰ درجہ کے خطیب ومقرر اور بلند پایہ صاحب قلم ومصنف تھے ان کی تحریں رواں دواں اور ادب کی چاشنی کا نمونہ ہوتی تھیں، اسلامیات میں تفسیر وحدیث ان کا محبوب موضوع تھا۔ اور ان میں وہ اپنی نمایاں پہچان رکھتے تھے، تعلیم وتدریس اور تالیف وتصنیف کے مشغلہ سے مضبوط ومستحکم وابستگی کے ساتھ ملکی سیاست سے بھی عملاً وابستہ تھے، اور سیاسی حلقوں میں ان کی مقبولیت اور پذیرائی علمی، دینی دائروں سے کم نہیں تھی۔ شاہ صاحب کی شخصیت مجموعہ کمالات تھی، زندگی کے ہر میدان میں ان کی خدمات اور جہد وعمل کے نقوش موجود ہیں جن سے آنے والی نسلیں اپنے ذوق وطبیعت کے مطابق روشنی حاصل کرتی رہیں گی۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ اور خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ العالی کا دایاں بازو بنکر انہوں نے وقف دار العلوم دیوبند کی آبیاری اور آبپاشی میں جو کردار اور لازوال کارنامہ انجام دیا تاریخ اس کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی اور لیل ونہار کی گردشیں مولانا کی خدمات اور لازوال کارناموں پر کبھی اثرانداز نہیں ہوسکتیں۔ مولانا کے تصنیفی کارناموں میں سوانحات، فقہ، ایمانیات، تقریر وخطابت، تفسیر وحدیث اور دیگر موضوعات پر ان کی تحریروں رقم کے نادر اور نایاب نمونے صدیوں تک ہمارے درمیان موجود رہیں گے اور ایک درجن سے زائد ان کی قلمی کاوشیں آنے والی نسلوں کے لئے مآخذ اور مصادر کی

حیثیت اختیار کئے رہیں گی۔

مولانا کو جس طرح تحریر پر عبور حاصل تھا اسی طرح خطابت میں بھی عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شورش کاشمیریؒ اور زکریا قدوسیؒ کے سچے جانشین محسوس ہوتے تھے۔

آپ نے قرآن وسنت کے پیغام کو عام وتام کرنے کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر بھی کیا چنانچہ افریقہ، کناڈا، پناما، برطانیہ، شارجہ، دبئی، کویت، بنگلہ دیش، پاکستان، سعودی عرب، ماریشش، مصر، ری یونین وغیرہ مختلف ممالک کے نہ صرف اسفار فرمائے بلکہ اپنے اعلیٰ خطابت اور وعظ سے بھی نوازا۔

انہوں نے اپنے ادارہ معہد انور سے ایک علمی ودینی مجلہ "محدث عصر" کے نکالنے کا بھی اہتمام فرمایا، اس ادارہ کے نصاب تعلیم اور نظام تربیت کو اپنے فہم وبصیرت اور تدبیر وتدبر سے بہت ہی ٹھوس بنایا، تدریس کے لئے اساتذہ اور عملہ بھی فنی رکھا اس سے مولانا کی انتظامی مہارت کے ساتھ تعلیم کے معاملہ میں ان کے مزاج کی ندرت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں رہنے کے دوران بھی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے ساتھ وہاں کی چہاردیواری سے نکلنے کے بعد وقف دارالعلوم دیوبند میں ہر جگہ ان کی شخصیت امتیازی رہی، ان کے سامنے بڑے بڑے علماء خود کو چھوٹا محسوس کرتے تھے، ان کی علمی گفتگو سے حاضرین مجلس عش عش کر اٹھتے تھے، ان کے زور بیان اور استدلالی طرز وادا سے ان کے معاصرین بھی اپنے دانتوں تلے انگلیاں رکھ لیتے تھے، ماہرین علم وفن اور تحقیقی کام کرنے والے حضرات کسی بحث یا اپنے مطلب کی کسی چیز کو تلاش کرنے میں مغزماری کے بجائے مولانا ہی سے معلوم کر لینے میں اپنی عافیت سمجھتے تھے اور مولانا کسی کو بھی ناکام ونامراد واپس نہ فرماتے تھی۔

جامعہ امام انور دیوبند کے موسس، وقف دارالعلوم کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین، دیوبند مکتب فکر کے ایک لائق وفائق عالم دین حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری تقریباً پانچ چھ ماہ کی علالت کے بعد دہلی کے ایک ہسپتال میں ۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ موافق ۲۸/ اپرایل ۲۰۰۸/ بروز شنبہ بعمر ۸۲ سال اس دارفانی کو چھوڑ کر راہیٔ عالم جاودانی ہو گئے۔

(ماہ نامہ دارالعلوم دیوبند: شمارہ مئی ۲۰۰۸ء۔ الغزالی دسمبر ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا نصیر احمد خاںؒ

(۱۹۱۸ء-۲۰۱۰ء)

مولانا نصیر احمد خاںؒ صاحب انگریزی فوج کے اعلیٰ منصب پر فائز، علما نواز اور مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید جناب عبدالشکور صاحب کے گھر ۱۳۳۵ھ میں حضرت نے آنکھیں کھولیں۔ حضرت کے والد ماجد کے دینی جذبہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے "ترک موالات" کے اعلان کے بعد وہ انگریزی ملازمت کو خیرباد کہہ کر کاشتکاری میں لگ گئے۔ حضرت شیخ کا آبائی وطن قصبہ "بسی" ضلع بلند شہر (یوپی) ہے؛ لیکن موجودہ رہائش دیوبند میں ہے۔

والدہ بھی انتہائی پارسا اور عبادت گزار تھیں، بچیوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا اور اخلاقی تربیت کی فکر ان کے شب و روز کا مشغلہ تھا، تلاوت قرآن سے شغف کا یہ حال تھا کہ حافظہ نہ ہونے کے باوجود بچیوں کو غلطیوں پر بے ساختہ ٹوکتیں۔

مولانا نصیر احمد خاں کے بڑے بھائی مولانا بشیر احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ چوں کہ مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی میں مدرس تھے اس لیے ان کی تعلیم کا آغاز یہیں سے ہوا۔ حفظ قرآن اس کے بعد عربی و فارسی کی ابتدائی کتابوں کے ساتھ ساتھ بخاری تک کی مکمل تعلیم اپنے بڑے بھائی سے اسی گہوارۂ علم میں حاصل کی۔ درمیان میں کچھ خانگی الجھنوں کی وجہ سے ایک مرتبہ حضرت شیخ کا تعلیمی سلسلہ موقوف ہوگیا؛ لیکن شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت اور دعاؤں کے خاص اثر سے رکاوٹ ختم ہوئی اور تعلیمی مرحلہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

۱۳۶۲ھ میں جب مولانا بشیر احمد خاں صاحب بحیثیت مدرس دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو حضرت شیخ بھی برادر محترم کے ہمراہ آئے اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بشیر احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک (پاکستان) کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے ۱۳۶۳ھ میں ازسرنو دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی اور ۱۳۶۵ھ تک حضرت نے تفسیر و قرأت، فقہ و اصول فقہ، منطق و فلسفہ اور طب و حکمت جیسے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں اور ان میں

تخصص پیدا کیا۔ فن قرأت میں تو ایسی مہارت پیدا کی کہ فراغت کے بعد ہی ملتان کے ایک بڑے مدرسہ میں صدر القراء کی حیثیت سے ان کا انتخاب ہوگیا؛ لیکن اہل خانہ کی عدم رضامندی کی بنا پر وہاں نہیں جا سکے؛ بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند میں خدمت مقدر تھی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص توجہ سے ۱۳۶۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں آپ کا بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ میزان سے اس سلسلے کا آغاز ہوا اور تدریس کے مختلف مراحل طے کرتے ہوئے وہ متوسط درجہ سے علیا اولیٰ پھر علیا ثانیہ کے استاذ مقرر ہوئے، اس دوران درس نظامی کے ہر فن کی چھوٹی بڑی کتابیں پڑھائیں، صرف ونحو ہو یا ادب ولغت یا پھر تفسیر وفقہ۔

۱۳۹۱ھ سے درس حدیث کا آغاز ہوا اور ۱۳۹۷ھ تک حدیث کی معروف معتبر کتابیں: موطا امام مالک، طحاوی، ترمذی اور مسلم وغیرہ آپ کے زیر درس رہیں۔ ۱۳۹۷ھ میں خدائے عزوجل نے حضرت شیخ کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف پڑھانے کی صورت میں شیخ الحدیث کا بلند مقام عطا کیا اور یہ سنہرا سلسلہ انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ ایک سال پہلے تک جاری رہا، اپنی پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت کی بنا پر صفر ۱۴۲۹ھ کو دارالعلوم دیوبند سے سبک دوش ہوئے۔

مولاناؒ کو معقول ومنقول دونوں میں کامل دسترس حاصل ہے۔ مولانا نور عالم خلیل امینی لکھتے ہیں: "(وہ) معقول ومنقول دونوں میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں؛ بلکہ دارالعلوم میں علوم عقلیہ کے ماہرین کی اس وقت آخری کڑی ہیں۔" (وہ کوہ کن کی بات: ۳۳۶)

صرف ونحو، ادب وبلاغت اور تفسیر وحدیث کے ساتھ ساتھ علم ہیئت بھی حضرت شیخ کی دلچسپی کا خاص موضوع رہا ہے، اس فن کی "التصریح" نامی کتاب مستقل آپ کے زیرِ درس رہتی، اس فن میں حضرت کو بڑا کمال حاصل تھا پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کو طلبہ کے ذہن میں اتار دیتے اور طلبہ بھی بڑے ذوق وشوق کا مظاہرہ کرتے اور بڑی تعداد میں شریک درس ہوتے۔

دارالعلوم کے تدریسی عہد میں درس وتدریس کے علاوہ کئی اہم ذمہ داریاں بھی حضرت کے سپرد رہیں۔ حضرت شیخ کی علمی استعداد اور انتظامی صلاحیت کے پیش نظر ۱۳۹۱ھ میں اہتمام کی نیابت سپرد ہوئی، ۱۳۹۷ھ میں شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۴۰۰ھ میں قائم مقام صدر مدرس منتخب ہوئے اور

۱۴۱۲ھ میں تدریس کی صدارت تفویض ہوئی۔ اس طرح سے دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ کی ۶۵/ سالہ علمی خدمات کا سنہرا دور پوری طرح سامنے آجاتا ہے۔ ۱۶/ سال تک مسند صدارت پر رونق افروز رہے اور ۳۲/ سال تک بخاری شریف کا مقدس درس دیا۔ ایک مرتبہ آپ نے خود فرمایا کہ "میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ۶۵/ سال دارالعلوم دیوبند میں خدمت کا موقع دیا، ۳۲ سال بخاری پڑھائی، بھائی! دعا کرو کہ بس ایمان پر خاتمہ ہو۔"

حضرت شیخ کے طریقۂ درس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: سال کے ابتدائی ایام میں حدیث پر تفصیلی گفتگو کرتے، کلام انتہائی جامع و مانع ہوتا، امام بخاری حدیث کے تحت جو باب قائم کرتے ہیں اس کو انتہائی پیچیدہ سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شیخ بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ امام بخاری کے مقصد کو بھی سمجھاتے چلے جاتے، اس سلسلے میں بخاری کا اسلوب کیا ہے؟ اس کی بھی وضاحت فرماتے اور مکمل ہنرمندی کے ساتھ حدیث، اس کا مفہوم، اس سے ملنے والا پیغام، اس پر عمل کرنے کی تاکید اور اس پر ملنے والے ثمرات کو تشنہ کامان علوم کے ذہن و دماغ میں پیوست کردیتے۔ تقریباً دو مہینے کے بعد کلام مختصر کردیتے انداز وہی رہتا؛ لیکن ششماہی بعد سے کلام کا سلسلہ انتہائی مختصر ہوجاتا اور حدیث خوانی ہوتی۔

ایک طرف جہاں خواص نے باضابطہ طور پر ان سے حدیث وتفسیر کے علوم سے اپنی پیاس بجھائی تو دوسری طرف حضرت نے عوام کو بھی اپنے فیوض سے محروم نہیں رکھا، چناں چہ تمل ناڈو کے "کوئمبٹور" علاقے کی اول "تاگہ" محلہ کی مسجد پھر ٹیپو سلطان مسجد میں تقریباً ۴۰/ سال تک تفسیری خدمات انجام دیں جس سے بہت سے بے راہوں کو راہ اور منزل کا پتہ ملا اور دینداری کی فضا قائم ہوئی۔ خرابی صحت اور ضعف کی وجہ سے چند سال قبل یہ سلسلہ منقطع ہوا۔

تصنیف وتالیف بھی ایک مستقل چیز ہے، ہر کسی کا یہ مقدر بن جائے ضروری نہیں، لہٰذا: حضرت شیخ کی کوئی تصنیف تو نہیں ہے؛ لیکن مولانا کے دامنِ فیض سے فیضیاب ہونے والے صرف حدیث کے کم وبیش ۲۵/ ہزار شاگرد ہیں، ان میں سے بے شمار ایسے ہیں جنھوں نے علمی، اصلاحی، تحقیقی اور تصنیفی میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور دے رہے ہیں۔ اس طرح سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر بے شمار مدارس اور دینی اداروں میں حضرت کا فیض جاری وساری ہے۔

حضرت مولانا کی کل ۱۰/اولاد ہوئیں۔ ۳/اللہ کو پیارے ہو چکے اور ۷/بفضل اللہ بقید حیات ہیں۔

حضرت مولانا کو اپنے استاذ و شیخ حضرت مدنیؒ سے کس قدر دلی لگاؤ اور سچی عقیدت ہے اس کا صحیح اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب بھی وہ حضرت مدنیؒ کا تذکرہ کرتے تو آب دیدہ ہو جاتے بلکہ کبھی کبھی بولتے بولتے زبان بند ہو جاتی۔ اس تعلق خاطر کی بنا پر مولانا نصیر احمد خاںؒ کا اصلاحی تعلق بھی حضرت مدنی ہی سے رہا اور انھیں سے بیعت بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، یہاں تک کہ بیعت کے ساتھ ساتھ خلعتِ خلافت سے بھی نوازے گئے؛ لیکن خود کبھی کسی کو انھوں نے بیعت نہیں کیا اور ہمیشہ بے نفسی اور گمنامی والی زندگی کو ترجیح دی اور خود فرماتے کہ: "بھئی میرا مزاج نہیں، یہ تو بڑے حضرات کی چیزیں ہیں۔" موجودہ وقت میں دار العلوم دیوبند میں ایک دو اساتذہ کو چھوڑ کر ابتدائی درجہ کے مدرسین سے لے کر شیخ الحدیث تک سب آپ کے شاگرد ہیں۔

۴/فروری ۲۰۱۰ء کو علم و عمل کا یہ ستارہ غروب ہو گیا۔ حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور "مزار قاسمی" میں تدفین عمل میں آئی۔

(ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 10-9 جلد: 93 رمضان-شوال 1430ھ مطابق ستمبر-اکتوبر 2009ء)

حضرت مولانا عبد الحق صاحب اعظمیؒ

(۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء-۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۶ء)

حضرت مولانا عبد الحق صاحب اعظمی کی پیدائش ۶/رجب بہ روز دوشنبہ ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء علم و ادب کی سرزمین اعظم گڑھ کے جگدیش پور میں ہوئی۔ ۶ سال کی عمر میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس کے بعد آپ کی کفالت و تربیت مولانا ابو الحسن محمد مسلم صاحب نے فرمائی۔ گاؤں کے مکتب سے ابتدائی تعلیم کے بعد بیت العلوم سرائے میر میں داخل ہوئے، یہاں سے عربی فارسی کی مختلف کتابیں پڑھنے کے بعد دار العلوم مئو میں داخلہ لے کر ہفتم تک کی تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۴۸ء میں دورۂ حدیث کے لیے دار العلوم دیوبند کا رخ کیا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین مدنیؒ سے صحیح البخاری و ترمذی نصف اول، علامہ ابراہیم بلیاوی سے صحیح مسلم، مولانا اعزاز علیؒ صاحب سے سنن ابوداؤد، ترمذی نصف ثانی اور شمائل پڑھی۔ جب کہ دیگر

اسباق مولانا سید فخر الحسنؒ، مولانا ظہور احمد اور مولانا جلیل احمد رحمہم اللہ سے متعلق رہے۔ ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے بھی آپ کو اجازت حدیث حاصل تھی۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد ندوۃ العلماء کا بھی رخ کیا، لیکن وہاں کا ماحول اپنے مزاج سے ہم آہنگ نہ پاکر ایک ماہ بھی قیام نہ کرسکے، اور وطن واپس آگئے، درس وتدریس کا باضابطہ سلسلہ مطلع العلوم بنارس سے شروع کیا، جہاں ۱۶؍سال تک مختلف علوم وفنون کی کتابیں زیر درس رہیں، بڑے انہماک اور دلچسپی سے پڑھاتے، روزانہ رات کو ایک بجے/ دو بجے تک مطالعے میں مستغرق رہتے، اس کے بعد طلبہ کے سامنے علم کے دریاہائے آبدار لٹاتے۔ کچھ عرصہ گریڈیہہ کے "کول ڈیہا" میں بھی آپ نے درس دیا، اس کے بعد مشرقی یوپی کی بافیض دینی درس گاہ "دارالعلوم مئو" میں تدریس کے لیے بلائے گئے، جہاں آپ نے بخاری شریف سمیت فن کی امہات الکتب کا درس دیا، پھر ۱۹۸۳ء میں وہ وقت بھی آیا جب محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ کی نشاندہی پر معزز ارباب شوری نے دارالعلوم میں بخاری شریف ثانی کی تدریس کے لیے آپ کا انتخاب کیا، اور اس وقت سے وفات تک کامیابی کے ساتھ اس خدمت گرامی کو انجام دیتے رہے۔ ۳۳ سال میں تقریباً ۲۵ ہزار افراد نے آپ سے بخاری شریف پڑھی، عرب وعجم کی نمایاں شخصیات جنھوں نے آپ سے خصوصی اجازت حدیث حاصل کی، ان کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔ عمر کے آخری ایام تک مختلف دینی ودعوتی پروگراموں میں شرکت کے لیے اسفار فرماتے رہے۔ آپ نے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی وشیخ الحدیث مولا محمد زکریا کاندھلوی رحمہم اللہ علیہم کے زیر سایہ علمی سفر کی تکمیل کی تو محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحقؒ صاحب کے یہاں رجال سازی کا عملی سفر پورا کیا اور حضرت ہردوئی سے بیعت ہوئے۔ بعدہ آپ کو حضرت ہردوئی علیہ الرحمہ نے ہی اجازت وخلافت سے نوازا۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب ایک طویل عرصہ سے مختلف بیماریوں میں مبتلا تھے۔ لیکن آپ نے طبیعت سے اس کا احساس کبھی بھی نہیں ہونے دیا، پیرانہ سالی اور معذوری کے باوجود امسال بھی ششماہی تک اپنا نصاب پورے وقار وفرض شناسی سے مکمل کیا، گزشتہ دو دنوں سے سانس اور پیٹ کی تکلیف زیادہ بڑھی، جمعرات کے دن بہت قے کیا، بعد نماز جمعہ ڈاکٹر ڈی۔ کے۔ جین کے دیوبند واقع مقامی ہاسپٹل میں آپ کو بھرتی کیا گیا۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد کچھ طبیعت نارمل ہوئی۔ آپ نے ذمہ داران سے بات چیت

بھی کی، بعد نماز مغرب سانس اکھڑنے لگی اور خادم نے سورہ یٰس کی تلاوت شروع کی۔ درمیان میں اٹکنے پر آپ نے ٹوکا بھی اور پھر مختصر وقت میں قضائے ربی کی آمد ہوئی اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ ۳۰/ربیع الاول 1438 ھجری بمطابق 30 دسمبر 2016 سات بج کر دس منٹ پر ھجری سنہ کے مطابق 90 سال اور عیسوی سن کے مطابق 88 سال کی عمر میں علوم ومعارف کا یہ چراغ زھد وورع کا روشن آفتاب غروب ہوگیا۔

حضرت مولانا ریاست علی بجنوریؒ

(1940ء-2017ء)

حضرت مولانا ریاست علی بجنوریؒ 9 مارچ 1940ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے، آبائی وطن حبیب والا ضلع بجنور تھا۔ ابتدائی تعلیم مکمل کر کے اپنے پھوپھا مولانا سلطان الحق بجنوری (ناظم کتب خانہ دارالعلوم دیوبند) کے ہم راہ 1951ء میں دارالعلوم دیوبند آئے اور داخلہ لیا، 1958ء میں دورہ حدیث میں اول پوزیشن سے فراغت حاصل کی۔ 1972ء میں دارالعلوم دیوبند کے استاذ مقرر ہوئے۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے دامن علم سے وابستہ ہوکر برسوں استفادہ کرتے رہے اور اپنے استاذ محترم کے درس بخاری کی تقریروں کو مرتب کر کے ''ایضاح البخاری'' کے نام سے شائع کیا۔

1391ھ 1972ء میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے، کچھ برسوں تک تدریس کے ساتھ ساتھ ماہنامہ دارالعلوم کی ادارت کی ذمہ داری بھی انجام دی، 1405ء میں مجلس شوری نے آپ کو مجلس تعلیمی کا ناظم مقرر کیا، 1408ھ میں آپ کو شیخ الہند اکیڈمی کا نگراں مقرر کیا گیا۔ حضرت مولانا ریاست علی بجنوری 45 سالوں سے دارالعلوم دیوبند میں علم حدیث وفقہ کی تعلیم وتعلم سے وابستہ تھے۔

آپ کی تصانیف میں ایک اہم تصنیف ''ایضاح البخاری'' ہے، آپ کی ایک دوسری اہم تصنیف ''شوری کی شرعی حیثیت'' ہے، علم وعمل میں آپ بلند مقام پر فائز ہونے کے ساتھ شعر وادب میں بھی اعلی ذوق کے حامل تھے، جس کا جیتا جاگتا نمونہ اور زندہ وجاوید ثبوت ''دارالعلوم دیوبند کا شہرہ آفاق ترانہ جو ایک

لازوال ادبی شہ پارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مؤرخہ 23/شعبان، 1438ھ بروز ہفتہ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ

(1938-2017ء)

۱۳/نومبر ۲۰۱۷ء کی دوپہر جس وقت یہ جانکاہ خبر سماعت سے ٹکرائی کہ خانوادہ قاسمی کے فرزند ارجمند جگر گوشہ حکیم الاسلام متکلم الاسلام حضرت الاستاد مولانا محمد اسلم قاسمی رمزیؔ اب ہمارے درمیان نہیں رہے، صبح کے گیارہ بجے کے قریب انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا تو وطن عزیز سے دور دیار غیر (زامبیا، جنوبی افریقہ) میں دل مسوس کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی اور ذہن ودماغ نے کام کرنا بند کر دیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون، پڑھا اور یہ سوچ کر خود کو سنبھالا کہ یہی قانون فطرت ہے اور یہی دستور مشیت ایزدی ہے کہ جو بھی اس دنیائے فانی میں آیا ہے کل اسے اس دنیا کو الوداع کہنا پڑے گا۔ بقول شیخ ابراہیم ذوقؔ کہ:

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
ہو عمر خضر بھی تو ہو معلوم وقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

اور سب سے بڑھ کر خود خالق کائنات کا فرمان ہے کہ:

”كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

(ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو

دھوکے کا سامان ہے)

اپنے آپ کو قابو میں کرتے ہوئے سب سے پہلے جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار میں اساتذہ کرام کو حضرت الاستاد کے سانحہ ارتحال کی اطلاع دینے کے ساتھ تعلیمی سرگرمیاں منقطع کر کے ایصال ثواب کی مجلس منعقد کرنے کی ہدایت دی۔ جب طبیعت کچھ بحال ہوئی تو ایک ایک کر کے ماضی کی ساری کڑیاں کھلتی چلی گئیں جو زمانہ طالب علمی میں دیوبند سے وابستہ تھیں۔

بچپن سے ہی خاندان قاسمی کیلئے دل میں جو عظمت وعقیدت تھی وہ دھیرے دھیرے پروان چڑھتی گئی، جب دیوبند آیا تو اس خاندان کی معزز شخصیات کو نہ صرف دیکھنے کی حسرت پوری ہوئی بلکہ ان سے زانوے تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے علم وعرفاں کے بارے میں جیسا کہ علماء کرام سے سنتا آرہا تھا اس سے کہیں زیادہ آپؒ کی زندگی نے متاثر کیا، حالاں کہ وہ زمانہ دارالعلوم کے خلفشار کا زمانہ تھا، روز ایک کرب کو سہنا پڑتا تھا، باوجود اس کے حضرت مہتمم صاحبؒ کے عزم، حوصلہ واستحکام کے ساتھ دارالعلوم سے ان کی بے پناہ محبت اور اس کے لئے تڑپ کسی اور فرد و بشر میں ان آنکھوں نے ابتک نہیں دیکھی۔

خانوادہ قاسمی کی جن شخصیات سے شرف تلمذ حاصل ہوا ان قابل تکریم وقابل فخر ہستی میں متکلم اسلام حضرت الاستاد مولانا محمد اسلم قاسمیؒ کا اسم گرامی سب سے پہلے آتا ہے۔ ۱۹۸۵ء میں جب دارالعلوم کی تقسیم کے بعد اس خوش نصیب جماعت کا ایک فرد میں بھی تھا جنہیں حضرت الاستاد نے طیب منزل میں 'نفحۃ العرب' اور 'قرآن کریم' کا ترجمہ پڑھایا تھا۔ یہ ہمارے لئے بڑے عزو شرف اور فخر کی بات ہے کہ ہم دارالعلوم وقف دیوبند کی ابتدائی تعلیمی سرگرمیوں کے چشم دید ہیں اور سارے واقعات ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ طیب منزل کی جس چھت کے نیچے ہم نے دارالعلوم وقف کے ابتدائی دور میں تعلیم شروع کیا اس کے پنکھے کے پنکھڑیاں لکڑی کی تھیں، یہ افراتفری کا زمانہ تھا، حضرت حکیم الاسلام سے سچی عقیدت ومحبت کرنے والوں کو ہم نے دیکھا کہ اپنے گزر بسر کیلئے راتوں میں رکشا چلا رہے ہیں اور دنوں میں وقف دارالعلوم میں خدمت انجام دے رہے ہیں، ایک وقت کے کھانے کا اگر انتظام ہو جاتا تو دوسرے وقت کی فکر، کہ اس کا انتظام ہوگا بھی کہ نہیں۔ ان حضرات کی یہ وہ قربانیاں ہیں جن کا بدل اللہ پاک ہی دینے والا ہے۔ میری اس جماعت کے

ساتھیوں میں مولانا رضوان الحق مظفر پوری، مولانا عبدالجبار دکوی، مولانا ہارون دمکوی، مولانا زید رانچوی، اور مولانا عبداللہ دیوبندی شامل ہیں۔ مگر یہ موقع اس سانحاتی واقعات کو یاد کرنے کا نہیں ہے، یہاں پر صرف اتنا بتانا مقصود ہے کہ دارالعلوم وقف دیوبند کے ان خوش نصیب طالب علموں میں میں بھی شامل تھے جسے پہلے پہلے حضرت الاستاذؒ سے شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طیب منزل میں علمی تشنگی بجھانے والوں کیلئے شاندار لائبریری بھی موجود تھی، جس میں درسی کتب کے علاوہ نادر ونایاب کتابیں موجود تھیں۔

طلباء سے بیحد پیار ومحبت اور شفقت فرمانا آپؒ کا خاص وصف تھا، حضرت الاستاد کی یہ وہ خوبی ہے جس کے سب معترف ہیں۔ عجز وانکساری اور شرافت تو خانوادہ قاسمی کا خاص وصف ہے آپؒ بھی اس صفت سے سراپا متصف تھے۔ آپ کا درس بیحد مقبول تھا، پہلے دارالعلوم پھر دارالعلوم وقف دونوں جگہوں پر آپ نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ چھوٹی سے بڑی جو کتابیں بھی متعلق رہیں دوران اسباق آپؒ طلبہ کو تشنہ نہیں چھوڑتے تھے، وقت کے تقاضوں کی مناسبت سے آسان انداز بیان میں پیش فرماتے۔ پیچیدہ مضامین کو دلنشیں اسلوب میں خوب سہل کر کے خوبصورتی کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ ایک محبوب ومقبول مربی واستاد کی حیثیت سے دیوبند میں آپ طلبا کے درمیان بیحد معروف تھے۔ دیوبند میں آپ کی تدریسی اور تنظیمی خدمات کئی دہائیوں پر محیط ہے، آج دنیا بھر میں آپ کے شاگرد موجود ہیں اور مختلف شعبوں میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے مادر علمی اور اپنے مشفق اساتذ کرام کا نام روشن کررہے ہیں۔

حضرت الاستاد گوناگوں صلاحیتوں کے حامل، خاموش طبیعت، متین، پروقار اور بردبار، یورپی ممالک میں حکیم الاسلامؒ کے رفیق سفر اور حکیمانہ خطاب کے ترجمان، اجلاس صد سالہ کے ناظم روح رواں، دارالعلوم وقف دیوبند کے محدث، صدر المدرسین کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ ایک کامیاب مدرس ومربی کے ساتھ ساتھ بہترین مقرر اور بلند پایہ شاعر بھی تھے، باتیں کرتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پھول جھڑتے ہوں۔ جب کسی موضوع پر گفتگو فرماتے تو شروع سے آخر تک اپنی باتوں کو اسی عنوان پر مرکوز رکھتے تھے۔ سیرت النبی ﷺ اور اخلاق حسنہ پر اثر انگیز وعظ فرماتے تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سیرت النبی کے اجلاس میں متعدد بار آپ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی اور یونیورسٹی کے طلبہ واساتذہ کو اپنے خطاب سے مسحور ومستفیض فرمایا۔ زبان وبیان میں بڑی چاشنی تھی پل میں ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنالیتے

تھے۔ شاعری میں رمزیؔ آپ کا تخلص تھا، دوران سبق قدیم شعراء کے اشعار اور کبھی کبھی اپنا کلام بھی سناتے تھے، حضرت کی متعدد غزلیں، نظمیں اور نعتیہ کلام کو پڑھنے کا موقع میسر ہوا۔

آپ کو اللہ تبارک وتعالی نے قلم کا بھی سپاہی بنایا تھا چناں چہ کئی معرکۃ الآراء کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی۔ سیرت حلبیہ کا مکمل ترجمہ 'سیرت پاک' کے نام سے کیا جو آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ اصحاب کہف، ولادت نشو ونما اور تفسیر راضی کا ترجمہ آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحقیقی کتابیں ہیں۔ عربی ڈکشنری 'المنجد' پر ضمیمہ بھی آپ کا ایک اہم علمی کارنامہ ہے۔ والد محترم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ کے شعری مجموعہ 'عرفان عارف' کے مرتب بھی آپ ہیں۔ پروردگار عالم اپنے پیارے حبیب محسن انسانیت رحمت للعالمین ﷺ کے صدقہ طفیل میں حضرت الاستاد کی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، نیز دار العلوم وقف دیوبند کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ بلاشبہ آپ کا انتقال پر ملال ملت اسلامیہ ہندیہ کیلئے عظیم علمی خسارہ ہے۔ بندہ حقیر کا سفر ابھی جاری ہے اور ذہن ودماغ پر صدمہ حاوی ہے اس لئے حضرت خطیب الاسلام مدظلہ العالی کے ایک نایاب اقتباس پر اپنی بات ختم کرتا ہوں (تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ)۔ دراصل حضرت نے یہ الفاظ اپنے جدامجد فخر الاسلام حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ مہتم دار العلوم دیوبند کے لئے تحریر فرمایا ہے، میں اسی تحریر کو حضرت الاستاد کے نام منسوب کرتا ہوں۔

''حضرت الاستاد متکلم الاسلام مولانا محمد اسلم صاحب قاسمیؒ کی تعلیم وتربیت اور نشو ونما جس علمی وروحانی ماحول میں ہوئی، وہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا، خیال کیجئے کہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ جیسی شخصیت اپنے فرزند فرید کی تعلیم وتربیت، جس بہتر انداز میں کر سکتے تھے اور ان کے دینی مستقبل کی جو فکر ان کے ذہن میں رہی ہوگی ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ اپنا اثر نہ دکھاتی۔''

مذکورہ چند بے ترتیب سطور کے ساتھ ہند میں سرمایہ ملت کے نگہبان حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم العالیہ، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی، مولانا محمد فاروق صاحب قاسمی، بھائی مولانا حسام قاسمی اور مولانا شکیب قاسمی اور دیگر پسماندگان سے اظہار تعزیت پیش کرتا ہوں اس شعر کے ساتھ کہ:

جنگل کو باغ، باغ کو خلا کر گئے
کیوں اے باد صبا! وہ لوگ چمن سے کدھر گئے

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

فخر الاماثل حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ

آپؒ کا تاریخی نام محمد مظہر ہے اور اسی سے مشہور و معروف ہوئے، صدیقی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ قرآن کریم کے حفظ اور ابتدائی کتب کی پوری تعلیم اپنے والد ماجد حضرت حافظ لطف علی صاحبؒ کے پاس مکمل ہوئی، اپنی ذہنی صلاحیت اور عمدہ تعلیم و تربیت کی وجہ سے اپنی نوعمری ہی میں نہایت ہوشیار و ہوشمند تھے اور آپ کے اسی وقت کے طور وطریق سے ذکاوت و ذہانت آشکار تھی، وطن کی ابتدائی تعلیم کے بعد استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ نانوتوی اپنے ساتھ دہلی لے گئے۔ اور استاذ الکلؒ کے بے مثال تعلیم و تربیت اور وہاں کے خالص ماحول نے بڑا کام کیا چنانچہ اسی وقت اپنے رفقاء اور مولانا مملوک علی صاحبؒ کے حلقہ میں آپؒ کی لیاقت و صلاحیت کا شہرہ ہو گیا تھا۔

مسلم یونیورسٹی کے بانی جناب سر سید احمد خاں (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں۔

”مولوی صاحب ممدوح بہت بڑے عالم تھے جس زمانہ میں دہلی میں طالب علم تھے اسی زمانہ میں ان کی ذہانت مشہور تھی، تقویٰ و ورع میں بھی نہایت اعلی درجہ رکھتے تھے۔

آپ نے حضرت مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی، حضرت مولانا رشید الدین خاں صاحب دہلوی (۱۸۳۴ء) کے سامنے زانوئے تلمذ بھی طے کیا۔

حدیث نبوی شریف کی تعلیم حضرت شاہ عبد الغنی مجددیؒ (۱۸۲۰۔۱۸۷۹ء) محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ (۱۸۱۰ء۔۱۸۱۰ء) سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرمہ کے بانی مناظر اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی، اور مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم حضرت شیخ عبد الغنی بن سعید العمری سے بھی علمی استفادہ فرمایا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد اجمیری کالج تشریف لے گئے کچھ عرصہ تک تعلیم دینے کے بعد آگرہ کالج

تشریف لے گئے اور وہاں معیاری تنخواہ اور عہدہ سونپا گیا مگر وہاں بھی آپ زیادہ قیام نہ فرماسکے چنانچہ دہلی میں بھی کچھ عرصہ کیلئے ملازم ہوگئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مکتبہ نول کشور لکھنؤ تشریف لے گئے اور عربی اُردو اور فارسی کی کتب کی تصحیح وغیرہ فرماتے رہے۔ ایک مدت تک اسی کام میں مشغول رہے، تصنیفات وتالیفات اور ان کی طباعت واشاعت کا سلسلہ بھی چلتا رہا چنانچہ متعدد مصنفین کی کتب کی تصحیح اور حضرت موصوف کی نظر ثانی کے بعد ہی مکتبہ نول کشور لکھنؤ سے چھپتی تھیں، خود منشی نول کشور مرحوم مولانا محمد مظہر صاحبؒ نانوتوی کے شاگرد تھے۔

۱۲۸۳ھ میں جب حضرت مولانا سعادت علیؒ نے مظاہر علوم قائم فرمایا تو حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ جیسے قابل وفاضل، عالم وماہر اور ان کے مرشد سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی زبان میں ''یکتائے زمانہ'' کی ضرورت تھی، چنانچہ خود حضرت بانی علیہ الرحمہ نانوتہ تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ مولانا محمد مظہر صاحبؒ کو لیکر آئے مظاہر علوم کی عمر اس وقت صرف تین ماہ تھی گویا شوال ۱۲۸۳ھ میں مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مظاہر علوم کو سرفراز فرمایا۔

مظاہر علوم سہارنپور آنے کے بعد آپ کو صدر المدرسین کا عہدۂ جلیلہ سونپا گیا، اس کے علاوہ حدیث وتفسیر کی اعلیٰ معیاری کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ نانوتوی تقریباً ۱۹ر سال تک مظاہر علوم کی خدمت انجام دیتے رہے حالانکہ آپ کا مشاہرہ صرف ۲۵ر روپئے تھا اس کے باوجود آپ نے بڑی بڑی پیشکش اور خطیر تنخواہ کو ٹھکرادیا، خود مولانا سید احمد خان نے علی گڑھ بلانا چاہا لیکن آپ نہیں گئے کیونکہ مظاہر علوم آپ کے بزرگوں اور اساتذہ کا مدرسہ تھا جس کے ذرے ذرے سے آپ کو محبت اور عشق تھا، ۱۹ر سال کے درمیان ذیل کتب کا باقاعدہ درس دیا:

''بخاری شریف، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ، مؤطا امام مالک، سنن دارمی، شمائل ترمذی، ہدایہ، درمختار، قدوری، کنز الدقائق، شرح وقایہ، نور الانوار، اصول الشاشی، جلالین، ترجمہ قرآن، بیضاوی، کشاف، مختصر المعانی، دیوان متنبی، مقامات حریری، حماسہ، سبعہ معلقہ، نفحۃ الیمن، تاریخ یمنی، قصیدہ ہمزیہ، تاریخ تیموری، جبر ومقابلہ، حصن حصین، نخبۃ الفکر، خطبۂ قاموس وغیرہ مذکورہ بالا کتابوں میں بعض بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن کو ایک سال میں دو دو بار پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ جس طرح علم وفن میں یکتا تھے اسی طرح خلوص وللّٰہیت، زہد وعبادت، استغناء وتوکل، سلوک وتصوف تقوی وتدین میں بھی اپنی مثال آپ تھے اور اپنی عارفانہ صفات، بزرگانہ عادات، متقیانہ خصوصیات اور شمائل وخصائل کی وجہ سے مشہور ومعروف تھے۔ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ کے گھریلو تعلقات شروع ہی سے حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے قائم تھے حتی کہ گھر کی عورتیں بھی حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتی تھیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ نے ارادت کا تعلق حضرت حاجی صاحبؒ سے قائم کیا تھا۔

پروفیسر ایوب قادریؒ لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ استاذ حدیث مجاز بیعت اعلی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ ومحدث گنگوہی حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ“

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں:

”مدرسہ کے اوقات میں جب کوئی مولانا قدس سرہ کا عزیز ذاتی ملاقات کیلئے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر (حضرت کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا) اس پر تاریخ اور ان منٹوں کا اندراج فرمالیتے اور ماہ کے ختم پر ان منٹوں کو جمع فرما کر اگر نصف یوم سے کم ہوں تو آدھے روز کی رخصت لے لیتے اور اگر نصف یوم سے زائد ہوتا تو ایک یوم کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے البتہ اگر کوئی فتویٰ وغیرہ پوچھنے آتا یا مدرسہ کے کسی کام سے آتا تو اس کا اندراج نہیں فرماتے تھے۔

حضرت مولانا محمد مظہر صاحبؒ کے تمام شاگرد اور تلامذہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے کیونکہ آپ نے مظاہر علوم میں ایک دو سال نہیں مسلسل ۱۹ر سال تک اہتمام کے ساتھ علوم دینیہ کے طالبوں پر اپنے علوم عرفانیہ اور فیوض روحانیہ کی ندیاں بہائی ہیں ان تمام تلامذہ ذیشان کی تعداد کیلئے کئی صفحات درکار ہیں تاہم چند مشہور ومعروف شخصیات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں جن کا ذکر حضرت مولانا عبد الحئی صاحب حسنیؒ نے نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں کیا ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا امیر باز خانؒ، حضرت مولانا اشرف علی سلطانپوریؒ، محدث کبیر مولانا خلیل احمد انبہٹویؒ، حضرت مولانا عبد الجبار عمر پوریؒ، حضرت مولانا راغب اللہ

پانی پتیؒ، حضرت مولانا نور احمد امرتسریؒ، حضرت مولانا حافظ جان محمد قاضی ٹونکیؒ، حضرت مولانا عبدالمنان وزیرآبادیؒ، حضرت مولانا مقیم الدین کوٹی ٹانکیؒ، حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوریؒ، حضرت مولانا سید جمعیت علی پورقاضویؒ، حضرت مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ، حضرت مولانا نور محمد حقانی لدھیانویؒ، حضرت مولانا محمد فاروقیؒ، حضرت مولانا حافظ قمرالدین سہارنپوریؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا صدیق احمد انبہٹویؒ، حضرت مولانا ثابت علی پورقاضویؒ وغیرہم شامل ہیں۔

”حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویؒ کا وصال ۲۴/ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۵ء کی شب ۸ بجے کے قریب بمرض درد گردہ پیش آیا۔“ آپ نے ۲۴/ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ کو اتوار کے دن ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ (مفتی ناصر مظاہری کے مضمون سے ماخوز)

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ

(1269ھ-1346ھ)

سرتاج المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ صفر 1269ھ بمطابق دسمبر 1852ء کو یوپی کے ضلع سہارنپور کے مشہور قصبہ نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے والد ماجد شاہ مجید قصبہ انبیٹھہ کے مشہور و ممتاز خاندان ایوبی کے ایک نمایاں فرد تھے۔ آپ کی والدہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کی حقیقی بہن اور استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی قدس سرہ کی صاحبزادی تھی۔ شاہ مجید علی ریاست کے سرکاری عہدیدار ہونے کی وجہ سے اکثر اوقات گھر سے باہر ہوتے، جس کی وجہ سے آپ کی والدہ ماجدہ کا زیادہ وقت اپنے میکہ میں گزرتا، اس لیے آپ کی رضاعت اور ابتدائی تربیت زیادہ تر آپ کے ننھیال میں ہوئی۔

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ کی عمر 5 سال ہوئی تو آپ کے نانا محترم حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی رحمہ اللہ نے آپ کو تبرکاً بسم اللہ شریف پڑھا کر قاعدہ شروع کرادیا۔ فطرتاً آپ ذہین اور ذکی تھے اس لیے ناظرہ قرآن جلدی ختم کرلیا۔ قرآن ختم ہونے کے بعد مولانا نے ابتدائی عربی اور فارسی کتابیں انبیٹھ اور نانوتہ میں مختلف اساتذہ سے پڑھی، پھر جب 1283ھ میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کی خبر سنی اور یہ معلوم ہوا

کہ دار العلوم میں صدر مدرس آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ قرار پائے ہیں۔ تو آپ والدین سے اجازت لے کر دار العلوم دیو بند تشریف لے گئے اور وہاں پر صرف، نحو اور فلسفہ کی متداول کتب پڑھیں۔ دار العلوم دیو بند کے قیام کے تقریباً 6 ماہ بعد سہارنپور شہر میں مدرسہ مظاہر العلوم کا افتتاح ہوا جس کے صدر مدرس مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ تجویز ہوئے دار العلوم دیو بند میں اگر چہ آپ مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کی زیر نگرانی بہترین نظم و نسق کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مگر قدرت کو منظور تھا کہ جس ذات گرامی کے ہاتھوں مظاہر العلوم کو منازل ترقی طے کرنے ہیں وہ اپنی تعلیم کے سلسلہ میں مظاہر العلوم ہی کا رہین منت اور۔ احسان مند ہو۔ اس لیے دیو بند میں آپ کا دل نہیں لگا اور آپ۔ مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے آئے یہاں پر آپ نے حدیث، فقہ، تفسیر، اصول، منطق، ہیئت اور دیگر علوم عالیہ و آلیہ مولانا محمد مظہر رحمہ اللہ اور دیگر مدرسین سے پڑھے، تقریباً 19 سال کی عمر میں آپ نے درس نظامی سے فراغت حاصل کی اس کے بعد علوم ادبیہ میں مہارت کا شوق آپ کو اورینٹل کالج لاہور لے آئی یہاں پر آپ نے مشہور ادیب مولانا فیض احمد سہارنپوری سے علوم ادبیہ کی خاطر خواہ تکمیل فرمائی۔

جب لاہور سے آپ کی واپسی ہوئی تو آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب نے عربی کے معتبر اور مستند لغت قاموس کا ترجمہ کرنے کے لیے آپ کو منصوری پہاڑ بھیج دیا۔ منصوری پر آپ کے قیام کو ابھی چند ہی ماہ گزرے تھے کہ منگلور کے مدرسہ عربیہ میں مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ بحیثیت صدر مدرس وہاں تعنیات ہو گئے۔ اس کے بعد بالترتیب بھوپال، بہاولپور، بریلی، اور دیو بند میں مدرس رہے، 1314ھ میں جب کہ آپ کی عمر 45 سال تھی صدر مدرس کی حیثیت سے مدرسہ مظاہر العلوم میں آپ کا تقرر ہوا جہاں آپ نے پڑھا اور علمی نشو و نما پائی تھی۔ یہاں آپ نے اپنے استاذ محترم مولانا محمد مظہر کے لگائے ہوئے باغیچے کو اس جانفشانی اور تندہی سے سینچا، جس کا اظہار مظاہر العلوم کا ہر طاق و محراب اور ہر در و دیوار زبان حال سے کر رہا ہے۔

باوجود اس کے کہ آپ علوم عالیہ اور ادبیہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے آپ کی فطرت سلیمہ اس معرفت الٰہیہ کی جستجو میں تھی جو قال کو حال اور علم کو سر تا پا عمل بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ کی نظر انتخاب قطب عالم، فقیہہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ پر پڑی اور آستانہ رشیدیہ پر حاضر

خدمت ہوئے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے آپ کے باطن باصفا کو سمجھ کر بلا تامل آپ کو بیعت کرالیا۔ بیعت ہونے کے بعد سلوک سے متعلقہ معمولات آپ نے نہایت عزیمت اور حد درجہ استقامت سے پورے فرمائے۔ دن بھر تشنگان علم کو فقہ وتفسیر کا سبق پڑھاتے اور شب کو ذکر الٰہی سے رطب اللساں رہتے، سنسان گھڑیوں میں جبکہ دنیا خواب خرگوش سو رہی ہوتی تھی آپ اپنے مولی کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کی انہی ریاضتوں کا ثمرہ تھا کہ جب آپ سفر حج پر تشریف لے گئے تو امام ربانی، مرشد العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے پہلی ہی ملاقات میں آپ کو۔ اپنی بیعت میں داخل کرلیا۔ اور ساتھ ہی۔ خلعہ خلافت سے بھی نوازا، مزید برآں اپنی دستار آپ کے سر پر رکھ دی اور تحریری خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ جب آپ واپس ہندوستان پہنچے تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور خلافت نامہ دکھایا، حضرت گنگوہی نہایت خوش ہوئے، اور اسی خلافت پر مہر تصدیق ثبت کر کے آپ کو اپنی طرف سے بھی خلافت دے دی۔

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ جس طرح تدریس وتبلیغ دین سے متعلق رہے ایسے ہی اکابر علماء دیوبند کی روش پر چلتے ہوئے قلم اور زبان دونوں سے اپنے دور کے ہر پیش آمدہ فتنے کا تعاقب کیا ہے۔ اس سلسلے کے چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں۔

جس وقت آپ مدرسہ دینیات کے صدر مدرس تھے تو مدرسہ کے افسروں میں سے ایک شیعہ افسر چراغ شاہ تھا، جب حضرت کسی دفتری کام کی خاطر ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ مذہبی قصہ چھیڑ کر اہل سنت پر اعتراضات شروع کر دیتا، حضرت نے خارجی وقت میں کتب شیعہ کا مطالعہ کر کے ہدایات الرشید کے نام سے رد شیعیت پر ایک ضخیم کتاب لکھی جو کہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک لاجواب کتاب ہے۔

آپ کی شہرہ آفاق کتاب براہین قاطعہ جب منظر عام پر آئی تو بعض کج فہموں نے اپنی کم علمی کی بنیاد پر اس کی چند ایک عبارات میں قطع برید کر کے غلط رنگ میں پیش کیا اور حضرت کے متعلق یہ فتوی لگایا کہ خلیل احمد بد دین اور کافر ہے آپ نے اس افتراء پردازوں کے ساتھ تحریری وتقریری مناظرے کیے اور نقلی وعقلی رنگ میں ایسے دلائل پیش کیے کہ مخالف مناظرین کو آپ کے علم وفضل کا سکہ ماننا پڑا۔ اس موقع پر ثالث نے آپ کو رئیس المناظرین کے لقب سے ملقب کیا۔

ایک مرتبہ سفر حج پر جاتے ہوئے راستہ میں مولوی دیدار علی الوریؒ کی طرف سے عین اس وقت آپ کو دعوت مناظرہ دی گئی جب کہ آپ جہاز پر سوار ہونے والے تھے۔ آپ کے رفقاء نے جواب دیا جہاز تیار ہے اب گنجائش نہیں واپسی پہ مناظرہ ہوگا، آپ نے یہ سنا تو بے ساختہ فرمایا کہ نہیں ہم تیار ہیں حج بشرط زندگی دوسرے سال کرلیں گے، یہ بھی تو ایک دینی کام ہے یہ سن کر فریق مخالف پر اوس پڑ گئی اور کوئی میدان مناظرہ میں نہ آیا۔ (تذکرۃ الخلیل ص 155)

16 شوال المکرم 1344ھ کو آپ مدرسے سے ڈیڑھ سال کی رخصت لے کر حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے مناسک حج پورے ہونے کے بعد اپنے رفقاء سفر کو واپس ہندوستان بھیج دیا اور خود وہیں پر سکونت اختیار کرلی اس دوران آپ نے بعض علماء مدینہ کے اصرار پر ابوداؤد پڑھانا شروع کردی مگر یہ سلسلہ درس صرف دو روز تک رہا، کیونکہ درس کا آغاز آپ کی وفات سے چار دن قبل ہوا تھا۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف بذل المجہود مدینہ منورہ میں سکونت کے دوران ہی مکمل ہوئی جب بذل کی تالیف سے فراغت پائی تو فرمایا کہ حق تعالی سے تین دعائیں مانگی تھیں دو قبول ہو چکی ہیں ایک باقی ہے۔ 1: مکہ مکرمہ میں پرامن اسلامی شریعت اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں، :2 موت سے پہلے پہلے بذل کی تالیف مکمل ہو جائے۔ 3: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار۔ میں دفن ہونا نصیب ہو جائے۔

آپ کی تیسری دعا کو بھی اللہ رب العزت نے شرف قبولیت بخشا۔ چنانچہ بذل المجہود مکمل ہونے کے تقریباً 8 ماہ بعد 15 ربیع الثانی 1346ھ کو بعد عصر وصال فرمایا۔ اور قبلہ اہل بیت کے متصل دفن ہوئے ایک عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جامعہ مظاہر العلوم سے ڈیڑھ سال کی حاصل کردہ رخصت میں نہ ایک دن کم ہوا نہ زیادہ، رخصت کا زمانہ 15 ربیع الثانی 1346ھ کو ختم ہوا اور سورج غروب ہونے۔ میں ایک گھنٹہ باقی تھا کہ آفتاب علم وعمل غروب ہو گیا۔

مشہور ومعروف تصانیف

بذل المجہود (سنن ابی داؤد کی لاجواب شرح) المہند علی المفند (علماء دیوبند پر بعض متہمین کی افتراء پردازی کا جواب) ہدایات الشیعہ: (ایک شیعہ اسکالر کا مذہب اہل السنۃ والجماعۃ پر اعتراضات کے مسکت

جوابات) مطرقۃ الکرامۃ (مسئلہ خلافت وامامت پر ایک لاجواب کتاب) غنیۃ المناسک (مناسک حج پر مشتمل ایک جامع رسالہ) براہین قاطعہ: (ایک مبتدع کی کتاب انوار ساطعہ کا کافی شافی جواب)

(احناف ڈیجیٹل لائبریری۔ ازمولانا محمد عبداللہ معتصم)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

(1898ء- 1982ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ 1898ء کو اتر پردیش کے ضلع سہارنپور کے مشہور قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ جید عالم دین تھے۔ چنانچہ آپ نےؒ والد ماجد سے قرآن حفظ کیا۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ قرآن یاد کرانے کا والد صاحب کا طریقہ انوکھا تھا کہ ایک صفحہ یاد کرنے کو دے دیتے اور فرماتے کہ 100 مرتبہ پڑھو پھر چھٹی۔ اس طرح آپؒ نے قرآن پاک حفظ کر لیا۔

1328ھ یعنی 12 یا 13 سال کی عمر تک گنگوہ میں قیام رہا، اس دوران اردو کے دینی رسائل بہشتی زیور وغیرہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں جو زیادہ تر شفیق اور بزرگ چچا مولانا محمد الیاس نے پڑھائیں۔ عربی تعلیم کا باقاعدہ سلسلہ سہارنپور آکر 1328ھ میں شروع ہوا۔ مولانا یحییٰ عام متعارف درسی کتب کے خلاف تھے انکا اپنا انداز تعلیم تھا۔ صرف ونحو کی درسی کتابیں خاص طرز اور ترمیم واضافہ کے ساتھ پڑھیں۔ حضرت گنگوہیؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کو حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں بطور استاذ و مدرسین بلوالیا۔ اس طرح حضرت شیخ زکریاؒ کی تعلیم کا سلسلہ سہارنپور میں شروع ہو گیا، آپ نے بقیہ درسیات کی تکمیل کی، کتب منطق مولانا عبدالوحید سنبھلی (استاذ مظاہر العلوم) اور ناظم الامور مولانا عبداللطیف سے پڑھیں۔ 7 محرم الحرام 1332ھ کو ظہر کی نماز کے بعد مشکوٰۃ شریف شروع ہوئی، پہلے مولانا یحییٰ صاحبؒ نے غسل فرمایا، پھر مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ کرائی، خطبہ پڑھا، پھر قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا کی، شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ والد صاحب نے کیا کیا دعائیں کیں، لیکن میری ایک ہی دعا تھی اور وہ یہ کہ حدیث کا سلسلہ دیر سے شروع ہوا، اللہ کرے کبھی چھوٹے نہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے علاوہ آپؒ کے دیگر اساتذہ کرام میں آپؒ کے چچا بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا عبدالطیف صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

1333ھ میں دورہ حدیث کی ابتدا ہوئی، یہی سال تھا جب مولانا سہارنپوری نے طویل قیام کے ارادہ سے حجاز کا قصد کیا۔ شیخ کا خیال تھا کہ مجھے نہ ملازمت کرنی ہے اور نہ کوئی عجلت ہے، ایک سال میں دورہ حدیث مکمل کرنے کی کوئی پابندی نہیں اس لیئے اپنے والد مولانا یحییٰ کے درس میں ابوداؤد شروع کر دی، ترمذی شریف کو حضرت سہارنپوری کی واپسی پر ملتوی رکھا تھا لیکن بعض اسباب کی بنا پر ترمذی، بخاری اور ابن ماجہ کے سواء بقیہ کتب صحاح والد صاحب ہی سے پڑھیں یہ سال بڑی محنت اور انہاک کا تھا اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کوئی روایت بھی بے وضو نہ پڑھی جائے۔ مسلسل پانچ چھ گھنٹے سبق ہوتا تھا، اس میں کبھی کبھی ہفتہ عشرہ میں سبق کے درمیان وضو کی ضرورت پیش آتی تھی اور صرف اتنی دیر کیلیئے اٹھنا ہوتا تھا تو ہم درس سبق مولانا کے سبق کے حرج کی وجہ سے اپنا سبق روک لیتے۔ شوال 1333ھ میں حضرت سہارنپوری حجاز مقدس کے طویل قیام کا اردہ فرمارہے تھے اور لوگ کثرت کیساتھ بیعت ہو رہے تھے۔ شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ اپنے اندر بھی بیعت کا جذبہ پیدا ہوا اور حضرت سہارنپوری سے مولانا عبداللہ اور شیخ زکریا کو بیعت کیا۔ مولانا عبداللہ صاحب کی دھاڑیں مار مار کو رونے کی وجہ سے مولانا یحییٰ اور شاہ عبدالرحیم چھت کی منڈیر پر منظر دیکھنے آ گئے۔ مولانا یحییٰ کو تعجب ہوا کہ بلا علم واطلاع کے انہوں نے اتنا بڑا کا جم کر لیا لیکن حضرت رائے پوریؒ نے اس جرات کی بڑی تصویب فرمائی اور بہت دعائیں دیں۔ 1334ھ میں مولانا محمد یحییٰ کا انتقال ہوا۔ والد صاحب نے 8000 روپے قرضہ میں چھوڑے تھے جسے مولانا زکریاؒ نے والد کی وفات کے بعد اپنے ذمہ لے لیا اور سب کو خطوط کے ذریعے اطلاع دی اور رفتہ رفتہ تمام قرضہ اتار دیا۔

یکم محرم 1335ھ کو حضرت شیخ زکریا کا بحیثیت مدرس مدرسہ مظاہر العلوم میں تقرر ہوا اور 15 روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔

1337ھ میں ہدایہ اوّلین، حماسہ وغیرہ اور رجب 1341ھ میں بخاری شریف کے تین پارے بھی حضرت سہارنپوریؒ کے حکم واصرار سے منتقل ہو کر آئے اور انکے پڑھانے میں بھی شیخ سے غیر معمولی اہلیت،

قوت، مطالعہ اور فنی مناسبت کا اظہار ہوا، اسکے بعد آپ کو مشکوٰۃ شریف مل گئی 1344ھ تک مشکوٰۃ آپ کے زیر سایہ رہی۔

شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے قرابت کا یہ عالم تھا کہ:

ایک اجنبی نے میرے ہر وقت کی حاضری پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے کہا یہ حضرت کے صاحبزادے ہیں؟ حضرت نے فرمایا صاحبزادہ سے بڑھ کر۔

شیخ الحدیث کا لافانی لقب آپ کو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے عطا فرمایا تھا جو آپ کے نام کا قائم مقام بلکہ کتاب "فضائل اعمال" کی طرح آپکی پہچان وشناخت بن گیا۔ آپ نے تقریباً 50 سال تک حدیث کی کتب پڑھائی ہیں۔

مولانا یحییٰؒ کے انتقال کے بعد انکی اہلیہ کو ہمیشہ بخار رہتا یہاں تک کہ اس بخار نے بعد میں تپ دق کی صورت اختیار کرلی۔ اس اثنا میں شیخ زکریاؒ کی والدہ کے اصرار پر مولانا رؤف الحسن صاحبؒ کی صاحبزادی بی بی امۃ المتین صاحبہ سے نسبت نکاح طے پا گیا۔ مولانا رؤف الحسن کی دوسری صاحبزادی مولانا الیاس کے نکاح میں تھیں۔ اس طرح شیخ زکریاؒ اور مولانا الیاسؒ چچا اور بھتیجا آپس میں ہم زلف ہوئے۔

شیخ زکریا کی پہلی اہلیہ کی وفات جو مولانا رؤف الحسن کی صاحبزادی تھی 5 ذی الحجہ 1355ھ بمطابق 17 فروری 1937ء میں ہوئی، انکی طبیعت اب بالکل یکسوئی اور علمی وتصنیفی انہماک کی طرف مائل تھی اور عقد ثانی کا کوئی خیال نہیں تھا۔ اپنی آپ بیتی میں شیخ زکریاؒ لکھتے ہیں کہ:

مرحومہ کے انتقال کے بعد میں اپنے مشاغل علمیہ کی وجہ سے بالکل ہی یہ طے کر چکا تھا کہ دوسرا نکاح نہیں کروں گا کہ بڑا حرج ہوگا۔ لیکن شفیق چچا نے جو باپ کے قائم مقام تھے شیخ کی اس تجرد کو پسند نہیں کیا دوسرے شفیق بزرگوں کی بھی یہی خواہش تھی کہ شیخ کا گھر پھر آباد ہو جائے۔ اس لیے چار مہینے بھی پورے نہیں گزرے تھے کہ شیک کا عقد ثانی شفیق چچا مولانا الیاس کی صاحبزادی (مولانا یوسف کی ہمشیرہ) عطیہ صاحبہ سے 8 ربیع الثانی 1354ھ بمطابق 18 جون 1937ء کو ہو گیا۔ نکاح نظام الدین دہلی میں ہوا، اس موقع پر حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ بھی تشریف لے آئے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو سہارنپور اسٹیشن پر معلوم ہوا تو پیغام بھیجا کہ نکاح میں پڑھوں گا، چنانچہ دہلی تشریف لائے اور بعد نماز جمعہ

نکاح پڑھایا۔

1338ھ میں محمد خلیل سہارنپوریؒ نے دوبارہ حج کا عزم کیا تو مرشد کی ہم رکابی کا جذبہ رفاقت کا محرک ہوا، یہ شیخ زکریا کا پہلا حج تھا۔ شعبان 1338ھ کو روانہ ہوئے۔ بمبئی میں اپنے تمام رفقاء کو دعوت طعام پر بلوایا۔ بحری سفر تھا راستہ میں رمضان کا مہینہ آیا تراویح کا اہتمام جہاز ہی میں کیا۔ حضرت سہارنپوری اور شیخ زکریا دونوں حضرات نے قرآن سنایا مکہ معظمہ حاضری ہوئی تو مولانا محب الدین نے جلد ہندوستان جانے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ یہاں تو قیامت آنے والی ہے۔ مولانا محب الدین حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ممتاز خلیفہ اور بڑے صاحب کشف وادراک بزرگ تھے۔ مکہ میں قیامت سے مراد شریف مکہ حسین بن علی کی بغاوت اور نجدیوں کے حملہ کی طرف اشارہ تھا۔ اس زمانے میں حجاز میں سخت بدامنی تھی۔ مدینہ طیبہ کے راستہ میں قافلوں کو بے دھڑک دن دھاڑے لوٹ لیا جاتا تھا۔ حجاج بہت سخت خطرات ومصائب کیساتھ مدینہ منورہ پہنچتے تھے۔ شوال کا مہینہ شروع ہوا حضرت شیخ قافلہ کے امیر مقرر ہو کر مدینہ حاضری کیلئے پہنچے۔ تاہم راستہ سکون سے طے ہوا۔ مدینہ میں ایک ماہ تک قیام کیا۔ (آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے ماخوذ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے طویل عرصہ کے انہماک ومطالعہ سے جن کتابوں کو تصنیف وتالیف کیا ان میں سے ان کی انتہائی اہم کتاب "اوجز المسالک شرح مؤطا الامام مالک" ہے یہ کتاب 6 جلدوں میں پوری دنیا میں دیگر کتب کی طرح مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ یہ کتاب بھی ان کے علمی ودینی اور تصنیفی کارناموں کی دلیل ہے۔ بقول مولانا مجیب الرحمن انقلابی مدظلہ العالی کہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ عالم اسلام کی وہ عظیم علمی وروحانی شخصیت ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کو ہدایت کا ذریعہ بنایا، عرب وعجم اور یورپ وایشیاء میں آپ کو یکساں محبوبیت ومقبولیت عطا فرمائی، مختلف علوم وفنون پر دعوتی، تبلیغی، اصلاحی علمی وتحقیقی عنوانات پر آپ کی تصنیفات وتالیفات 100 سے زائد ہیں جو اُردو عربی اور فارسی کے علاوہ دیگر زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف فضائل اعمال کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقبولیت عطا فرمائی ہے جو کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہو سکی۔ پوری دنیا کے ہر ملک میں مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والی یہ کتاب انتہائی مقبول ہے، چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا جس میں یہ کتاب دنیا میں کہیں نہ کہیں پڑھی

اور سنی نہ جارہی ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کیلئے ہدایت اور نیکی پر چلنے کا ذریعہ بنایا۔ جس طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی سینکڑوں تصنیفات کے باوجود "بہشتی زیور" ان کی پہچان اور ہر مسلم گھر کی ضرورت بن گئی۔ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی "تعلیم الاسلام" کتاب کو جس طرح مقبولیت ملی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو مایہ ناز تصنیف ــــ فضائل اعمال کے ذریعہ جو شہرت و عزت، مقام اور مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوسکی۔

24 مئی 1982ء 05:40 منٹ پر مغرب سے پہلے مکۃ المکرمہ کے ہسپتال میں چندروز زیر علاج رہنے کے بعد دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مسجد الحرام میں نماز جنازہ کے بعد مدینہ منورہ میں واقع قبرستان جنت البقیع میں آپ کی تدفین کی گئی۔ مقامی افراد کے مطابق اتنا بڑا جنازہ شاید ہی کہیں دیکھا گیا ہو۔

حضرت مولانا شیخ محمد یونس جونپوریؒ

(1937-2017ء)

حضرت مولانا شیخ محمد یونس جونپوری کی ولادت ۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۵/ رجب ۱۳۵۵ھ کو ریاست اتر پردیش کے تاریخی شہر جون پور کے کھیتا سرائے میں ہوئی۔ گاؤں کے مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ ضیاء العلوم مائی کلاں میں شرح وقایہ تک پڑھا۔ پانچ سال کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہوگیا۔ شوال 1377ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارن پور آگئے جہاں مولانا اسعد اللہؒ ناظم اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی خصوصی توجہ اور شفقت میں تعلیم حاصل کی۔

اپنے ابتدائی حالات کے تعلق سے حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ:

"میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہوگیا اور منہ سے خون آ گیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ و اعلی اللہ مراتبہ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ: جب تو بیمار رہے اور لوگوں کا

مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا۔ میں نے عرض کیا جواَب تک یاد ہے کہ: حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ: بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟ میں نے عرض کیا اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا۔ اس پر حضرت اقدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ''پھر پڑا رہ'' یہ ہے حضرت اقدس سرہ سے پہلی بات چیت، اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے، اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہو جاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے، انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ یہ کیا یقین ہے کہ ''خون پھیپھڑے سے آیا ہے؟'' اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہو گیا لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔ یہ بات اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دار الحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا درس سنتا اور سوچا کرتا تھا کہ نا معلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی، لیکن سب فضل وکرم ہے۔

فراغت کے بعد مظاہر علوم میں استاذ مقرر ہوئے اور تا وفات وہیں کتب حدیث کی تدریس کی ذمہ داری انجام دی۔ شوال 1382ھ میں مظاہر علوم میں استاذ مقرر ہو گئے۔ ذی قعدہ 1390ھ سے 1438ھ تک کل 48 سال تک شیخ الحدیث کے منصب پر رہے۔ شیخ الحدیثؒ کو سلاسل اربعہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں مولانا اسعد اللہ رام پوریؒ (خلیفہ مولانا اشرف علی تھانویؒ) اور اس کے بعد شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ (خلیفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری) سے اجازت بیعت وارشاد حاصل ہوئی۔

علمی وتصنیفی خدمات میں ان کا سب سے بڑا تحقیقی کارنامہ صحیح بخاری کا حاشیہ اور محققانہ شرح ہے، نیز ان کے علمی افادات کو ان کے کئی تلامذہ نے الگ الگ جمع کر کے شائع کیا ہے۔ جس میں الیواقیت الغالیہ (مرتبہ محمد ایوب سورتی لندن)، کتاب التوحید فی الرد علی الجہمیہ (مرتبہ محمد ایوب سورتی)، نوادر الحدیث اور نوادر الفقہ (مرتبہ محمد زید مظاہری ندوی) اہم ہیں۔ نیز علم حدیث میں ان کے مقام اور مرتبہ اور ان کی اسناد پر ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کی کتاب الفرائد فی عوالی الاسانید وغوالی الفوائد ایک کتاب ہے۔

اس کے علاوہ ان کے ہزاروں تلامذہ ہیں جو پورے عالم میں حدیث وعلوم حدیث کی خدمت میں لگے

ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب (جنہوں نے آپ کے قیمتی علمی، حدیثی، فقہی اور تحقیقی شہ پاروں کو دو مختلف کتابوں ''نوادر الحدیث'' اور ''نوادر الفقہ'' کے نام سے ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔) رقم طراز ہیں:

''استاذی ومخدومی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) اللہ تعالی کے ان خوش نصیب بندوں میں ہیں جن کی پوری زندگی اشتغال بالحدیث اور فن حدیث شریف کی خدمت میں گزری، آپ کے علمی تبحر اور فن حدیث سے حقیقی مناسبت اور گہری واقفیت پر کبار علماء ومشائخ اور اساتذۂ حدیث کو پورا اعتماد تھا، چناں چہ کسی حدیث کے متن یا سند اور روای کے متعلق کوئی اشکال پیش آتا، یا کسی حدیث کی تحقیق پیش نظر ہوتی یا اصول حدیث کے کسی مسئلہ میں کوئی پیچیدگی سامنے آتی تو کبار علماء مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا عبید اللہ صاحبؒ مرکز نظام الدین، مولانا عمر صاحب پالن پوری، مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی جیسی اہم شخصیات بھی آپ کی طرف رجوع فرماتیں۔ آپ کے استاذ وشیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو تو آپ کی فن حدیث شریف سے گہری مناسبت اور واقفیت کا اس درجہ اعتماد تھا کہ بکثرت روایات اور سند کی بابت تحقیق وجستجو کا امر فرماتے تھے اور خود آپ کے پاس فن حدیث کے سلسلہ میں جو خطوط آتے انھیں حضرت شیخ کے حوالہ فرما دیتے تھے۔'' (نوادر الحدیث)

11 جولائی 2017ء مطابق 14 شوال 1438ء کی صبح میں زیادہ ضعف محسوس ہونے پر سہارن پور کے میڈی گرام اسپتال میں داخل کرایا گیا، جہاں ساڑھے نو بجے صبح کو ان کی وفات ہوگئی۔ نماز جنازہ بعد نماز عصر حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھائی، اور قبرستان حاجی شاہ کمال سہارن پور میں تدفین عمل میں آئی۔ ایک اندازہ کے مطابق دس لاکھ کے مجمع نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

دار العلوم ندوۃ العلماء

برصغیر ہند و پاک ہی نہیں پورے عالم اسلام کے لیے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی دینی و علمی خدمات محتاج تعارف نہیں، ندوہ تحریک اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والی شخصیات نے ہر عہد میں جس طرح سے دینی علوم و فنون کی خدمات انجام دیں ہیں اور جس طرح سے قوم و ملت کی رہنمائی اور ترجمانی کا فریضہ انجام دیا ہے وہ تاریخ اسلام اور تاریخ ہند کا ایک سنہرا باب ہے۔ بانی ندوۃ العلما حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، علامہ حکیم سید عبدالحیٔ حسنیؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالباری ندویؒ، مولانا شاہ معین الدین ندویؒ، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی، مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ، مولانا مسعود عالم ندویؒ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی وغیرہم۔ یہ بھی شخصیات اپنے آپ میں ایک تحریک اور انجمن ہے۔ ان حضرات نے علوم اسلامیہ کی زبردست ترجمانی کی۔ علم حدیث میں بھی ندوۃ العلماء کی خدمات غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، جرح و تعدیل، اسماء الرجال اور حدیث پاک کی نشر و اشاعت میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے فضلا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ندوۃ العلما نے حدیث شریف کا جو طریقہ تدریس اپنے یہاں رکھا ہے وہ دوسری جامعات سے مختلف ہے یہاں حدیث شریف کی تدریس کے تعلق سے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ حقیقت میں حضرت شاہ محدث دہلویؒ کا منہج اور طریقہ کار ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھا ہے کہ ”پچھلی صدیوں کی کسی شخصیت سے ذہن اتنا متاثر اور ان کی تحقیقات سے اتنا متفق نہیں جتنا شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کی کتابوں سے اگر اپنے فکر و مسلک کیلئے کسی مکتب خیال کا تعین ضروری ہے انہی کا نام لے سکتا ہوں کہ در حقیقت ہمارا تعلیمی و فکری شجرہ نسب انہیں پر ختم ہوتا ہے۔ اس ادارہ کا عالم اسلام کے عظیم محدثین عظام سے بھی گہرا ربط و تعلق رہا ہے اور وہ یہاں تشریف لاتے رہے ہیں۔ جن میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا عبدالرشید نعمانیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

کاندھلویؒ، علامہ نورالدین عترشامیؒ، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ شامیؒ اور محمد عوامہ شامیؒ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے چند مشہور اساتذہ حدیث کا تعارف کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ تشنگان علوم نبوت کو سیراب کرنے میں اس ادارہ نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیا ہے۔

مولانا حیدر حسن خان ٹونکی

(۱۲۸۱ھ-۱۳٦۱ھ)

حضرت مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸٦۴ء میں ریاست ٹونک میں آنکھیں کھولیں، آپ کے والد ماجد مولانا احمد حسن خاں اپنے وقت کے بڑے عالم دین تھے۔ چناں چہ ابتدائی تعلیم خاندان کے بزرگوں سے ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے لاہور کا سفر اختیار کیا جو اس وقت بڑا علمی مرکز تھا۔ وہاں مولانا غلام احمد صاحب نعمانی کا دامن ایسا تھاما کہ جب تک تمام علوم عقلیہ نقلیہ میں دستگاہ نہیں پیدا کر لی نہیں چھوڑا، آخر دم تک انہیں کو اپنا علمی مربی اور محسن سمجھتے رہے۔

لاہور سے علوم مروجہ سے فراغت کے بعد مولانا سہیل یمنانی نزیل بھوپال کے شہرہ آفاق درس حدیث میں شرکت کی جو اس وقت اپنے محدثانہ طرز، یمنی خصوصیات اور علوم اسناد کے لحاظ سے نہ صرف ہندوستان بلکہ اپنے عہد میں ممتاز تھے، مولانا ان کو فن حدیث کا جید استاد اور متبحر عالم سمجھتے تھے۔ تکمیل علم کے بعد اپنے وطن ٹونک آ گئے، اس وقت وہاں دو مستقل مدرسے طلباء و شائقین علم کا مرکز و ماویٰ بنے ہوئے تھے۔ ایک مدرسہ خلیلیہ اور دوسرا ناصریہ، ثانی الذکر مدرسہ سے مولانا حیدر حسن خاں نے تدریسی سفر کا آغاز کیا اور کئی سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اگست ۱۹۲۱ء میں آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاد حدیث کی حیثیت سے مقرر ہوئے اور حدیث پاک کی بڑی کتابیں آپ کے سپرد ہوئیں اور آپ نے پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ پڑھانا شروع کر دیا۔ تدریس حدیث کا طرز محدثانہ تھا، یمن خصوصیات کا حامل اور شیخ حسین کے درس کا عکس، یمنی علماء کی کتابوں سے استفادہ بھی بھرپور تھا۔ مولانا کے درس کی ایک برکت یہ بھی تھی کہ فن حدیث سے مناسبت اور اس کی بنیادی کتابوں سے ذاتی واقفیت، ان کے طبقات اور درجات سے پوری آگاہی اور اسماء الرجال اور اصول حدیث کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی

تھی۔ تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے ندوۃ العلماء کے اہتمام کی ذمہ داری بھی بخوبی انجام دی، سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

حلیہ: نورانی چہرہ، میانہ قد، متناسب الاعضاء جسم، چہرہ انار کی طرح سرخ اور گلاب کی طرح شاداب، آنکھوں میں سرخ ڈورے اور شب بیداری کے آثار، نگاہیں جھکی ہوئیں، چال باوقار لیکن اس سے عزم واعتماد کا اظہار، پاؤں میں نرمی کا سادہ جوتا، پاجامہ شرعی ٹخنوں سے خاصا اونچا، یہ تھے مولانا حیدر حسن خاں ٹونکیؒ۔ ۳؍ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ کو آپ ندوہ سے ترک تعلق کرکے ٹونک تشریف لے گئے جہاں ۵؍جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی (سابق مفتی اعظم پاکستان) اور مولانا عبدالرشید نعمانیؒ جیسی عبقری شخصیات شامل ہیں۔

حضرت مولانا شاہ حلیم عطا سلونیؒ

(وفات ۱۳۷۵ھ)

حضرت مولانا شاہ حلیم عطا صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء قصبہ سلون ضلع رائے بریلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد شاہ مہدی عطا تھے۔ ۱۹۳۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد حدیث کے تشریف لائے اور مولانا حیدر حسن خان ٹونکیؒ کے تشریف لے جانے کے بعد صحیحین کا درس بھی آپ ہی سے متعلق ہوا۔ ان کا اصل ذوق مطالعہ اور کتابوں سے تمتع اور لطف اندوزی کا تھا لیکن ان کا قوی حافظہ، علمی استحضار، مطالعہ کی وسعت اور معلومات کی فراوانی طلباء کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا تھا، وہ بعض اوقات اتنے معلومات مہیا فرمادیتے تھے اور حوالوں کی اتنی کثرت ہوتی تھی کہ طلباء ان کو اخذ وہضم نہیں کر پاتے تھے، لیکن رفتہ رفتہ ان کا درس زیادہ مفید ہونے لگا اور طلباء بھی مطمئن ہوتے گئے۔ خاص طور پر متقدمین کی تصنیفات وتحقیقات کی قدر اور علوم دینیہ کے وسیع کتب خانہ کی شاہ کلید طلباء کو حاصل ہوگئی۔ حدیث ورجال اور تاریخ ان کا پسندیدہ موضوع تھا۔ ادب کا بھی بڑا صحیح مذاق رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ حلیم عطا کا انتقال ۲۰۔ صفر ۱۳۷۵ھ میں ہوا۔

ابوالمآثر مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ

(۱۹۰۰ء۔ ۱۹۹۲ء)

اُبوالمآثر محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی قدس سرہ جولائی ۱۹۰۰ء کو مئو ناتھ بھنجن ضلع مئو (اس وقت اعظم گڑھ کا حصہ تھا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صابر بن عنایت اللہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مریدین میں تھے اور نہایت ہی متقی اور پاکباز تھے۔ مولا حبیب الرحمٰن اعظمی کے بارے میں سابق شیخ ازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمودؒ فرماتے ہیں: پوری دنیا میں اگر کوئی 'محدث اعظم' لقب کے ہو تو یہ اس کے مستحق ہیں، مشہور مصری عالم دین شیخ محمود محمد شاکر نے فرمایا: ہو من اُعظم علماء العصر۔ آسمان علم کا یہ روشن ستارہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی عزیز الرحمان رحمۃ اللہ علیہم جیسے نادر روزگار اساتذہ سے اپنی علمی پیاس بجھا کر اکثر اوقات اپنے وطن میں ہی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہے۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے دو مرتبہ منصب محدث اور صدر مفتی کی پیشکش کرتے ہوئے صدر المدرسین حضرت مدنیؒ اور مہتمم قاری محمد طیب صاحبؒ ان کے گھر تشریف لے گئے، لیکن آب و ہوا کے ناموافق ہونے کی بنا پر معذرت کر دی۔

مشہور شامی عالم دین شیخ عبدالفتاح اُبوغدہ جیسی شخصیت بکثرت ان سے مراجعت کرتے تھے۔ حضرت مدنیؒ اور شیخ زکریاؒ کے زمانے میں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اکثر تلامذہ اعظم گڑھ سفر کر کے ان سے اجازت حدیث حاصل کرتے تھے۔ اسی لئے اس وقت برصغیر اور ہندوستان کے اکثر چوٹی کے علماء ان کے شاگرد ہیں، جیسے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مفتی ابوالقاسم نعمانی، شیخ ثانی مولانا عبدالحق اعظمی، دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا محمد سالم قاسمی، مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب جونپوریؒ دامت برکاتہم وغیرہ۔

نصرۃ الحدیث، رکعاتِ تراویح، اعیان الحجاج، دست کار اہل شرف، رہبرِ حجاج اور ایثارِ آخرت یہ سبھی رسائل 'رسائل اعظمی' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ "نصرۃ الحدیث" کے نام سے پہلے رسالے میں منکرین حدیث کا رد اور حدیث کی حجیت پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور یہ تحریر بنیادی طور پر عظیم بیگ چغتائی اور حق گو

نامی منکرین حدیث کے رد میں لکھی گئی ہے۔

دوسرا رسالہ تحقیق اہل حدیث کے نام سے ہے اور اس میں غیر مقلدین کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا نہایت علمی انداز میں رد کیا گیا ہے کہ وہ اصحاب حدیث یا اہل حدیث وغیرہ الفاظ اپنے اوپر چسپاں نہیں کر سکتے اور ان کے پس منظر اور تاریخ کی عمر زیادہ نہیں ہے۔

تیسرے رسالے کا موضوع "رکعات تراویح" ہے۔ یہ رسالہ بھی بنیادی طور پر غیر مقلدین کے خلاف لکھا گیا ہے اور اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ امت مسلمہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے برابر بیس رکعات تراویح پر عمل ہوتا رہا ہے۔ بیس رکعات والی مرفوع روایت کو ناقابل اعتبار ٹھہرانا اور آٹھ رکعتوں والی روایتوں کی تصحیح اور ان پر اعتماد کرنا اصول حدیث اور مسلمات کی رو سے قطعاً درست نہیں۔

چوتھے رسالے میں انساب و کفاءت پر گفتگو کی گئی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تفاضل انساب قابل اعتبار نہیں۔ اس رسالے میں تفاضل انساب کے حق میں لکھی گئی تحریروں کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ فکر و تحقیق کے اعتبار سے ان کی اصابت مشکوک ہے۔

پانچویں رسالے میں ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع میں نہایت مدلل اور تفصیلی گفتگو کی گئی ہے اور یہ رسالہ "الاعلام المرء فرعہ فی حکم الطلاقات مجموعہ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

بہرحال حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا نام علم و تحقیق کی علامت ہے اور انہیں علم حدیث میں خصوصی دسترس حاصل تھی، وقت کے اکابر نے ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے یہاں تک کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے رسالے "نصرۃ الحدیث" کے متعلق فرمایا ہے کہ "جس جس جگہ سے رسالہ پر نظر پڑی بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ میں ایسا جامع اور محقق نہیں لکھ سکتا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے ۱۹۹۲ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلویؒ

مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلویؒ شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء کے گنے چنے اساتذۂ کرام میں سے ایک خود تھے، آپ سندیلہ کے ایک بڑے زمیندار خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ قرآن کی تعلیم

مدرسہ فرقانیہ چوک سے حاصل ہوئی اور مکمل عربی تعلیم کی تکمیل دار العلوم ندوۃ العلماء سے ہوئی، مولانا ایک جامع اور پختہ کار انسان تھے، فقہ، حدیث، تفسیر قرآن فلسفہ، علم کلا غرض سارے ہی فنون پر کافی عبور حاصل تھا۔

آپ کی ندوۃ العلماء کی تدریسی خدمت لگ بھگ ۴۰ ر سال رہی، اس دوران آپ کے پاس دینیات کے مضامین کے ساتھ علوم اجتماعیہ کے بھی بعض مضامین تھے، اس کے علاوہ ترجمہ وتفسیر قرآن اور حدیث شریف کے بھی بعض اسباق تھے، کئی سال تک آپ نے بخاری شریف کا بھی درس دیا، آخر میں منصب اہتمام کی ذمہ داری ڈالی گئی، جس سے آپ نے ۱۹۶۹ء میں علیحدگی اختیار کرلی اور اس کے تقریباً دو سال کے بعد پاکستان تشریف لے گئے تھے اور وہیں مالک حقیقی سے جا ملے۔ مولانا تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی برابر قائم رکھتے تھے اور اس میں ان کا طرز تحقیقی تھا۔

حضرت مولانا ضیاء الحسن صاحب ندویؒ

حضرت مولانا ضیاء الحسنؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء کا تعلق علم ونواز ومردم خیز سرزمین اعظم گڑھ سے ہے، ابتدائی واعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے جہاں آپ نے شعبۂ تخصص فی الادب میں داخلہ لیا سند فراغت حاصل کی۔

آپ نے اس دانش کدۂ علم وعرفاں سے اساطین علم وادب اور اساتذۂ وقت سے استفادہ کیا، اور علمی گیرائی اور فنی دسترس حاصل کی۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد متعدد مدارس میں ایک مدت تک خدمات انجام دیتے رہے، یہاں تک کے ۱۹۷۵ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے اور شیخ الحدیث کے با وقار علمی منصب پر فائز ہوئے، آپ کا درس اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت کا بھی آئینہ دار ہوتا تھا، آپ کو حدیث اور متعلقات حدیث پر عبور حاصل تھا، جزئیات بہت مستحضر تھے، جزئی مسائل میں آپ توسع کے قائل تھے، دوران درس نقلی اور عقلی دلائل بھی فراہم کرتے تھے، درس میں حنفی طلباء کے علاوہ دیگر مکاتب فکر کے بھی طلباء ہوتے تھے، اس کے باوجود آپ کا درس تمام طلباء کے لئے یکساں مفید اور معلومات افزا ہوتا تھا، گویا کہ آپ کو طریقۂ تعلیم اور طریق تعلیم میں کمال حاصل تھا۔

حضرت مولانا ناصر علی ندویؒ

(ولادت: ۱۹۳۳ء)

دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث مولانا ناصر علی ندویؒ کی پیدائش ۱۹۳۳ء میں خرم نگر لکھنؤ میں ہوئی، آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی، اس کے بعد ثانوی تعلیم کے لئے دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا اور یکے بعد دیگرے مختلف درجات مکمل کرتے ہوئے ۱۹۶۳ء میں عالمیت کی سند لی۔ اس کے بعد دینیات سے اختصاص کیا اور ۱۹۶۵ء میں سند فراغت حاصل کی۔

ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد باقاعدہ طور پر یہیں کے استاذ مقرر ہوئے، پھر رفتہ رفتہ آپ کی صلاحیت پروان چڑھتی رہی یہاں تک کہ آپ کی علمی زندگی کا وہ مبارک اور سنہرا ورق پلٹا اور ۹۰۔۱۹۹۸ء میں ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث کی عظیم اور مبارک ترین مسند آپ کے حصہ میں آئی اور بڑے ہی اہتمام اور حسن وخوبی کے ساتھ یہ دینی خدمت انجام دی۔ حدیث اور متعلقات حدیث پر گہری نظر کے ساتھ اصل اور بنیادی مراجع سے پوری واقفیت رکھتے تھے اور درس میں نقلی دلائل کے ساتھ عقلی دلائل کا بھی پورا استعمال کرتے تھے، قوت استدلال کے ساتھ استنباط میں بھی ملکہ راسخہ حاصل تھا۔ دوران درس آپ کی تقریر مربوط اور مدلل ہوتی تھی، جابجا اہم مصادر اور شروحات کے حوالے بھی دیتے رہتے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

(وفات: ۱۹۹۷ء)

ان عبقری شخصیات کے علاوہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ بھی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی دعوت پر دار العلوم ندوۃ العلماء میں تدریسی خدمات انجام دیں اور چند سالوں تک مسلم شریف کا درس آپ سے متعلق رہا۔ آپ کے متعلق مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ فرماتے ہیں کہ: مولانا منظور نعمانیؒ کو اللہ تعالیٰ نے حمیت دینی کا جو جوہر عطا فرمایا تھا وہ کم لوگوں کو ملتا ہے“۔

’معارف الحدیث‘ آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ حضرت مولانا نعمانیؒ کی کتابوں کو جو حسن قبولیت

حاصل ہوئی اس میں حسن نیت کے ساتھ ان کے حسن بیان اور حسن انتخاب کو بھی دخل ہے وہ زمانہ کے تقاضوں سے باخبر تھے اور نسل نو کی ضروریات اور ان کی نفسیات سے آگاہ۔ چنانچہ ان کی تحریریں موثر بھی ہوئیں اور مقبول بھی، قبولیت عام حاصل کرنے والی کتابوں میں سات جلدوں میں ان کی کتاب معارف الحدیث اردو دینی لٹریچر میں ایک اہم اور بیش بہا اضافہ ہے جس کے لئے اردو دنیا مدتوں ان کی زیر بار اور ممنون احسان رہے گی۔

معارف الحدیث کی تاثیر ومقبولیت میں بڑا دخل شاید اس احترام واہتمام کو بھی ہے جس کا حضرت مولانا نعمانیؒ نے اس کی تصنیف کے وقت خاصہ التزام رکھا، تصنیف کے اس کام کو کرتے وقت تازہ وضو فرماتے، خوشبو لگاتے اور حالت روزہ میں ہوا کرتے، انہوں نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا جن کے متعلق حضرت تھانویؒ نے فرمایا تھا کہ ان کا وجود اسلام کی حقانیت کی ایک روشن دلیل ہے۔ اور ان کی جلالت علمی کی شہادت حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان الفاظ میں دی تھی کہ ”وہ صاحب تقویٰ اور پاک سیرت شیخ جس کی کوئی دوسری مثال لوگوں کی آنکھوں نے نہیں دیکھی اور خود اس نے بھی اپنی کوئی مثال نہیں دیکھی۔“ علوم دین کے بحر زخار سے حضرت مولانا نعمانیؒ سیراب ہوئے اور علم میں کمال اور رسوخ کا جو مقام ومرتبہ اللہ نے انہیں عطا فرمایا۔ اہل نظر اور صاحب دل ہی اس کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔

شروع سے ہی اکابرین سے حضرت مولانا نعمانیؒ نے اپنا تعلق استوار رکھا، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالشکور فاروقیؒ، حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت شاہ وصی اللہؒ جیسے اہل اللہ کی توجہ وعنایات انہیں حاصل رہیں۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے حضرت مولانا نعمانیؒ کی رفاقت مثالی رہی، محترم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے تعزیتی جلسہ میں اس کی شہادت دیتے ہوئے کہا کہ ”یہ دو مخلص رفیق تھے۔ ہمدم بھی اور ہم راز بھی اور فکری وذہنی اعتبار سے پوری طرح ہم آہنگ بھی۔ زندگی میں تمام یکسانیت کے باوجود دو سگے بھائیوں میں بھی سو فیصد اتفاق رائے نہیں ہوتا، لیکن یہاں اس سے کچھ زیادہ ہی تھا۔“ شخصیتوں کے علاوہ ملت کے مؤقر اداروں سے ان کی گہری وابستگی رہی۔ رابطہ عالم اسلامی، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے مراکز کی شوریٰ کے رکن رہے اور ان کی رائے نہایت قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی گئی۔

حضرت مولانا نعمانی عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ ۲۵/ مارچ کو فالج کے حملہ کے بعد سحر نرسنگ ہوم میں داخل کئے گئے، بیماری کی شدت دیکھ کر کھٹکا لگا ہوا تھا کہ یہ چراغ سحری نہ معلوم کب خموش ہو جائے۔ بالآخر وقت موعود آ گیا اور ۴/ مئی ۱۹۹۷ء کو جماعت عشاء کے وقت جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ دوسرے روز صبح دارالعلوم ندوۃ العلماء میں حضرت قاری صدیق صاحب باندوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور عیش باغ میں تدفین عمل میں آئی۔ (ماخوذ از: ملنے کے نہیں نایاب ہیں)

شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب اعظمیؒ

شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب اعظمیؒ ۱۳۸۱ھ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے، ۲/ سال حدیث شریف کی درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔

مولانا حفیظ اللہؒ

ایک نام مولانا حفیظ اللہ صاحبؒ کا بھی ہے۔ ۱۹۰۵ء میں آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے اور صدر مدرس مقرر ہوئے، نیز بخاری شریف کا درس آپ سے متعلق رہا۔

عبدالستار اعظمیؒ

انہیں محدثین ندوہ میں ایک شخصیت مولانا عبدالستار اعظمیؒ کی ہے جو ایک لمبے عرصے تک دارالعلوم میں بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیتے رہے۔ ۱۴۰۱ھ تک دارالعلوم میں سب سے بڑے استاذ کی حیثیت سے آپ کا قیام رہا۔

مولانا شہباز صاحب اصلاحیؒ

دارالعلوم کے اساتذۂ حدیث میں ایک قابل ذکر نام مولانا شہباز صاحب اصلاحیؒ کا بھی ہے، آپ نے دارالعلوم میں ایک لمبے عرصے تک حدیث کی خدمت انجام دی۔

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات:

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد جب انگریزوں کے ناپاک قدم ہندوستان کی سرزمین میں مضبوطی کے ساتھ جم گئے، تو علمائے مفکرین کو احساس ہوا کہ اب سیاسی زوال وانحطاط کے ساتھ مسلمانوں کے دین و مذہب اوران کی قومی زندگی کی بھی خیر نہیں ہے؛ کیونکہ تاریخ کی مسلسل شہادتوں کے مطابق جب کوئی قوم کسی ملک کو فتح کرتی اوراس ملک کے باشندوں پر سیاسی غلبہ واستیلاء پالیتی ہے، تو فاتح قوم کا اثر صرف مفتوح قوم کے جسموں تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ وہ اس کے قلوب اور دماغوں کو بھی تسخیر کرلیتی ہے۔ ہندوستان کے بیدار مغز مسلمان ارباب فکر وعلم نے اس خطرے کا احساس اُسی وقت کرلیا، اوراس خطرہ سے حفاظت کے لئے انھوں نے سب سے پہلے مسلمانوں کی تعلیم کی طرف توجہ کی، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، جامعہ قاسمیہ، مدرسہ شاہی مرادآباد اسی دینی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

گجرات کے مدارس میں اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل وسملک ہے۔ ۱۳۴۶ھ میں جامعہ میں ایک ایسا انقلاب آیا کہ تاریخ نے ماضی کا سینہ چاک کرکے اپنے پوشیدہ اوراق الٹ کررکھ دئے، سرزمین گجرات میں ایک مرتبہ پھر شیخ علی متقیؒ، علامہ محمد طاہر پٹنیؒ، علامہ وجیہ الدین گجراتیؒ اور مخدوم مہائمیؒ کے بابرکت اور علم پرور دور کی یاد تازہ ہوگئی، یعنی دنیائے اسلام کی مایۂ ناز درسگاہ، از ہر ہند، دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی ایک برگزیدہ جماعت ڈابھیل پہنچ گئی۔

دیوبند میں امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا وفورِ علم پورے شباب پر تھا، کہ بدقسمتی سے دارالعلوم میں ایک شورش برپا ہوئی اوراکابرِ دارالعلوم میں اختلاف پیدا ہوگیا، اختلاف کی تفصیل یہاں غیرضروری ہے، ہمارے اکابر کے اس اختلاف کو ان کے فضل، دیانت وصداقت اور ورع وتقویٰ کے پیش نظر دیانت دارانہ اختلاف رائے پر محمول کرنا چاہئے۔ شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس اختلاف کے رحمت بننے کا ذکر ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

''جس طرح ایک خاص موسم میں سمندر میں جوش وخروش اور ہیجان وتلاطم پیدا ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ، سمندر کے بخارات بادل کی شکل اختیار کر کے اسی وقت زمین کی شادابی اور سرسبزی کا سبب بنتے ہیں جب کہ زمین اپنی خشکی اور تشنگی کے سبب پانی کی سخت محتاج ہوتی ہے؛ لیکن جب سمندر میں گرمی پیدا ہوکر تموج اور تلاطم پیدا ہوتا ہے تو کچھ جزوی نقصانات بھی ہوجایا کرتے ہیں، جس سے بسا اوقات سمندر میں چلنے والے جہاز تک خطرہ میں پڑ جاتے ہیں؛ مگر جن لوگوں کی نظر حق تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ پر ہوتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اس نقصان میں بھی کوئی نفع کلی ضرور ہے، گو سمندر کا یہ تلاطم اور جوش کچھ لوگوں کو اضطراب وہلاکت میں ڈال دینے والا ہوتا ہے؛ مگر اسی سے مخلوق کے لیے زندگی کا کوئی عظیم الشان فائدہ اور سامان بھی مشیتِ الٰہی کے پیش نظر ہوتا ہے، بالکل اسی طرح دارالعلوم کے علمی سمندر میں بھی ایک طوفانِ جوش اور تلاطم اٹھا اور اس کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اس تموج وتلاطم سے کچھ نقصانات بھی پہنچے؛ مگر یہاں سے بخارات کے جو بادل اٹھے وہ ابرِ رحمت بن کر گجرات کی اُس دُور اُفتادہ سرزمین پر جا کر برسے جو علم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے بالکل محروم اور بے بہرہ تھی، علمائے دیوبند کے وہاں پہنچ جانے سے ڈابھیل میں جو عظیم الشان مدرسہ عالَمِ وجود میں آیا، اس کے علمی فیضان سے آج گجرات کا چپہ چپہ سیراب ہو رہا ہے، اور گجرات کا بدعت کدہ بحمد اللہ آج قرآن وسنت کی روشنی سے منور ہے''۔ (حاشیہ تاریخ دارالعلوم دیوبند ۱ر۷۳، ۲۷۲)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے شیخ الحدیث کی مسند جلیلہ کو ہند وبیرون ہند کی جن ہستیوں نے رونق بخشی بلا مبالغہ ان کے علم وعرفاں سے دنیا آج بھی مستفیض ہورہی ہے، صرف نام ہی نہیں ان کے علمی ودینی کارناموں کی شاندار تاریخ ہے، ان کی عظیم الشان خدمات سے تاریخ کے اوراق مزین ہیں، ذیل کے سطور میں ان حضرات کا ذکر کیا جارہا ہے۔ ان عبقری شخصیات میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ (۱۲۷۵ھ۔۱۳۴۷ھ) بھی شامل ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب ابن مولانا فضل الرحمن صاحب دیوبندی عثمانیؒ ۱۲۷۵ھ میں دیوبند میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ظفر الدین رکھا گیا۔ ابتدا سے فراغت تک کی تعلیم از ہر ہند دارالعلوم دیوبند میں ہی حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ میں انہوں نے فراغت حاصل کی۔ آپ کے مشہور اساتذہ کرام میں

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ، حضرت مولانا سید احمد دہلوی، حضرت شیخ الہندؒ اور عبدالعلیؒ شامل ہیں۔ فراغت کے بعد کچھ عرصے تک دارالعلوم میں معین المدرس رہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ نویسی کی خدمات بھی حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کی نگرانی میں دیتے رہے۔ ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اس کے ایک سال کے بعد آپ کو مفتی ومدرس مقرر کیا گیا۔ چالیس سال تک آپ نے دارالعلوم کے دارالافتاء کی خدمات جلیلہ انجام دیں۔ اس زمانے میں بے شمار ایسے مشکل فتاویٰ بھی لکھے جو نہ صرف فتویٰ بلکہ معرکۃ الآرا مہمات میں محاکمہ کی حیثیت رکھتے ہیں مگر صرف چند لفظوں میں ان کا جواب تحریر فرما دیتے تھے۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کے ایک اندازے کے مطابق حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کی تعداد ایک لاکھ اٹھارہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان کی یہ عظیم الشان دینی خدمت ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ حضرت مفتی صاحبؒ بھی مستعفی ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ذمہ داروں کے اصرار پر حضرت مفتی صاحبؒ وسط ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ میں ڈابھیل تشریف لے گئے اور بخاری شریف کا درس شروع کر دیا۔ اور صرف ڈیڑھ ماہ کی قلیل مدت میں حضرت شاہ صاحبؒ نے علالت کے سبب بخاری شریف کے جو ۱۴ر پارے چھوڑ دیے تھے انہیں ختم کرا دیے۔ جمادی الثانی کے اوائل میں آپ دیوبند تشریف لائے اور راستے میں طبیعت علیل ہو گئی۔ دیوبند پہنچنے پر علاج شروع ہوا مگر افاقہ نہ ہو سکا۔ وقت موعود آ چکا تھا، بالآخر ۱۷ر جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ کی شب داعی اجل کو لبیک کہا اور مزار قاسمی میں سپرد خاک کیے گئے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات کے دیگر شیخ الحدیث میں **حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب امروہیؒ** (۱۲۷۷ھ-۱۳۶۷ھ) استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ امروہہ نے بھی یہاں صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن ابی داود، سنن النسائی وغیرہ کتابوں کا درس دیا۔ آپ کی تفصیلی حالات زندگی کیلئے تذکرۂ علمائے امروہہ از قلم: مصباح احمد صدیقی، تاریخ دارالعلوم دیوبند از: مولانا سید محبوب رضوی، ذکر صالحین جلد اول، مرتب: مولانا مرغوب احمد لاجپوری سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

شیخ الحدیث **حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوریؒ** (۱۳۲۶ھ-۱۳۹۷ھ) بانی و شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار صاحب

اعظمیؒ (۱۹۰۷ء۔۱۹۸۹ء) شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفراحمد عثمانی تھانویؒ (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۴ء) صاحب اعلاء السنن وصدر مدرس مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ (۱۳۱۸ھ۔۱۹۸۳ء۔)

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور و وزیر معارف ریاست قلات، **حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلویؒ** (۱۳۴۳ھ۔۱۳۶۴ھ) شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اشرفیہ لاہور، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب پشاوریؒ (۱۳۳۰ھ۔۱۴۲۳ھ) شیخ الحدیث جامعہ اکوڑہ خشک، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی لکھنویؒ (وفات:۱۹۶۹ء) ناظم جمعیت علمائے ہند ومدارس مدرسۂ عالیہ کلکتہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ (۱۳۱۹ھ۔۱۴۰۴ھ) شیخ الحدیث مفتاح العلوم مئو، اعظم گڈھ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری (ولادت:۱۹۴۶ء) سابق صدر مفتی وحال سرپرست دارالافتاء وشیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل، شیخ الحدیث حضرت مولانا واجد حسین صاحب دیوبندیؒ (۱۳۵۲ھ۔۱۴۳۵ھ) مدرس حدیث مفتاح العلوم جلال آباد، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اکرام علی صاحب بھاگلپوریؒ (۱۳۵۵ھ۔۱۴۰۴ھ) شیخ الحدیث مفتاح العلوم مئو، اعظم گڑھ جیسے جید علماء کرام و محدثین عظام شامل ہیں۔

مولانا سلیم اللہ خانؒ پاکستان

(1926-2017ء)

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کا آبائی تعلق پاکستان کے آزاد قبایلی علاقے خیبر ایجنسی سے ہے۔ آپ 25 دسمبر 1926ء کو ہندوستان کے ضلع مظفرنگر کے مشہور قصبہ حسن پور لوہاری کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق آفریدی پٹھانوں کے ایک خاندان ملک دین خیل سے ہے۔ حسن پور لوہاری ہمیشہ اکابرین کا مسکن ومرجع رہا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے شیخ میاں جی نور محمد صاحبؒ ساری زندگی اسی گاؤں میں سکونت پزیر رہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت حکیم الامتؒ کے مشہور خلیفہ مولانا مسیح اللہ خان صاحب کے مدرسہ مفتاح

العلوم میں حاصل کی۔ حضرت شیخ الحدیث سلیم اللہ خانؒ کا حافظہ انتہائی تیز تھا۔ صرف 27 دن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں ایک مرتبہ سالانہ تعطیلات میں گھر آئے۔ رمضان کے دن تھے۔ گاؤں کی مسجد میں قرآن سنانے والا کوئی حافظ نہ تھا، چنانچہ روزانہ سوا پارہ یاد کرتے اور تراویح میں سنا دیتے۔ یوں چند دن میں قرآن حفظ ہو گیا۔ 1942ء میں آپ اپنے تعلیمی سلسلے کی تکمیل کے لیے ازہر ہند، دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، جہاں آپ نے فقہ، حدیث وتفسیر ودیگر علوم وفنون کی تکمیل کی اور 1947ء میں آپ نے امتیازی نمبرات کے ساتھ سند فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے علاقے میں موجود اپنے استاد ومربی حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، خلیفہ خاص حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیر نگرانی مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد میں تدریسی وتنظیمی امور انجام دینے شروع کیے۔ آٹھ سال تک شب وروز کی انتہائی مخلصانہ محنت کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ مدرسہ حیرت انگیز طور پر ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا اور مدرسہ کے طلبا کا تعلیمی اور اخلاقی معیار اس درجہ بلند ہوا کہ دارالعلوم دیوبند اور دیگر بڑے تعلیمی اداروں میں یہاں کے طلبا کی خاص پذیرائی ہونے لگی۔ مدرسہ مفتاح العلوم میں آٹھ سال کی شبانہ روز محنتوں کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ پاکستان کی مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سندھ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لیے پاکستان تشریف لے آئے۔ تین سال یہاں پر کام کرنے کے بعد آپ ملک کے معروف دینی ادارے دارالعلوم کراچی میں تشریف لائے اور پھر مسلسل دس سال دارالعلوم کراچی میں حدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ، ریاضی، فلسفہ اور ادب عربی کی تدریس میں مشغول رہے، اسی دوران آپ ایک سال حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تدریس کے ساتھ ساتھ فارغ اوقات میں مختلف اسباق پڑھانے کے لیے تشریف لاتے رہے۔ قدرت نے آپ کی فطرت میں عجیب دینی جذبہ ودیعت فرمایا تھا جس کے باعث آپ شب وروز کی مسلسل اور کامیاب خدمات کے باوجود مطمئن نہیں تھے اور علمی میدان میں ایک نئی دینی درس گاہ (جو موجودہ عصری تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہو) کی تاسیس کو ضروری خیال فرماتے تھے۔ چناں چہ 23 جنوری 1967ء مطابق شوال 1387ھ میں آپ نے جامعہ فاروقیہ کراچی کی بنیاد رکھی۔ آپ کی یہ مخلصانہ کوشش اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اتنی قبول ہوئی کہ تاسیس جامعہ

کے بعد سے لے کر اب تک (سن 2007ء) کے مختصر عرصہ میں جامعہ نے تعلیمی وتعمیری میدان میں جو ترقی ہے وہ ہر خاص وعام کے لیے باعث حیرت ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کی تعلیمی خدمات کو سراہتے ہوئے 1980ء میں آپ کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا آپ نے وفاق کی افادیت اور مدارس عربیہ کی تنظیم وترقی اور معیار تعلیم کے بلندی کے لیے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ وفاق کی تاریخ میں ایک قابل ذکر روشن باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ نے وفاق المدارس العربیہ کے لیے جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ درج ذیل ہیں:

آپ نے وفاق کے طریقہ امتحانات کو بہتر شکل دی، بہت سی بے قاعدگیاں پہلے ان امتحانات میں ہوا کرتی تھیں انہیں ختم کیا۔ پہلے وفاق میں صرف ایک امتحان دورہ حدیث کا ہوا کرتا تھا۔ آپ نے وفاق میں دورہ حدیث کے علاوہ سادسہ (عالیہ)، رابعہ، ثالثہ (ثانویہ خاصہ) ثانیہ (ثانویہ عامہ)، متوسطہ، دراسات دینیہ اور درجات تحفیظ القرآن الکریم کے امتحانات کو لازمی قرار دیا۔ نئے درجات کے امتحانات کے علاوہ آپ نے ان تمام مذکورہ درجات کے لیے نئی دیدہ زیب عالمی معیار کی سندیں جاری کروائیں۔ وزارت تعلیم اسلام آباد سے طویل مذاکرات کیے جن کے نتیجے میں بغیر کسی مزید امتحان میں شرکت کیے وفاق کی اسناد کو بالترتیب ایم اے، بی اے، انٹر، میٹرک، مڈل اور پرائمری کے مساوی قرار دیا گیا۔ فضلائے قدیم جو وفاق کی اسناد کے معادلے کے نتیجے میں حاصل ہونے والے فوائد سے محروم تھے ان کے لیے خصوصی امتحانات کا اہتمام کرایا تا کہ انہیں بھی وفاق کی سندیں فراہم کی جاسکیں۔ وفاق سے ملحق مدارس میں پہلے سے موجود قلیل تعداد کو جو چند سو پر مشتمل تھی اور جس میں ملک کے بہت سے قابل ذکر مدارس شامل نہیں تھے اپنی صلاحیتوں سے قابل تعریف تعداد تک پہنچایا۔ 2007ء میں یہ تعداد پندرہ ہزار مدارس وجامعات پر مشتمل ہے، جس کی بناپر اب وفاق المدارس العربیہ کو پاکستان کی واحد نمائندہ تنظیم قرار دیا گیا ہے۔ مدارس عربیہ میں موجود نظام کو بہتر کرنے کے لیے آپ نے نصاب درس اصلاحی کی مہم شروع کی چناں چہ اب پورے پاکستان میں یکساں نصاب پورے اہتمام سے پڑھایا جارہا ہے۔ جبکہ پہلے صورت حال نہایت ابتر تھی اور تقریباً ہر مدرسہ کا اپنا الگ الگ نصاب ہوا کرتا تھا۔ وفاق کے مالیاتی نظام کو بھی آپ نے بہتر کیا جب کہ پہلے کوئی مدرسہ اپنی فیس یا دیگر واجبات ادا کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کرتا تھا۔ اب آپ کی مسلسل توجہ کے نتیجے میں وفاق ایک

مستحکم ادارہ بن چکا ہے۔ آپ نے وفاق کے مرکزی دفاتر کی طرف بھی توجہ فرمائی اور اس کے لیے بہتر مستقل عمارت کا انتظام کرایا جب کہ اس معاملے میں پہلے عارضی بندوبست اختیار کیا جاتا تھا۔ آپ کی انہی گراں قدر خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو 1989 میں وفاق کا صدر منتخب کرلیا گیا۔

آپ کی تدریسی تاریخ تقریباً نصف صدی پر محیط ہے، بے شمار لوگ آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے ہیں، قدرت نے آپ کو فصاحت وبلاغت کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے، مشکل بحث کو مختصر اور واضح پیرائے میں بیان کرنا آپ ہی کی خصوصیت ہے۔ 49 سال تک جامعہ فاروقیہ میں شیخ الحدیث کے اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ کم وبیش 55 سال تک بخاری شریف پڑھاتے رہے۔ ضعیف العمری اور علالت کے باوجود آخر تک بخاری شریف کا سبق پڑھایا۔ آپ کے صحیح البخاری کے دروس کشف الباری اور مشکوٰۃ المصابیح کے لیے آپ کی تقاریر نفحات التنقیح کے نام سے شائع ہوکر علماء وطلبا میں مقبولیت حاصل کرچکی ہیں، اب تک (سن 2007) کشف الباری کی 12 جلدیں اور نفحات التنقیح کی تین جلدیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں جب کہ بقیہ جلدوں پر کام جاری ہے۔ سات دھائیوں کی مسلسل محنت، ستر سالہ مسند آرائی، چار دھائیوں کی شاندار قیادت، نوے سالہ عمیق روشنی رخصت ہوگئی۔ پون صدی تک علم وعرفان، اتفاق واتحاد، دعوت وتبلیغ اور اشاعتِ دین کا کام کرتے ہوئے گزشتہ کل 15 جنوری 2017ء کو مختصر سی علالت کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

میرے استاد اور میرے شیخ

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ

علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شارح، پیکر کتاب وسنت، عالم اسلام کے داعی، امام المحدثین، شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ کے علمی جانشین، عالم انسانی کے مبلغ، امیر المومنین فی الحدیث، محمد بن اسماعیل البخاری کی جامع صحیح بخاری کے عملی ترجمان اور دنیا کے مقبول ترین استاذ ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری نور اللہ مرقدہ کی رحلت علمی دنیا کیلئے ایک عظیم خسارہ اور میرے لئے سوہان روح ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخدوم استاذ گرامی کا انتقال ایک عظیم دینی وملی خسارہ اور ایک باکمال مربی کا خاتمہ ہے، مخدوم گرامی کا درس بخاری ومسلم شریف پوری دنیا میں یکتائے روزگار اور لاثانی تھا، حدیث پر کلام اور اسماالرجال پر بحث کی مثال اقصائے عالم میں بے نظیر تھی، جب آپ پڑھاتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اپنے سینے سے علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو شاگردوں کے سینے میں منتقل فرمارہے ہیں، آپ نے چھ دہائی تک سہارنپور میں علم حدیث کی گتھیاں سلجھائی ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ علیہ کے حقیقی علمی جانشیں ہونے کا بین ثبوت پیش فرمایا ہے۔ شاید ایسے ہی عظیم شاگرد اور یکتائے روزگار محدث کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انساں نکلتے ہیں

حضرت شیخ کا وطن اصلی جونپور تھا، وہیں آپ کی پیدائش 25 رجب المرجب 1355 ہجری مطابق 2/اکتوبر 1937 میں ہوئی، جب آپ کی عمر پانچ سال دس ماہ کی ہوئی تو والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ابتدائی تعلیم آپ نے گاؤں کے مکتب میں حاصل کی اور 13 سال کی عمر میں آپ عربی تعلیم کے حصول کیلئے ضلع جونپور میں واقع مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں داخل ہوئے، فارسی سے لیکر نور الانوار تک تعلیم آپ نے یہاں حاصل کی، مانی کلاں میں دوران تعلیم وہاں کے استاذ محترم مولانا محمد ضیاء مرحوم نے آپ کی خصوصی تعلیم وتربیت کی اور انہیں کے مشورہ سے 1377 ہجری مطابق 1958 عیسوی میں ہندوستان کی عظیم علمی درس گاہ جامعہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے، حضرت شیخ مولانا ضیاء کا تذکرہ بخاری کے سبق میں بارہا فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے میں نے انہیں کی وجہ سے تعلیم حاصل کی ہے، وہ میرے عظیم محسن ہیں۔ 1380 ہجری مطابق 1961 میں آپ نے یہاں سے فراغت حاصل کی، اگلے سال یہیں معین مدرس کی حیثیت سے آپ کی بحالی ہوگئی اور پھر یہیں آخری دم تک درس وتدریس میں مصروف رہے، آٹھ سالوں بعد 1388 میں استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی کے انتقال پر ملال کے بعد آپ شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور بلا انقطاع تقریبا پچاس سالوں تک آپ نے بخاری شریف کا درس دیا۔

مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، فقیہ

الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ ناظم جامعہ مظاہر علوم، حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ آپ کے کبار اساتذہ تھے اور ان سے خاص قلبی لگاؤ رکھتے تھے، آپ کے رفقاء میں حضرت مولانا اطہر حسین صاحب ابن مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سعید اجراڑوی، حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب رائپوری سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم اور حضرت مولانا محمد اللہ ابن حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم، حضرت مولانا عبدالحفیظ عبدالحق مکی مکہ مکرمہ، حضرت مولانا اسماعیل بدات مقیم مدینہ منورہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی خلیفہ ومجاز حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت مولانا عبد الرحیم متالا رحمہم اللہ، حضرت مولانا حبیب اللہ مدنی مسجد نبوی شریف، شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا مدظلہ العالی دار العلوم بری انگلینڈ، کے اسماء گرامی سرفہرست ہیں جن سے آپ خصوصی تعلق رکھتے تھے اور موقع بہ موقع ان کے بارے میں اظہار خیال بھی فرماتے تھے۔

حضرت اقدس اپنے اسلاف کی عظیم یادگار، بخاری شریف کے بے مثال شارح اور عصر حاضر کے امیر المومنین فی الحدیث تھے، آپ کی ذات سراپا مربی ومحسن کی تھی، زہد وتقوی کے امام تھے، آپ کی حیثیت عظیم نورانی وروحانی پیشوا کی تھی، آج پوری دنیا میں آپ کے پھیلے ہوئے لاکھوں شاگرد، مرید ومتوسلین، عقیدت مند، مدارس ومساجد اور خانقاہوں کے ذمہ داران شدید صدمے سے دوچار ہیں، خود کو یتیم محسوس کر رہے ہیں اور ایسا لگ رہا ہے کہ ان سے بہت بڑی قیمتی شی گم ہوگئی ہے۔

رنج وغم کی اس اندوہناک گھڑی میں استاذ گرامی گرامی قدر حضرت اقدس مولانا محمد عاقل صاحب مظاہری محدث وصدر المدرسین جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، استاذ گرامی قدر حضرت اقدس مولانا محمد سلمان مظاہری دامت برکاتہم ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، خلف الرشید حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ کاندھلوی جانشیں شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور حضرت شیخ زکریا کے علوم ومعارف کے امین وپاسبان، مخدوم گرامی حضرت اقدس مولانا سید محمد شاہد الحسنی سہارنپوری امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے اظہار تعزیت کرتے ہیں، اس غم میں ہم برابر کے شریک ہیں اور حضرت الاستاذ کی بلندی درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

17 شوال مطابق 11 جولائی کو میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے سفر پر تھا، وہاں مرشد الامت مدبر

اسلام حضرت اقدس مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم العالیہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنو وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، عالم ربانی حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن الاعظمی حفظہ اللہ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے ملاقات میں مصروف تھا اسی دوران برادر گرامی قدر مولانا عبد اللہ مخدومی ندوی اور مولانا جمیل احمد مظاہری نے انتہائی افسردگی کے عالم میں یہ اندوہناک خبر سنائی کہ شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ہے، یہ خبر سنتے ہی میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، حضرت کی شاگردی کے ایام یاد آگئے، ان کی محبت وشفقت کا منظر میری نگاہوں کے سامنے آگیا اور ماضی کے دریچوں میں کھو گیا۔

فوراً میں نے حضرت اقدس مولانا سید محمد شاہد الحسینی صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی کو فون کیا تو موبائل ان کا گجراتی بول رہا تھا، بڑی جدوجہد کے بعد مولانا سے رابطہ ہوا تو مولانا نے بتایا کہ آپ کو جو خبر ملی ہے وہ صحیح ہے، میں احمد آباد سے تقریباً تین سو کیلو میٹر دور ہوں، کل صبح سات بجے دہلی ہوتے ہوئے سہارنپور پہونچ رہا ہوں، پھر اس کے بعد سہارنپور میں اخی الکریم مفتی محمد صالح مظاہری استاذ مظاہر علوم اور عزیزی مولانا محمد یاسر مظاہری معتمد مرکز الشیخ لتحفیظ القرآن الکریم سہارنپور سے بھی رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں موجود لوگوں کی بھیڑ میرے ربط کے درمیان حائل ہوگئی، پھر میں نے تجہیز وتکفین کا وقت معلوم کرنے کیلئے مخدوم گرامی قدر حضرت الاستاذ مولانا محمد سلمان مظاہری عمت فیوضہم ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے فون پر رابطہ کیا تو ان سے بات چیت ہوئی اور جنازہ کا وقت معلوم ہوا کہ شام چھ بجے نماز جنازہ ہوگی، چناں چہ میں نے فوراً لکھنوء سے دہلی کیلئے انڈیگو فلائٹ کا ٹکٹ بک کیا، پرواز کا وقت (10:40 دس چالیس) کا تھا، ڈھائی گھنٹہ قبل ندوہ سے نکل گیا، لیکن سوئے اتفاق راستے میں شدید اژدحام تھا، عالمی یوم آبادی کی مناسبت سے نکلنے والی ریلی نے پورا راستہ بند کر رکھا تھا، اس ریلی میں اتر پردیش کے وزیر اعلی یوگی آدتیہ ناتھ کو بھی شرکت کرنی تھی جس کی وجہ سے ٹریفک کی صورت حال اور زیادہ خراب تھی چناں چہ ریلی کی وجہ سے میں بروقت ایئر پورٹ نہیں پہونچ سکا اور یوں یہ فلائٹ چھوٹ گئی، تاہم اللہ تعالی کے فضل سے میں نے ہمت نہیں ہاری اور مختلف ایئر لائنز کی آفس کا چکر لگانے لگا اسی دوران میرے بیٹے عزیزم حافظ ظفر اقبال مدنی سلمہ کا فون آیا کہ ابھی ڈیڑھ بجے کی ایک فلائٹ ہے ابو آپ اس سے نکل جائیں، ہم نے اپنے ٹریول ایجنٹ سولوشن

پوائنٹ کے چیرمین بھائی آفتاب عالم کو بتایا کہ ڈیرھ بجے ایک فلائٹ ہے اس سے فوری ایک ٹکٹ بک کرلیں۔ اس طرح گوایئر کی فلائٹ سے میں دہلی کیلئے روانہ ہوگیا، 2:15 پر اسے دہلی پہونچنا تھا لیکن سوئے اتفاق موسلہ دھار بارش اور شدید طوفان کی وجہ سے یہ فلائٹ بھی ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئی اور میری زباں پر اچانک یہ شعر آگیا کہ

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بہر حال ساڑھے تین بجے دہلی ایئرپورٹ پر فلائٹ لینڈ ہوئی، باہر نکلتے نکلتے چار بج گئے اور وہیں سے فوراً سہارنپور کیلئے روانہ ہوگیا، اس موقع پر اپنے دوست محترم جناب قاری محمود الحسن صاحب زید مجدہ مہتمم مدرسہ تجوید القرآن آزاد مارکیٹ دہلی کا تذکرہ ضروری ہے جنہوں نے اپنی گاڑی ایئرپورٹ پر بھیج دی اور یوں جلد سہارنپور پہونچنے میں ان کی اعانت خاص طور پر شامل حال رہی، اس سفر میں میرے ساتھ برادر گرامی مولانا یوسف انور قاسمی، مولانا شمس تبریز قاسمی اور حافظ محمد اکبر علی بھی شریک تھے جن کے ساتھ ہم ایئرپورٹ سے براہ راست براہ پانی پت، کرنال، یمنانگر ہوتے سہارنپور کیلئے روانہ ہوگئے، وہاں پہونچنے کے بعد مرکز الشیخ زکریا لتحفیظ القرآن الکریم سہارنپور میں نماز ادا کی اور اس کے بعد حاجی شاہ کمال قبرستان پہونچ کر نماز جنازہ پڑھی، بھیڑ کا یہ عالم تھا کہ ساڑھے دس بجے مٹی دینے کا موقع ملا۔

حضرت شیخ کی نماز جنازہ 11 جولائی کی شام کو ساڑھ چھ بجے مولانا محمد طلحہ صاحب نے پڑھائی اور شاہ کمال قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، محتاط اندازہ اور میڈیا رپوٹس کے مطابق نماز جنازہ میں 10 لاکھ سے زائد فرزندان توحید کا مجمع تھا۔

اس دوران دنیا کے مختلف ممالک میں موجود میرے دوستوں، بہی خواہوں، حضرت شیخ کے شاگردوں اور عقیدت مندوں نے اس خبر کے ملتے ہی فون کر کے صورت حال سے آگاہی حاصل کی، اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا، مسجد نبوی شریف سے مخدوم ومکرم حضرت مولانا حکیم محمد عثمان مدنی مدظلہ العالی نے بھی فون کر کے اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے وہاں اپنے دوست واحباب کو جمع کر کے ایصال ثواب کی مجلس منعقد کی، پناما، سینٹرل امریکہ سے محترم حاجی ادریس بھائی تالیہ، بریڈفورٹ انگلینڈ کی

مسجد قبا کے صدر حافظ احمد پٹیل وغیرہم نے بھی فون کر کے اپنے قلبی لگاؤ کا اظہار کیا اور حضرت کی وفات کو ملت اسلامیہ کیلئے شدید نقصان بتایا اور بقول شاعر:

رفتہ رفتہ اٹھ رہی ہیں ہستیاں بے نظیر
دل کا شاد بڑھتا جارہاہے پیہم اضطراب

واپسی پر مادر علمی جامعہ مظاہر علوم پہونچا جہاں سناٹا اور اداسی تھی، درودیوار غمزدہ تھے، پورا شہر خاموش اور سوگ میں ڈوبا ہوا نظر آرہا تھا، پھر میں نے حضرت الاستاذ مولانا محمد سلمان مظاہری زیدہ مجدہ ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا اور تعزیت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، اس کے بعد مفتی محمد صالح اور مولانا محمد یاسر، گرامی قدر بھائی محمد راشد سہارنپوری کے ہمراہ ان کے گھر گیا جہاں ہمارے تمام رفقاء کی خدمت میں انہوں نے ماحضر پیش کیا۔ فجزاکم اللہ خیرو خیرا کثیرا۔

سہارنپور میں بھیڑ تھی، ہر طرف ہجوم تھا، افراتفری کا عالم تھا اس لئے میں مخدوم گرامی مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری سے رخصت ہونے کی اجازت لیکر دیوبند کیلئے روانہ ہوگیا، راستے میں گرامی قدر حضرت اقدس مولانا محمد سفیان قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند وقف سے فون پر بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ آپ کہیں اور جانے کے بجائے آستانہ قاسمی پر تشریف لائیں، یہ آپ کا اپنا گھر ہے یہیں آپ کا قیام رہے گا، الحمدللہ بندہ نے اپنے تمام رفقاء کے ساتھ یہیں شب گزارا۔ صبح ناشتے کے بعد مخدوم گرامی، ہندوستان میں سرمایہ ملت کے پاسبان، حضرت اقدس مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم جانشین شیخ العرب والعجم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ملاقات اور شرف نیاز حاصل ہوا، تقریباً تین ماہ کے بعد حضرت سے ملاقات ہوئی تھی، حضرت نے ڈھیر ساری دعائیں دی، نیک خواہشات سے نوازا اور وعدہ کرایا کہ اب کب آئیں گے، میں نے کہا کہ رواں ماہ کے اخیر میں پھر حاضری ہوگی انشاء اللہ تعالی۔ بعدہ استاذ گرامی قدر حضرت مولانا محمد اسلم قاسمیؒ ناظم تعلیمات دارالعلوم وقف دیوبند (افسوس کے حضرت الاستاذؒ بھی اب ہمارے درمیان نہیں رہے، 13 نومبر 2017ء کو داغ مفارقت دے گئے اور اپنی جدائی کے غم سے دنیا کو مغموم کر گئے) سے ملاقات اور عیادت کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت کے شدید علیل ہونے کے باعث ملاقات کی کوئی شکل نہیں نکل سکی۔

ادھر حضرت شیخ کے انتقال کی خبر ملنے کے فورا بعد جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ سپول بہار میں تعزیتی پروگرام اور ایصال ثواب کی مجلس منعقد ہوئی جس میں اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی جن میں مولانا مفتی محمد انصار قاسمی، مولانا حمید الدین مظاہری، مفتی عقیل مظاہری، مفتی نبی حسن مظاہری، مولانا عقیل قاسمی، مولانا فیاض قاسمی، قاری شمشیر عالم جامعی، مظفر حسین رحمانی، مظہر حسین رحمانی کے علاوہ دیگر اساتذہ اور بہی خواہان ملت نے اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے حضرت کیلئے بلندی درجات کی دعا کا اہتمام کیا۔

حضرت اقدس عصر حاضر کے محدث کبیر، امیر المومنین فی الحدیث اور علمی دنیا کے ایک عظیم سرمایہ تھے، وہ اسلاف کی یادگار اور بزرگان دین کی شان تھے، ان کے وجود سے صرف مظاہر علوم نہیں بلکہ پورے علم حدیث کی دنیا میں چہل پہل اور رونق سی تھی، آپ سے سند حدیث لینے کیلئے دنیا بھر کے معروف علماء اور محدثین تشریف لاتے تھے، آپ کی وفات سے ایک عظیم خلا پیدا ہوا ہے، مظاہر علوم نے ایک باکمال محدث کھودیا ہے۔ بارگاہ ایزدی میں ہم دعاء گو ہیں کہ پروردگار عالم حضرت الاستاذ کی قبر کو نور سے منور فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، آپ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت ملے، آپ کا فیض پوری کائنات اور اقصائے عالم میں جابجا اور کوہ بکو باقی رکھے۔

غزالاں! تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مر گیا آخر تو ویرانے پہ کیا گزری

* * *

”ایک گرامی نامہ میں لکھا: ”جہاں تک ہو سکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں“۔

تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا: ”ایک بات کا خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہو سکیں، تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو، اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو، میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے ہیں“۔

اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی: ”کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نا اہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے“۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً یہ خیال ہو کہ ہم تو بہت گندے ہیں، نہ معلوم کتنے عیوب ہیں، اس لئے عقلاً برا نہ مانے، واللہ اعلم۔“

...اور جب ہم نے سفر آغاز کیا

ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی
(مدیر)

یقینا وہ شام بہت تاریخی اور اہمیت کی حامل تھی جس میں مشفق محترم امین ملت مفتی محفوظ الرحمن عثمانی مدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی نے یہ حکم صادر فرمایا کہ عزیزم محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم کی حیات وخدمات پر ایک اہم دستاویز کی اشاعت وقت کا اہم تقاضا ہے اور یہ ہم جیسے ناکارہ شاگرد پر ان کا حق بھی ہے، لہذا تم اس دستاویز کی تیاری شروع کر دو۔ پھر انہوں نے ہی ایک خط تیار کرایا اور آنا فانا میں ہند وبیرون ہند کے علماء کرام، دانشوران، حضرت شیخؒ کے شاگرد و فیض یافتگان اور اصحاب قلم ودانش کی خدمت میں اس عریضہ کو ارسال کر دیا۔

میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں کہ اب تک حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ادارت میں معارف قاسم کے کئی خصوصی شمارے منظر عام پر آچکے ہیں جن کی ملکی اور عالمی سطح پر علمی ودینی شخصیات نے خوب پذیرائی فرمائی ہے۔ اس سفر میں تقریبا ۱۰ سالوں سے میں ان کے ساتھ ہوں، اس لیے اپنے مشاہدے کی بنیاد پر میں نے محسوس کیا ہے کہ اس بار جس عقیدت وجذبات کا اظہار قلم کار حضرات نے فرمایا ہے اور جس دلچسپی سے انہوں نے مضمون لکھا ہے، اس سے قبل نہیں دیکھا۔

قارئین کرام جب اس شمارہ کا مطالعہ کریں گے تو میرے اس خیال کی بھرپور تائید کریں گے اور متعدد ایسی عظیم علمی ودینی شخصیات کے مضامین وتاثرات سے بیک وقت مستفیض ہوں گے جن کا ایک جگہ پر اجتماع

خوش نصیبی تصور کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی، حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری، حضرت مولانا محمد سفیان قاسمی، حضرت مولانا الیاس گھمن، حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی، حضرت مولانا مفتی ناصر الدین مظاہری، حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی، حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری وغیرہم کے تحقیقی اور گراں قدر مضامین وتاثرات میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی حیات و خدمات کے تعلق سے جو انکشافات کئے ہیں اور اصحاب قلم نے جس انداز میں مختلف پہلوؤں پر بامعنیٰ اور بامقصد خالص علمی بحثیں کی ہیں وہ بلاشبہ غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں۔ طبقات علماء اور تحقیقات کے طالب علموں کے لئے معارف قاسم کا یہ شمارہ نہ صرف انتہائی مفید ثابت ہوگا بلکہ اسے حوالوں کے طور پر بڑے فخر سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان شاء اللہ

تاہم یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی جو بے نظیر علمی خدمات ہیں ان سب کا یہاں پر احاطہ کرلیا گیا ہے اور اس کے بعد مزید تحقیقات وریسرچ کے دروازے بند ہوگئے ہیں۔ بلکہ سچائی یہ ہے کہ ہماری یہ کوشش ایک اچھی شروعات ہے اور اس سے ایک ایسی مضبوط بنیاد پڑ گئی ہے جس پر اہل علم و دانش اور حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے عقیدت ومحبت رکھنے والے 'علم وتحقیق' کا تاج محل تعمیر کرسکتے ہیں۔ اس موقع پر سب سے پہلے رب کائنات کا شکر گزار ہوں کہ جس کی توفیق سے یہ عظیم کام تکمیل کو پہنچا۔ اگر مرضی رب شامل حال نہیں ہوتا تو ہم ہرگز اس کے اہل نہیں تھے محض رب کائنات کے فضل واحسان سے ہمارا یہ علمی سفر اختتام پذیر ہوا۔ آخر میں ہم اپنے سبھی اصحاب قلم اور احباب کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس شمارہ کی تیاری میں اپنا تعاون پیش کیا۔ جزاکم اللہ

راہ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے باب سخن

* * *

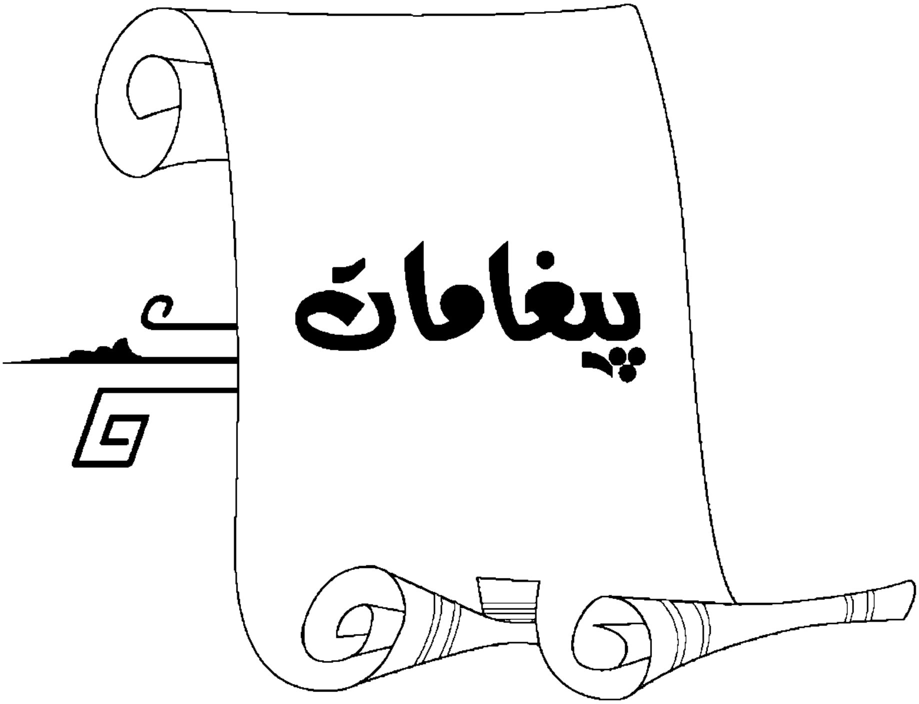

پیغامات

” میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہو گیا اور پھر منہ سے خون آ گیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہو جاؤں، لیکن میں نے انکار کر دیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ: ”جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا“، میں نے عرض کیا جواب تک یاد ہے، کہ: ”حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا“ حضرت نے فرمایا کہ: ”بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟“ میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: ”حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا“ اس پر حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ”پھر پڑا رہ“۔ “

NADWATUL ULAMA
P.O. Box : 93
Lucknow-226007 (India)
Tel.: +91-522-2740151, Fax : 2741231

إدارة شؤون التعريف و التصديق
ندوة العلماء
ص.ب. ۹۳. لکناؤ (الهند)

Date :

التاریخ :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

مدبر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، وبعد!

اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی سرزمین سے رشد وہدایت کا کام جس طرح اہل قلوب سے لیا کہ ان کے سوز وگداز، ایمانی حرارت، آتش محبت نے لوگوں کو ان کا گرویدہ اور اسیر محبت کر لیا تھا اور یہ چیز دین اسلام سے محبت کا بھی باعث بنی اور لوگ جوق در جوق آغوش اسلام میں آتے چلے گئے، یہ سلسلہ ساتویں صدی ہجری کے اوائل سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور ان کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے شروع ہوا تھا کہ ایک نے اجمیر میں بیٹھ کر اور دوسرے نے دہلی میں بیٹھ کر لوگوں کو محبت کا جام پلایا، پھر ان کا یہ سلسلہ دراز ہوا اور اس میں بڑے جلیل القدر لوگ پیدا ہوئے، جیسے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیائؒ، حضرت شیخ احمد عبد الحق رودولوی، حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمھم اللہ وغیرہ، کہ جو ایک طرف لوگوں کے دلوں کو اللہ سے جوڑنے کا کام کرتے تھے اور دوسری طرف سلاطین اور امراء کی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔

ان کے بعد امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی فاروقیؒ (۹۷۱-۱۰۳۴ھ) کی شخصیت سامنے آئی جنھوں نے احیائے شریعت اسلامی اور تجدید دین کا وہ فریضہ انجام دیا جس کی نظیر نہیں ملتی، اوران کے سلسلہ میں جو مجددی سلسلہ کہلاتا ہے، جو بڑی عظیم المرتبت شخصیتیں پیدا ہوئیں ان میں حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اوران کے عالی مرتبت صاحبزادگان کے علاوہ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید (۱۲۰۱-۱۲۴۶ھ) کی ذات گرامی کا نام لینا کافی ہے، اس کے بعد تعلیم وتدریس کا نظام مدارس کی شکل میں سامنے آیا جس کے ذریعہ حفاظت دین کا کام اس کے بانیوں اور فضلاء نے اصلاح وتربیت کے ذریعہ کیا، ان میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو اور مظاہر علوم سہارنپور سرفہرست ہیں، ان سے فضلاء وفرزندان تیار ہوئے جنھوں نے نہ صرف اپنے ملک میں حفاظت دین واشاعت علوم دین کا کام کیا؛ بلکہ عرب وعجم کے ملکوں کی بھی رہنمائی کی، اور عالم اسلام میں ایک قائدانہ کردار ادا کیا۔

ان تمام مدارس اسلامیہ میں حدیث شریف کی مکمل تعلیم پر بہت زور دیا گیا اوراس کی تدریس، تصنیف، تشریح اور تعلیم کے ذریعہ بڑی خدمت انجام دی گئی، جس کا سہرا سب سے زیادہ دو خاندانوں کو جاتا ہے، ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) کا خاندان، دوسرے حکیم الاسلام حضرت شاہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کا خاندان، اس کے بعد ولی اللہی درس گاہ کے امین ووارث حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کو اللہ نے بڑی مرجعیت اور مرکزیت عطا کی، جن کے ممتاز تلامذہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، مولانا شاہ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا عبدالقیوم بڑھانویؒ محدث بھوپال اور میاں سید نذیر حسین دہلویؒ وغیرہ نے علم حدیث کو بہت پھیلایا اوراپنے تلامذہ تیار کیے، ان میں ممتاز لوگوں میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (م ۱۲۹۷ھ) اور امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ) اوران کے تلامذہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سید فخرالدین احمدؒ محدث دیوبند اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کا نام اور کام سب سے روشن طریقہ پر سامنے آیا۔

پھر ان کے تلامذہ کا دور آیا اور مظاہر علوم کی مسند درس حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنے ہی عزیز اور معتمد شاگرد حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے حوالہ کرکے ایک مثال قائم کی اور یہ توقع بھی

کی کہ وہ ان سے لمبی مدت تک اس مسند سے اس فیضان کو عام کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے پچاس سال سے زیادہ حدیث شریف کی تدریس اور پورے پچاس سال بخاری شریف کے درس کی خدمت انجام دی اور گہرے اور وسیع مطالعہ، مزید اپنی قوت یادداشت اور ذہانت سے زیادہ اس برکت اور تسلسل کے نتیجہ میں جو ان کو اپنے سلسلہ تعلیم اور تعلم اور سلسلہ اصلاح وتربیت کی برکت کے نتیجہ میں جس کی طرف گزشتہ سطروں میں اشارہ کیا، وہ مقام حاصل کیا کہ دوسرے مکاتب فکر کے علماء اور بلاد عربیہ کے طالبین علم حدیث اور علماء نے بھی ان کی طرف رجوع کیا، اور انہوں نے حدیث شریف سے شغف، اس کے مطالعہ میں یکسوئی اور انہماک کے نتیجہ میں جو رسوخ وتبحر پیدا کرلیا تھا، وہ مقام بھی حاصل کیا تھا کہ روایت حدیث کے سلسلہ میں ان کی رائے کو بہت اہمیت دی جانے لگی تھی، اس کی وجہ سے اور اس کے ساتھ انہیں جو مصلحانہ اور مربیانہ کردار حاصل تھا ان کی وفات کا سانحہ بہت محسوس کیا گیا، خاص طور سے علمی حلقوں نے اس کو بہت اہمیت دی اور اپنے مضامین اور مقالات اور تاثرات کے ذریعہ انہیں اچھا خراج عقیدت پیش کیا اور واقعی یہ بہت محسوس کیے جانے والا خلا ہے جو سامنے آیا۔

ان کے متعلق جو علمی وتصنیفی کام سامنے آرہے ہیں، ان میں مجلہ ''معارف قاسم'' سپول کا خصوصی نمبر بھی ہے، جو تاریخی دستاویز کے طور پر پیش کیا جارہا ہے، اس کے مدیر جناب مولانا مفتی محفوظ الرحمن عثمانی صاحب (زید توفیقہ وسعادتہ) جو جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کے بھی سربراہ ہیں، جس کا یہ مجلہ ترجمان ہے، میں ان کو تہنیت پیش کرتا ہوں اور اس کے عند اللہ مقبول ہونے کی دعا کرتا ہوں **و اللہ لا یضیع أجر المحسنين۔**

۱۱؍محرم الحرام؍۱۴۳۹ھ
یکم اکتوبر؍۲۰۱۷ء

محمد رابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء، لکھنؤ

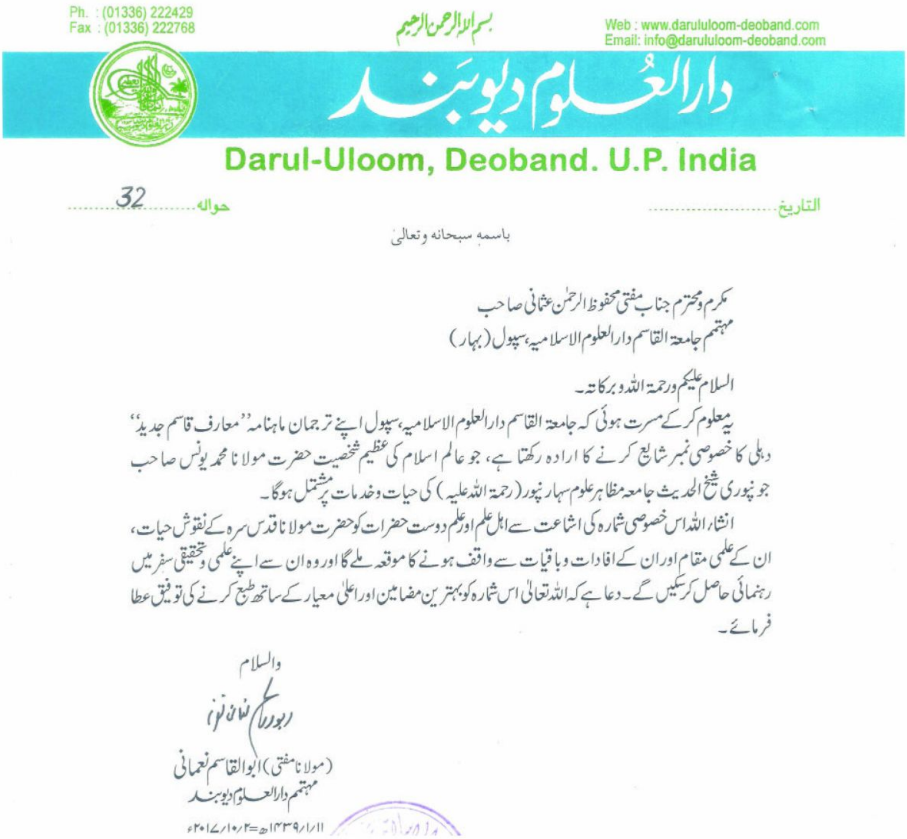

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دار العلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ 32

التاریخ

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم ومحترم جناب مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب
مہتمم جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ، سپول (بہار)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ، سپول اپنے ترجمان ماہنامہ ''معارف قاسم جدید'' دہلی کا خصوصی نمبر شایع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، جو عالم اسلام کی عظیم شخصیت حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات وخدمات پر مشتمل ہوگا۔

انشاء اللہ اس خصوصی شمارہ کی اشاعت سے اہل علم اور علم دوست حضرات کو حضرت مولانا قدس سرہ کے نقوش حیات، ان کے علمی مقام اور ان کے افادات وباقیات سے واقف ہونے کا موقعہ ملے گا اور وہ ان سے اپنے علمی وتحقیقی سفر میں رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شمارہ کو بہترین مضامین اور اعلیٰ معیار کے ساتھ طبع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

(مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند

۱۱/۱/۱۴۳۹ھ=۲/۱۰/۲۰۱۷ء

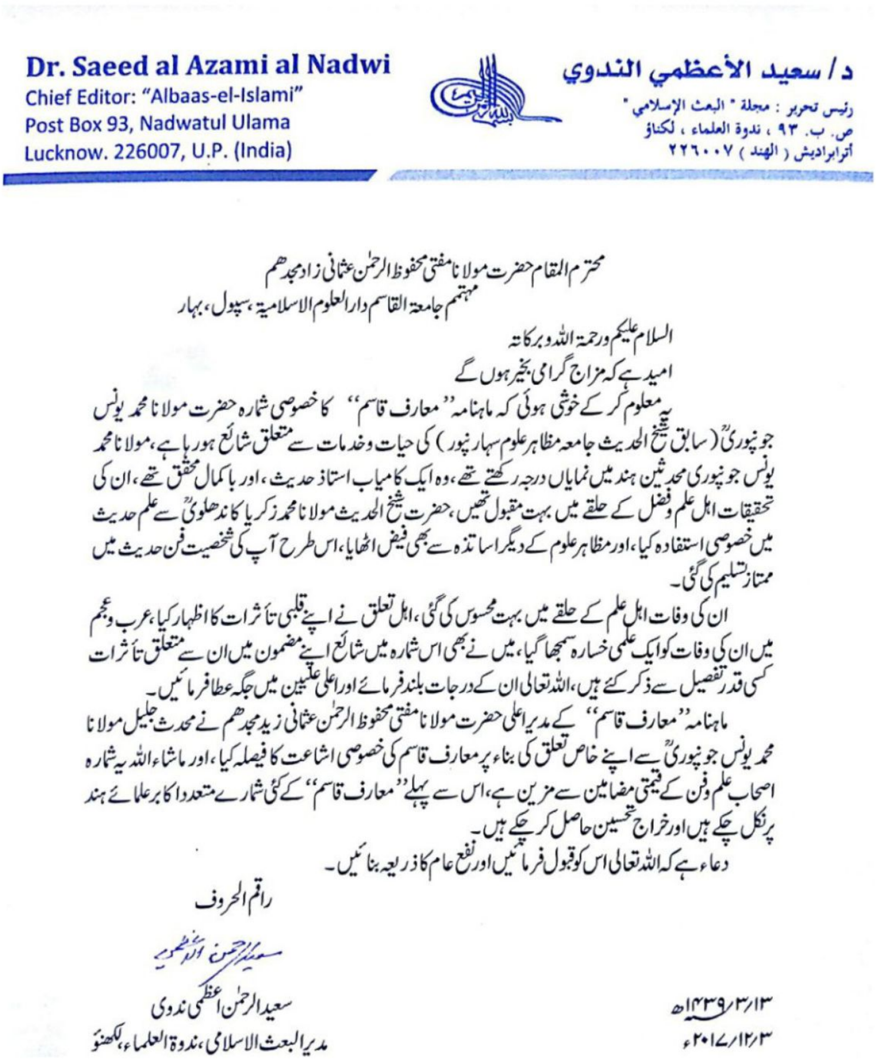

Dr. Saeed al Azami al Nadwi
Chief Editor: "Albaas-el-Islami"
Post Box 93, Nadwatul Ulama
Lucknow. 226007, U.P. (India)

د/ سعيد الأعظمي الندوي
رئيس تحرير : مجلة " البعث الإسلامي "
ص. ب. ۹۳ ، ندوة العلماء ، لكناؤ
أترابراديش (الهند) ۲۲٦۰۰۷

محترم المقام حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی زادمجدھم
مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیۃ، سپول، بہار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ماہنامہ ''معارف قاسم'' کا خصوصی شمارہ حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) کی حیات وخدمات سے متعلق شائع ہو رہا ہے، مولانا محمد یونس جونپوری محدثین ہند میں نمایاں درجہ رکھتے تھے، وہ ایک کامیاب استاذ حدیث، اور باکمال محقق تھے، ان کی تحقیقات اہل علم وفضل کے حلقے میں بہت مقبول تھیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے علم حدیث میں خصوصی استفادہ کیا، اور مظاہر علوم کے دیگر اساتذہ سے بھی فیض اٹھایا، اس طرح آپ کی شخصیت فن حدیث میں ممتاز تسلیم کی گئی۔

ان کی وفات اہل علم کے حلقے میں بہت محسوس کی گئی، اہل تعلق نے اپنے قلبی تأثرات کا اظہار کیا، عرب وعجم میں ان کی وفات کو ایک علمی خسارہ سمجھا گیا، میں نے بھی اس شمارہ میں شائع اپنے مضمون میں ان سے متعلق تأثرات کسی قدر تفصیل سے ذکر کئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔

ماہنامہ ''معارف قاسم'' کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی زیدمجدھم نے محدث جلیل مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے اپنے خاص تعلق کی بناء پر معارف قاسم کی خصوصی اشاعت کا فیصلہ کیا، اور ماشاء اللہ یہ شمارہ اصحاب علم وفن کے قیمتی مضامین سے مزین ہے، اس سے پہلے ''معارف قاسم'' کے کئی شمارے متعدد اکابر علمائے ہند پر نکل چکے ہیں اور خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور نفع عام کا ذریعہ بنائیں۔

راقم الحروف

سعید الرحمن الاعظمی

سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
مدیر البعث الاسلامی، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱۳/۳/۱۴۳۹ھ
۳/۱۲/۲۰۱۷ء

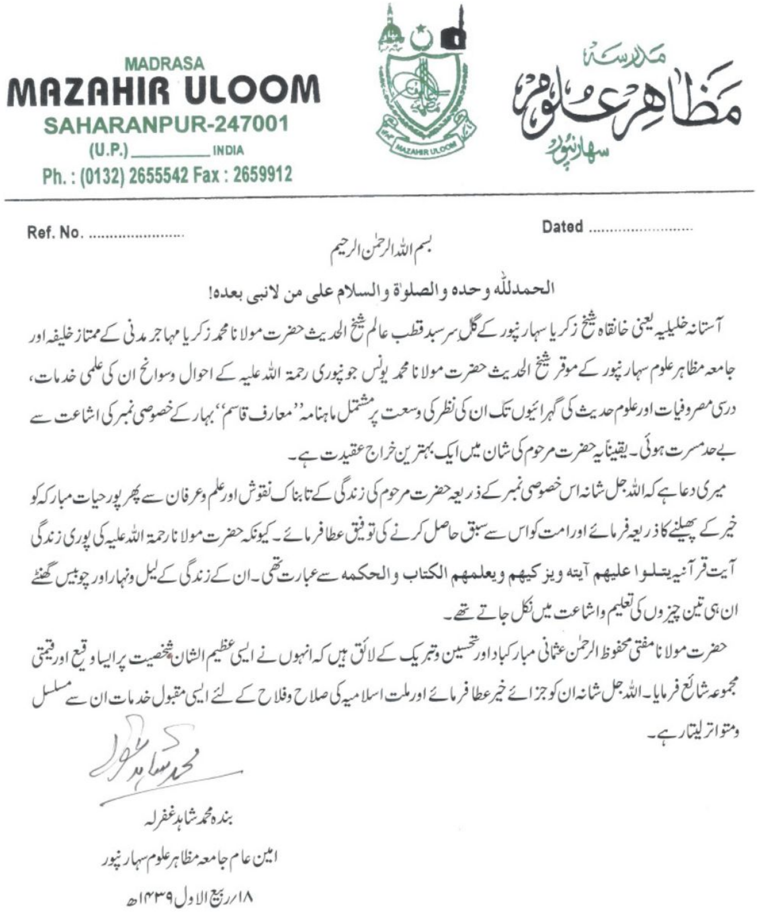

MADRASA
MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR-247001
(U.P.)__________ INDIA
Ph. : (0132) 2655542 Fax : 2659912

مدرسہ
مظاہر علوم
سہارنپور

Ref. No. ....

Dated ....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ!

آستانہ خلیلیہ یعنی خانقاہ شیخ زکریا سہارنپور کے گل سرسبد قطب عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے ممتاز خلیفہ اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے موقر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال وسوانح ان کی علمی خدمات، درسی مصروفیات اور علوم حدیث کی گہرائیوں تک ان کی نظر کی وسعت پر مشتمل ماہنامہ ''معارف قاسم'' بہار کے خصوصی نمبر کی اشاعت سے بے حد مسرت ہوئی۔ یقیناً یہ حضرت مرحوم کی شان میں ایک بہترین خراج عقیدت ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس خصوصی نمبر کے ذریعہ حضرت مرحوم کی زندگی کے تابناک نقوش اور علم وعرفان سے بھرپور حیات مبارکہ کو خیر کے پھیلنے کا ذریعہ فرمائے اور امت کو اس سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی آیت قرآنیہ یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمہ سے عبارت تھی۔ ان کے زندگی کے لیل ونہار اور چوبیس گھنٹے ان ہی تین چیزوں کی تعلیم واشاعت میں نکل جاتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی مبارکباد اور تحسین وتبریک کے لائق ہیں کہ انہوں نے ایسی عظیم الشان شخصیت پر ایسا وقیع اور قیمتی مجموعہ شائع فرمایا۔ اللہ جل شانہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ملت اسلامیہ کی صلاح وفلاح کے لئے ایسی مقبول خدمات ان سے مسلسل ومتواتر لیتا رہے۔

بندہ محمد شاہد غفرلہ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۸/ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

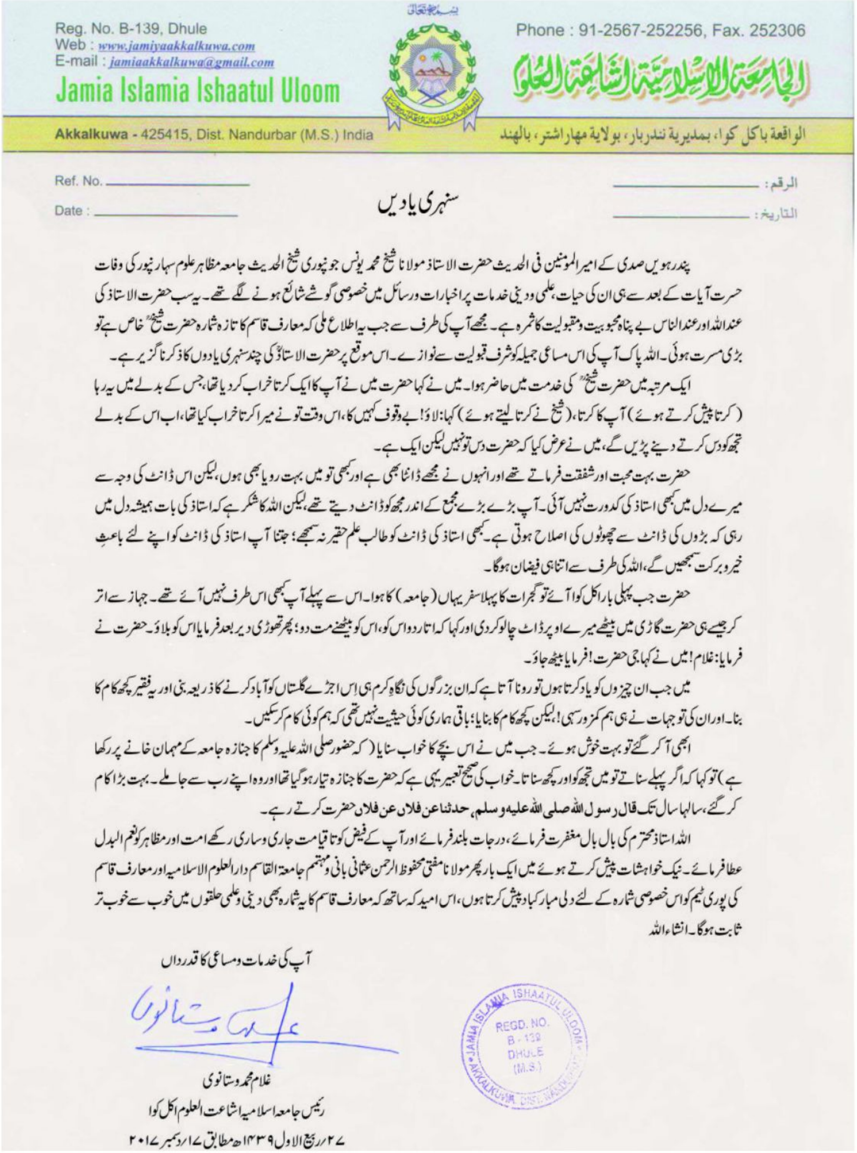

بسم اللہ تعالیٰ

Reg. No. B-139, Dhule
Web : www.jamiyaakkalkuwa.com
E-mail : jamiaakkalkuwa@gmail.com
Jamia Islamia Ishaatul Uloom

Phone : 91-2567-252256, Fax. 252306
الجامعة الإسلامية إشاعة العلوم

Akkalkuwa - 425415, Dist. Nandurbar (M.S.) India
الواقعة باكل كوا، بمديرية نندربار، بولاية مهاراشتر، بالهند

Ref. No. ____________
Date : ____________

الرقم : ____________
التاریخ : ____________

سنہری یادیں

پندرہویں صدی کے امیرالمومنین فی الحدیث حضرت الاستاذ مولانا شیخ محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور کی وفات حسرت آیات کے بعد سے ہی ان کی حیات، علمی ودینی خدمات پر اخبارات ورسائل میں خصوصی گوشے شائع ہونے لگے تھے۔ یہ سب حضرت الاستاذ کی عنداللہ اورعندالناس بے پناہ محبوبیت ومقبولیت کا ثمرہ ہے۔ مجھے آپ کی طرف سے جب یہ اطلاع ملی کہ معارف قاسم کا تازہ شمارہ حضرت شیخؒ خاص ہے تو بڑی مسرت ہوئی۔ اللہ پاک آپ کی اس مساعی جمیلہ کوشرف قبولیت سے نوازے۔ اس موقع پر حضرت الاستاذؒ کی چند سنہری یادوں کا ذکر نا گزیر ہے۔

ایک مرتبہ میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے کہا حضرت میں نے آپ کا ایک کرتا خراب کردیا تھا، جس کے بدلے میں یہ رہا (کرتا پیش کرتے ہوئے) آپ کا کرتا، (شیخ نے کرتا لیتے ہوئے) کہا: لاؤ! بے وقوف کہیں کا، اس وقت تو نے میرا کرتا خراب کیا تھا، اب اس کے بدلے تجھ کو دس کرتے دینے پڑیں گے، میں نے عرض کیا کہ حضرت دس تو نہیں لیکن ایک ہے۔

حضرت بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا بھی ہے اور کبھی تو میں بہت رویا بھی ہوں، لیکن اس ڈانٹ کی وجہ سے میرے دل میں کبھی استاذ کی کدورت نہیں آئی۔ آپ بڑے بڑے مجمع کے اندر مجھ کو ڈانٹ دیتے تھے، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ استاذ کی بات ہمیشہ دل میں رہی کہ بڑوں کی ڈانٹ سے چھوٹوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ کبھی استاذ کی ڈانٹ کو طالب علم حقیر نہ سمجھے؛ جتنا آپ استاذ کی ڈانٹ کو اپنے لئے باعثِ خیر وبرکت سمجھیں گے، اللہ کی طرف سے اتنا ہی فیضان ہوگا۔

حضرت جب پہلی بار اکل کوا آئے تو گجرات کا پہلا سفر یہاں (جامعہ) کا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کبھی اس طرف نہیں آئے تھے۔ جہاز سے اتر کر جیسے ہی حضرت گاڑی میں بیٹھے میرے اوپر ڈاٹ چالو کردی اور کہا کہ اتاردو اس کو، اس کو بیٹھنے مت دو؛ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا اس کو بلاؤ۔ حضرت نے فرمایا: غلام! میں نے کہا: جی حضرت! فرمایا بیٹھ جاؤ۔

میں جب ان چیزوں کو یاد کرتا ہوں تو رونا آتا ہے کہ ان بزرگوں کی نگاہِ کرم ہی اِس اجڑے گلستاں کو آباد کرنے کا ذریعہ بنی اور یہ فقیر کچھ کام کا بنا۔ اوران کی توجہات نے ہی ہم کمزور سہی!، لیکن کچھ کام کا بنایا؛ باقی ہماری کوئی حیثیت نہیں تھی کہ ہم کوئی کام کرسکیں۔

ابھی آ کر گئے تو بہت خوش ہوئے۔ جب میں نے اس بچے کا خواب سنایا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ جامعہ کے مہمان خانے پر رکھا ہے) تو کہا کہ اگر پہلے سناتے تو میں تجھ کو اور کچھ سناتا۔ خواب کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ حضرت کا جنازہ تیار ہوگیا تھا اور وہ اپنے رب سے جاملے۔ بہت بڑا کام کرگئے، سالہا سال تک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدثنا عن فلاں عن فلاں حضرت کرتے رہے۔

اللہ استاذ محترم کی بال بال مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور آپ کے فیض کو تاقیامت جاری وساری رکھے امت اور مظاہر کو نعم البدل عطا فرمائے۔ نیک خواہشات پیش کرتے ہوئے میں ایک بار پھر مولانا مفتی محفوظ الرحمن عثمانی بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ اور معارف قاسم کی پوری ٹیم کو اس خصوصی شمارہ کے لئے دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، اس امید کہ ساتھ کہ معارف قاسم کا یہ شمارہ بھی دینی وعلمی حلقوں میں خوب سے خوب تر ثابت ہوگا۔ انشاءاللہ

آپ کی خدمات ومساعی کا قدرداں

غلام محمد وستانوی
رئیس جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
۲۷/ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۷/دسمبر ۲۰۱۷

REGD. NO.
B - 139
DHULE
(M.S.)

بزم عالم میں فنا کا دور ہے

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی وفات کے بعد کسی صاحب نسبت عارف نے حضرت الامامؒ کو خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی مزین و مکلف کمرہ ہے اور امام صاحب حسب معمول دنیا و مافیہا سے بے خبر مکمل انہماک کے ساتھ مصروف تحریر ہیں۔ سوال کرنے والے نے سوال کیا کہ موت کے بعد آپ پر کیا گذری؟ فرمایا کہ خوانخواہ لوگوں نے موت کے تعلق سے خوف زدہ کیا ہوا تھا اور موت کی شدید ترین ظاہری و معنوی کیفیات کے تعلق سے وارد شدہ روایات پڑھ کر خوف زدہ ہونا اور خوف زدہ رہنا اک طبعی اور فطری امر بھی تھا لیکن ہمارے ساتھ تو بفضل حق جل مجدہٗ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ واقعہ صرف یہ پیش آیا کہ میں اپنے حجرے میں حسب معمول ایک اہم فقہی بحث تحریر کرنے میں منہمک تھا، نہ جانے کب اور کس نے مجھے میرے سامان تحریر سمیٹ میرے سادہ سے حجرے سے اٹھا کر نہایت عالی شان اور مکلف و مزین، آراستہ و پیراستہ کمرے میں منتقل کردیا۔ مجھے اس تبدیلی کا اس وقت علم ہوا جب زیر تحریر بحث اختتام پذیر ہوئی اور میرے انہماک کا تسلسل ختم ہوا۔

حقیقت واقعہ یہی ہے کہ صاحبان علم و عمل کے لئے انتقال جہاں کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ پیچھے رہ جانے والوں، محبت کرنے والوں، عقیدت و ارادت کا تعلق رکھنے والوں، ان سے فیض حاصل کرنے اور استفادہ کرنے والوں پر گویا کہ قیامت گذر جاتی ہے مگر اس ذات غنی حمید کی مشیت و منشاء حکمت و مصلحت بھی یہی اور سنت اللہ بھی یہی ہے ولن تجد لسنّة اللّٰه تبديلاً. گویا کہ بالفاظ دیگر اس حقیقت کو یہ سمجھئے کہ موت نہ ہوتی تو زندگی کا آغاز نہ ہوتا اور زندگی نہ ہوتی تو موت کا وجود لاحاصل تھا۔ ربنا ما خلقت هٰذا باطلاً. حق تعالیٰ نے کوئی بھی شئے بے سبب نہیں پیدا فرمائی بلکہ مقصدیت کے تابع فرما کر حکمت کے قالب میں ڈھال دیا۔ اس سلسلۂ موت و حیات کی مقصدیت کو قرآن کریم نے اپنے الفاظ معجز نما کے پیرائے میں منشائے ربانی بایں طور واضح فرمادیا کہ الذی خلق الموت والحيوة ليبلوكم ايكم احسن عملاً . قرآن کریم کے ان الفاظ سے امر واقعہ کے طور پر یہ بھی حکمت ربانی واضح ہو جاتی ہے کہ موت و حیات دراصل ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں اور اس حقیقت کے باطن میں پوشیدہ گہرائی کے حکم و مصالح اور اسرار و رموز سے ناواقفین موت و حیات کو علیحدہ علیحدہ خانوں میں رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ زندگی کا اطلاق روح اور جسم کے اتصال پر ہے اور موت کا انطباق بہر دو عناصر کے انفصال کا نام ہے اور اس کے علاوہ دیگر کوئی حقیقت نہیں ہے جب کہ حقیقت الامر میں از روئے قرآن موت و حیات مذکورہ مقصدیت کے تناظر میں ایک ہی حقیقت کی دو حالتیں قرار پائی ہیں۔ جس طرح پانی کی تین کیفیات برف، مائع اور بخارات اگرچہ ظاہری طور پر تینوں حالتوں میں کوئی مماثلت نہیں ہے لیکن حقیقت الامر میں تینوں بہر کیف پانی ہی ہیں۔ لہٰذا اصحاب علم و عمل کے سلسلۂ فیض رسانی میں معنوی تبدیلی کا واقع ہو جانا بھی دراصل حقیقت الامر میں اسی تمثیل کے مثل ہے، گویا کیفیت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اکتسابِ فیض جو کہ پہلے بذریعہ چشم و گوش منبع فیض تھا، اب تبدیلی ماہیت کے بعد بذریعہ آثار علم و عمل جاری ہے خواہ تحریراً ہو یا تلمذاً ہو بہر کیف فیض رسانی کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ علی سبیل المثال امام غزالی کو اس عالم

Scanned by CamScanner

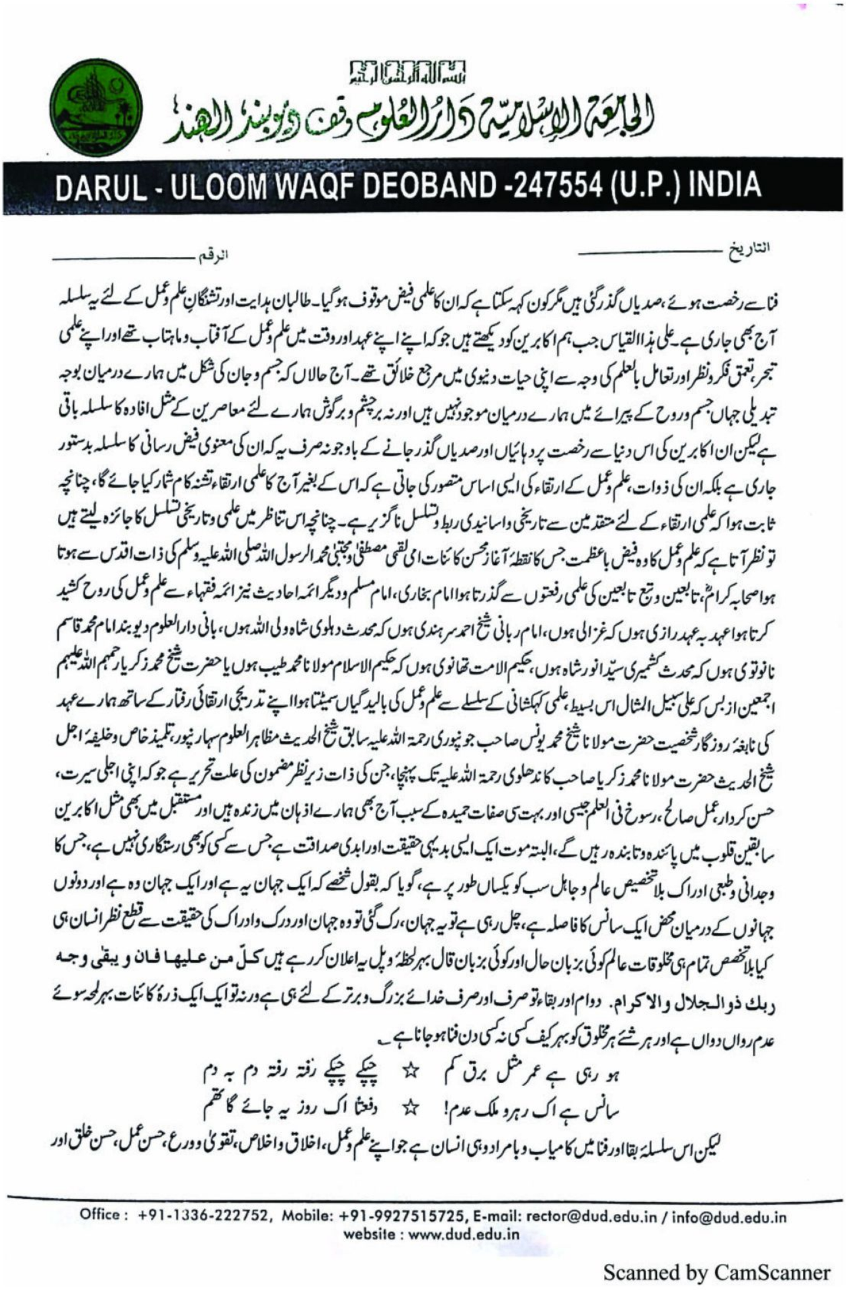

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الجامعۃ الاسلامیۃ دارالعلوم وقف دیوبند الہند
DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ــــــــــــ الرقم ــــــــــــ

فنا سے رخصت ہوئے، صدیاں گذر گئی ہیں مگر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا علمی فیض موقوف ہوگیا۔ طالبان ہدایت اور تشنگانِ علم وعمل کے لئے یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ علی ہذا القیاس جب ہم اکابرین کو دیکھتے ہیں جو کہ اپنے اپنے عہد اور وقت میں علم وعمل کے آفتاب و ماہتاب تھے اور اپنے علمی تبحر، تعمق فکر ونظر اور تعامل بالعلم کی وجہ سے اپنی حیات دنیوی میں مرجع خلائق تھے۔ آج حالاں کہ جسم وجان کی شکل میں ہمارے درمیان بوجہ تبدیلی جہاں جسم وروح کے پیرائے میں ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں اور نہ برچشم وبرگوش ہمارے لئے معاصرین کے مثل افادہ کا سلسلہ باقی ہے لیکن ان اکابرین کی اس دنیا سے رخصت پر دہائیاں اور صدیاں گذر جانے کے باوجود نہ صرف یہ کہ ان کی معنوی فیض رسانی کا سلسلہ بدستور جاری ہے بلکہ ان کی ذوات، علم وعمل کے ارتقاء کی ایسی اساس متصور کی جاتی ہے کہ اس کے بغیر آج کا علمی ارتقاء تشنہ کام شمار کیا جائے گا، چنانچہ ثابت ہوا کہ علمی ارتقاء کے لئے متقدمین سے تاریخی واسانیدی ربط وتسلسل ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس تناظر میں علمی وتاریخی تسلسل کا جائزہ لیتے ہیں تو نظر آتا ہے کہ علم وعمل کا وہ فیض باعظمت جس کا نقطۂ آغاز محسن کائنات امی لقبی مصطفیٰ ومجتبیٰ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہوتا ہوا صحابہ کرامؓ، تابعین وتبع تابعین کی علمی رفعتوں سے گذرتا ہوا امام بخاری، امام مسلم ودیگر ائمہ احادیث نیز ائمہ فقہاء سے علم وعمل کی روح کشید کرتا ہوا عہد بہ عہد رازی ہوں کہ غزالی ہوں، امام ربانی شیخ احمد سرہندی ہوں کہ محدث دہلوی شاہ ولی اللہ ہوں، بانی دارالعلوم دیوبند امام محمد قاسم نانوتوی ہوں کہ محدث کشمیری سیّد انور شاہ ہوں، حکیم الامت تھانوی ہوں کہ حکیم الاسلام مولانا محمد طیب ہوں یا حضرت شیخ محمد زکریا رحمہم اللہ علیہم اجمعین ازبس کہ علی سبیل المثال اس بسیط، علمی کہکشانی کے سلسلے سے علم وعمل کی بالیدگیاں سمیٹتا ہوا اپنے تدریجی ارتقائی رفتار کے ساتھ ہمارے عہد کی نابغۂ روزگار شخصیت حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سابق شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور، تلمیذ خاص وخلیفۂ اجل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا، جن کی ذات زیر نظر مضمون کی علت تحریر ہے جو کہ اپنی اجلی سیرت، حسن کردار، عمل صالح، رسوخ فی العلم جیسی اور بہت سی صفات حمیدہ کے سبب آج بھی ہمارے اذہان میں زندہ ہیں اور مستقبل میں بھی مثل اکابرین سابقین قلوب میں پائندہ وتابندہ رہیں گے، البتہ موت ایک ایسی بدیہی حقیقت اور ابدی صداقت ہے جس سے کسی کو بھی رستگاری نہیں ہے، جس کا وجدانی وطبعی ادراک بلاتخصیص عالم وجاہل سب کو یکساں طور پر ہے، گویا کہ بقول شخصے کہ ایک جہان یہ ہے اور ایک جہان وہ ہے اور دونوں جہانوں کے درمیان محض ایک سانس کا فاصلہ ہے، چل رہی ہے تو یہ جہان، رک گئی تو وہ جہان اور درک وادراک کی حقیقت سے قطع نظر انسان ہی کیا بلاتخصص تمام ہی مخلوقات عالم کوئی بزبان حال اور کوئی بزبان قال بہر لحظۂ وپل یہ اعلان کررہے ہیں **کلّ من علیہا فان و یبقٰی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام.** دوام اور بقاء تو صرف اور صرف خدائے بزرگ وبرتر کے لئے ہی ہے ورنہ تو ایک ایک ذرۂ کائنات بہر لحہ سوئے عدم رواں دواں ہے اور ہر شئے ہر مخلوق کو بہر کیف کسی نہ کسی دن فنا ہوجانا ہے۔

ہو رہی ہے عمر مثل برق کم ☆ چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم! ☆ دفعتًا اک روز یہ جائے گا تھم

لیکن اس سلسلۂ بقا اور فنا میں کامیاب وبامراد وہی انسان ہے جو اپنے علم وعمل، اخلاق واخلاص، تقویٰ وورع، حسن عمل، حسن خلق اور

Office : +91-1336-222752, Mobile: +91-9927515725, E-mail: rector@dud.edu.in / info@dud.edu.in
website : www.dud.edu.in

Scanned by CamScanner

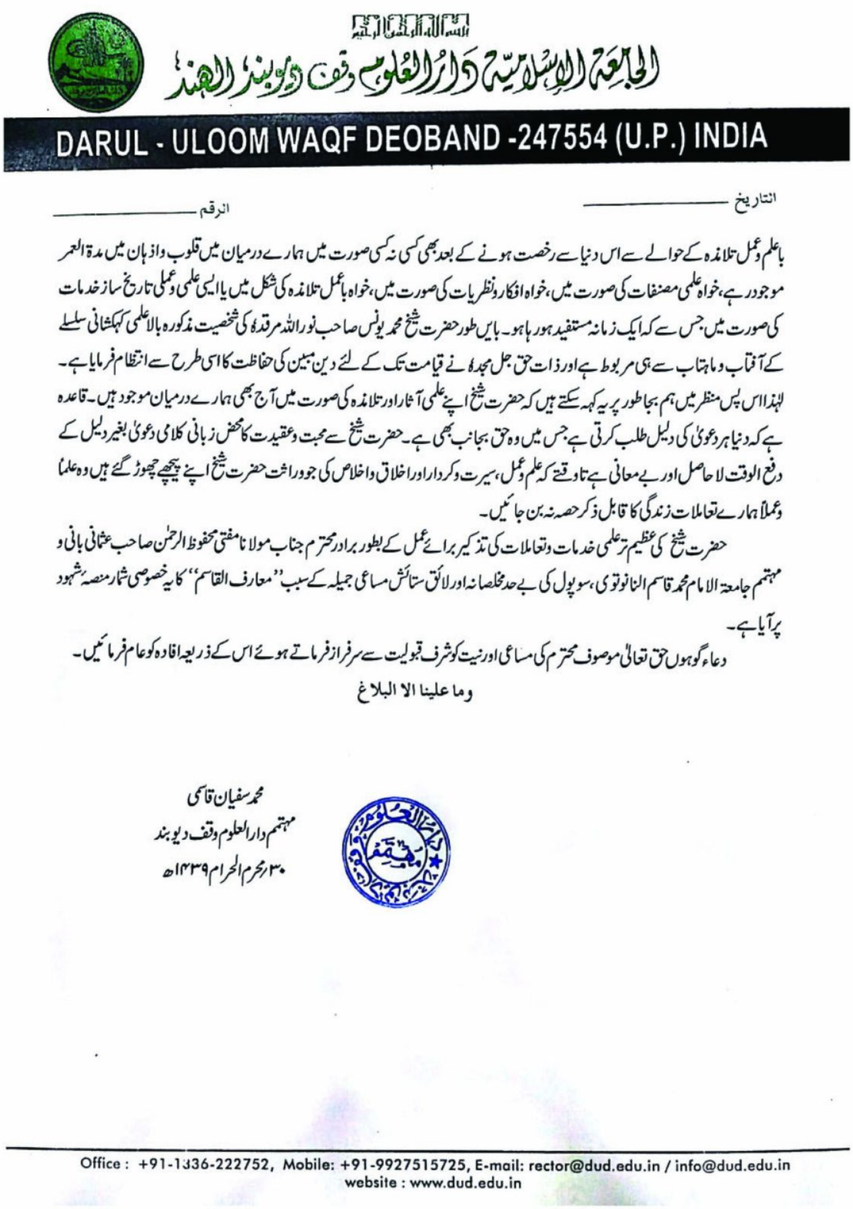

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجامعة الإسلامية دار العلوم وقف ديوبند الهند
DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ____________ الرقم ____________

باعلم وعمل تلامذہ کے حوالے سے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی کسی نہ کسی صورت میں ہمارے درمیان میں قلوب واذہان میں مدة العمر موجود رہے، خواہ علمی مصنفات کی صورت میں، خواہ افکار ونظریات کی صورت میں، خواہ باعمل تلامذہ کی شکل میں یا ایسی علمی وعملی تاریخ ساز خدمات کی صورت میں جس سے کہ ایک زمانہ مستفید ہو رہا ہو۔ بایں طور حضرت شیخ محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت مذکورہ بالا علمی کہکشانی سلسلے کے آفتاب وماہتاب سے ہی مربوط ہے اور ذات حق جل مجدہٗ نے قیامت تک کے لئے دین مبین کی حفاظت کا اسی طرح سے انتظام فرمایا ہے۔ لہٰذا اس پس منظر میں ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ اپنے علمی آثار اور تلامذہ کی صورت میں آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں۔ قاعدہ ہے کہ دنیا ہر دعویٰ کی دلیل طلب کرتی ہے جس میں وہ حق بجانب بھی ہے۔ حضرت شیخ سے محبت وعقیدت کا محض زبانی کلامی دعویٰ بغیر دلیل کے دفع الوقت لاحاصل اور بے معانی ہے تاوقتے کہ علم وعمل، سیرت وکردار اور اخلاق واخلاص کی جو وراثت حضرت شیخ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں وہ علماً وعملاً ہمارے تعاملات زندگی کا قابل ذکر حصہ نہ بن جائیں۔

حضرت شیخ کی عظیم تر علمی خدمات وتعاملات کی تذکیر برائے عمل کے بطور برادر محترم جناب مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب عثمانی بانی و مہتمم جامعة الامام محمد قاسم النانوتوی، سوپول کی بے حد مخلصانہ اور لائق ستائش مساعی جمیلہ کے سبب ''معارف القاسم'' کا یہ خصوصی شمار منصۂ شہود پر آیا ہے۔

دعاء گو ہوں حق تعالیٰ موصوف محترم کی مساعی اور نیت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتے ہوئے اس کے ذریعہ افادہ کو عام فرمائیں۔

وما علینا الا البلاغ

محمد سفیان قاسمی
مہتمم دار العلوم وقف دیوبند
۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

Office : +91-1336-222752, Mobile: +91-9927515725, E-mail: rector@dud.edu.in / info@dud.edu.in
website : www.dud.edu.in

Scanned by CamScanner

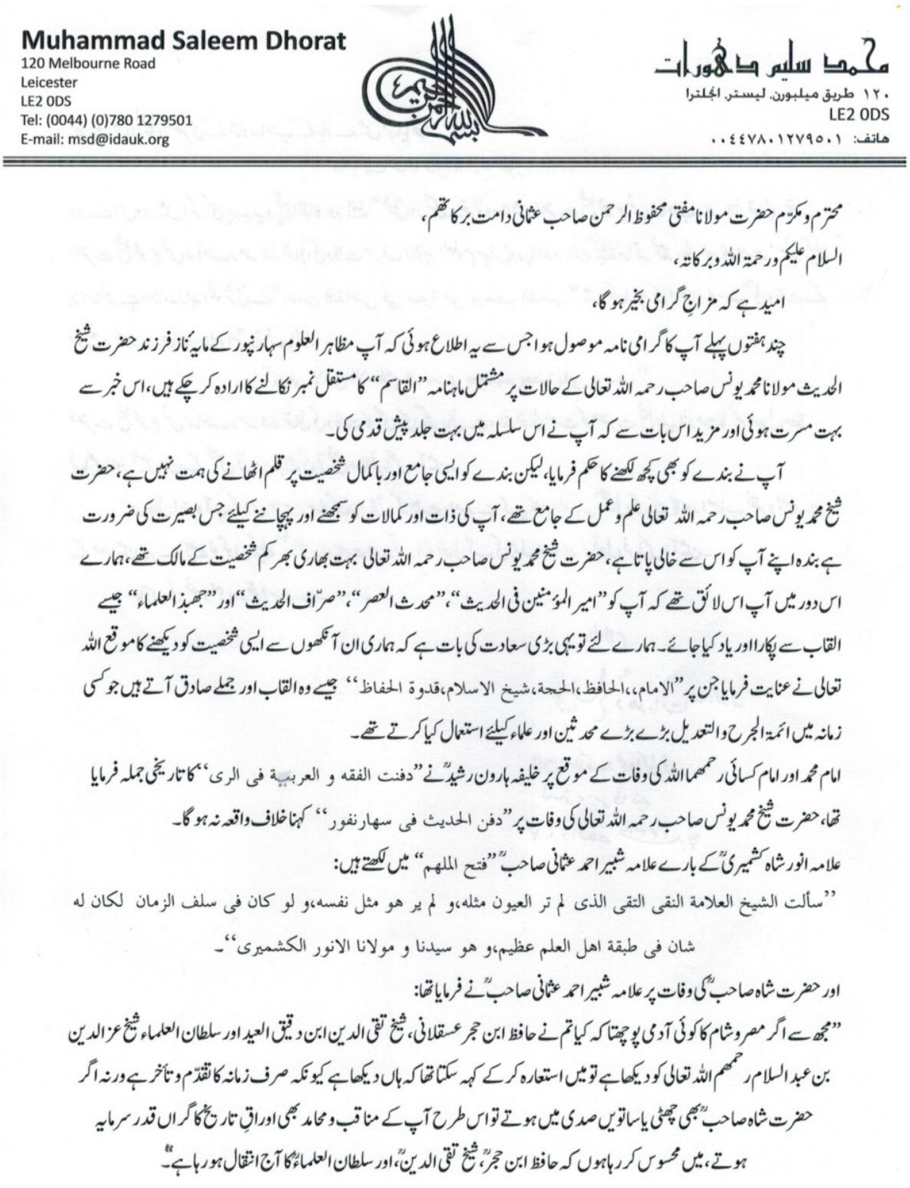

Muhammad Saleem Dhorat
120 Melbourne Road
Leicester
LE2 0DS
Tel: (0044) (0)780 1279501
E-mail: msd@idauk.org

محمد سلیم دھورات
١٢٠ طريق ميلبورن، ليستر، انجلترا
LE2 0DS
هاتف: ٠٠٤٤٧٨٠١٢٧٩٥٠١

محترم ومکرم حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمن صاحب عثمانی دامت برکاتھم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہو گا،

چند ہفتوں پہلے آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا جس سے یہ اطلاع ہوئی کہ آپ مظاہر العلوم سہارنپور کے مایۂ ناز فرزند حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالی کے حالات پر مشتمل ماہنامہ "القاسم" کا مستقل نمبر نکالنے کا ارادہ کر چکے ہیں، اس خبر سے بہت مسرت ہوئی اور مزید اس بات سے کہ آپ نے اس سلسلہ میں بہت جلد پیش قدمی کی۔

آپ نے بندے کو بھی کچھ لکھنے کا حکم فرمایا، لیکن بندے کو ایسی جامع اور باکمال شخصیت پر قلم اٹھانے کی ہمت نہیں ہے، حضرت شیخ محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالی علم و عمل کے جامع تھے، آپ کی ذات اور کمالات کو سمجھنے اور پہچاننے کیلئے جس بصیرت کی ضرورت ہے بندہ اپنے آپ کو اس سے خالی پاتا ہے، حضرت شیخ محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالی بہت بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے، ہمارے اس دور میں آپ اس لائق تھے کہ آپ کو "امیر المؤمنین فی الحدیث"، "محدث العصر"، "صرّاف الحدیث" اور "جهبذ العلماء" جیسے القاب سے پکارا اور یاد کیا جائے۔ ہمارے لئے تو یہی بڑی سعادت کی بات ہے کہ ہماری ان آنکھوں سے ایسی شخصیت کو دیکھنے کا موقع اللہ تعالی نے عنایت فرمایا جن پر "الامام،، الحافظ، الحجة، شيخ الاسلام، قدوة الحفاظ" جیسے وہ القاب اور جملے صادق آتے ہیں جو کسی زمانہ میں ائمۃ الجرح والتعدیل بڑے بڑے محدثین اور علماء کیلئے استعمال کیا کرتے تھے۔

امام محمد اور امام کسائی رحمھما اللہ کی وفات کے موقع پر خلیفہ ہارون رشیدؒ نے "دفنت الفقه و العربية فی الری" کا تاریخی جملہ فرمایا تھا، حضرت شیخ محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالی کی وفات پر "دفن الحديث فی سهارنفور" کہنا خلاف واقعہ نہ ہو گا۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بارے علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ "فتح الملهم" میں لکھتے ہیں:

"سألت الشيخ العلامة النقی التقی الذی لم تر العيون مثله، و لم ير هو مثل نفسه، و لو كان فی سلف الزمان لكان له شان فی طبقة اهل العلم عظيم، و هو سيدنا و مولانا الانور الكشميری"۔

اور حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات پر علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے فرمایا تھا:

"مجھ سے اگر مصر و شام کا کوئی آدمی پوچھتا کہ کیا تم نے حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ تقی الدین ابن دقیق العید اور سلطان العلماء شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمھم اللہ تعالی کو دیکھا ہے تو میں استعارہ کر کے کہہ سکتا تھا کہ ہاں دیکھا ہے کیونکہ صرف زمانہ کا تقدّم و تأخر ہے ورنہ اگر حضرت شاہ صاحبؒ بھی چھٹی یا ساتویں صدی میں ہوتے تو اس طرح آپ کے مناقب و محامد بھی اوراقِ تاریخ کا گراں قدر سرمایہ ہوتے، میں محسوس کر رہا ہوں کہ حافظ ابن حجرؒ، شیخ تقی الدینؒ، اور سلطان العلماءؒ کا آج انتقال ہو رہا ہے۔"

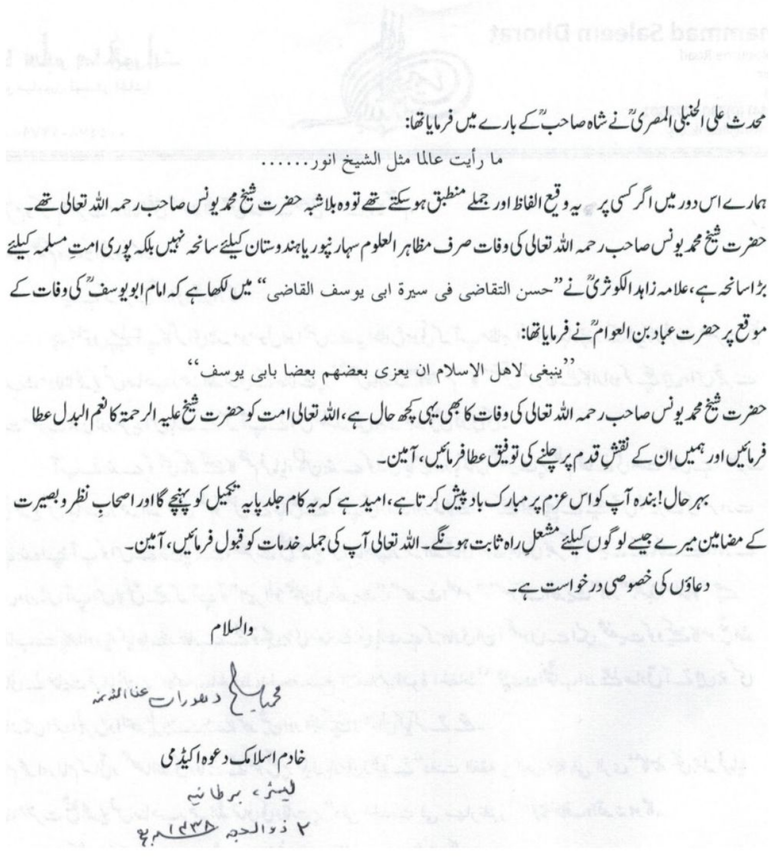

hammad Saleem Dhorat

محدث علی الحنبلی المصریؒ نے شاہ صاحبؒ کے بارے میں فرمایا تھا:

ما رأيت عالما مثل الشيخ انور......

ہمارے اس دور میں اگر کسی پر یہ وقیع الفاظ اور جملے منطبق ہوسکتے تھے تو وہ بلاشبہ حضرت شیخ محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالی تھے۔ حضرت شیخ محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالی کی وفات صرف مظاہر العلوم سہارنپور یا ہندوستان کیلئے سانحہ نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کیلئے بڑا سانحہ ہے، علامہ زاہد الکوثریؒ نے ”حسن التقاضی فی سیرة ابی یوسف القاضی“ میں لکھا ہے کہ امام ابویوسفؒ کی وفات کے موقع پر حضرت عباد بن العوامؒ نے فرمایا تھا:

”ينبغى لاهل الاسلام ان يعزى بعضهم بعضا بابى يوسف“

حضرت شیخ محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالی کی وفات کا بھی یہی کچھ حال ہے، اللہ تعالی امت کو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا نعم البدل عطا فرمائیں اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

بہر حال! بندہ آپ کو اس عزم پر مبارک باد پیش کرتا ہے، امید ہے کہ یہ کام جلد پایہ تکمیل کو پہنچے گا اور اصحابِ نظر و بصیرت کے مضامین میرے جیسے لوگوں کیلئے مشعلِ راہ ثابت ہونگے۔ اللہ تعالی آپ کی جملہ خدمات کو قبول فرمائیں، آمین۔

دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

والسلام

محمد سلیم دھورات عفا اللہ عنہ

خادم اسلامک دعوہ اکیڈمی

لیسٹر، برطانیہ

۲ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ

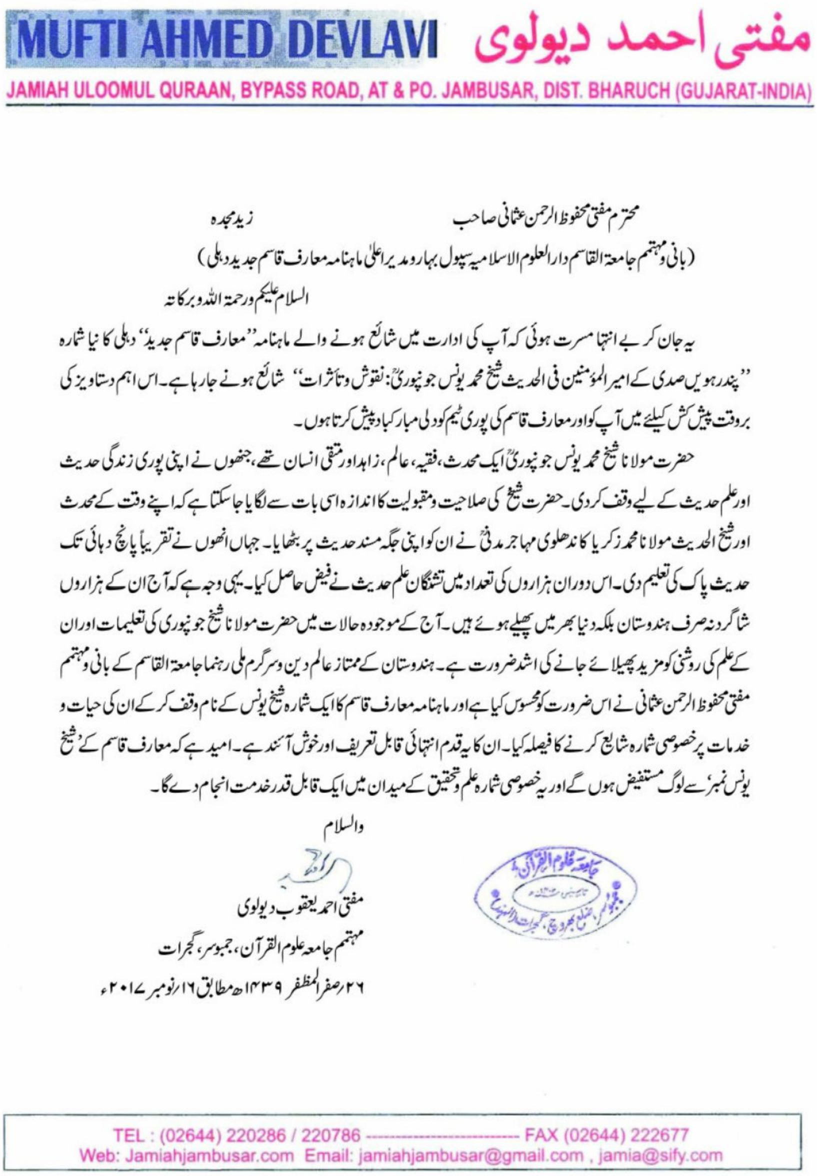

MUFTI AHMED DEVLAVI مفتی احمد دیولوی
JAMIAH ULOOMUL QURAAN, BYPASS ROAD, AT & PO. JAMBUSAR, DIST. BHARUCH (GUJARAT-INDIA)

محترم مفتی محفوظ الرحمن عثمانی صاحب زید مجدہ
(بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ سپول بہار ومدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ جان کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ آپ کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ ”معارف قاسم جدید“ دہلی کا نیا شمارہ ”پندرہویں صدی کے امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ محمد یونس جونپوریؒ: نقوش وتاثرات“ شائع ہونے جارہا ہے۔ اس اہم دستاویز کی بروقت پیش کش کیلئے میں آپ کو اور معارف قاسم کی پوری ٹیم کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

حضرت مولانا شیخ محمد یونس جونپوریؒ ایک محدث، فقیہ، عالم، زاہد اور متقی انسان تھے، جنھوں نے اپنی پوری زندگی حدیث اور علم حدیث کے لیے وقف کردی۔ حضرت شیخ کی صلاحیت ومقبولیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اپنے وقت کے محدث اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ نے ان کو اپنی جگہ مسند حدیث پر بٹھایا۔ جہاں انھوں نے تقریباً پانچ دہائی تک حدیث پاک کی تعلیم دی۔ اس دوران ہزاروں کی تعداد میں تشنگان علم حدیث نے فیض حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے ہزاروں شاگرد نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آج کے موجودہ حالات میں حضرت مولانا شیخ جونپوری کی تعلیمات اور ان کے علم کی روشنی کو مزید پھیلائے جانے کی اشد ضرورت ہے۔ ہندوستان کے ممتاز عالم دین وسرگرم ملی رہنما جامعۃ القاسم کے بانی ومہتمم مفتی محفوظ الرحمن عثمانی نے اس ضرورت کو محسوس کیا ہے اور ماہنامہ معارف قاسم کا ایک شمارہ شیخ یونس کے نام وقف کرکے ان کی حیات و خدمات پر خصوصی شمارہ شایع کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کا یہ قدم انتہائی قابل تعریف اور خوش آئند ہے۔ امید ہے کہ معارف قاسم کے ’شیخ یونس نمبر‘ سے لوگ مستفیض ہوں گے اور یہ خصوصی شمارہ علم وتحقیق کے میدان میں ایک قابل قدر خدمت انجام دے گا۔

والسلام

مفتی احمد یعقوب دیولوی
مہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات
۲۶ رصفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶ رنومبر ۲۰۱۷ء

TEL : (02644) 220286 / 220786 ---------------------------- FAX (02644) 222677
Web: Jamiahjambusar.com Email: jamiahjambusar@gmail.com , jamia@sify.com

پیغام مسرت

سرزمین ہندوستان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی مٹی میں اسلامی علوم وفنون کے ایسے ایسے ماہرین، محققین، مفسرین، محدثین اور مشائخ وقطب نے جنم لیا جن سے ملنے کی تمنا اور آرزو عالم عرب سمیت پوری دنیا کے اہل علم و دانش نے کی، ان میں سے بعض کی مرادیں پوری ہوئیں اور بعض حضرات یہ حسرتیں اپنے دل میں لئے دنیا سے کوچ کر کے اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ ایسی نابغۂ روزگار اور یکتائے زمانہ شخصیات میں حضرت مولانا شیخ محمد یونس جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا مقام ومرتبہ کافی بلند ہے۔

علوم حدیث میں بے نظیر خدمات پیش کرنے کے سبب حضرت شیخ جونپوریؒ کو اپنے وقت کا امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔ یہ بات بہت مشہور ہے کہ انہوں نے ایک لفظ کی تلاش میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی مسند احمد کو چار بار پڑھا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو اپنے اس شاگرد پر ایسا ناز تھا کہ آپ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف لامع الدراری (شرح بخاری) میں اپنے اس شاگرد کی تحقیق کا حوالہ دیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک خط میں اپنے پیارے شاگرد حضرت مولانا یونس جونپوریؒ کے متعلق جس تمنا اور محبت کا اظہار فرمایا ہے اس سے بھی ان کے علمی مقام ومرتبے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

"اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں، اللہ تعالی تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے"

اس خط کو لکھے ہوئے تقریبا ۵۰ رسال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اللہ رب العزت جماعت العلماء والصلحاء کے سرتاج استاد وشاگرد دونوں کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے آمین۔

میرے مخلص دوست معروف عالم دین مولانا مفتی محفوظ الرحمن عثمانی بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ بہار ومدیر اعلی ماہنامہ معارف قاسم جدید دہلی ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت شیخ جونپوریؒ سے شرف تلمذ اور فیض حاصل کیا ہے۔ اپنے اس محبت کو عملا ثابت کرنے کیلئے وہ جامعۃ القاسم کے ترجمان 'ماہنامہ معارف قاسم' کا خصوصی شمارہ 'پندرہویں صدی کے امیر المومنین فی الحدیث شیخ محمد یونس جونپوری، نقوش و تاثرات' شایع کرنے جارہے ہیں۔ اس تاریخی پیشکش پر وہ یقینا مبارکباد کے مستحق ہیں۔ دعاء ہے کہ اللہ رب العزت ان کی خدمات وحسنات کو قبول فرما کر طالبان علوم نبوت کیلئے مفید سے مفید تر بنائے، آمین!

والسلام

مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی مدنی
مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ، سعودیہ عربیہ
۱۰ رربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰ رنومبر ۲۰۱۷ء

Trust Regd. No. : (Waqf) 039 Surat.
Ph. : (O) 0261-2393340, 2395118, 6556342

JAMEATUL - QIRAAT
M. A. Hai Nagar, At. & Po. KAPLETHA,
Via : Lajpore, Dist. Surat-Pin. : 394 235,
Gujarat. (INDIA).

سن تاسیس ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء
جامعۃ القراءات کفلیتہ
JAMEATUL-QIRAAT, KAPLETHA
ESTD. : 1417 Hijri / 1996 A.D.

جامعۃ القراءات
مولانا عبدالحی نگر
کفلیتہ ۳۹۴۲۳۵
سورت، گجرات (الہند)

Ref. No.
Date :

گرامی قدر مولانا مفتی محفوظ الرحمن عثمانی دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

حامداً و مصلیاً و مسلماً:

مجھے یہ جان کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ محدث عصر حضرت مولانا شیخ محمد یونسؒ پر معارف قاسم نے خصوصی نمبر شایع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ معارف قاسم نے کئی خصوصی معیاری نمبرات شایع کیے ہیں جو علمی دنیا میں ایک عظیم اضافہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ حضرت شیخ یونسؒ نمبر بھی معیاری اور علمی ہوگا اور ساری دنیا میں اس نمبر کی پذیرائی ہوگی۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ سلف صالحین کے نہ صرف نمونہ تھے بلکہ ان کی شخصیت برصغیر کیلئے ایک نعمت مترقبہ سے کسی بھی طور پر کم نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی خدمت حدیث کیلئے وقف کردی۔ علوم اسلامی پر ان کی گہری نگاہ تھی اور حافظ الحدیث کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ یہ مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے وراثت میں ملا تھا۔ حضرت شیخؒ نے اس وراثت کو نہ صرف سنبھالا بلکہ اس مسند کی عظمت اور وقار کو چار چاند لگادیا اور انہیں پوری دنیا میں حضرت کے درس کی شہرت ہوئی۔ عرب وعجم کے شیوخ یہاں آکر زانوئے تلمذ طے کرنے کو باعث افتخار سمجھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ زہد وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ احتیاط کے ساتھ اس طرح زندگی گزاری کہ کسی کو بھی انگشت نمائی کا موقع ہاتھ نہیں لگا۔

حضرت شیخ محمد یونسؒ پر خصوصی نمبر کی اشاعت پر میں آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، امید کرتا ہوں کہ اس نمبر سے حضرت شیخؒ کی زندگی کے وہ گوشے بھی وا ہوں گے جس سے ہم سب ناواقف تھے۔ اس کے علاوہ نوجوان نسل میں حضرت شیخ کے نقش قدم پر چل کر علوم اسلامیہ کے تحفظ اور دین کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوگا کہ ایک معمولی گھرانے اور والد کے سایہ سے محروم بچہ اپنی محنت، اساتذہ کی خدمت اور اکابرین کی توجہ سے اتنا بڑا مقام حاصل کرسکتا ہے کہ بڑے بڑے شیوخ ان سے سند حدیث حاصل کرنے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ حضرت شیخؒ کے سانحہ ارتحال سے عظیم خلا پیدا ہوگیا ہے جس کی بھرپائی مشکل نظر آرہی ہے تاہم حضرت شیخؒ کے نقش قدم، ان کی زندگی کے پیغام اور ان کے علوم کی ترویج واشاعت کے ذریعہ اس کمی کا کسی حد تک تدارک کیا جاسکتا ہے۔

امید ہے کہ معارف قاسم کا یہ خصوصی نمبر مقبول عام اور نافع عامہ ثابت ہوگا اور اس کا پیغام پوری دنیا میں پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی اس محنت اور جدوجہد کو قبول فرمائے۔ (آمین)

فقط والسلام

عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ
شیخ الحدیث جامعۃ القراءات کفلیتہ وصدر مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل

بانی و مہتمم جامعۃ القراءات کفلیتہ

مؤرخہ ۲۵؍ربیع الاول ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۵؍دسمبر ۲۰۱۷ء

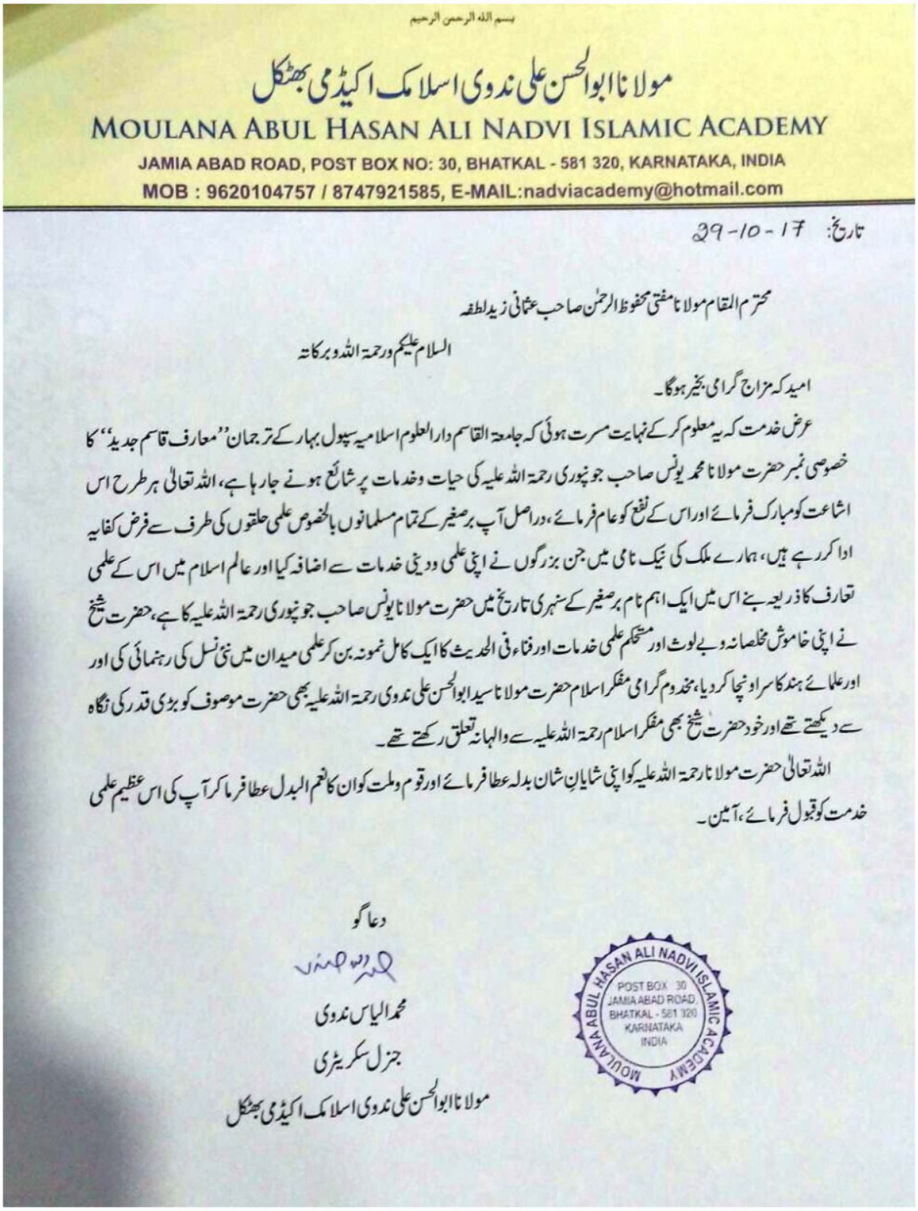

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل
MOULANA ABUL HASAN ALI NADVI ISLAMIC ACADEMY
JAMIA ABAD ROAD, POST BOX NO: 30, BHATKAL - 581 320, KARNATAKA, INDIA
MOB : 9620104757 / 8747921585, E-MAIL:nadviacademy@hotmail.com

تاریخ: 29-10-17

محترم المقام مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب عثمانی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

عرض خدمت کہ یہ معلوم کر کے نہایت مسرت ہوئی کہ جامعۃ القاسم دار العلوم اسلامیہ سپول بہار کے ترجمان ”معارف قاسم جدید“ کا خصوصی نمبر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات وخدمات پر شائع ہونے جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر طرح اس اشاعت کو مبارک فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے، دراصل آپ برصغیر کے تمام مسلمانوں بالخصوص علمی حلقوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کررہے ہیں، ہمارے ملک کی نیک نامی میں جن بزرگوں نے اپنی علمی ودینی خدمات سے اضافہ کیا اور عالم اسلام میں اس کے علمی تعارف کا ذریعہ بنے اس میں ایک اہم نام برصغیر کے سنہری تاریخ میں حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، حضرت شیخ نے اپنی خاموش مخلصانہ وبے لوث اور مستحکم علمی خدمات اور فنا فی الحدیث کا ایک کامل نمونہ بن کر علمی میدان میں نئی نسل کی رہنمائی کی اور اور علمائے ہند کا سر اونچا کردیا، مخدوم گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت موصوف کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور خود حضرت شیخ بھی مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ تعلق رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے اور قوم وملت کو ان کا نعم البدل عطا فرما کر آپ کی اس عظیم علمی خدمت کو قبول فرمائے، آمین۔

دعا گو

محمد الیاس ندوی
جنرل سکریٹری
مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل

POST BOX : 30
JAMIA ABAD ROAD,
BHATKAL - 581 320
KARNATAKA
INDIA

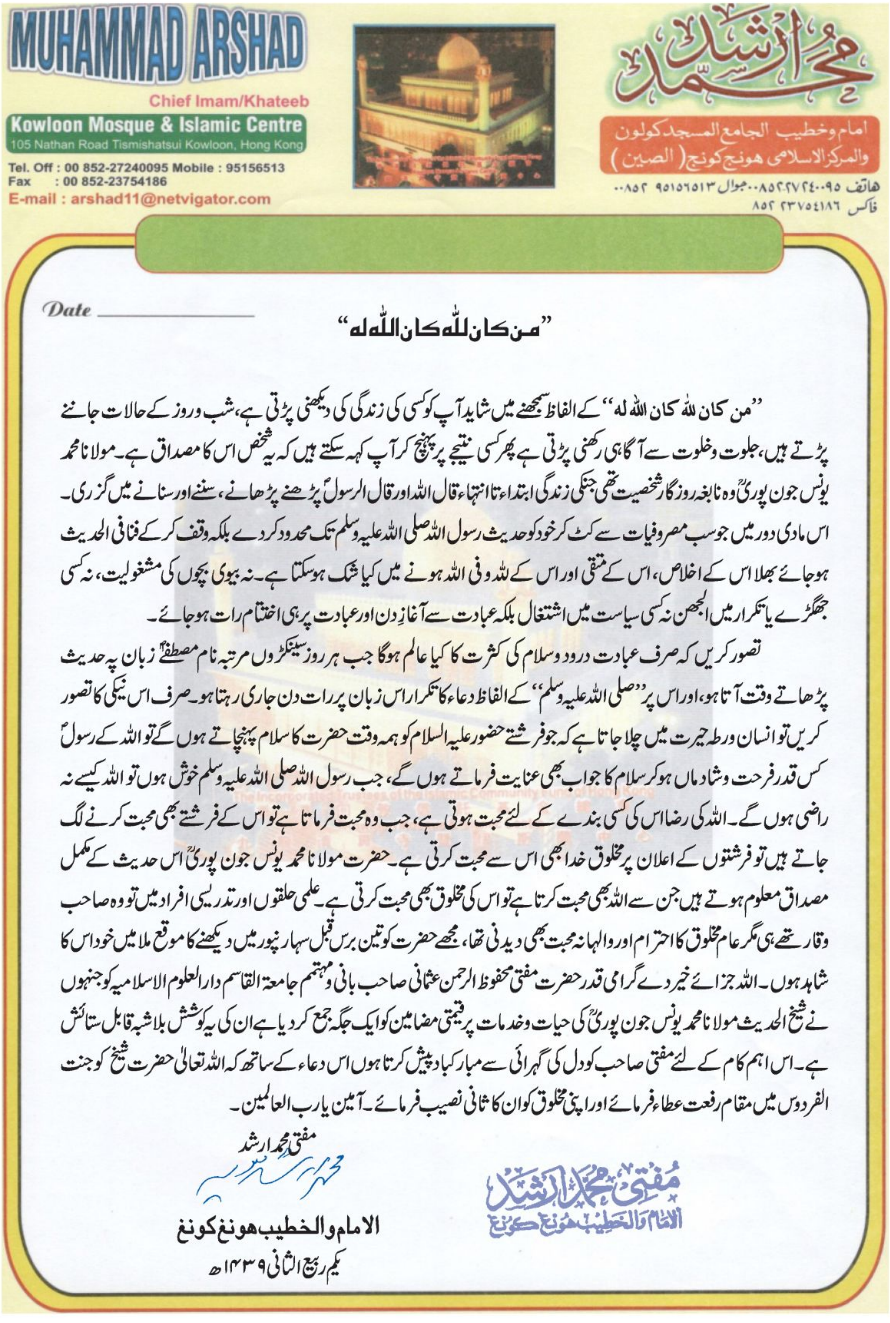

MUHAMMAD ARSHAD
Chief Imam/Khateeb
Kowloon Mosque & Islamic Centre
105 Nathan Road Tismishatsui Kowloon, Hong Kong
Tel. Off : 00 852-27240095 Mobile : 95156513
Fax : 00 852-23754186
E-mail : arshad11@netvigator.com

محمد ارشد
امام وخطیب الجامع المسجد کولون
والمرکز الاسلامی ھونج کونج (الصین)
ھاتف ٩٥-٠٠٨٥٢٢٧٢٤٠ جوال ٩٥١٥٦٥١٣ ٠٠٨٥٢
فاکس ٨٥٢ ٢٣٧٥٤١٨٦

Date ____________

”من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ“

”من کان للہ کان اللہ لہ“ کے الفاظ سمجھنے میں شاید آپ کو کسی کی زندگی کی دیکھنی پڑتی ہے، شب وروز کے حالات جاننے پڑتے ہیں، جلوت وخلوت سے آگاہی رکھنی پڑتی ہے پھر کسی نتیجے پر پہنچ کر آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص اس کا مصداق ہے۔ مولانا محمد یونس جون پوریؒ وہ نابغہ روزگار شخصیت تھی جنکی زندگی ابتداء تا انتہاء قال اللہ اور قال الرسولؐ پڑھنے پڑھانے، سننے اور سنانے میں گزری۔ اس مادی دور میں جو سب مصروفیات سے کٹ کر خود کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود کردے بلکہ وقف کر کے فنا فی الحدیث ہوجائے بھلا اس کے اخلاص، اس کے متقی اور اس کے للہ وفی اللہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ نہ بیوی بچوں کی مشغولیت، نہ کسی جھگڑے یا تکرار میں الجھن نہ کسی سیاست میں اشتغال بلکہ عبادت سے آغازِ دن اور عبادت پر ہی اختتام رات ہوجائے۔

تصور کریں کہ صرف عبادت درود وسلام کی کثرت کا کیا عالم ہوگا جب ہر روز سینکڑوں مرتبہ نام مصطفیؐ زبان پہ حدیث پڑھاتے وقت آتا ہو، اور اس پر ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کے الفاظ دعاء کا تکرار اس زبان پر رات دن جاری رہتا ہو۔ صرف اس نیکی کا تصور کریں تو انسان ورطہ حیرت میں چلا جاتا ہے کہ جو فرشتے حضور علیہ السلام کو ہمہ وقت حضرت کا سلام پہنچاتے ہوں گے تو اللہ کے رسولؐ کس قدر فرحت وشادماں ہو کر سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہوں گے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں تو اللہ کیسے نہ راضی ہوں گے۔ اللہ کی رضا اس کی کسی بندے کے لئے محبت ہوتی ہے، جب وہ محبت فرماتا ہے تو اس کے فرشتے بھی محبت کرنے لگ جاتے ہیں تو فرشتوں کے اعلان پر مخلوق خدا بھی اس سے محبت کرتی ہے۔ حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ اس حدیث کے مکمل مصداق معلوم ہوتے ہیں جن سے اللہ بھی محبت کرتا ہے تو اس کی مخلوق بھی محبت کرتی ہے۔ علمی حلقوں اور تدریسی افراد میں تو وہ صاحب وقار تھے ہی مگر عام مخلوق کا احترام اور والہانہ محبت بھی دیدنی تھا، مجھے حضرت کو تین برس قبل سہارنپور میں دیکھنے کا موقع ملا میں خود اس کا شاہد ہوں۔ اللہ جزائے خیر دے گرامی قدر حضرت مفتی محفوظ الرحمن عثمانی صاحب بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کو جنہوں نے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی حیات وخدمات پر قیمتی مضامین کو ایک جگہ جمع کردیا ہے ان کی یہ کوشش بلاشبہ قابل ستائش ہے۔ اس اہم کام کے لئے مفتی صاحب کو دل کی گہرائی سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اس دعاء کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کو جنت الفردوس میں مقام رفعت عطاء فرمائے اور اپنی مخلوق کو ان کا ثانی نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مفتی محمد ارشد

الامام والخطیب ھونغ کونغ
یکم ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

مُفتی محمد ارشد
الامام والخطیب ھونغ کونغ

"ایک مرتبہ دیر سے پہنچا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ایک بحث بھی کی، جس کا افسوس اب تک ہے۔ حضرت نے پہنچتے ہی فرمایا کہ ''خالی جگہ نہیں! بیٹھ جا'' میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا؟ فرمایا: ''قل ھو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر'' میں نے پوچھا کسے؟ فرمایا: ''مجھ کو'' عرض کیا زندوں کو؟ تو نے مشکوۃ شریف نہیں پڑھی؟'' عرض کیا پڑھی تو ہے، فرمایا ''مسجد عشار والی روایت نہیں پڑھی؟'' عرض کیا: پڑھی تو ہے، پوچھا کہ ''کہاں ہے؟'' میں نے عرض کیا مشکوۃ کتاب الفتن میں، (یہ روایت مشکوۃ کتاب الفتن میں باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے) حضرت نور اللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور فرمایا مولانا سید سلیمان ندویؒ اس حدیث پر میرے معتقد ہوگئے، فرمایا: ''ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے، انھوں نے یہ حدیث معلوم کی، میں نے کہا: ابوداؤد میں ہے، سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: کتاب الملاحم میں، اور پھر کتاب منگوا کر دکھا بھی دی۔"

باب اول

حیات و خدمات

”حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تو ہو گیا، لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی، اپنے امراض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا، ایک مرتبہ رمضان میں از خود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کر لیا، یعنی تین تسبیح لا الہ الا اللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی، اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشاء کے بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا: ”ذکر کر لیا کرو“ اور مذکورہ بالا نصاب بتایا، بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا، حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا، جو خود ایک نصاب مقرر کر لیا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے وہی بتلایا، پھر معلوم ہوا کہ حضرت مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے۔“

حضرت شیخؒ کی کہانی

خود ان ہی کی زبانی

مولانا محمد حماد کریمی ندوی

ناظم المعہد الاسلامی العربی، ایڈیٹر مجلہ النصیحہ، مرڈیشور، بھٹکل

تمہید:

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے آخری دینِ متین کو حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرما کر اسے قیامت تک کے لئے محفوظ فرمانے اور اعداء دین کی شر پسندیوں سے بچانے کا خود ہی وعدہ اور انتظام فرمادیا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: {اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ} (سورۂ حجر:۹) ترجمہ: ”ہم نے یہ نصیحت نامہ اتارا ہے، اور ہم نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے“، اور ارشاد ہے: {يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ، وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ} (سورۂ توبہ: ۳۲) ترجمہ: ”یہ اپنے پروپیگنڈہ اور زبانی مہم کے ذریعہ اللہ کی روشنی بجھا دینا چاہتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی روشنی کو مکمل کرکے رہے گا، چاہے ان منکروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو“، اور اسی دینِ متین کی تشریح احادیث رسول ﷺ ہیں، جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ: {اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ} (سورۂ قیامہ:۱۹) ترجمہ: ”پھر اس کی وضاحت وتفسیر بھی ہماری ذمہ داری ہے“۔

البتہ اسبابِ ظاہری کے طور پر اس کی حفاظت کا کام اپنے بندوں سے لیا، چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ

وحروف اور اس کو صحت سے پڑھنے کا التزام حفاظ وقراء کرام سے کروایا، اور اس کے معانی کی حفاظت مفسرین کرام سے اور احادیث رسول ﷺ کی حفاظت محدثین عظام سے، اور دونوں سے معانی واحکام کا استنباط فقہاء کرام سے کروایا۔

حفاظت کے دو طریقے ہیں: (۱) حفظ، (۲) کتابت۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے شاگردوں کی پہلی جماعت یعنی صحابہ کرام اور پھر درجہ بدرجہ خیر القرون کے حافظہ اس قدر قوی تھے کہ جو سنتے مِن وعَن وہ محفوظ ہو جاتا، اور پھر انہیں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس قدر محبت وعشق تھا کہ آپ کی ہر ہر ادا اور کیفیت بیان تک کو محفوظ رکھا، اور پھر اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا، بلکہ اگلوں تک بھی پہنچا دیا، اور اس کا خود رسول ﷺ نے حکم دیا، چنانچہ ارشاد ہے: (أَلاَ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ)، اور ارشادِ نبوی ہے: (نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ، فَحَفِظَهَا، وَوَعَاهَا، وَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى لَهُ مِنْ سَامِعٍ)، پھر جب حفظ میں کمزوری آنی شروع ہوئی تو اس کی جگہ کتابت نے لے لی، اور کتابت حدیث بھی خود رسول اللہ ﷺ کے دور سے ثابت ہے، اور آج تک اس کا تعامل جاری ہے۔

اب ممکن تھا کہ کوئی فضائل کی تحصیل کے شوق میں ہر رطب ویابس روایت کرنا شروع کر دے، جس سے خلل فی الحدیث واقع ہو تو اس کا سد باب ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَائَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ (سورۂ حجرات: ۶) ترجمہ: ”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر متقی کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو“ کے عام حکم سے اور (مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) کے خاص حکم سے کر دیا، جس کی وجہ سے ائمہ جرح وتعدیل اور محدثین کرام نے وضع حدیث کے تمام راستوں کو بند کر دیا، اور چودہ صدی گزرنے کے باوجود آج بھی صحیح وضعیف اور موضوع ومکذوب روایات میں امتیاز سہل ہو گیا۔

الحمد للہ ہر صدی میں ایسے اصحاب الجرح والتعدیل اور محقق علماء محدثین موجود رہے، اور نہ صرف عرب اور اسلامی ممالک میں بلکہ عجم وہند میں ایسے علماء کثیر تعداد میں رہے ہیں، جنہوں نے محنت کر کے دودھ کا دودھ اور پانی پانی کر دیا۔

ماضی قریب میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور ان کے بعض تلامذہ، اسی طرح حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ اسی شان کے محدثین میں سے تھے۔

عہدِ حاضر میں حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوریؒ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھے۔ (ماخوذ باختصار، از عرض مرتب بر کتاب الیواقیت الغالیۃ، بقلم: محمد ایوب سورتی، ص: ۱۵و۱۶)

مولانا ایشیا کے عظیم الشان ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسندِ درس پر تقریباً چالیس سال سے فائز رہے، اور ہزاروں تشنگانِ علم ومعرفت کی پیاس بجھاتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی حیات ہی میں آپ پر اعتماد فرما کر بخاری شریف کی تدریس کی خدمت آپ کے سپرد فرمادی تھی، پھر کچھ دن کے بعد بیعت وارشاد کی بھی اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

برصغیر میں بخاری شریف کا درس معیارِ فضل وکمال ہی نہیں، بلکہ علم وفضل اور تقدیس وپاکیزگی کا بھی امین سمجھا جاتا ہے، آپ کی ذاتِ گرامی یقیناً فضل وکمال، علم وعمل، تقوی وطہارت، صبر وقناعت، توکل ورضا، خوف وخشیت اور انابت الی اللہ کی ایک جامع ومکمل تصویر تھی۔

تمام علوم وفنون میں آپ کو مرجعیت کا مقام حاصل تھا، خصوصاً علمِ حدیث میں تو آپ ہندوستان وایشیا ہی میں نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اس وقت سند کا درجہ رکھتے تھے، بہت سے علماء ومحدثین مختلف مقامات سے حاضرِ خدمت ہوتے رہتے تھے، اور آپ سے حدیث کی سند حاصل کرتے تھے، نیز اپنے علمی اشکالات پیش کرکے ان کا حل طلب کرتے تھے، اور یہاں آکر انہیں تشفی ہوجاتی تھی، بہت سے علمائے عرب بھی آپ سے مراجعت کرتے تھے، اور بہت سے حدیث سے شغف رکھنے والے آپ سے سند حاصل کرنے کو اپنے لئے باعث فضل وکمال سمجھتے تھے۔

دیگر علوم وفنون کے مقابلہ میں حدیث کا علم غیر معمولی ہے، اس میں ان تمام رواۃ کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے، جن کے ذریعہ یہ علم پہنچا ہے، پھر ان لکھوکھا افراد کی زندگی کی تفصیلات، ان کا مزاج ومذاق، ان کا کردار، معاصرین کا ان کے بارے میں خیال کہ وہ ثقہ یا کامل الضبط ہیں یا نہیں وغیرہ، یہ خود ایک مستقل فن ہے۔

اس فن پر آپ کی گرفت تھی، یہ فضلِ الٰہی اور امتیازی خصوصیت ہے جو حق تعالی شانہ کی طرف سے آپ کو ودیعت کی گئی تھی، متنِ حدیث، سندِ حدیث، اور حدیث کے مقتضیات ومطالبات اور اس کے معانی

ومفاہیم پر نہ یہ کہ آپ کو گرفت تھی، بلکہ بفضل ایزدی اس کا القاء ہوتا تھا، آپ کی تحقیقات، روایت ودرایت پر نقد، وسعتِ مطالعہ اور متقدمین ومتاخرین کی کتابوں پر بھرپور نقد وتبصرہ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے جبل العلم فی الحدیث کے مسامحات کا تذکرہ، یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک، عشق کے سوز اور مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرۂ احادیث کو کھنگال ڈالا ہو۔

دراصل ابتدا ہی سے آپ نے علم حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا، آپ خود فرماتے تھے کہ اگر مجھے کسی سے کچھ پیسے میسر آجاتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا، اب آپ کی قیام گاہ پر اپنا ذاتی علم حدیث کا اتنا بڑا کتب خانہ ہے کہ شاید ہی برصغیر میں کسی کے پاس ہو۔

آخری دور میں تو آپ نے عوام وخواص سے کچھ ملنا جلنا بھی شروع کر دیا تھا، اور آپ کی خدمت میں جو حاضر ہوتے، ان کی اصلاح وتربیت، تزکیۂ روحانی، اور ان کی اخلاقی حالت پر توجہ فرماتے تھے، ورنہ اس سے قبل تو آپ نے اپنے آپ کو درس ومطالعہ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

آپ کو صرف فن حدیث ہی پر مکمل گرفت نہیں، یہ تو آپ کی امتیازی خصوصیت تھی، بلکہ دیگر علوم وفنون، صرف ونحو، عروض ومعانی، نقد وبلاغت، منطق وفلسفہ، کلام وعقائد، زبان وادب، فقہ وتفسیر وغیرہ پر بھی مکمل درک تھا۔

آپ نے ابتدا میں حدیث کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پڑھائی ہیں، اور ان فنون کا حق ادا کیا ہے، اس کے علاوہ تاریخ وجغرافیہ، سیر وسوانح، اور قوموں وملکوں کے حالات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، جب بھی مجلس میں کوئی موضوع زیر بحث آجاتا ہے اس پر سیر حاصل مواد میسر ہوتا تھا۔

برِصغیر، مشرق وسطی، عالم اسلام اور دنیا کے حالات پر آپ کی گہری نظر تھی، کسی بھی گوشہ میں جو حالات پیش آتے تھے، ان پر آپ کا دل دھڑکتا اور بے چینی محسوس کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ حق تعالی نے آپ کو بے شمار خصائص وامتیازات عطا فرمائے تھے، ملت کو آپ کی ذات سے نفع کثیر حاصل ہو رہا تھا۔ (ماخوذ باختصار، الیواقیت الغالیہ، و:۲۱ تا ۲۴)

آپ کے حالات زندگی آپ ہی کے دست مبارک سے ''ایک خودنوشت مرقع'' کے نام سے لکھے ہوئے ہیں، اسی کی تلخیص پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

ایک خودنوشت مرقع

اسم گرامی: محمد یونس

ولادت: تاریخ پیدائش: صبح ۷ ؍بجے بروز دوشنبہ ۲۵ ؍رجب ۱۳۵۵ھ ۲؍اکتوبر ۱۹۳ء۔

طفولت وتعلیم:

ابتداءً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی، اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہوگیا تھا، جبکہ میری عمر ۵ سال ۱۰ ماہ کی تھی، نانی کے پاس رہتا تھا، وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جانے کیلئے مار رہی تھی، میرے منھ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیج دیئے گئے، مگر راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا، تھوڑی دور چل کر اتار دیا، اسی طرح کبھی اٹھالیتے اور کبھی اتار دیتے، سارا راستہ قطع ہوگیا مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہوسکا، صرف کھیل کود کام تھا، پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے، وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا، ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہوگیا، اس میں جانے لگے، درجہ دوم تک وہاں پڑھا، پھر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا، سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہہ کر چھڑا دیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ ’’طوطا رام رام کرتا ہے‘‘، والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا: ’’کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا‘‘۔

اس کے بعد تقریباً دو سال تعلیم چھٹی رہی۔

علاقہ کا حال:

علاقہ میں عام طور سے جہالت تھی، لیکن عام طور پر لوگ صحیح العقیدہ اور دین کی طرف مائل تھے۔

میرے نانا مرحوم تو میری والدہ کی ولادت سے غالباً پہلے وفات پا گئے تھے، پھر نانی مرحومہ کی دوسری شادی میرے دادا مرحوم کے بڑے بھائی سے ہوئی، جن کو ہم ساری عمر اپنا نانا سمجھتے رہے، اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے، وہ بچپن سے نمازی اور دین دار تھے، عام طور سے بر مارہا کرتے تھے، وہاں کوئی عالم رہتے تھے، جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلے میں منسلک تھے، ان سے اچھا تعلق تھا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں میں تعزیہ بنتا تھا، جس میں ہمارے خاندان کے بعض لوگ شریک ہوتے تھے، سنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے، مگر نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ توڑ ڈالے، اور اس بدعت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا۔

والد صاحب تو ہمیشہ ہی بدعت سے دور رہے، لیکن ایک چیز کوئی بھی بدعت نہیں سمجھتا تھا، وہ مولود شریف اور قیام تھا، حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ کی جب آمد ورفت شروع ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہوگیا۔

مجھے اپنے بچپن کا واقعہ یاد ہے جب میری عمر ۹، ۱۰ سال کی ہوگی، میں بچوں کے ساتھ مولود کی مجلس کرتا تھا، ہماری بیل گاڑی تھی، اس پر ہم عمر تین چار بچے جمع ہوجاتے، اور ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے، اور پڑھتے کیا، صرف کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھ لیتے اور اس کے بعد گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ مل کر سب کھا لیتے اور مجلس برخواست ہوجاتی۔

اپنے علامہ سمجھے جانے کا ایک دل چسپ قصہ لکھتا ہوں، میں اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نو سال کی عمر ہوگی، ماسٹر صاحب موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر میں دیکھا ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا اور اس کو دفن کیا جانے لگا، ہم نے سب لڑکوں سے کہا کہ ہم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی، جلدی سب لوگ وضو کرلیں، سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز جنازہ پڑھائی، نا معلوم کیا ہوا دوبارہ پڑھائی، غالباً سہ بارہ بھی، اور یہ سب مکتب میں ہورہا تھا، جو اس وقت گاؤں سے باہر ایک شخص کی ایک عمارت میں تھا، جہاں ان کے بیل اور مزدور رہتے تھے۔

بچہ کا خطبہ، بڑے کی امامت:

ایک اور دل چسپ قصہ لکھ دوں، ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا، ہم سب سے پہلے غسل کرکے پہنچ

جاتے تھے اور خطیب صاحب کی نقل اتارا کرتے تھے، ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہ تھے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے موجود تھے، جن میں میرے نانا بھی تھے، میری عمر ۹، ۱۰ سال سے زیادہ نہ ہوگی، کوئی پڑھا لکھا نہ تھا، صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے تھے، اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے، حضرت عمرو بن سلمہ الجرمیؓ کی طرح ہم ہی اس وقت سب سے بڑے پڑھے لکھے تھے، ایک صاحب نے ہمیں حکم دیا:

”چل منبر پر اور خطبہ پڑھ“۔

ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا، ایک جگہ تو ذرا اٹک سی ہوگئی، باقی الحمدللہ صاف ہی پڑھا گیا، نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی، ہماری نانی صاحبہ اور دوسرے اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے، مگر خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا۔

گاؤں کا حال:

ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر مانی کلاں میں جامع مسجد میں تو حفظ پڑھایا جاتا تھا اور اتنا با برکت درس تھا کہ سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے، ہمارے مختصر سے گاؤں میں جس کی اس وقت کی مسلم آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ مکانات پر مشتمل تھی اس میں چھ حفاظ تھے، وہیں مدرسہ ضیاء العلوم تھا، جس میں ہماری ابتدائی تعلیم ہوئی، ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس مدرسہ میں مولوی نور محمد صاحب نے پڑھا، جن سے ہم نے تعلیم الاسلام کے کچھ اسباق پڑھے، وہ پھر پاکستان چلے گئے۔

عربی کی تعلیم:

پھر تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا، ابتدائی فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر مختصر المعانی، مقامات وشرح وقایہ ونور الانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ سے، مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں، اس لئے تکمیل کافی مؤخر

ہوگئی۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی، ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انھیں کتابوں میں داخل کر دیا اور خود پڑھایا۔

مظاہر علوم میں داخلہ:

اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا، یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلّم، ہدایہ ثالث، مشکوۃ شریف اور تیسرے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی، اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب، درمختار پڑھیں۔

مظاہر علوم کی مسند تدریس پر:

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا، وظیفۂ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم وتدریس تھیں، اگلے سال بھی یہی کتابیں رہیں اور وظیفہ ۱۰ روپے ماہانہ ہوگیا، اس سے اگلے سال تیس روپے خشک (یعنی بلا طعام) پر تقرر ہوا، اور مقامات وقطبی سپرد ہوئیں، اور اس سے اگلے سال یعنی چوتھے سال شوال ۱۳۸۴ھ سے ہدایہ اولین، قطبی واصول الشاشی زیر تدریس تھیں۔

درس حدیث:

اسی سال ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی، جو باب الکبائر سے پڑھائی، پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوۃ شریف مکمل پڑھائی، اور شوال ۸۶ھ میں ابوداؤد شریف ونسائی شریف ونور الانوار زیر تعلیم رہیں، اور شوال ۸۷ھ سے

مسلم شریف، نسائی وابن ماجہ وموطئین زیر درس رہیں۔

شیخ الحدیث کے منصب پر:

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی، وللہ الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ومباركاً عليه، اس کے بعد سے بحمد اللہ سبحانہ وتعالی بخاری شریف اور کوئی دوسری کتاب ہوتی رہتی ہے۔

امراض کے باوجود علمی شغل:

میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہوگیا اور پھر منہ سے خون آگیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ: ”جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا“، میں نے عرض کیا جواب تک یاد ہے، کہ: ”حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا“ حضرت نے فرمایا کہ: ”بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟“ میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: ”حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا“ اس پر حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ”پھر پڑا رہ“۔

یہ ہے حضرت قدس سرہ سے پہلی بات چیت، اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے، اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہوجاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے، انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ یہ کیا یقین ہے کہ ”خون پھیپڑے سے آیا ہے؟“ اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہوگیا، لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔

یہ بات اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دار الحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا درس سنتا اور سوچا کرتا تھا کہ نا معلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی،

اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی بھی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی، لیکن سب فضل وکرم ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اب بڑھاپا شروع ہو چکا، حدودِ خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں، اب اپنی بیماریوں کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے، وقت گزر گیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی پہلی زیارت:

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی تو مدرسہ ضیاء العلوم میں اپنے اساتذہ اور خاص طور سے استاذی حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ سے سنا، پھر جب سہارنپور بغرض تکمیل حاضر ہوئے تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی، سب سے پہلی زیارت کی شکل یہ ہوئی کہ میں کسی ضرورت سے مدرسہ کے دفتر میں گیا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو دیکھا، ایک سادہ کرتا پہنے ہوئے تھے جس کا رنگ زرد تھا، غالباً ڈوریا کا ہوگا، لیکن بات چیت نہیں ہوئی، بات چیت تو بیماری کے وقت ہوئی، اس کی ابتداء میں تردد ہے کہ پہلے وہ واقعہ پیش آیا جو اولاً لکھا گیا یا دوسرا واقعہ جو لکھ رہا ہوں۔

”وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے“:

ہمیں جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت نور اللہ مرقدہ سے دعا کروانی چاہئے، حضرت مغرب کے بعد طویل نوافل پڑھتے تھے، ہم بیٹھ گئے، ایک صاحب نے غالباً بیعت کی درخواست دے رکھی تھی، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے سلام پھیرا اور فارغ ہوکر فرمایا: ”آ بھائی“۔

ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں بلا رہے ہیں، ہم آگے بڑھ گئے، حضرت نے فرمایا: ”تو نہیں“ ہم بلبلا کر رو پڑے۔

بہر حال پہلے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان صاحب کی ضرورت پوری کی، اس کے بعد احقر کا ہاتھ پکڑا، اور ساتھ لے کر کچے گھر چلے اور حال پوچھتے رہے اور بیماری کا تذکرہ کرتے رہے، حضرت نے پوچھا کہ:

''تو کہاں سے پڑھ کر آیا ہے؟''

میں نے عرض کیا ''مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں'' سے۔

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا: ''کس سے پڑھا؟''

عرض کیا ''حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب سے'' فرمایا: ''وہ تو بہت پکا تھا، تو تو بہت کچا ہے''۔

اس کے بعد حضرت نے برف کا ٹھنڈا پانی جس میں عرق کیوڑہ ملا ہوا تھا، نوش فرمایا اور کچھ بندہ کے لئے بچا دیا، مگر زیادہ آنا جانا نہیں رہا۔

دستر خوان پر اکرام:

اصل جان پہچان اس وقت ہوئی جب بندہ کا قیام دفتر میں ہو گیا۔

رمضان شریف میں میں اپنی سحری الگ کھا لیتا تھا، ایک رات خواب دیکھا کہ مولانا اکرام الحسن صاحب مرحوم والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ بندہ کی طرف متوجہ ہیں اور کچھ بات کر رہے ہیں، اسی رات سحری میں حضرت نے بلوایا اور جب کوئی اکرام کی صورت ہونے والی ہوتی تو مولانا اکرام صاحب کو دیکھا کرتے تھے، بہر حال حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے بلوا کر فرمایا کہ:

''مجھے معلوم ہوا کہ تو تنہا ہی سحری کھا لیتا ہے، دیکھ! سحری ہمارے ساتھ کھا لیا کر اور اپنی سحری مولوی نصیر کو دے دیا کر'' اور پھر فرمایا: ''سحری کھا لی؟''

میں عرض کیا جی ہاں، فرمایا: ''اور کھائے گا؟'' عرض کیا میں کھا چکا ہوں، فرمایا: ''اور کھانے پر بھی تو کھایا جاوے'' ہم بیٹھ گئے، اس کے بعد روزانہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے دستر خوان پر سحری میں حاضر ہو جاتے، اس زمانہ میں حضرت کے یہاں سحری میں پلاؤ کے ساتھ گھی لگی ہوئی روٹیوں کا دستور تھا، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ پوچھا: ''گھی چپڑی روٹی مل گئی؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں! حضرت نے پوچھا ''کتنی آئی؟'' میں نے عرض کیا: ایک، حضرت نے دوسری سرکا دی، اس کے بعد سے ہمارے لئے دو کا دستور ہو گیا۔

دلچسپ بحث:

ایک مرتبہ دیر سے پہنچا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ایک بحث بھی کی، جس کا افسوس اب تک ہے۔ حضرت نے پہنچتے ہی فرمایا کہ ”خالی جگہ نہیں! بیٹھ جا“ میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا؟ فرمایا: ”قل ھو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر“ میں نے پوچھا کسے؟ فرمایا: ”مجھ کو“ عرض کیا زندوں کو؟ تو نے مشکوۃ شریف نہیں پڑھی؟“ عرض کیا پڑھی تو ہے، فرمایا ”مسجد عشار والی روایت نہیں پڑھی؟“ عرض کیا: پڑھی تو ہے، پوچھا کہ ”کہاں ہے؟“ میں نے عرض کیا مشکوۃ کتاب الفتن میں، (یہ روایت مشکوۃ کتاب الفتن میں باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے) حضرت نور اللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور فرمایا مولانا سید سلیمان ندویؒ اس حدیث پر میرے معتقد ہو گئے، فرمایا: ”ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے، انھوں نے یہ حدیث معلوم کی، میں نے کہا: ابوداؤد میں ہے، سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں ہے؟ میں نے کہا: کتاب الملاحم میں، اور پھر کتاب منگوا کر دکھا بھی دی۔

تزکیہ کی طرف عدم التفات:

ابتداءً بالکل بچپن میں تو طبیعت کا رجحان تھا، لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا، اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی، حضرت عبد الحلیم صاحب مرحوم نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا: ”تزکیہ ضروری ہے“۔

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا، ادھر بالکل التفات ہی نہیں، بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نور اللہ مرقدہٗ اپنے دار التصنیف میں تشریف فرما تھے اور میں حسب معمول حاضر ہوا، تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا، کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا: ”بالکل نہیں“۔

پھر ایک زمانہ گزر گیا، بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے، جیسے مولانا منور حسین صاحب، مولانا عبد الجبار صاحب اور بعض اصرار کرتے تھے، جیسے صوفی انعام اللہ صاحب، مگر کچھ التفات ہی نہ تھا۔

بیعت میں انقیاد ضروری:

اچانک رمضان المبارک ۱۳۸٦ھ کے عشرۂ اخیر میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے، حضرت نور اللہ مرقدہ سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا: ”بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے، استخارہ کرلے“۔

میں نے عرض کیا: حضرت! میں نے دعاء کی ہے، اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا، مگر حضرت نے فرمایا کہ: ”استخارہ کم از کم تین مرتبہ، اور رات گزرنا اور سونا ضروری نہیں ہے“۔

منامی بشارت:

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا، مولانا اکرام صاحب فرمارہے ہیں کہ ”مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہو جائے گا“۔

ہمارا قیام اس زمانہ میں دار الطلبہ قدیم میں ہوچکا تھا، حضرت نے سن کر فرمایا: ”یہ خواب امید افزا ہے“۔

خصوصی بیعت:

ایک دن رمضان میں ظہر بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرماکر بیعت فرمایا۔

میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا، مگر حضرت نور اللہ مرقدہ نے انکار فرمایا۔

ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندہ کو بہت عقیدت تھی، لیکن بیعت میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا، نیز یہ بھی کہ حضرت استاذ تھے اور پھر قریب بھی تھے۔

قیمتی نصائح:

ہر وقت پاس رہنا تھا، اس لئے خط وکتابت تو ہوتی نہیں تھی، بعض اوقات یونہی بعض پرچے مدینہ طیبہ

سے بھجوائے ان میں بعض نصائح لکھیں اور بعض اوقات زبانی نصائح کیں:

(۱) ایک گرامی نامہ میں لکھا: ’’جہاں تک ہوسکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں‘‘۔

(۲) تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا: ’’ایک بات کا خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہوسکیں، تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو، اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو، میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے ہیں‘‘۔

(۳) اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی: ’’کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے‘‘۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً یہ خیال ہو کہ ہم تو بہت گندے ہیں، نہ معلوم کتنے عیوب ہیں، اس لئے عقلاً برا نہ مانے، واللہ اعلم۔

(۴) ایک خط میں نے لکھا تھا کہ ایک طالب علم بہت اصرار کرتا ہے کہ بیعت کرلو، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا: ’’ضرور کرلو، سلسلہ چلانے کے لئے بیعت تو ضرور کرنا، مگر اپنی نااہلیت کا استحضار رہنا چاہئے، اگر نہ کروگے تو یہ سلسلہ بند ہوجائے گا، جو سلسلہ حضور ﷺ سے چلا آرہا ہے‘‘ (یہ خط اسٹینگر جنوبی افریقہ سے لکھوایا تھا)۔

(۵) ایک خط میں لکھوایا تھا: ’’مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا‘‘۔

(۶) مرکز نظام الدین دہلی میں جب حضرت نور اللہ مرقدہ سے ملاقات ہوئی، تو بالکل خلاف توقع معانقہ فرمایا، اور فرمایا کہ: ’’اخلاص سے کام کرنا‘‘۔

(۷) آخری خط جو ۱۲/ اپریل ۸۲ء کا تحریر کردہ ہے، اس میں میرے ایک خط کے جواب میں لکھا، جس میں میں نے اپنے امراض کی شدت اور خواب میں اموات ومقابر دیکھنے کا تذکرہ کیا تھا لکھا کہ: ’’اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے اور تم کو دونوں کو حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال کرے، ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے، اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے، اس کے کرم ہی کا سہارا ہے، پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہئے‘‘۔

مقرباں رابیش بود حیرانی:

بھائی! ہم تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے سب سے نالائق شاگرد اور ناکارہ وکم فہم مرید تھے، اور پھر مدرسہ کے متعلق معاملات پڑتے تھے، اس میں کثرت سے ڈانٹ پڑتی تھی اور پھر حضرت نوراللہ مرقدہٗ ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے۔

ہاں ایک آدھ مرتبہ بعض حضرات نے حضرت کو بہت ہی مکدر کردیا، لیکن معاملہ کسی اور ذات کے حوالہ تھا، اللہ تعالیٰ نے پھر صفائی کرادی ہے۔

اور ہمارا مزاج یہ تھا کہ فضول ہم کسی کام میں پڑتے نہیں، اس لئے جب اپنا کام بن جاتا تو پیچھے نہیں پڑتے تھے۔

ایک عجیب قصہ مجمل لکھتا ہوں، لکھنے کے لئے نہیں۔

بعض حضرات نے شکایت کرکے حضرت کو مکدر کردیا، حضرت ایک رمضان میں رنجیدہ رہے، رمضان تو گزر گیا، اس کے بعد ہم نے ایک پرچہ لکھا جس میں معافی مانگی اور یہ لکھ دیا کہ ”اگر کوئی کام ہو تو میرے حجرہ میں بھجوادیا جائے، مجھے سردی بہت لگتی ہے“۔

حضرت بہت خوش ہوئے اور کئی بار دعوت کی، اور رمضان شریف میں جن بعض حضرات نے فقرے کسے اور ستایا وہ آئے، اور شرمندہ ہوئے، ہم نے اپنے دل میں کہا کہ ہم حضرت کے شاگرد و خادم ہیں، آپ حضرات کو ان قصوں میں نہ پڑنا چاہئے، اس کے بعد سے وہ صاحب تو ہمیشہ کے لئے بحمداللہ خاموش ہوگئے۔

عطایا کی بارش:

بارہا حضرت نے روپے دئے، ۸۴ھ کے حج میں جاتے ہوئے پچاس روپے دئے تھے، اس کی نصب الرایۃ خریدلی، حج سے آکر پوچھا کہ: ”میں نے چلتے ہوئے تجھے روپے دیئے تھے کچھ تیرے کام آئے؟“ میں نے عرض کیا کہ میں نے نصب الرایہ خریدلی، تو فرمایا کہ: ”اس کے لئے تو عمر پڑی تھی“۔

مقصد یہ تھا کہ دوسری ضروریات میں خرچ کرتے، ”لامع الدراری“ کے ختم پر تین سو روپے دیئے،

جس کی ہم نے ”مرقاۃ المفاتیح“ منگوائی، اور متفرق اوقات میں دیتے رہے، کبھی تیس، کبھی پچاس، اکثر پچاس، اور بذل المجہود مکمل، لامع الدراری مکمل، أوجز المسالک مکمل، جزء حجۃ الوداع والعمرات اور مختلف رسائل دیئے، اور جب بندہ کی حاضری مدینہ طیبہ میں ہوئی تو فرمایا کہ ”میری کتابوں میں جو پسند ہو لے جا“ وہاں اس وقت اردو کتابیں تھیں، ایک کتاب ”اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان“ تھی، وہ ہم نے لے لی، حضرت نے اس کے بعد ایک کتاب بھجوائی ”أبو هريرة في ضوء مروياته“، تالیف ضیاء الرحمن الاعظمی، اس میں حضرت ابوہریرہؓ کی دوسو روایتیں جمع کر کے اس کے طرق وغیرہ پر کلام کیا گیا ہے اور مستشرقین نے جو حضرت ابوہریرہؓ کی کثرت روایت پر شکوک وشبہات کئے ہیں ان کی تردید کی ہے، اور تصوف سے متعلق حضرت کی جتنی تالیفات ہیں، یا صوفی اقبال صاحب نے لکھی ہیں، تقریباً سبھی عطا فرمائیں، اور بعض تو بار بار بھجوائی۔

ذکر کی تجویز میں توارد:

حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تو ہوگیا لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی، اپنے امراض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا، ایک مرتبہ رمضان میں از خود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کر لیا، یعنی تین تسبیح لا الہ الا اللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی، اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشاء کے بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا: ”ذکر کر لیا کرو“ اور مذکورہ بالا نصاب بتایا، بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا، حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا، جو خود ایک نصاب مقرر کر لیا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے وہی بتلایا، پھر معلوم ہوا کہ حضرت مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے۔

معمولات میں اضافہ:

کچھ دنوں کے بعد حضرت کے بعض ارشادات کی بناء پر تھوڑا تھوڑا اسم ذات کا اضافہ شروع کیا، اور سترہ سو تک پہنچا دیا، لیکن حضرت نے کم کرنے کو فرمایا، اور فرمایا: اسم ذات ایک ہزار رکھو، یہی اب تک

معمول ہے، پاسِ انفاس کا حکم بار بار دیا اور مراقبہ دعائیہ بھی بتایا، بس جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہمارا ذکر، حضرت کے زمانہ میں اور اب بھی نفی واثبات واسم ذات کا تو معمول ہے، الا یہ کہ مرض یا کوئی شدید مانع ہو باقی اور چیزیں کبھی ہوگئیں کبھی نہیں۔

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا، جبکہ میں بہت بیمار ہوگیا تھا کہ: ’’دل سے ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہے‘‘ یہ بھی لکھ دوں کہ زیادہ مجاہدہ میرے بس کا نہیں تھا، اور نہ ہے، ایک مرتبہ رمضان شریف میں حضرت سے عرض کیا کہ: ’’حضرت! یہ رات بھر کی بیداری میرے بس کی نہیں‘‘ تو فرمایا: ’’سب کو اس کی ضرورت نہیں‘‘۔

ایک مرتبہ اعتکاف میں خواب دیکھا کہ حضرت لوگوں کو کچھ تقسیم فرمارہے ہیں، میں اگلے روز حاضر ہوا، خواب عرض کیا، اور عرض کیا: ’’حضرت! اگر بیداری کرنے والوں کو ملے گا تو ہم محروم ہوجائیں گے‘‘ حضرت نے فرمایا: ’’نہیں انشاء اللہ‘‘، ایک مرتبہ اعتکاف میں بہت بیمار ہوگیا، اس زمانہ میں کچھ ذکر وغیرہ نہیں کرتا تھا، حضرت نے غالباً بھائی ابوالحسن صاحب یا کسی اور سے کہلوایا کہ: ’’اگر اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے تو اضطراری کرایا جاتا ہے‘‘ مگر ہم نے اپنی نالائقی سے کوئی اثر نہیں لیا۔

ناظم صاحبؒ کی طرف سے خلافت:

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم) نور اللہ مرقدہ نے بروز پنجشنبہ ۵/محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی، جس کا از خود شہرہ ہوگیا، چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نور اللہ مرقدہ سے تھا، اس لئے حضرت ناظم صاحب کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ہی تربیت کا تعلق رہا، اور بحمد اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا، گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے۔

حضرتؒ کی طرف سے اجازت:

پھر جب حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ رمضان شریف کے لئے مدینہ منورہ سے سہارنپور تشریف لائے

توحسبِ معمول اعتکاف کیا، اور رمضان کے بعد شوال میں مجلس شریف میں حسبِ معمول حاضری ہوتی رہی، غالباً ۵؍ ذی قعدہ تھی، بروز پنجشنبہ صبح کی مجلسِ ذکر میں حاضر ہوا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ذکر سے فراغت کے بعد بلوایا، اور فرمایا کہ: ''توجمعہ کے دن حاجی شاہ جاتا ہے؟'' (حاجی شاہ سہارنپور کا مشہور قبرستان ہے)، عرض کیا حضرت! مجھ کو سردی بہت لگتی ہے، حضرت نے فرمایا کہ: ''یہاں آ'' اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا، اور فرمایا کہ: ''میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے، لیکن تیرے اندر تکبر ہے''، میں خاموش رہا اور الحمد للہ حضرت کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا علم ہو گیا ہوگا؟ فرمایا کہ، ''ہاں'' میں نے عرض کیا: حضرت میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت دی؟ حضرتؒ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا، پھر فرمایا کہ: ''تجھے میری طرف سے اجازت ہے''۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت طاری ہوئی تھی، جیسے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آئی، اور ایسا ہو گیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے، اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے، لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی، میں نے کہہ دیا کہ: 'جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت حاصل ہو جاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہو جاتا ہے''، اس میں عجب نفس شامل تھا، بس ساری حالت کافور ہو گئی۔

حضرتؒ نے فرمایا: ''انشاء اللہ تعالیٰ پھر حاصل ہو جائے گی''، اب تک تو حاصل نہیں ہوئی، لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ روسیاہ پر نظر کرم فرماویں، اور دوام حضوری عطا فرمائیں، اس کے بعد حضرت کے یہاں کچھ مہمان آگئے، حضرت نے فرمایا: ''ان کے ساتھ بیٹھ جا''، ناشتہ سے فراغت کے بعد واپس ہوئے تو مدرسہ قدیم کے دروازہ پر پہنچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہو گئی، اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہو سکتی، اور دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہو گیا اس کے بعد۔

خواب میں حضرت مدنیؒ کی زیارت

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرتؒ معتکف ہیں اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی تشریف فرما ہیں، حضرت مدنیؒ کا مصلیٰ بچھا ہوا ہے، میں اس پر آکر کھڑا ہوگیا، حضرت سے اگلے سال عرض کیا: تو ایک مصلیٰ عنایت فرمایا۔

میں تو ہمیشہ سہارنپور ہی رہتا تھا، ہاں جب پاکستان حاضری ہوئی تو فرمایا: ”اپنی جگہ کام کرنا چاہئے تھا“۔

مصادر ومراجع:

(۱) الیواقیت الغالیہ (اکثر حصہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے)

(۲) خودنوشت۔ الیواقیت الغالیہ ہی کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

***

ریحانۃ المحدثین شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ - حیات وخدمات

مولانا محمود شبیر

خادم جامعہ حسینیہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ، راندیر سورت گجرات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ کی زندگی کے سفر کا آغاز ۲۵؍رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء بروز شنبہ صبح کے سہانے وقت میں کھیتا سرائے، جونپور سے ہوا۔

آپ نے والدۂ ماجدہ کے سایۂ عاطفت میں اپنی زندگی کی ابھی ۶؍بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ ان کی ممتا سے محروم ہوگئے اس عالم غمگساری میں پڑھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا، ماموں کے ہمراہ مکتب جانا شروع کیا، قاعدہ مکمل کیا، ماموں کے تعلیم چھوڑنے سے آپ کا پڑھنا موقوف ہوگیا، عصری تعلیم کے لئے اسکول بھیجے گئے لیکن والد صاحب کی غیر چاہت کی وجہ سے کامیابی نہ ملی، پھر والد محترم نے قرآن مجید پڑھادیا جس سے ذہنی رجحان ومیلان دین کی طرف ہوا، چنانچہ ۱۳؍سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم ”مانی کلاں“ میں داخلہ کی خواہش قلب میں اجاگر ہوئی، فارسی تا عربی پنجم کی درسیات سے مدرسہ ھٰذا میں مستفیض ہوئے اپنی متواضعانہ طبیعت اور علمی ذوق ومحنت کی وجہ سے اساتذہ اور اکابر کے منظور نظر رہے، خصوصاً مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کی نظر عنایت بے حد رہی جن کا تذکرہ دورانِ درس آپ والہانہ انداز سے کرتے رہتے تھے، پھر اساتذہ کرام کے مشورہ سے آپ نے مظاہر علوم سہارنپور کی طرف رخ کیا۔ ۱۵؍شوال ۱۳۷۷ھ میں داخلے سے مشرف ہوئے، تعلیم کا آغاز کیا، بہت سے امراض نے گھیر لیا۔ جس کی وجہ سے ناظمِ جامعہ حضرت مولانا

اسعد اللہ صاحبؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے گھر واپسی کا مشورہ دیا لیکن حقیقی طالبِ علم اور مہمانِ رسول نے عاشقانہ انداز میں فرمایا کہ مرنا ہے تو یہیں مرجاؤں گا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا ایسی بیماری میں کیا پڑھا جائے گا، جواب دیا حضرت جو کان میں پڑے گا وہ دل میں اتر ہی جائے گا، گھر جاؤں گا تو اس سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا پھر پڑا رہ۔ واقعتاً آپ نے اس شعر کا حق ادا کر دیا۔

ہمیں دنیا سے کیا مطلب، مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر، ورق ہوگا کفن اپنا

آپ کا پورا زمانۂ طالبِ علمی بڑے مجاہدات اور فقر و فاقہ سے گذرا چونکہ آپ میں سچی طلب اور علمی ذوق تھا اس لئے ابتدا ہی سے حصولِ علم میں اس طرح منہمک ہوئے کہ دیگر کی طرف التفات ہی نہ کیا، انہماک کا اندازہ حضرت مولانا نور الحسن صاحب کے رقم کردہ واقعہ سے ہو سکتا ہے موصوف رقم طراز ہیں کہ آپ عشاء کے بعد کتب بینی اور مطالعہ میں اس قدر مستغرق ہو جاتے کہ نماز فجر کے لئے مؤذن صاحب آکر اطلاع دیتے مولانا صاحب نماز کا وقت ہو چکا ہے تب اٹھ کر نماز میں شامل ہو جاتے۔

اس حقیقت سے تو سبھی واقف ہیں کہ علوم سماویہ اور علوم نبویہ فقر و فاقہ اور مجاہدات سے ہی حاصل ہوتے ہیں نہ کہ دنیا کے تنعم، عیش و عشرت سے، **لا یستطاع العلم براحۃ الجسم۔**

بالآخر اس طرح آپ کا مجاہدانہ تعلیمی سفر ۱۳۸۰ھ میں پورا ہوا اور آپ مظاہر علوم کے ممتاز فاضل اور مایۂ ناز عالم اور علم و معرفت کے خورشید درخشاں ہو گئے۔

فراغت کے بعد فوراً اہل مدرسہ نے آپ کو تدریس کے لئے منتخب فرما لیا۔ شیخ نے سمجھ لیا کہ یہ ہیرا ہے اس کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، چنانچہ ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدے پر فائز ہوئے، شرح الوقایہ، قطبی وغیرہ کے درس سے طلبۂ عزیز کو فیض یاب کیا، ۱۳۸۲ھ میں باقاعدہ مدرس مظاہر علوم ہو گئے، دو سال طلبہ کو ہدایہ وغیرہ کا تسلی بخش درس دے کر منتظمین مظاہر کی نظر میں کامیاب مدرس ثابت ہو گئے، ۱۳۸۴ھ میں اللہ تعالیٰ نے خدمتِ حدیث شریف کے شرفِ قبولیت سے مشرف فرمایا۔ اس سال مشکوٰۃ شریف بعدہٗ ابوداؤد شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ اور موطئین کے درس سے طلبہ کو مستفیض فرمایا۔

آپ کی درسی سرگرمیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا جو بھی کتاب پڑھانے کے لئے آتی رہی سر تسلیم خم

کرتے رہے، قدرت کے فیصلوں پر لبیک کہتے رہے، ۱۳۸۸ھ میں جب استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو ضعف بینائی کا عذر پیش آیا تو بخاری شریف کا درس آپ کے سپرد فرمادیا ''قدرِ جوہر شاہ داند یا بداند جوہری''۔

پھر شیخؒ نے مزید آپ کی قابلیت وصلاحیت کو پرکھا، بیش قیمت موتی کو نظرِ بصیرت سے دیکھا تو شوال ۱۳۹۰ھ میں آپ کو باضابطہ مظاہر علوم کا شیخ الحدیث منتخب فرمادیا آپ، شیخؒ کی سپردہ مسندِ حدیث پر جلوہ فگن ہوکر تادمِ حیات عظمت ورفعت کے افق پر چمکتے رہے اور اپنی علمی صلاحیت کے جوہر سے طلبہ علمِ حدیث کی تشنہ کامی کو سیراب کرتے رہے۔

آپ کو حدیث شریف سے ایسا والہانہ عشق تھا کہ درسِ حدیث شریف ایسے عاشقانہ، والہانہ اور فدائیانہ انداز میں دیتے تھے کہ طالبین کے رگ وریشہ میں اثر کرجاتا تھا، آپ کا معمول تھا کہ سبق مکمل تیاری کے بعد پڑھاتے تھے، سبق پڑھانے کے لئے نکلنے سے پہلے دوگانہ ادا فرماتے، درس گاہ وقت ہوتے ہی پہنچ جاتے، قوی اعذار کے باوجود درس کا ناغہ نہ فرماتے، شب بیداری کے باوجود سبق پورے نشاط کے ساتھ پڑھاتے، آپ کا اندازِ درس بھی نرالہ تھا، جچے تلے الفاظ میں بسلاست پُرمغز تقریر، نہ تو اکتادینے والی طولانی نہ خلل انداز ایجاز بیانی، بے مثال تعبیرات، مضامین مرتب ومدلل، اقوالِ مختلفہ کے ساتھ قولِ راجح کی نشان دہی کرتے، رجال پر بھی خوب کلام فرماتے تھے۔

آپ اپنی محنت شاقہ، سعی بلیغ اور عالی استعداد کی وجہ سے فنِ حدیث میں فائق الاقران تھے، علمِ حدیث کے نکات کا بحرِ بے کراں، الہامات وانکشافات کا سرچشمہ تھے، انہیں خصوصی امتیازات کی وجہ سے صرف معاصرین ہی میں نہیں بلکہ اکابرین کی نظر میں بھی محترم تھے۔

آپؒ ان خوش نصیب بندوں میں سے تھے جن کی پوری زندگی اشتغال بالحدیث اور خدمتِ فنِ حدیث میں گذری، آپ کے علمی تبحر، فنِ حدیث سے حقیقی مناسبت، عمیق نظر اور واقفیت پر مشائخ عظام، علماء کبار اور اساتذۂ حدیث کو پورا اعتماد تھا چنانچہ کسی حدیث کے متن، سند یا راوی سے متعلق کوئی اشکال پیش آتا یا کسی حدیث کی تحقیق پیشِ نظر ہوتی یا اصولِ حدیث کے کسی مسئلہ میں کوئی پیچیدگی سامنے آتی تو کبار علماء میں سے مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار

صاحب اعظمیؒ وغیرہ جیسی اہم شخصیات بھی آپ کی طرف ہی رجوع فرماتی تھیں، خود استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو تو آپ کی فنِ حدیث سے گہری مناسبت اور واقفیت پر اس درجہ اعتماد تھا کہ بہت سی روایات واسناد کی بابت تحقیق وجستجو کا امر فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی آپ کی طرف ہی رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔

کیونکہ استاذِ محترم حضرت شیخؒ نے جب مسند درس حدیث حوالہ فرمائی تو پہلے سال ہی ایک رقعہ تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا۔

ابھی کم سن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حالِ دل بے تاب کو شکوہ سمجھیں

ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیاہ کار کے تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریسِ حدیث کا سینتالیسواں سال ہے اللہ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے۔ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے ہوگے۔

آپ کے علم حدیث میں درک وکمال سے متعلق حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ندوی ”الیواقیت الغالیہ“ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں، بارہوی صدی ہجری میں جس طرح قرآنی علوم اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کو عطا فرمائے تھے، جس کو انہوں نے بہت سے مقامات پر بطورِ تحدیث نعمت کے بیان بھی فرمایا ہے، اس زمانہ میں حدیث کا علم حق تعالیٰ شانہٗ نے اسی طرح آپ کو عطا فرمایا ہے، جس کا آپ نے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اظہار بھی فرمایا ہے، پھر آپ کی تحقیقات، روایت، درایت پر نقد اور متقدمین ومتاخرین کی کتابوں پر بھرپور نقد وتبصرہ اور علامہ ابن حجر العسقلانیؒ جیسے جبل العلم فی الحدیث کے مسامحات کا تذکرہ، یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک، عشق کے سوز، مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرۂ حدیث کو کھنگال ڈالا ہو۔

غرضیکہ پورے عالم میں علمِ حدیث میں آپ جیسا کوئی نہ تھا۔ صرف علماء عجم ہی نہیں بلکہ عرب کے شیوخ بھی آپؒ سے استفادہ کرتے تھے۔

کون جانتا تھا کہ جونپور کی سرزمین سے ایسا بچہ اٹھے گا جو زوالِ علم وفن کے دور میں کمالِ علم وفن کی نظیر

قائم کریگا۔ عرب وعجم میں اپنے علم کا لوہا منوائے گا اور جب دنیا سے رخصت ہوگا تو اپنے پیچھے علم ودانش کے مراکز کو ایسا سونا کر جائیگا کہ لوگ کہہ اٹھیں گے۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا، کمالِ علم وفن
گو دنیا میں آئیں گے بہت، رجالِ علم وفن۔

تقریباً نصف صدی تک آپ تدریسِ حدیث میں بامعانِ نظر منہمک رہے، جس میں ہزاروں سنگ ریزوں کو تراش کر ہیرا اور بے شمار ذروں کو آفتاب بنادیا، بہتوں کو علم وفن کے راستہ پر چلنا سکھادیا، کتنوں کو محدث، مفسر، مفکر اور مصلح بنانے میں اہم کردار ادا کیا اور تاریخ کے اوراق میں اپنا نام رقم کرادیا۔

حضرتؒ نے علومِ ظاہرہ کی تکمیل اور ان میں درک وکمال کے باوجود تزکیۂ نفس اور اصلاحِ باطن سے بھی غفلت نہ برتی، ابتداءً علمی انہماک اور درسی مشغولیات کی بنا پر بیعت وارشاد کی طرف کچھ خاص التفات نہ رہا، رمضان ۱۳۸۶ھ میں اس کا شدید تقاضہ ہوا تو آپؒ نے تزکیۂ قلب کی طرف بھی پوری توجہ مبذول فرمائی۔ لہٰذا تصوف وسلوک کی راہ طے کرنے کے لئے استاذ گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا بحیثیت مرشد انتخاب فرمایا۔ بیعت ہوکر تلقین کردہ اذکار واشغال میں مصروف ہوئے۔ اشتغال بالحدیث نے ویسے ہی دل کو مجلیٰ کردیا تھا اب شیخ کامل کی تربیت سے قلب منقیٰ ہوگیا۔ شیخ نے اجازت و خلافت سے سرفراز فرمادیا۔ گویا آپ شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے ساختہ پرداختہ اور تربیت یافتہ تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ بابرکت میں بے شمار کمالات وخوبیاں ودیعت فرمائیں تھیں۔ آپ اعلیٰ درجہ کی فہم وذکاوت، قوی روحانیت، تواضع وخاکساری کے حامل تھے۔ تقویٰ وطہارت، زہد وقناعت، صفائی ونفاست، اتباعِ سنت، محبت وشفقت، مہمان نوازی وسخاوت، اصلاح وتربیت میں ممتاز تھے اور تمام معاصرین میں سب سے اعلیٰ وبرتر تھے۔ قرآن پاک کے بیان کردہ مؤمنِ حقیقی کے اوصافِ حمیدہ کے جامع تھے جس کے لئے وعدۂ جنت الفردوس کیا گیا۔

۱۶/ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل صبح ۹ بجے حدیث نبوی کا نیر تاباں، امیر المؤمنین فی الحدیث تقریباً نصف صدی علم حدیث کی عظیم ترین خدمات انجام دینے اور آسمان علم کو اپنی ضوفشانیوں اور درخشانیوں سے منور کرنے کے بعد سہارنپور کے شہرِ خموشاں میں ہمیشہ ہمیش کے لئے روپوش

ہوگیا۔ خلق کثیر نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی جو آپ کے عنداللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

آپؒ کی جدائی سے عشاق، خدام، تلامذہ پر رنج وغم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، علمی حلقوں میں سخت اضطراب وبے چینی محسوس ہوئی۔ میدانِ حدیث میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے چہروں پر رنج وغم کے آثار ظاہر ہوئے۔

کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کرلیں ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

اس دارِ فانی میں بہت سے انسان آئے اور آتے رہیں گے، نظامِ دنیا تا قیامت جاری رہے گا۔ آنے والوں میں فقیر بھی آئے امیر بھی شریر بھی آئے شریف بھی لیکن جو بھی آیا جانے کیلئے آیا۔ چوں کہ اعلانِ حق ہے، کل من علیہا فان۔ دنیا کی ہر شئی کو فنا ہے۔ بقا صرف ذاتِ باری کو ہے، وہ سلاطین جن کے زیر اثر ممالک رہتے تھے، جن کے حکموں کی تابعداری میں دنیا گھومتی تھی، محلات وقلعوں میں جن کی زندگی گذرتی تھی، طرح طرح کی عمدہ اشیاء جن کے استعمال میں ہوتی تھیں، وہ سب دنیا سے چل بسے، زیر زمیں سما گئے۔

وہ محبوبِ خدا جن کے صدقۂ طفیل میں غنچہ وگل کی رنگین جوانی، دریاؤں، سمندروں میں موجوں کی طغیانی، ہواؤں کی لہروں میں تیز تر روانی، سورج کی کرنوں کی تپش میں دل کش آتش فشانی، چاند کی چاندنی میں درافشانی، کھیتوں کا خوشنما منظرِ نورانی، روزانہ دھوپ وچھاؤں کا نظامِ ربانی، ارض وسما کے مابین نعرۂ تکبیر وحدانی، جن وانس کے درمیان تذکرۂ یزدانی ہے۔ جس کی علامہ اقبال نے اس طرح منظر کشی کی ہے۔

کتابِ فطرت کے سرِ ورق پہ جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امامِ امم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

غرضیکہ وہ سرورِ کائنات جن کی وجہ سے سارے عالم، ساری کائنات کو وجود ملا ربِ ذوالجلال کے حکم سے وصال فرماگئے، تو پھر کون اس دنیا میں رہے گا۔ حضرت علیہ الرحمہ بھی رحلت فرماگئے جس سے پوری علمی

دنیا کا غیر معمولی نقصان اور نا قابلِ تلافی خلا ہے۔ جس کا پر ہونا ناممکن نہ سہی مشکل تو ضرور ہے۔ آپ کی ذاتِ اقدس اس دورِ قحط الرجال میں سرمۂ بصیرت تھی۔

ہم قلبِ مضطر کو ان الفاظ سے تسکین دیتے ہیں کی وہ محب خدا اس عالمِ فانی سے بصلاح وفلاح واصلِ حبیب ہوئے، عبدِ منیب کو انابت الی اللہ کے ثمرات حاصل ہوئے۔ حضرت کے تابندہ نقوش اخلاف کے لئے مشعلِ راہ اور دعوتِ عمل ہیں۔

رحمن غریقِ رحمت فرمائے، مدارجِ علیا عنایت فرمائے۔ جملہ متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

ابرِ رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

***

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی وفات

اک گوہر نایاب کی گم شدگی۔ایک عہد زریں کا خاتمہ

حضرت مولانا بدر الحسن القاسمی (کویت)

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ ۱۳۵۵۔۱۴۳۸ھ، ۱۹۳۷۔۲۰۱۷ء کی وفات ایک فرد کی نہیں ایک جہاں کی موت ہے، وہ بلاشبہ ان قدسی نفوس میں سے تھے جن کے بارے میں ہر کسی کا دل یہی چاہتا ہے کہ کاش یہ چشمۂ فیض کچھ عرصہ اور اسی طرح جاری رہتا۔ لیکن وقت موعود آجائے تو نہ کوئی تدبیر کارگر ہوتی ہے اور نہ لوگوں کی آرزوئیں اور تمنائیں، چنانچہ حکم الٰہی سے وہ اس دار فانی سے رخصت ہوگئے اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ إنا للّٰہ وإنا الیہ راجعون۔

مولانا یونس صاحب نہ صرف ایک مدرس اور محدث تھے بلکہ ایک دائرہ علم تھے، ان کی زندگی ہر قید وبند سے آزاد لیکن گیسوئے علم کی اسیر رہی انہوں نے منقول ومعقول سارے علوم ماہر اساتذہ سے حاصل کئے اور انکو اپنے سینہ میں محفوظ رکھا تھا اور اس میں وہ اپنے معاصرین سے فائق اور ممتاز تھے۔ اور علوم میں بھی وہ اپنے اساتذہ کی طرح جامعیت اور دقت نظر سے بہرہ ور تھے اس لئے وہ اپنی وفات کے بعد علم وفن کا ایک کارواں اپنے ساتھ لے گئے۔

وما ن کان قیس ھلکه ھلک واحد
ولکنه بنیان قوم تھد ما

یا دوسرے لفظوں میں:

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان کا حشر ائمہ محدثین کے زمرہ میں کرے اور ان کو فردوس بریں میں جگہ نصیب فرمائے، ان کے انتقال کی خبر کا شدت سے احساس مجھے اس لئے بھی ہو رہا ہے کہ ابھی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مدینہ طیبہ میں تھا تو ان کے نہایت مخلص شاگرد اور خادم خاص مولوی یونس مثاث نے ''نبراس الساری'' کی پہلی جلد لا کر دی جو مولانا کے درس حدیث سے ماخوذ شرح بخاری ہے اور مولانا کی اس تلقین کے ساتھ دی کہ کتاب کا نسخہ بدرالحسن قاسمی کو دو اس کا ذہن تنقیدی ہے وہ مفید مشورے دے گا۔ کہاں میں اور مولانا کے افادات پہ رائے زنی لیکن یہ ان کی عالمانہ تواضع کی بات تھی۔ اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ چند سال پہلے (۲۷ر شعبان ۱۴۳۴ھ کو) مولانا محمد یونس صاحب سے مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی وہ خاص کیفیت میں تھے پہلے بزرگانہ نصیحت فرمائی پھر انتہائی شفقت سے پیش آئے۔ روایت حدیث کی اجازت بھی دی اور ''الیواقیت الغالیہ'' کی چوتھی جلد کا ایک نسخہ بھی عنایت فرمایا، رات میں میں نے کتاب پر نظر ڈال لی تھی اگلے دن قیام گاہ پر حاضری ہوئی تو میں نے احادیث کی تصحیح وتضعیف کے بارے میں ان کے طریقہ کے بارے میں اپنے بعض طالب علمانہ اشکال ظاہر کئے تو اس کی وضاحت کی میرے اشکال کا دائرہ بڑھتا گیا تو انہوں نے پوری کتاب پڑھ کر رائے دینے کے لئے کہا اور اپنی دوسری تحریروں کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا۔

پھر جب ان کے اسانید کا مجموعہ ''الفرائد'' چھپ کر آیا تو اس کے بارے میں بھی انہوں نے میرے مشورہ کو سراہا۔ ''نبراس الساری'' استفادہ کی غرض سے میں نے پڑھنا ہی شروع کیا تھا کہ آج اچانک ان کے انتقال کی خبر آئی کہ اب دار فانی میں ان کی زیارت ممکن نہیں رہی۔ إنا للہ وإنا الیہ راجعون۔ ؎

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی وفات سے نہ صرف برصغیر میں علم حدیث کی مسند سونی ہوگئی ہے اور صحیح معنوں میں ''شیخ الحدیث'' کہلانے کا کوئی مستحق باقی نہیں رہا بلکہ عالم عرب میں بھی اس درجہ لوگ شاید نہ ملیں۔

مولانا یونسؒ کی حیثیت مینارۂ نور کی تھی وہ اس عہد کا تسلسل تھے جس میں ایک طرف دارالعلوم دیوبند کے نامور شیخ الحدیث مولانا فخر الدینؒ احمد مرادآبادیؒ مسند حدیث پر براجمان تھے تو دوسری طرف سہارنپور میں

حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی بابرکت ذات ''شیخ الحدیث'' کے منصب کا بھرم قائم کئے ہوئے تھی۔

استاذ محترم مولانا فخر الدینؒ صاحب حضرت شیخ الہند محمود حسنؒ اور امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے علوم کے وارث وامین تھے اور جن کے درس کی شان یہ تھی کہ نامور محدث وفقیہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ کہنے لگے کہ میں نے حدیث کے صرف ایک جزء کی تشریح میں تین دن تک ان کے درس میں شرکت کی۔

حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ اپنے محترم والد کے واسطہ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے علوم کے وارث بنے اور دوسری طرف حضرت مولانا خلیل سہارنپوری کے دست راست رہے۔ ''بذل المجہود'' کی تدوین میں ان کے معاون رہے اور ''أوجز المسالک'' جیسی عظیم کتاب تصنیف کی اور ''لامع الدراری''، ''الکوکب الدری'' اور ''الابواب والتراجم'' جیسی بیش بہا کتابوں کی تدوین وترتیب کا کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے علم وفضل کی سب سے بڑھ کر شہادت تو یہی تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ طیبہ جانے سے پہلے ان کو اپنا جانشیں بنایا اور صحیح بخاری کی تدریس ان کے سپرد کی۔

ٹھیک اسی طرح کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے سفر حجاز سے پہلے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو اپنا جانشیں بنایا اور بعد کے حالات نے ثابت کردیا کہ یہ انتخاب ہر لحاظ سے صحیح اور برمحل تھا۔

علامہ ابن الہمام کے بارے میں تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے علامہ قاسم بن قطلو بغا کو اپنا جانشیں بنایا تھا اور اسی طرح حضرت امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد محمد بن الحکم کی قربانیوں کے باوجود اپنی جانشینی کے لئے امام مزنی کا انتخاب فرمایا جو امام طحاوی کے حقیقی ماموں تھے۔

حضرت مولانا محمد یونس کو علم حدیث میں جو مہارت حاصل تھی اس کی نظیر عالم عرب میں بھی بمشکل ہی ملے گی بلکہ اتنی جامعیت رکھنے والی شخصیت شاید نہ مل سکے۔

انہوں نے اپنی ساری زندگی درس وتدریس میں گزاری۔ تصنیف وتالیف کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی۔ البتہ ان کے افادات درسی تقریروں اور اکابر اہل علم کی طرف سے استفسار کے جواب میں مراسلوں کی شکل میں محفوظ رہے جن کو ان کے بعض باہمت وعزیمت شاگردوں نے کتابی شکل میں شائع کردیا ہے اور اس طرح ''الیواقیت الغالیۃ'' کی چار جلدیں منظر عام پر آگئیں اور ''نبراس الساری'' کے نام سے شرح بخاری کی اشاعت بھی شروع ہوگئی ہے۔

مولانا چونکہ روایتی تصنیف وتالیف کے طریقوں کے پابند نہیں رہے اس لئے ان کے ''افادات'' کی ترتیب وتدوین کا عمل بڑی محنت اور خاص سلیقہ مندی کا طالب ہے تاکہ عالمی طور پر ان کے اس علمی ذخیرہ کو عام کیا جاسکے۔

ان کے دسیوں رسائل ہیں جو ''الیواقیت'' کے مجموعہ میں محفوظ تو ہو گئے ہیں لیکن وہ اس وقت تک سربمہری رہیں گے جب تک ان کو علاحدہ رسائل کی شکل میں شائع نہ کیا جائے اور عربی اور اردو کے افادات الگ الگ نہ کئے جائیں۔ مولانا محمد ایوب السورتی اپنی محنت پر لائق مبارکباد ہیں اور امید یہی ہے کہ ان رسائل کی تحقیق نئے انداز سے ترتیب اور طباعت واخراج کے جدید معیار کی رعایت کے ساتھ ان کو دوبارہ پیش کیا جائے گا۔

مولانا کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''ارشاد القاصد'' نامی رسالہ میں انہوں نے ۱۶۸/حدیثیں ایسی جمع کردی ہیں جو صحیح بخاری میں ایک ہی سند کے ساتھ مکرر آئی ہیں جبکہ امام بخاری نے اس طرح کے تکرار کی نفی کی ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ بمشکل ۲۲/حدیثیں پیش کرسکے۔

آپ نے علمی استفسار کرنے والوں کی فہرست میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا عبدالجبار صاحبؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ اور دیگر اہل علم شامل ہیں اور آپ نے ہر سوال کا جواب پوری تحقیق کے ساتھ دیا ہے۔

مولانا محدث تھے اصل مخاطب آپ کے طلبہ ہی رہے ہیں وسعت نظر کے بعد اور زندگی کا بیشتر حصہ علم حدیث کی خدمت میں اور محدثین عظام کے مسلک ومذہب کی تحقیق میں گزارنے کے بعد بعض مسائل میں ان کا رجحان محدثین کے مسلک کی طرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح احادیث کی تصحیح وتضعیف میں بھی ان پر مختلف ادوار گزرے ہیں جن سے ہر جگہ اتفاق ضروری نہیں ہے لیکن اس سے ان کے علمی مقام پر حرف نہیں آتا۔ اور جس طرح علامہ ابن الہمام کی انفرادی تحقیق اور شاذ اقوال ان کو فقہ حنفی کے دائرہ سے نہیں نکالتے اسی طرح دیگر محقق علماء کے ساتھ بھی معاملہ کرنا چاہئے، چنانچہ علامہ قاسم بن قطلو بغا کا مشہور قول ہے کہ ہمارے استاذ کے شاذ اقوال فتوی کے لئے معتمد نہیں ہیں۔

مولانا محمد یونس صاحب کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ ہے اللہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

***

نہیں منت کشِ تاب شنیدن داستاں میری

مفتی ناصرالدین مظاہری

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ......فن حدیث میں چمکتا دمکتا......رخشندہ ودرخشندہ نام......! علوم واعمال کا وہ کوہ ہمالہ......جس کی بلندی دیکھنے میں ٹوپیاں گرنے اور جس کی پیمائش میں پیمانے ٹوٹنے لگیں......فقہ وحدیث کی دنیا کا وہ عظیم شناور......جنھوں نے اپنی شناوری سے وہ وہ یواقیت وجواہر نکال لئے......جو رہتی دنیا تک اس فن سے شغف رکھنے والوں کے لئے مفید وکارآمد ثابت ہوں گے۔

بہتوں نے لکھا اور بہت سے لکھ رہے ہیں...... کہ...... حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس غریب گھرانے کے چشم وچراغ تھے......پسماندگی اور ناخواندگی کی ان کے گھر میں حکمرانی تھی ......حالانکہ...... ایسا نہیں ہے...... ان کے والد ماجد محترم شبیر احمدؒ......عصری تعلیم یافتہ ......بہترین انگریزی داں......ایک ملک میں ایک بڑی کمپنی میں بڑے عہدے پر فائز......اس سروس کی وجہ سے آپ کے گھریلو حالات خوش حالی اور فارغ البالی کا نمونہ......لیکن......افسوس......! برا ہو بدخواہوں کا......منہ کالا ہو بری نظر والوں کا...... عبرت ناک انجام ہو دوسروں کو تکلیف دینے والوں کا......روسیاہ ہوں ایسے لوگ دنیا میں ......اور...... رسوا ہوں عقبیٰ میں...... کسی بدخواہ نے اتنا شدید سحر آپ کے والد ماجد پر کیا کہ ایک دو سال نہیں پورے نو دس سال تک اسی حالت سحر میں صاحب فراش رہے......اس مرض وعلالت کی وجہ سے نوکری ختم ہوگئی......آمدنی کے ذرائع بالکل ہی مسدود ہوگئے......شیخ الحدیث اور ان کے ایک چھوٹے بھائی ابھی بچے تھے......بہت جلد یہ مکتب ومدرسہ میں جانے کے لائق ہو رہے تھے......اور...... اِدھر ان کے گھریلو حالات اور روزمرہ کے خانگی

اخراجات اس کے متحمل نہیں تھے...... نتیجہ یہ ہوا کہ کبھی آپ اپنی نانی کے یہاں پرورش پاتے ہیں...... تو کبھی ماموں جان کے ساتھ ان کی پشت پر لدکر اور کندھوں پر سوار ہوکر مکتب جاتے نظر آتے ہیں...... ماں کا سہارا اُس وقت ہی جدا ہوگیا تھا جب آپ کو ماں کی جدائی کی سنگینی کا بھی اندازہ نہیں ہوسکا تھا...... ہوش میں پختگی آتی گئی ...... اور ...... اِدھر گھریلو حالات بگڑتے گئے...... اور پھر یہ ہوا کہ مکتب سے آتے تو کبھی گھر کی بھینسیں چراگاہوں میں چراتے، کبھی ان کے چارے کا نظم کرتے...... گھاس کھودتے گوبر اور طبیلہ کی صفائی کرتے وقت ہونے پر بھاگم بھاگ مدرسہ جاتے ...... مدرسہ بھی ضیاء العلوم جو مانی کلاں میں واقع ہے...... مانی کلاں جو کیہ سے پورے پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے...... تصور کیجئے پیدل کا راستہ...... سڑکیں آج بھی ناقابل بیان حد تک خستہ ہیں...... اُس وقت کیا عالم رہا ہوگا......؟ عمر عزیز کی بارھویں یا تیرہویں سیڑھی پر بمشکل پہنچے ہوں گے کہ ایک نئی پریشانی نے پریشان کردیا...... آپ کے پیٹ کے زیریں حصہ میں درد شروع ہوگیا جو بڑھتا رہا...... شیخ صاحب اس درد کی وجہ سے ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے...... راقم الحروف سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے مظاہر علوم کے دورۂ حدیث کے رفیق اور مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں کے موجودہ ذمہ دار حضرت مولانا عبد العلی مدظلہ نے مانی کلاں کے مدرسہ ضیاء العلوم میں بیان کیا کہ مولانا یونس یہاں ضیاء العلوم میں پڑھتے تھے...... گھر والوں کی مرضی کے بغیر آپ نے پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا...... اس لئے یہیں پڑھتے اور پھر یہیں پڑ جاتے...... قیام مدرسہ میں رہتا...... کھانا حضرت مولانا ضیاء الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وساطت سے کسی گھر میں جاری کرادیا تھا...... جب بیماری نے طول پکڑا تو مولانا نے فرمایا کہ گھر چلے جاؤ! مگر شیخ محمد یونسؒ گھر جانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوئے...... کیونکہ انھیں اسباق میں ناغہ بالکل منظور نہ تھا...... تمام طلبہ رات کو اپنے اپنے بستر پر لیٹ جاتے اور مولانا یہاں صحن میں درد کی شدت سے گویا لوٹ جاتے...... روتے رہتے...... پوری پوری رات روتے رہتے...... پھر حضرت مولانا ضیاء الحقؒ نے مولانا کو ڈاکٹروں کو دکھایا...... ڈاکٹروں نے مثانہ میں پتھری بتائی...... سوائے آپریشن کوئی متبادل علاج نہیں تھا...... ادھر مولانا ضیاء الحقؒ خود نہایت غریب...... مختلف غریب بچوں خاص کر مولانا شیخ محمد یونسؒ کی حتی المقدور کفالت کے باعث عسرت میں ہی رہتے تھے...... پھر بھی جیسے تیسے شیخ محمد یونسؒ کا آپریشن کروایا اور سوگرام سے بڑا پتھر بذریعہ آپریشن نکالا گیا...... شیخ کو سکون مل گیا...... تعلیم

جاری رکھی اور جب مولانا ضیاء الحقؒ کی گنجائش سے باہر ہوگیا تو انتہائی تعلیم کے لئے تین ساتھیوں کو مظاہر علوم بھیجا، وہاں بھی بڑی تنگی کے ساتھ تعلیم پاتے رہے...... بقرعید کا موقع آیا...... عید کی خوشی میں تمام طلبہ سرشار تھے...... مگر مولانا محمد یونسؒ پریشان کیونکہ ان کے پاس کرایہ کے پیسے نہیں تھے...... حالانکہ اس وقت بمشکل ڈیڑھ روپے کرایہ تھا...... ہم لوگوں نے مولانا یونس سے کہا کہ اگر طبیعت چاہتی ہو تو ہمارے ساتھ چلو...... کرایہ کسی سے اُدھار لے لیتے ہیں مگر وہ اُدھار لینے پر بالکل تیار نہیں ہوئے ...... تو ہم لوگ انھیں مدرسہ میں چھوڑ کر ریلوے اسٹیشن پیدل پہنچے ...... گاڑی میں سوار ہوئے ہی تھے کہ دیکھا مولانا محمد یونس افسردہ چہرے ...... اور...... بجھے دل کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پر نظر آئے ...... ہم نے پھر کہا کہ جب تمہیں جانا نہیں ہے...... تو یہاں کیوں آئے ...... ہو؟ ان کی خاموش حالت اور ظاہری و باطنی کیفیت دیکھ کر ہمیں بڑی تکلیف پہنچی کیونکہ ایک طرف تو وطن جانے کی خوشی، قربانی کی تعطیل، کم عمری و نوعمری دوسری طرف کرایہ نہ ہونے کا غم...... غربت کا عالم...... ہم لوگ ریل سے اتر کر پھر مدرسہ آگئے...... کسی نے حضرت مفتی مظفر حسینؒ کو خبر کردی کہ محمد یونس جونپوری غریب ہے اور کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے گھر نہیں جارہا ہے...... تو مفتی صاحبؒ نے مولانا یونس صاحب کو بلوایا، حقیقت معلوم کی...... اور پھر مفتی صاحب نے اپنی سرپرستی اور کفالت میں مولانا محمد یونس کو لے لیا...... اس زمانے میں مفتی صاحب بھی کوئی اتنے مالدار نہیں تھے لیکن عیالدار بھی نہیں تھے...... نہ بیٹا، نہ بیٹی ...... لاولد...... انہوں نے بالکل اپنے بیٹے کی طرح مولانا محمد یونس کے نازنخرے اٹھائے ہیں...... بچے کی طرح خیال رکھا ہے...... روپے پیسے میں...... چیزوں...... برتنوں...... بستروں...... چادروں حتی کہ تمام فرمائشیں مفتی صاحبؒ اس طرح پوری فرماتے تھے جیسے اپنے بیٹے کی۔

حضرت مولانا عبد العلی مدظلہ نے (اللہ انھیں صحت وسلامتی عطا فرمائے) ضعف، نقاہت، پیرانہ سالی، امراض واسقام اور مختلف عوارضات کے باوجود ایسی ایسی حیرت انگیز باتیں بتائیں اور لکھوائی ہیں جن کو "صدائے حق" کے اِن محدود صفحات میں لکھنا اور سمیٹنا مشکل ہے ایک لمبی داستان ہے...... گھریلو حالات کی طویل کہانی ہے...... اور خورد وکلاں کے ان تمام بیانات سے آگہی کے لئے طویل تحریر ناگزیر ہے...... البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ احسان فراموشی کے اس دور میں "ھل جزاء الاحسان

الا الاحسان" کی تصویر بنے رہے، ایک ایک محسن کو یاد رکھا، ان کے لئے صدقات دینے کا معمول بنایا، خود حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کے تو گویا عاشق و دلگیر تھے، کوئی مجلس ان کے ذکر سے خالی نہ ہوتی تھی، بات بات میں ان کا ذکر کرتے، احسانات گنواتے، دعائیں کرتے، ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرتے اور کوشش کرتے کہ حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر کے ان کی خوب خوب دعائیں سمیٹی جائیں چنانچہ حضرت مولانا ضیاء الحقؒ ہی کا زمین سے متعلق کوئی مسئلہ تھا، حضرت شیخؒ نے اپنے بے تکلف رفیق حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ سے فرمایا کہ ممکن ہے زمین کے اِس معاملہ میں مولانا ضیاء الحقؒ حق پر ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حق پر نہ ہوں اور اِسی حال میں دنیا سے چلے گئے ہوں؟ تو آدھے پیسے تو لائے گا اور آدھے کا نظم میں کروں گا، چنانچہ حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کے فریق کو اُن کے مطالبہ کے مطابق تمام رقم حضرت شیخؒ نے اپنی طرف سے ادا فرمائی۔

حضرت مولانا برہی ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے، میونسپلٹی والوں نے بجلی کا ایک کھمبا حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کے گھر سے متصل کسی ایسی جگہ گاڑ دیا جس سے کسی ناگہانی خطرہ وواندیشہ تھا، مولانا نے اپنے طور پر اس کھمبے کو وہاں سے ہٹوانے کی کوشش کر لی مگر کھمبا نہ ہٹا (اور سرکاری کھمبا لگنے کے بعد ہٹوانا بہت مشکل ہوتا ہے) حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع اپنے تلمیذ رشید تک پہنچائی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ نے اپنے اثر ورسوخ کا استعمال فرمایا اور جذبات میں یہاں تک فرما دیا کہ "وہ کھمبا ہر حال میں ان شاء اللہ وہاں سے ہٹوانا ہے" چنانچہ الحمد للہ حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کی خواہش اور شیخ الحدیث کی کوشش پوری ہوئی۔

احسان کا بدلہ احسان کا ایک اور نمونہ بتاتا چلوں، اِن ہی حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کا جو گھر "برہی" میں تھا وہ پرانا، کچا اور بوسیدہ تھا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ کی خواہش تھی کہ ان کے سب سے پہلے مربی اور محسن کا گھر ان کے شایان شان ہو، چنانچہ ان کے قدیم گھر کی تجدید وتوسیع خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے کرائی۔

کبھی کبھی حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا محمد یونسؒ اپنے بارے میں فرماتے "یہ ضیاء کی ضیاء ہے" یعنی حضرت مولانا محمد یونس کی عند الناس محبوبیت اور عند اللہ مقبولیت کو اپنے استاذ گرامی قدر کی طرف ہی مبذول

کرتے تھے اور فرماتے کہ مجھ پر جتنے احسانات حضرت مولانا ضیاء الحقؒ کے ہیں اتنے کسی کے نہیں۔

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کے بارے میں بھی ان کے بے شمار دعائیہ جملہ، تاثرات اور مثبت خیالات ہیں جن کو اگر لکھا جائے تو شاید ان سطور کی ضخامت بڑھ جائے اس لئے اس کے لئے پھر کسی نئی بزم اور انجمن میں پیش کرنے کی ان شاء اللہ سعادت حاصل کروں گا۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم سہارنپور اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور ان دونوں حضرات کے لائق فخر تلمیذ حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوریؒ کے بھی بے شمار احسانات اور انعامات آپ سے وابستہ ہیں جن کے بیان کے لئے خاصا وقت اور اچھے خاصے صفحات درکار ہیں۔

مقصود اس تمہید کا یہ ہے کہ ان اکابر اہل اللہ نے اجتماعی کوشش سے جس پتھر کو تراشا تھا وہ پتھر کوئی عام معمولی پتھر نہ تھا بلکہ ہر موتی سے زیادہ قیمتی، ہر ہیرے سے زیادہ چمکدار اور ہر جوہر و گوہر سے زیادہ اہمیت کا حامل بن گیا، جس نے اپنی خداداد فہم وفراست اور نور بصیرت اور عرفان بصارت سے حدیث شریف کے باب میں وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا جو بہتوں کے لئے لائق رشک ہے۔

بقول حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور مدظلہ:

”ان کی پوری زندگی کتاب وسنت اور حدیث نبوی کی خدمت میں گزری، زمانۂ طالب علمی ہی سے جفاکشی اور اساتذہ واکابر کی محبت واطاعت اور وفاشعاری ان کا شعار رہا، طلب علم کے باب میں ان کی محنت ولگن قابل رشک تھی، وہ اسلاف کے سچے پیروکار، اکابر کی یادگار، زہد وقناعت کے پیکر، طلبہ وعلماء کے لئے ایک نمونہ اور علم وتحقیق کے میدان میں ممتاز تھے“۔

حدیث ان کا مزاج اور بخاری شریف ان کا دستور حیات بن چکی تھی، بلکہ امام بخاریؒ کے تو گویا گرویدہ اور عاشق زار تھے اور کبھی کبھی وجد میں فرماتے تھے کہ:

”اگر آج امام بخاریؒ آجائیں تو ہم ان کے دامن سے لپٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ ہمیں اپنا مرید بنالیں، ہمیں اپنا شاگرد بنالیں“

محترم حضرت مفتی شبیر احمد صاحب استاذِ حدیث دارالعلوم بری، یو۔کے بیان فرماتے ہیں کہ:

’’امام بخاریؒ سے ان کو عشق تھا، ایک صاحب سے تو فرمایا کہ تم امام بخاریؒ کی طرف سے صدقہ کیا کرو، خود جب بیمار ہوتے تو طلبہ سے روزے رکھواتے اور پھر ان طلبہ کے افطار اور عشائیہ کا بھی اہتمام فرماتے‘‘

حضرت امام بخاریؒ کا جب بھی نام لیتے تو ہمیشہ اُن کے وقار وعظمت اور جاہ وجلال کا لحاظ رکھتے ہوئے رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کہتے تھے ان کا جو ذہنی تعلق اور توافق حضرت امام بخاری سے ہے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اسی ذہنی توافق اور امام بخاریؒ سے عقیدت ومحبت کو کچھ نہیں سمجھ سکے اور اپنی طرف سے طرح طرح کی باتیں گردش کرنے لگیں، حضرت مفتی شبیر احمد صاحب استاذ حدیث دار العلوم بری، یو۔ کے کا ارشاد گرامی ہے کہ:

’’لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نے احناف کے خلاف یہ بات کہی، بھائی! جب حضرت علیہ الرحمۃ امام بخاریؒ کی کتاب پڑھائیں گے تو امام بخاری ہی کی زبان سے بولیں گے؟ یا کسی اور کی زبان سے بولیں گے؟‘‘ (حضرت مفتی شبیر احمد صاحب استاذ حدیث دار العلوم بری، یو۔ کے)

مولانا عبد الرحیم لمباڈا کہتے ہیں:

’’مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ حضرت کو کوئی سلفی کا لقب دیتا ہے تو کوئی غیر مقلد کا، دراصل لوگوں نے حضرت کو پہچانا ہی نہیں، چونکہ حضرت کا علمی مقام ایسا تھا کہ اس میں بعض دفعہ تفردات ہوجاتے تھے ورنہ حضرت تو بہت پابند تھے، انتہائی درجہ کے متقی اور پرہیزگار انسان تھے اور سب مذاہب کی رعایت کرتے تھے، وضو بھی سارے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کرتے تھے، نماز بھی سارے مذاہب کی رعایت کرکے پڑھتے تھے‘‘ (بہار نبوت: ص۸۱)

حدیث نبوی سے بھی حضرت شیخ الحدیث کو خصوصی مناسبت ہوگئی تھی، جس کا اندازہ اِس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے:

’’حضرت ایک مرتبہ سنانے لگے کہ مجھے پہلے رسول پاک کی خواب میں زیارت ہوتی تھی، ایک سال میں کئی بار ہوجاتی تھی، ایک بار میری زبان سے کوئی جملہ نکل گیا، تو وہ زیارت بند ہوگئی پھر کافی عرصہ کے بعد میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس کی کیفیت یہ تھی کہ: میں حدیث شریف

پڑھارہا ہوں، میں نے طلبہ کو حدیث شریف کی کوئی بات بتائی جو ان کی سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے طلبہ کو اپنے پیچھے غار حراء کی طرف اشارہ کیا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شکل میں کھڑے تھے، میں نے طلبہ سے کہا کہ میری بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے تو انھیں سے پوچھ لو" حضرت شیخ نے یہ خواب ارشاد فرمایا اور کہا کہ "اس سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فہم حدیث کو کھولا ہے، کسی کو سمجھ میں آئے یا نہ آئے" (ایضاً)

ان کو ان کے مسلک سے ہٹا کر کسی اور مسلک سے جوڑنا دانائی کے خلاف ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے سلسلۂ چشتیہ کے دو عظیم بزرگ حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے جرعہ نوش اور میخانہ سلوک وتصوف کے جام شیریں سے لطف اندوز تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مجھے جب حضرت ناظم صاحبؒ نے اجازت دی تو میں نے خواب دیکھا کہ میں اجمیر شریف میں ہوں اور ڈول رسی کے ذریعہ پانی کھینچ رہا ہوں" تو میں نے خود ہی اپنے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ حضرت نے مجھ کو صاحب السلسلۃ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ تک پہنچا دیا ہے اور یہ میرے اوپر ہے کہ میں فیض کو جتنا ہو سکے کھینچوں" (ایضاً)

شیخ الحدیثؒ خالص "مولوی" تھے، وہ انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، ٹی وی اور موبائل کی لت سے کوسوں دور تھے، صرف پڑھنا اور پڑھانا ان کا مشغلہ تھا پھر بھی وہ شاندار اور جاندار عطر کی طرح دور ونزدیک خوشبو بنکر چمکے، جہاں جہاں سے گزرے لوگوں کو اپنے علوم ومعارف کی نورانیت سے منور اور قریوں، بستیوں اور مکانوں ومکینوں کو معطر کرتے چلے گئے۔

مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوریؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ کے بارے میں جنھیں معلوم ہے ان کیلئے تو شاید اتنی دلچسپی نہ ہو لیکن جو نہیں جانتے وہ جان لیں کہ علامہ شبلی نے لاہور جاکر حضرت ادیب الہند مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ سے جب عربی ادب پڑھنے کی خواہش کی تو اولاً منع کر دیا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے لیکن جب اصرار کیا تو فرمایا کہ صبح گھر سے (بھاٹی دروازہ) سے اورینٹل کالج تک پیدل جاتا ہے تم اپنی کتابیں لے کر دروازے کے پاس آکر کھڑے ہو جایا کرو، جب گھر سے نکلا کروں تو ساتھ ساتھ چلتے

چلتے اسباق پڑھ لیا کرو، اس طرح علامہ شبلی نے ادب کی تعلیم پائی تھی اب سنیئے ہمارے اس زمانے میں بھی ایسی نظیریں اگر تلاش کی جائیں تو مل سکتی ہیں چنانچہ مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

”جدہ میں محمد حریری ہیں بہت بڑے پروفیسر ہیں وہ حضرت کو جدہ سے اپنی گاڑی میں سوار کرتے تھے اور خود ڈرائیونگ کرتے تھے اور پھر اس کے بعد کسی اور ڈرائیور کو بٹھا کر راستہ میں، عرفہ کے میدان میں، منیٰ میں، اور دیگر مقامات میں چلتے پھرتے حضرت والاؒ سے پوری صحاح ستہ پڑھی ہیں“

عجیب وغریب شخصیت تھی حدیث پڑھتے پڑھاتے وہ حدیث کے بحر بیکراں میں غواصی کرکے کامیاب اور فائز المرام ہوتے تھے ایک بار فتنوں کی بات چل پڑی تو فرمایا کہ:

”امت اس وقت بہت سے فتنوں میں مبتلا ہے جدھر دیکھو فتنے ہی فتنے۔ ان فتنوں سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں ہم کو دی تھیں (۱) اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم** (جب تک آپ دنیا میں ہیں اللہ تعالیٰ انھیں عذاب نہیں دیں گے) لیکن چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوگئے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان فتنوں سے حفاظت کے لئے ہیں دوسری چیز دی اور وہ ہے استغفار، چنانچہ فرمایا: **وما کان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرون** (جب تک لوگ استغفار کرتے رہیں گے اللہ ان کو عذاب نہیں دیں گے) پس استغفار کی کثرت کرو، خوب استغفار کرو، رجوع الی اللہ کرو، توبہ کرو، اس کے ذریعہ فتن اور عذابِ خداوندی سے حفاظت ہوگی۔ (بہارِ نبوت: ص ۸۵)

آپ کے بارے میں بھلے ہی مسلکی طور پر طرح طرح کی باتیں مشہور ہوگئی ہوں لیکن آپؒ رخصت پر عزیمت کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے چنانچہ کچھ سال پہلے مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ یہاں رمضان کے اخیر عشرہ میں موجود تھے، ایک شخص نے کہا کہ میں نے شیخ صاحب مدظلہ کو جب یہ نماز پڑھائی تھی تو میں اُس وقت مسافر تھا لیکن میں نے غلطی سے چار رکعت پڑھادی، حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ مفتی شبیر احمد سے پوچھو، اس نے مفتی صاحب سے پوچھا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، اس لئے کہ حضرت کا مسلک اربع فی اربع کا ہے، یعنی حضرت اس کو راجح سمجھتے ہیں اور اصول احناف پر بھی نماز ہوگئی کہ فریضۂ وقت ادا ہوگیا، یہ امر آخر ہے کہ واجب الاعادہ ہو، یہ واقعہ ظہر کا ہے اس کے بعد عصر کی نماز ہوئی پھر مغرب کی نماز ہوئی پھر عشاء کی نماز ہوئی اس کے بعد تراویح ختم ہوئی حضرت کے یہاں تین پارے کی تراویح ہوتی

تھی، حضرت نے مفتی شبیر احمد صاحب مدظلہ سے فرمایا کہ شبیر! یہاں احناف کا مجمع ہے، مجھے ایسا لگتا ہے کہ نماز لوٹانی چاہئے، چنانچہ حضرت شیخؒ نے ظہر بھی دہرائی، عصر بھی دہرائی، مغرب بھی دہرائی اور عشاء بھی دہرائی۔

آپؒ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ سے خاص مناسبت تھی اور خود حضرت شیخ محمد زکریاؒ کو آپ سے بے انتہا انس اور تعلق تھا چنانچہ مفتی محمد عبداللہ طارق دہلویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت شیخ محمد زکریاؒ نے فرمایا: اگر یونس میرے سلام کا جواب بھی دیدے تو میں اس کا احسان سمجھوں ہوں"

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے اپنی آپ بیتی میں جگہ جگہ بڑے شفقت آمیز انداز واسلوب میں شیخ محمد یونسؒ کا ذکر خیر فرمایا ہے چنانچہ لگے ہاتھوں چند مثالیں اور نظریں پیش خدمت ہیں:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے حضرت رائے پوریؒ کو خط لکھا کہ برائے کرم آپ مجھے بیعت نہ کرنے کی اجازت عنایت فرمادیں تو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ خط کا جواب تحریر فرمایا اور حکم دیا کہ بیعت جاری رکھو، یہ واقعہ آپ بیتی میں موجود ہے اور وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ

"یہ واقعات میں مولانا محمد یونس کے شدید اصرار پر لکھوا رہا ہوں"۔ (آپ بیتی ۴۳۱ جلد اول)

دارالطلبہ جدید کے اندر موجود دارالحدیث کے افتتاح کا معاملہ تھا، مولانا حکیم محمد ایوب کی سرپرستی میں بنی پرشوکت دارالحدیث کے افتتاحی موقع پر بخاری شریف کا افتتاح بھی طے تھا چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اس ناکارہ کا سفر ملتوی ہوگیا۔ تو مولانا انعام الحسن صاحب الوداع کے لئے تشریف لائے ان کی آمد پر حکیم محمد ایوب صاحب کی رائے ہوئی کہ دارالطلبہ جدید کی دارالحدیث کا افتتاح بھی اسی وقت ہوجائے چنانچہ ۲۵ رشوال ۸۸ء یوم چہارشنبہ صبح کو اول اس سیہ کار نے بخاری شریف کا سبق شروع کرایا جس کی تجویز تو پہلے سے مولانا یونس صاحب کے متعلق ہوچکی تھی مگر ان کا بھی اصرار تھا کہ بسم اللہ یہ ناکارہ کرتا جاوے"۔ (آپ بیتی ۳۲۴ جلد اول)

ایک اور جگہ تحریر فرمایا کہ:

''دارالطلبہ جدید کی دارالحدیث جناب الحاج حکیم محمد ایوب صاحب نے اپنے اہتمام سے بہت ذوق وشوق سے بنوائی تھی ان کا اصرار تھا کہ زکریا اس کا افتتاح کرے اس لئے ۲۵؍شوال چہارشنبہ صبح کو مولوی یونس صاحب **اول الحدیث المسلسل بالاولیہ** پڑھوائی پھر زکریا نے بخاری شریف کی پہلی حدیث حفظ پڑھی کیونکہ آنکھوں میں نزول آب تھا اور پڑھ کر یہ کہا کہ بھائی تقریر تو اس کی بہت لمبی چوڑی ہے وہ تو مولانا یونس صاحب کریں گے تبرکاً بسم اللہ میں نے کرادی ہے''۔ (آپ بیتی ۵۴۲ جلد اول)

اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی یہ تحریر گرامی لائق مطالعہ ہے:

''زکریا کے سفر کی وجہ سے مظاہر کے تقسیم اسباق میں بھی عجلت کی گئی، ۲۵؍شوال کو اسباق کا افتتاح ہوا، مولوی یونس صاحب شیخ الحدیث نے اول مسلسل بالاولیت پڑھی پھر بخاری شریف کی حدیث پڑھی اور مولانا انعام صاحب نے طویل دعا کرائی'' (آپ بیتی ۱۲۱۰ جلد دوم)

صرف یہی نہیں کہ افتتاحی موقع پر حضرت مولانا محمد یونسؒ اور شیخ ومرشد اور استاذ گرامی کو یاد رکھتے بلکہ بخاری شریف کے اختتام کے مواقع پر بھی اہتمام فرماتے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث تحریر فرماتے ہیں:

''اتوار ۲۸؍اگست کی صبح کو سہارنپور واپسی پر معلوم ہوا کہ مولانا یونس صاحب نے بخاری کا ختم روک رکھا ہے اس لئے حسب سابق دوشنبہ کی صبح کو ساڑھے نو بجے زکریا اور ناظم صاحب بھی پہنچ گئے معلوم ہوا کہ ایک حدیث روک رکھی ہے عبارت تو خود مولانا نے پڑھی، دعا کے بعد زکریا اور ناظم صاحب تو واپس آگئے اس کے بعد مولوی یونس صاحب نے سبق ختم کرایا دعا مولوی وقار صاحب نے کرائی اور اس کے بعد ناظم صاحب نے کچھ طلبہ کو نصائح فرمائیں'' (آپ بیتی ۱۱۹۸ جلد دوم)

ایک جگہ اور لکھا کہ:

''مولوی یونس نے بخاری ومسلسلات دونوں روک رکھی تھیں ان کو عشاء کے بعد بلا کر کہا چونکہ طلبہ کو اطلاع نہیں اس لئے صبح کو تین گھنٹہ میں سب کو اطلاع کرادو اور............۱۰؍بجے ۱۲؍اگست ۱۹۷۵ء مطابق ۳؍شعبان ۱۳۹۵ھ بخاری شریف کا ختم ہوا، اول مسلسل بالاولیہ کی حدیث پڑھی گئی اس کے بعد مولوی یونس نے بخاری کی آخری حدیث پڑھی متن دونوں کا زکریا نے پڑھا اس کے بعد کھانا کھایا اور حضرات نظام الدین ایک گھنٹہ لیٹ کر چلے گئے اور زکریا بھی چکنا چور ہو کر لیٹ گیا'' (آپ بیتی ۱۲۴۸ جلد دوم)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ فلاں جگہ عورتوں نے بیعت ہونے کا شدید تقاضا کیا چنانچہ انھیں بیعت کیا گیا تو اس لفظ بیعت پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”یہ بیعت علی منہاج النبوۃ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بھی سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بیعت اسلام کی حضرت اقدس قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک پر بھی گنگوہ میں سو سے پہلے ایک عورت اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے حکم سے بیعت ہوئی تھیں۔ حضرت اقدس مدظلہ کی نسبت بھی حضرت گنگوہی قدس سرہ کی نسبت کا عکس ہے کہ جملہ امور تصوف مع مشاغل علمیہ خدمت حدیث تعلیماً وتصنیفاً ظاہر باہر ہے۔ (از یونس: آپ بیتی ۴۳۰ جلد اول)

اسی طرح ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں انبیاء علیہم السلام کے مزارات کا ذکر خیر موجود ہے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ وہاں تشریف لے جاتے اور مراقب بھی ہوتے، چنانچہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پوری تفصیل من وعن آپ بیتی سے آپ بھی پڑھتے چلیں:

”حضرت تھانویؒ نے فرمایا: ہندوستان میں بھی بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزار ہیں، براس جو ایک جگہ ہے انبالہ سے آگے بنجارے کی سرائے اسٹیشن سے اتر کر وہاں ایک احاطہ ہے اس میں مزار ہیں نشان کُل قبروں کے نہیں، حضرت مجدد صاحبؒ کو مکشوف ہوا کہ یہاں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے مزار ہیں، ہم بھی مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ دیوبند کے ساتھ گئے تھے مولانا نے مراقبہ کیا، ان حضرات کی ارواح سے ملاقات ہوئی، گنتی میں تیرہ حضرات ہیں، ان میں ایک باپ بیٹے بھی ہیں، باپ کا نام حضرت ابراہیم ہے اور بیٹے کا نام حذر ہے (نہ معلوم بالذال ہے ہے یا بالزال) مولانا نے ان کی بعثت کا زمانہ پوچھا تو ایک راجہ کا نام لیا کہ اس کے زمانہ میں ہم تھے، فرمایا حضرت والا نے کہ یہ نام میں بھول گیا پھر یاد آیا کہ راجہ کرن، مگر اتنا یاد ہے کہ تقریباً اب سے دو ہزار برس پہلے ہوا ہے اور فرمایا حضرت والا نے کہ مولانا نے مجھ سے اس مراقبہ کا قصہ بیان نہیں کیا بلکہ اپنے ایک مرید سے بیان کیا اور انہوں نے مولانا کے داماد سے بیان کیا، داماد صاحب نے مجھ سے بیان کیا اور ان مرید صاحب کا نام حاجی حسین، بسی ضلع سرہند اور داماد کا نام ضیاء الحق ہے۔ یہ عبارت حسن العزیز کی میں نے پیش کردی۔ (آپ بیتی

۱۲۵۷ جلد دوم)

آگے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ لکھتے ہیں کہ

''ہمارے مولانا یونس صاحب مظاہری نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت اقدس تھانویؒ کے ملفوظات میں اور بھی اس کی وضاحت ہے اور غالباً وہاں کے الفاظ یہ ہیں کہ ''جس کو چشم بصیرت ہو وہ آج بھی ان کے انوارات دیکھ سکتا ہے'' (آپ بیتی ۱۲۵۷ جلد دوم)

بہر حال باتیں تو اتنی ہیں کہ یادوں کے دریچے کھلتے ہی جا رہے ہیں مگر آنکھیں ہیں کہ بوجھل ہوتی جا رہی ہیں، ہماری خوش نصیبی ہے کہ محترم مفتی محفوظ الرحمن عثمانی نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی شخصیت پر خامہ فرسائی کی بابت گفتگو کی اور یہ چند سطور ارتجالاً قرطاس پر بکھر گئیں ورنہ یہ سلسلہ دراز شاید ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا، نہ تو باتیں ختم ہو رہی ہیں نا ہی حکایتیں۔

***

سلوک و تصوف اور سلسلۂ بیعت وارشاد

مولانا سید محمود الحسن حسنی ندوی
نائب مدیر: تعمیر حیات لکھنؤ

ہندستان کی مٹی میں جو دردوسوز اور محبت وعشق کی آمیزش ہے اس نے اس کی آغوش میں پلنے بڑھنے والوں کو محبت کے ہر پیام کو قبول کرنے میں لپکنے والا بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرزمین ہند نے اس مزاج کے حامل لوگوں کو اپنے دلوں میں جگہ دی، تصوف واحسان جس کا بندوں کے سلسلہ میں لب لباب یہ ہے کہ ”جو اپنے لیے پسند کرو وہی دوسرے کے لیے پسند کرو، الفت ومحبت سے پیش آؤ، کسی کے لیے بھی کا نشانہ بنو اور مخلوق خدا کی نفع رسانی کے لیے سرگرداں اور کوشاں رہو“ کے حاملین اور اس کے سلسلوں کے مشائخ ایمانی واسلامی تعلیمات دنیا بھر میں پھیلانے میں مصروف رہے اور پھیل جانے کے بعد دنیا کے مختلف خطوں میں ان تعلیمات کو دلوں میں اتارنے کا کام کرتے رہے، ان سلسلوں میں چار سلسلوں کو زیادہ شہرت اور مقبولیت ملی، جنہیں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بلاد عربیہ وبراعظم افریقہ کے مسلم ممالک میں شاذلیہ، ادریسیہ، سنوسیہ، اور عیدروسیہ سلسلوں نے بھی امت کو عظیم مصلح، داعی اور فاتح عطا کیے، پھر ہندستان روحانی سلسلوں کا بڑا مرکز بن گیا اور آج بڑی حد تک اسی مرکز سے دنیا کے دوسرے ملکوں اور خطوں میں فیض منتقل ہو رہا ہے۔ اس میں بھی زیادہ قوت وتاثیر کے ساتھ چشتی سلسلہ کو اس ملک میں فروغ ہوا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں کہ:

''غرض معلوم ونامعلوم حکمتوں کی بنا پر قدرت الٰہی نے ہندستان میں اسلام کے تعارف اور اشاعت کے لیے اس سلسلہ کا انتخاب فرمایا اور چشتیوں کو ہندستان کی طرف رُخ کرنے کا اشارۂ غیبی ہوا، سب سے پہلے جس چشتی شیخ نے ہندستان کی طرف عنان عزیمت موڑی وہ خواجہ ابو محمد چشتی (م ۴۰۹ یا ۴۱۱ھ) تھے جن کی دعائیں اور بابرکت ذات سلطان محمود غزنویؒ کی فتوحات کی پشت پناہ تھی۔''
(تاریخ دعوت وعزیمت ۳/ ۲۳)

اور بقول مولانا جامی (صاحب نفحات الانس): ''سلطان محمود کے ہندستان کی طرف قصد پر خواجہ ان کی مدد کے لیے اپنے متعلقین کے ساتھ آئے تھے اور بنفس نفیس جہاد میں شرکت کی تھی۔''

تقریباً دو صدی کا عرصہ گزرنے پر اس تعلق اور کام کی پھر تجدید ہوئی، اس تبدیلی کے ساتھ کہ غزنوی سلطان کی جگہ غوری سلطان فاتح تھے۔ اور خواجہ ابو محمد چشتی کی جگہ خواجہ معین الدین چشتی کی دعائیں اور حمایت پشت پناہ تھی اور بات وہی ہے جو کہ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھی ہے کہ:

''جس طرح محمود کی سیاسی فتح کی تکمیل اور اسلامی سلطنت کے استحکام واستقلال کی سعادت سلطان شہاب الدین غوریؒ کے لیے مقدر تھی، خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے کام کی تکمیل اور اسلام کی عمومی اشاعت اور مستحکم اسلامی مرکز رشد وہدایت کا کام اسی سلسلہ کے ایک شیخ، شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین سجزی (چشتی) کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔'' (تاریخ دعوت وعزیمت ۳/ ۲۳)

ہندستان میں مسلم فاتحین کا یہ رشتہ جس طرح چشتی اکابر وشیوخ کے ساتھ گہرا اور پائیدار نظر آتا ہے۔ اسی طرح سیاست وروحانیت کا یہ امتزاج سلسلۂ نقشبندیہ کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے، یہی سلطان محمود غزنویؒ جن کو ایک چشتی بزرگ خواجہ ابو محمدؒ کی دعائیں توجہات اور حمایت حاصل تھی تو دوسری طرف نقشبندی سلسلہ کی ایک جلیل القدر شخصیت شیخ ابوالحسن خرقانی (م ۴۲۵ھ) کی دعائیں، حمایت اور توجہات ہم رکاب تھیں اسلامی علوم واعلام کے سب سے بڑے اور مستند مؤرخ علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں سلطان محمود غزنویؒ کی ان کی خدمت میں حاضری اور شیخ کا ان کی طرف عنایت وتوجہ فرمانا اور دعا ونصیحت کا ذکر کیا ہے۔

اس تعلق کی تجدید پھر اس وقت سامنے آئی جب مغل سلطنت کے بانی ظہیر الدین محمد بابر نے نقشبندی

سلسلہ کی ایک دوسری عظیم المرتبت شخصیت خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندیؒ سے تعلق قائم کیا اور اپنی سیاسی فتح کے لیے ان کی دعاؤں کو ناگزیر جانا اور اس کی تکمیل ان کے سلسلہ کے روحانی جانشین وفرزند حضرت مجدد الف ثانی امام احمد سرہندیؒ کے ذریعہ عمل میں آئی کہ انہوں نے بابر کے بعد کے جانشینوں میں سے ایک ''جہانگیر'' پر محنت کی اور پھر حضرت مجدد صاحب کے فرزند خواجہ محمد معصومؒ نے جہانگیر کے پوتے اورنگ زیب عالمگیر کی دینی تعلیم وتربیت کا بیڑا اٹھایا، جنھوں نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ہندستان میں سبھی رہنے والوں کے ساتھ بلاتفریق مذہب وملت عدل وانصاف قائم کیا، اور جس کا جو حق تھا اس کو اس کا حق دیا اور اپنے نظام زندگی وطرز حکمرانی میں خلفاء راشدین کو مثال بنایا اور پورے ملک میں امن وامان قائم کردیا جس طرح چشتی فیض کا سب سے بڑا ذریعہ ہندستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تھے اسی طرح نقشبندی فیض کا سب سے بڑا ذریعہ یہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت تھی اس فرق کے ساتھ کہ اوّل الذکر کو بانی سلسلہ کی حیثیت حاصل تھی اور ثانی الذکر کو مجدد سلسلہ کا مقام حاصل ہوا۔

نقشبندی ومجددی سلسلہ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اعاظم خلفاء میں سے دو بزرگ حضرت سید آدم بنوریؒ اور حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے ذریعہ زیادہ وسیع پیمانہ پر فروغ حاصل ہوا اور سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کی ان دونوں شاخوں کے اثرات ہندستان اور ہندستان سے باہر پڑے اور پھیلے، حضرت سید آدم بنوریؒ کے سلسلہ کو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ جیسی شخصیتیں مل گئیں جن کی فیض رسانی سے ایک عالم منور ہورہا ہے، فیض رسانی کا یہ سلسلہ جامعہ مظاہر علوم کے بانیوں اور سرپرستوں تک پہنچا۔

مظاہر علوم کے مؤسسین میں تین اہم نام مولانا سعادت علی سہارنپوریؒ (م ۱۲۸۶ھ) مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ (م ۱۲۹۷ھ) اور مولانا محمد مظہر نانوتویؒ (م ۱۳۰۲ھ) کے سامنے آتے ہیں جن میں سرفہرست مولانا سعادت علی صاحبؒ کا نام ہے جو امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کے ایک فرد تھے، اور ان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، مولانا احمد علی صاحب محدثؒ کو بھی حضرت سید صاحبؒ سے نسبت حاصل تھی اس طور پر کہ ان کے استاذ حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ حضرت سید صاحبؒ کے اعاظم خلفاء میں سے ایک تھے، مزید ان کے دوسرے استاذ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نواسہ وتلمیذ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ بھی حضرت سید صاحبؒ کے معتمدین وانصار وافراد جماعت میں تھے، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے استاذ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ جن کو نقشبندی ومجددی فیض حضرت سید آدم بنوریؒ اور خواجہ محمد معصومؒ دونوں واسطوں سے ملا تھا، خواجہ محمد معصومؒ کے سلسلہ کے چوٹی کے بزرگ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ تھے جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد کردیؒ نے ان کا فیض شام، عراق اور ترکی وغیرہ میں پھیلایا اور علامہ ابن عابدین شامیؒ اور ترکی کے شیخ بدیع الزماں سعید النورسیؒ کی جلیل القدر شخصیتیں ظہور میں آئیں، انہی کے حلقۂ استرشاد میں ایک حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ والد ومربی حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ تھے، حضرت شاہ ابوسعید مجددی نے حضرت شاہ آدم بنوری کے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت شاہ علم اللہ حسنی کی قائم کردہ تربیت گاہ تکیہ کلاں رائے بریلی میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت وتربیت میں رہ کر وقت گزارا تھا۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے مرتبط لوگوں میں سہارن پور کے حکیم سید احمد حسین صاحبؒ کا بھی نام آتا ہے، وہ مظاہر علوم کے بانیوں میں تو نہیں گنے جاتے، مگر اس کے قیام واستحکام میں ان کا اہم تعاون شامل رہا ہے اور آج اس بین الاقوامی درس گاہ کی تعلیمی وانتظامی باگ ڈوران کے ہی افراد خاندان کے ہاتھ میں ہے، مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم، مولانا سید محمد شاہد صاحب سکریٹری (امین عام) اور مولانا سید محمد عاقل صاحب صدر مدرس ان کے ہی خانوادہ کے چشم وچراغ اور باہوش ارباب بست وکشاد میں ہیں۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دورۂ سہارن پور کے وقت حکیم صاحب نے اپنے محلہ کی مسجد اور اپنے مکان پر حضرت سید صاحبؒ کو مدعو کیا تھا۔ حضرت سید صاحبؒ نے دعوت منظور کی اور وہاں برکت کی دعا کی اور ان کے گھر کے بچوں پر دست شفقت بھی پھیرا، مولانا سید محمد شاہد صاحب دام مجدہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

”راقم سطور کے اجداد میں ایک بزرگ شخصیت مولانا الحاج حکیم سید احمد حسین صاحب سہارن پوری نور اللہ مرقدہٗ کی بھی تھی جو انتہائی صالح اور برگزیدہ افراد میں سے تھے، ہر شخص ان کی پاکیزہ عادات وخصائل سے متاثر تھا، خاندانی روایات مشہورہ اور قدیم کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی نور اللہ مرقدہ کے خادم خاص، مرید باختصاص اور حضرت نور اللہ مرقدہ کی جانب سے مجاز بیعت بھی تھے، دادا صاحب مرحوم کی درخواست پر حضرت سید صاحبؒ آپ کے مکان اور محلہ کی مسجد (مسجد حکیمان ومفتیان) میں بھی تشریف لائے اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے دونوں جگہوں کو نوازا، مکان میں تشریف

آوری کے موقع پر دادا صاحب نے جلدی جلدی اپنے گھرانے اور خاندان کے نوعمر بچوں کو خدمت والا میں پیش کر کے درخواست کی کہ اپنا دست مبارک ان بچوں کے سروں پر رکھ دیں اور دعا کریں، سید صاحب نے اس درخواست کو قبول فرما کر ہر ایک کے سر پر دست مبارک کو رکھا اور برکت کی دعا فرمائی اس دعا کی اثر انگیزی اور دست مبارک کی قوت تاثیر کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کہ ان بچوں میں اور پھر ان سے چلنے والی نسلوں میں آج تک دین اور علم دین کے گہرے نقوش موجود ہیں۔ اور قرآن وحدیث ان کا مشغلۂ زندگی بنا ہوا ہے۔ لیکن جو اس وقت حاضر نہ ہو سکے اور سید صاحب کی دعاؤں میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کی لائن ہی بدل گئی اور وہ دینی علوم سے بہت دور ہوتے چلے گئے۔ (علمائے مظاہر علوم سہارن پور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات جلد اوّل ۱۶۳/ ۱۶۴)‘‘

مظاہر علوم کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اس کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ) کی سرپرستی حاصل ہوئی ان کی شخصیت اپنے وقت میں مرجع خلائق بنی ہوئی تھی علم وفضل میں بھی انہیں مرجعیت حاصل تھی اور معرفت وسلوک میں بھی مرکزیت رکھتے تھے، توحید وسنت کا لواء ان کے ہی ہاتھ میں تھا، امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ وطریق کی خصوصیت اور اس کی روح کو جس طرح آپ نے سمجھا اور اس سے کام لیا تھا اس میں کوئی دوسرا آپ کے ہم پلہ نظر نہیں آتا تھا، ان کا حضرت سید صاحبؒ سے عقیدت ومحبت کا یہ حال تھا کہ فرمانے لگے:

’’مجھ کو حضرت سید احمد صاحبؒ کے ساتھ اعلیٰ درجے کی محبت وعقیدت ہے میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے پیر شاہ عبد العزیزؒ سے بڑھ کر ہیں۔‘‘

اور یہ بھی فرمایا کہ:

’’سید صاحب توحید ورسالت واتباع سنت پر بیعت لیتے تھے اور بس، سید صاحب اتباع سنت کی ازحد تاکید فرماتے تھے اور بدعت کے سخت ماحی اور مخالف تھے۔‘‘ (ملاحظہ سیرت سید احمد شہید ۲/ ۵۳۸)

اور یہ بھی فرمایا کہ:

’’سب مشائخ طبیب امت ہیں، اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کے اعتبار سے انہوں نے طریق رکھے ہیں، سب کا حال ایک ہے اور سب کا خلاصہ اتباع سنت ہے بعد کو لوگوں نے بدعتیں داخل کر دی تھیں،

اُن کے مجدد حضرت سید صاحبؒ ہوئے۔" (سیرت سید احمد شہید ۲/ ۳۵۵ بحوالہ ارواح ثلٰثہ)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو حضرت سید صاحب شہید قدس سرہٗ کے طریق سے نسبت ومناسبت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور میاں نور محمد جھنجھانویؒ کے واسطہ سے تھی، حضرت حاجی صاحبؒ کو برکۃً بیعت بھی فرمالیا تھا، ان کے شیخ میاں نور محمد جھنجھانویؒ اپنے شیخ اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے عالی مرتبت بزرگ حاجی سید عبد الرحیم صاحبؒ سے بیعت ہوجانے کے بعد بیعت ہوگئے تھے اور دونوں سے خلافت حاصل کی تھی، حضرت حاجی عبد الرحیم صاحبؒ نے حضرت سید شہیدؒ سے بیعت ہونے کے بعد فرمایا تھا کہ:

"جب اللہ نے ان سید صاحبؒ کو سہارن پور پہنچایا اور مجھ سے ملایا، مجھ کو توفیق دی کہ میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کا طریقہ دیکھا۔" (سیرت سید احمد شہید ۲/ ۳۵۵ بحوالہ ارواح ثلٰثہ)

"میں نے اپنے سب مریدوں سے کہا اگر تم اپنی عاقبت بخیر چاہتے ہو تو اب دوسری مرتبہ ان سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کرو اور جو نہ کرے گا، وہ جانے، میں نے آگاہ کردیا ہے اس کا مواخذہ قیامت کے روز مجھ سے نہیں ہوگا، پھر دوبارہ سب نے بیعت کی۔"

حضرت سید احمد شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو خصوصیات وامتیازات عطا کی تھیں ان میں ایک اعلیٰ درجہ کی صلاحیت مردم شناسی ومردان کار کی تربیت تھی، حضرت سید صاحبؒ شہید طرق ثلاثہ چشتیہ نقشبندیہ اور قادریہ میں بیعت فرماتے تھے اور ان تینوں سلسلوں میں اپنے مسترشدین میں سے مجاز بناتے تھے، باوجودیکہ حاجی عبد الرحیم صاحب ولایتیؒ کو اپنے ساتھ جہاد میں رکھا، اور وہ ان کے ساتھ بالاکوٹ کے معرکہ سے پہلے مایار کے معرکہ میں شہید بھی ہوئے، مگر حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ اور بعض دوسری شخصیات کو برسرپیکار ہونے کے بجائے تربیت رجال وارشاد امت کے کام میں لگایا، جس کا فائدہ آج امت کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے، میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ نے ایک جگہ بیٹھ کر بچوں کو بنیادی دینی تعلیم کے کام میں مشغول رہ کر نئی نسل کی تربیت کا کام کیا اور تربیت وسلوک واصلاح باطن کی بھی اس کے طالبین کو تعلیم دی، جس میں سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو بڑی شہرت ومقبولیت ملی، انہیں جو متعدی نسبت حاصل ہوئی تھی اس سے استفادہ کے لیے دیگر حلقہائے تصوف بھی ان سے مرتبط ہوئے، مگر قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ اور

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نور اللہ مرقدہ کے ذریعہ سلاسل اربعہ (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کا وہ فیض جو حضرت میاں نور محمد جھنجھانویؒ کے توسط سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو پہنچا تھا زیادہ عام ہوا۔ اور حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ کے ہی خلفاء نے مظاہر علوم کے تنظیمی و تعلیمی کاموں کو انجام دیا۔

مظاہر علوم کے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہیؒ کے صحیح جانشین تھے اور ان سے ان کی یہ نسبت زیادہ طاقت ور طریقہ سے حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ بانی جماعت تبلیغ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ میں منتقل ہوئی، جن کے انفاس قدسیہ سے ایک عالم منور ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعوتی و تبلیغی تحریک اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلفاء کے کام کے ذریعہ اللہ سے بندوں کے تعلق جوڑنے کا کام وسیع اور عالمگیر پیمانہ پر جاری ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک دوسری طاقت ور شخصیت حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ (م ۱۹۶۲ء) ہے کہ جو مظاہر علوم کے فیض یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت گنگوہیؒ (م ۱۳۲۳ھ) کے ایک جلیل القدر خلیفہ حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ (۱۹۱۹ء) کے جانشین تھے اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خاص طریقہ، طریقۂ محمدیہ کے حامل تھے حضرت سید صاحبؒ کی تاثیر کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

”شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتیؒ سے جو لوگ اُن سے سید صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بیعت ہوئے ان کی حالت نہایت اچھی تھی اور ان پر اتباع سنت نہایت غالب تھا اور جو لوگ سید صاحب کی بیعت سے پہلے بیعت ہوئے تھے ان کی حالت اس درجہ کی نہیں تھی۔ (سیرت سید احمد شہید ۲/ ۵۵۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ بھی چاروں مشہور سلسلوں کی نسبتوں کے حامل تھے اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ انہیں مجدد تصوف وسلوک فرمایا کرتے تھے (جیسا کہ راقم نے اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کو فرماتے ہوئے سنا ہے) ان سے مظاہر علوم کے ناظم اور بلند پایہ مربی و مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ وابستہ تھے اور اجلۂ خلفاء میں سے ایک تھے، حضرت مولانا اسعد اللہؒ کے حلقۂ استرشاد میں دو بڑی برگزیدہ شخصیتیں آئیں جن

سے ان سلاسل کے فیض کو زیادہ عمومیت ملی ایک حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ بانی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ ہیں دوسرے حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور، انہی میں ایک تیسرا نام حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کا بھی ہے، اسی طرح مظاہر علوم کے جلیل القدر استاذ حدیث مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوریؒ بھی، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے، مظاہر علوم کے کثیر التعداد فضلاء نے بھی حضرت تھانویؒ سے کسب فیض کیا اور اصلاح باطن وتزکیہ میں اونچا مقام پیدا کیا، اس سلسلہ کی بہت مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو وہ بھی طویل ہو جائے گی۔ محی السنۃ حضرت مولانا ابرار الحق حقی حنفیؒ (ہردوئی) اس سلسلہ کی آخری کڑی تھے جو تازندگی تربیت وارشاد کے کام میں مصروف عمل تھے۔ اس طرح مظاہر علوم کا علم ظاہر کے فروغ واشاعت کے ساتھ علم باطن کے فروغ میں بھی بڑا اور نمایاں حصہ ہے، فضلائے مظاہر علوم نے حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ (وفات ۱۳۱۳ھ) سے بھی استفادہ کیا اور ان کے بعض جلیل القدر خلفاء سے بھی فیض اٹھایا، وہ سلسلۂ مجددیہ معصومیہ کے شیخ حضرت شاہ محمد آفاق کے خلیفہ تھے، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ جنھوں نے مظاہر علوم میں حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے پاس ایک برس گزارا تھا اور علم حدیث میں استفادہ کیا تھا، وہ حضرت شاہ فضل رحمن کے ہی خلیفۂ اعظم تھے، یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ مظاہر علوم کے اکابر کو چشتی سلسلہ سے خاص مناسبت رہی ہے، چشتی سلسلہ کا فیض حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کے دو خلفاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور شیخ علی صابر کلیریؒ سے زیادہ عام ہوا، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء ہندستان کے مختلف حصوں میں پھیل گئے تھے، جنوبی ہندستان کے علاقہ اورنگ آباد وگلبرگہ وغیرہ اور مشرقی ہندستان میں بنگال میں اس کے اہم مراکز قائم تھے، پنڈوہ بنگال سے یہ فیض مانک پور اور پھر دہلی اور اس کے اطراف میں پہنچا، اور ولی اللّٰہی تربیت گاہ سے اس کی روشنی بھی پھیلی، البتہ شیخ علی صابر کلیریؒ کے صرف ایک خلیفہ تھے شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ، شیخ شمس الدین ترکؒ کو مخدوم کبیر الاولیاء محمود پانی پتیؒ کی شکل میں عالی مرتبت مرید ملے ان کے توسط سے اس سلسلہ کو شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ کی شخصیت مل گئی، پھر چند واسطوں سے شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی شخصیت نے اس سلسلہ کو چار چاند لگائے، یہی شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ ہیں جن کو سہروردی سلسلہ میں شیخ محمد بن قاسم اودھیؒ کے توسط سے فیض حاصل تھا، اس سلسلہ میں جو شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے ذریعہ ہندستان پہنچا، حضرت مخدوم

جہانیاں جہاں گشت کی نام ور شخصیت بھی ہے۔

جہاں تک صابر یہ سلسلہ کا تعلق ہے تو پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کی یہ بات بجا ہے کہ اس کے نظام کو ترتیب دینا اور پھیلانا شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ ہی کا کام تھا، مریدوں کے نام ان کے خطوط یہ بتاتے ہیں کہ وہ ان کی روحانی تعلیم کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی حال میں ان کی طرف سے غفلت نہ برتی جائے۔

(تاریخ مشائخ چشت از جناب خلیق احمد نظامی صفحہ ۲۲۲)

تاریخی حقائق یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس سلسلہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی شخصیت وہ پہلی شخصیت ہے جس نے حکام وامرا اور فاتحین پر بھی اثر ڈالا، پروفیسر نظامی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے اصلاح وتربیت کی خاطر حکومت سے رابطہ پیدا کیا۔ (ص: ۲۲۳)

آخری دور میں صابر یہ سلسلہ کا مرکز امروہہ بنا، یہاں شاہ عضدالدینؒ، شاہ عبدالہادیؒ اور شاہ عبدالباریؒ یکے بعد دیگرے مسند ارشاد وتربیت پر بیٹھے، شاہ عبدالباری امروہویؒ کو حاجی سید عبدالرحیم افغانیؒ (ولایتی) جیسا عالی حوصلہ مرید ملا، جو اپنی قوت تاثیر وکشش اور نسبت باطنی میں بڑا رونما مقام رکھتے تھے، ان کو سلسلہ قادریہ قمیصیہ میں شاہ رحم علیؒ سے بھی نسبت حاصل تھی، میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ نے ان ہی حاجی سید عبدالرحیمؒ سے سلسلہ صابریہ چشتیہ کے اصولوں کو سیکھا اور ان اصول کے مطابق مدارج سلوک طے کیے ان سے حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے اپنا چراغ جلایا اور ان کی روشنی صرف ہندستان تک محدود نہ رہی بلکہ دنیا کے مختلف خطوں میں پہنچ گئی، آخر میں مظاہر علوم کے علماء اعلام نے اس روشنی کو اپنے قلوب میں محفوظ کر کے ایک عالم کو منور کرنے کا کام کیا، ان میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (متوفی ۱۹۴۴ء) کو سب سے کام یاب قرار دیتے ہوئے مصنف تاریخ مشائخ چشت نے لکھا ہے کہ: ''گزشتہ صدی میں کسی بزرگ نے چشتیہ سلسلہ کے اصلاحی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا، جس طرح مولانا محمد الیاسؒ نے کیا تھا۔''

لیکن مظاہر علوم کے تعلق سے یہ بات دیکھی جائے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ (۱۹۸۲ء) پر زیادہ صادق آتی ہے۔

رائے پور کی خانقاہ جس کے بانی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ مظاہر علوم کے سرپرست تھے کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا،، ان کے جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے دور میں اس کے متعلق ان کے خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنا تاثر یوں بیان کرتے ہیں:

”آج بھی رائے پور میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کی خانقاہ سلسلۂ چشتیہ کی قدیم خانقاہوں کی یک سوئی، سرگرمی، یادِ حق کی مشغولی اور درد و محبت کی گرم بازاری کی یاد تازہ کرتی ہے۔“ (سوانح رائے پوری/۴۹)

اور اس سلسلہ سے وابستہ دیگر مشائخ و عارفین اور مصلحین کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اس سلسلہ (صابریہ چشتیہ) میں بڑے نامور مشائخ عارف و محقق و مصلح پیدا ہوئے۔ مثلاً حضرت مخدوم احمد عبدالحق ردولویؒ جن کی ذات بابرکات کو بعض اہل نظر نے نویں صدی کا مجدد بھی شمار کیا ہے، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ، شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند)، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ہمارے اس دور میں اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ سے حفاظت وتجدید دین کا عالمگیر کام لیا اور اس وقت سب سے زیادہ وسیع متحرک و فعال یہی سلسلہ ہے۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم کی تعلیمی خدمات اور مولانا تھانویؒ کی تصنیفات و مواعظ سے اور پھر آخر میں مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی تحریک دعوت و تبلیغ سے اس سلسلہ کے فیوض عالمگیر ہوئے۔ (سوانح رائے پوری/ ۴۸، ۴۹)

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اس ادارہ پر خصوصی فضل وانعام ہے کہ موجودہ دور میں کتاب وسنت کی تعلیم اور تربیت و اصلاح باطن کے ذریعہ عالمی پیمانہ پر یہاں کا نفع پہنچ رہا ہے۔ سلاسل تصوف کے امتیازات اور خصوصیات نیز حضرت مجدد الف ثانی اور حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، امیر المومنین حضرت سید احمد شہید رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے حضرات شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تعلیم وافادہ کو اس ادارہ کے ذریعہ عمومیت حاصل ہو رہی ہے۔ اور آخر میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کی شخصیتیں چشمۂ فیض بن کر سامنے آئیں۔ اور آج اس کے اثرات الحمد للہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظر آرہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ کی نسبت حضرت مولانا محمد یونس جون پوری نور اللہ مرقدہٗ کو زیادہ وسعت کے ساتھ حاصل ہوئی جن کو انہوں نے اپنی مسند درس گاہ پر خود بٹھادیا تھا، معرفت الٰہی کے حصول اور تقرب باللہ کا مؤثر اور تیز رفتار ذریعہ ہونے کے ساتھ ارشاد خلق، وتعلیم امت کا بہترین راستہ بھی ہے۔

حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کو معرفت الٰہی، ربّانیت صادق، سوز عشق کی جو دولت ملی تھی وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی صحبت کی برکت کہیں اور ان کے ذریعہ سلاسل حق سے وابستگی کا فیضان قرار دیں، یا حدیث شریف سے شغف کہیں اور حب رسول کا نتیجہ اور ثمرہ سمجھا جائے انہوں نے اس کے ذریعہ وہ مدارج سلوک ومعارج ولایت طے کیے تھے، جس میں وہ اس راہ سے جوان کے لیے ان کے شیخ ومربی (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی) نے اختیار کی تھی، اپنی مثال آپ بن گئے تھے، انہوں نے حدیث شریف کی خدمت، اس کی تدریس، اس سے اشتغال، اس کے مطالعہ اور حدیث شریف کی مسلسل تلاش اور اس کی قدیم وجدید کتابوں کی جستجو اور اس کے علماء سے ملاقات، مراسلت اور اجازت حدیث کے حصول کے لیے سفر اور اس شرف وسعادت میں دوسروں کو شریک کرنے کے لیے جن کی سچی طلب کا علم ہوتا دوسرے مقامات کے سفر، یہاں تک کہ ملک سے بہت دور یورپ وغیرہ کے سفر فرماتے تھے، حدیث شریف سے اس گہرے تعلق کے نتیجہ میں ان کے اندر خاص قسم کی فراست ایمانی اور صلاحیت ادراک وقوت اشراق بڑھ گئی تھی جس سے ان کے روحانی ارتقاء کا اندازہ خواص کے ساتھ عام لوگ بھی لگالیتے تھے، وہ اس کے ساتھ کھانے پینے میں بھی بہت محتاط تھے، اور گناہوں سے بڑے پرہیزگار پھر ان سب کے ساتھ ان اوراد ووظائف کے بڑے پابند تھے جس کی انہیں ان کے شیخ نے تلقین فرمائی تھی اور ان ہدایات پر بڑے کاربند تھے جو انہیں ان کے مشائخ نے کی تھیں، ان کو ان کے شیخ بیعت واصلاح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی اجازت بیعت وارشاد سے پہلے ان کے شیخ تربیت واستاذ مشفق حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوریؒ ناظم مظاہر علوم سہارن پور نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمادیا تھا، جس کا علم حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کو ہوا تو فرمایا مجھے تم کو اجازت دینے کا خیال پہلے سے تھا،

مگر تکبر کی بو محسوس کرتا تھا اس لیے مؤخر کی، اور ناظم صاحب کی اجازت کا ذکر کرتے ہوئے خود بھی مجاز فرمایا۔ حضرت مولانا جون پوریؒ نے آخر تک ان دونوں اجازتوں کا پورا خیال رکھا، اور ارشاد وتربیت میں اپنے دونوں شیخ کے شیوخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اصول تربیت کا بھی خیال رکھا۔ اور محبت وعقیدت وعظمت میں بھی اپنے ان بلاواسطہ مشائخ اور بالواسطہ مشائخ کا خیال ولحاظ ایسا رکھا کہ کبھی یہ محسوس ہوتا کہ آپ کا ادھر زیادہ جھکاؤ ہے اور کبھی خیال آتا کہ آپ کا اُدھر زیادہ میلان ہے۔

ذکر طریقۂ قادریہ کے مطابق جہری فرماتے تھے تین تسبیحات نفی اثبات افضل الذکر "لا إلٰہ إلا اللہ" کی اور پھر پانچ تسبیحات اثبات محض کی، یعنی "اللہ اللہ" کی اس میں اضافہ بھی کرتے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو اس کی تعلیم دیتے، اور ان کے مزاج کو دیکھتے ہوئے اضافہ بھی فرماتے، ذکر کی طرف لوگوں کو متوجہ کرتے، اور اس علاجی ذکر کی طرف اہل علم کو خصوصی توجہ دلاتے اور بعض اہل ارادت کو یہ کہہ کر بھی متوجہ فرمایا کہ یہ ذکر اگر کرتے تو کتنی ترقی کر جاتے، کسی نے عرض کیا کہ حضرت! تین تسبیحات کا معمول ہے یعنی استغفار درود شریف اور تیسرا کلمہ فرمایا یہ تو ابتدائی ہے، سبق بڑھاؤ، یا اسی طرح کی کوئی بات فرمائی، لیکن ان سب کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کی کثرت، اور درود شریف کی کثرت کو بہت کہتے کہ ایک تو اللہ کا کلام ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا عمل ہے، جو اس نے اپنی مخلوق کو دے دیا، اس کے ساتھ مسنون دعاؤں کے اہتمام کی تاکید فرماتے، اور جو عمل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس کے محیر العقول اثرات کا انہیں ایسا یقین تھا کہ اسی جذبہ اور عزیمت سے اسے کرنے کی کوشش کرتے، ان کا یہ حال خاص طور پر حج کے مناسک کی ادائیگی میں ظاہر ہوتا کہ پھر انہیں اپنی معذوری، پیرانہ سالی، اور کسی بات کا ذرا خیال نہ ہوتا، پس اس کا خیال ہوتا کہ کس طرح اپنے لمحات واوقات میں ان اعمال کی ادائیگی اسی کمیت وکیفیت کے ساتھ ہو جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، فرض نمازوں کے ساتھ نماز کی سنتوں، آداب، اور تہجد، چاشت، اوّابین وغیرہ کے اہتمام کے ساتھ فجر کے بعد طلوع شمس تک اور عصر کے بعد غروب شمس تک ذکر وتسبیح میں مشغولیت بھی یہی جذبہ کراتا، اور اپنے متعلقین ومتوسلین سے بھی اس کے خواہاں ہوئے، قلبی ذکر پاس انفاس، اور مراقبہ دعائیہ اور دوسرے اعمال واشغال بھی تھے، لیکن اپنے لیے ان سب کے اہتمام کے ساتھ مطالعہ

حدیث کا سب سے بڑا وظیفہ سمجھا اور آخر وقت تک یہی اشتغال رہا، اور یہ سب کچھ حب رسول کی وجہ سے تھا جوان کے رگ و ریشہ، خون و پوست میں پیوست اور دل و دماغ میں سرایت کیے ہوئے تھی، اور ان کے خمیر میں حب رسول تھا جو ان کی ہر ادا سے جھلکتا تھا، مولانا محمد یحییٰ نعمانی اپنا تاثر اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

"اس عاجز کا خیال ہے کہ حدیث نبوی ہی ان کا اوڑھنا بچھونا، اسی کا عشق ان کی غذا اور اسی کا تذکرہ ان کا شوق اور اسی کی اتباع، ان کا مقصد زندگی تھا، زندگی میں اس کے علاوہ کوئی امنگ نہ تھی، نہ حوصلہ، نہ کسی شئ میں لذت، نہ کشش، عشق رسولؐ نے ان کو حدیث کا اسیر و خادم نہیں بنایا تھا بلکہ یہ حدیث شریف تھی جس نے ان کے دل میں محبت رسول کی حرارت اور وارفتگی کی سوزش پیدا کر دی تھی۔" (الفرقان ستمبر ۲۰۱۷ء ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ، لکھنؤ)

حضرت مولانا درود شریف خود بھی بہت پڑھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین اور تاکید فرماتے، انہیں ان کے شیخ و مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے اس کی تاکید بھی فرمائی تھی، جیسا کہ ان کے تلمیذ ارشد مولانا محمد حنیف لوہاروی شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا:

"حضرت شیخ (مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہٗ) مجھ سے فرمایا کرتے تھے، یونس ہمیشہ درود شریف کا اہتمام کرنا کیوں کہ میں نے اس کے بڑے فائدے دیکھے ہیں۔" (حراء کا پیغام جولائی-اگست ۲۰۱۷ء، سہارن پور)

سنت کی اتباع سبھی علمائے حق اور مشائخ و اولیاء کا خاصہ رہا ہے، اتباع سنت کا حال یہ تھا کہ عام باتوں میں بھی اس کا پورا خیال رکھتے، مزاج کے اتار چڑھاؤ سے کوئی بات اس کے موافق نہ ہوتی تو معافی مانگنے اور استغفار و توبہ میں دیر نہ کرتے، کئی دہائیوں پرانی بات یاد کر کے معافی مانگنے میں پس و پیش نہیں کیا، وفات سے چند دن پہلے کی بات ہے ایک صاحب کو پچاس سال پرانی بات یاد دلا کر معافی مانگی کہ ہم نے حضرت شیخ سے تمہاری شکایت کی تھی، جب کہ ان کا یہ عمل دینی و انسانی حقوق کی بنیاد پر اور خیر خواہانہ تھا مگر انہیں شبہ ہوا کہ یہ عمل چغلی یا غیبت میں نہ آ گیا ہو، خود صاحب واقعہ نے یہ بات بیان کی اور آبدیدہ ہو گئے، یہ بہت اہم سنت ہے جس کی طرف عموماً لوگوں کی نگاہ نہیں جاتی۔

مولانا محمد حنیف لوہاروی (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ، گجرات) بیان کرتے ہیں:

”اتباع نبویؐ میں اتنے ڈھلے ہوئے تھے کبھی ہم نے ایسا کیا کہ چپل یا جوتا یا موزہ پہنانے کی باری آئی اور غلطی سے ہم نے بائیں پاؤں اور بائیں ہاتھ میں ذرا بھی ڈال دیا تو یوں مارتے تھے اور کہتے تھے، سلیقہ نہیں آیا، ابھی تک نبیؐ کی بغاوتوں میں ہی زندگی گزار رہے ہو، یہ جملہ کہتے تھے، ابھی تک بغاوت ہی میں ہو، نبیؐ کا پیار کب ملے گا، اگر نبیؐ کے طریقوں پر نہ چلوگے (اس پر) بہت ڈانٹتے تھے (اور) سنتِ نبویؐ کا بڑا اہتمام کرواتے تھے، ساری زندگی میں کبھی سنت نبویؐ کے خلاف نہیں سوئے، ہم نے دیکھا ہی نہیں کہ کبھی سنت نبویؐ کے خلاف سوئے ہوں، مکہ شریف میں ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، کسی نے چاکلیٹ دی، بڑے بڑے مالدار لوگ بیٹھے ہوئے تھے، یوں بیٹھ گئے سیدھے اور سیدھے بیٹھ کر چاکلیٹ کھائی، اور وہ مالدار لوگ آئس کریم ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے، حضرت نے ان سب سے کہا سیدھے بیٹھ کر آئس کریم کھایئے (اور فرمایا) میرے آقا (حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوری زندگی ٹیک لگا کر نہیں کھایا، فرمایا: سیدھے بیٹھ کر کھایئے۔“ (حرا کا پیغام سہارن پور، جولائی-اگست ۲۰۱۷ء، ص: ۲۰)

برادرم مولوی عبداللہ مخدومی (مظاہری) ندوی (داماد حضرت مولانا سعید الرحمن اعظمیؒ، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء (جو کہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث کے سال حضرت مولانا کی خدمت میں رہے) راوی ہیں کہ حضرت کا معمول سوتے وقت سرمہ لگانے کا تھا، اور یہ بھی اتباع سنت میں تھا، اور سوتے وقت کی اس دعا کا معمول بھی تھا جو سوتے وقت کی دعاؤں میں زیادہ صحیح روایتوں میں ایک ہے، اور صحیح بخاری میں لی گئی ہے، جو دوسروں کی تعلیم کے لیے ذرا بلند آواز سے بھی پڑھتے تھے۔

بِاسْمِکَ، ربي وَضَعْتُ جَنبي وبِکَ أرفَعُهُ إن أمسكتَ نَفْسِي فارْحمهَا وإن أرسلتها فاحفظْها بما تحفظ به عبادِکَ الصَّالحين۔ (روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

اے میرے رب! تیرے نام پر میں اپنا پہلو رکھتا ہوں اور تیرے ہی نام پر اٹھاتا ہوں اگر تو مجھے زندہ رکھ تو رحم فرما اور اگر اٹھالے تو وہ حفاظت دے جو حفاظت تو اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے۔

احتیاط و تقویٰ کے بہت پہلو ہیں ان میں مالی احتیاط تقرب الی اللہ میں بڑا اثر ڈالتی ہے، اس کا واقعہ تواتر کی حد تک مشہور ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے ہدیہ میں سے خرچ کردی تھی، اس کی تلافی کے لیے برابر خرچ کرنے کا معمول بنالیا، اس طرح اور کتنے واقعات ہیں، ہر ایک کا ہدیہ بھی قبول نہیں کرتے اور بعض ہدیہ قبول

کر لیتے، مگر شبہ کی بنا پر اپنے استعمال میں نہ لاتے، جیسے کہیں مدرسہ کی نسبت سے تو اعزاز نہیں ہوا وغیرہ اور مدینہ پاک اور حرم پاک میں ہدیہ رقم کی صورت میں ملتا تو وہیں کے لوگوں اور حفظ کے مدارس وغیرہ میں خرچ کر دیتے۔ مولانا محمد حنیف لوہاروی کہتے ہیں:

چھ سال پہلے ایک صاحب نے پچیس ہزار روپے حضرت کو دیئے، اس کے چار مہینے کے بعد ان صاحب نے حضرت سے کہا حضرت! وہ زکوٰۃ کے تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ تمہیں مجھ کو کہنا چاہیے تھا، میں نے ان کو اپنے مہمانوں کے لیے استعمال کر لیا اب اس کے بعد ۲۵ ر ہزار نکالنا شروع کیا اور کتنے نکالے خود میرے ہاتھ سے ڈھائی لاکھ تو دے چکے ہیں، میں جب بھی جاتا ہوں تو بعض لوگوں کے ہدایا ہوتے ہیں، میں پیش کرتا ہوں تو کہتے ہیں حنیف! وہ پچیس ہزار میرے سر ہیں، لیتے جاؤ مدرسہ میں دے دینا، ڈھائی لاکھ کے قریب تو میں نے دے دیئے، لیکن وہ پچیس ہزار دیتے ہی رہے ہیں، میرے انداز کے مطابق چھ لاکھ سے زائد دے چکے ہیں، اور فرمایا مجھے اطمنان نہیں ہو رہا ہے، فرمایا یہ زکوٰۃ کی رقم کیسے آ گئی؟ جو آیا اس کو تقسیم کر دیا، جو آیا اس میں سے کچھ نہیں رکھا۔“ (حرا کا پیغام جولائی-اگست ۲۰۱۷ء ص:۱۸-۱۹)

پردہ کے سلسلہ میں احتیاط اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ان کے شاگرد مولانا سید محمد عزیر بستوی راوی ہیں کہ آتے جاتے کسی خاتون پر نظر پڑ گئی تو ان کی قے ہو گئی، اس لیے وہ سر پر رومال ڈال کر اس طرح نکلتے تھے کہ دھوکے سے بھی کسی غیر محرم پر نظر نہ پڑے، اس کی تفصیل حضرت کے خلیفہ مولانا محمد حنیف لوہاروی کے بیان سے اور سمجھی جا سکتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”بلوغ سے لے کر وفات تک اجنبی عورت کا تو درکنار دس سال سے بڑی بچی کا منہ بھی نہیں دیکھا، صاف فرما دیتے میرے سامنے بچیاں بھی نہ آئیں، بیعت کے لیے عورتیں آئیں تو فرماتے دیوار کے پیچھے بٹھاؤ، فرماتے میرے لیے دونوں ممنوع ہیں، نہ وہ مجھے دیکھیں نہ میں ان کو دیکھوں۔“

(حراء کا پیغام جولائی-اگست ۲۰۱۷ء ص:۲۱)

اور اسی احتیاط وتقویٰ کا اثر عبدیت کی شکل میں اس طرح تھا کہ اپنے گناہوں کا استحضار اور ان کی معافی کا خیال اور مزید اللہ کی مہربانی کی ہمہ وقت فکر تھی اور اس کے لیے وہ خود دعا ”رب اغفر وارحم وأنت خیر الراحمین“ کا ورد رکھتے اور اپنے متعلقین ومتوسلین کو تلقین بھی کرتے اور فرماتے:

’’یہ دعا بھی ہے اور استغفار بھی ہے۔ رحم بھی ملے گا اور توبہ بھی ملے گی۔‘‘ (بحوالہ سابق)

شیخ العرب والعجم سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے ملفوظات میں ملتا ہے کہ ’’التصوف كلهٗ أدب‘‘ تصوف وسلوک ادب ہی ادب ہے، حضرت مولانا محمد یونس نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی سراپا ادب بن گئی تھی، آداب بندگی، نسبتوں کا لحاظ، سب سے بڑھ کر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی نسبت رکھنے والوں کا غیر معمولی خیال ولحاظ، اہل اللہ کا پاس، حدیث سے اشتغال رکھنے والوں کا اعزاز وتکریم، بیت اللہ کی حاضری اور ارض طیبہ کی حاضری وقیام کے آداب، مطالعہ ودرس کے آداب اور زندگی کے نوع بہ نوع پہلوؤں کا انہی آداب کے ساتھ خیال ان کی زندگی کا ایک روشن باب ہے، مولانا یحیٰی نعمانی ندوی نے لکھا ہے کہ:

’’میں نے ارض حرمین میں حضرت پر بعض وقت ہیبت وخوف اور عظمت وادب کے جو نقوش دیکھے وہ ناقابل بیان ہیں، کثرت سے گریہ طاری ہوتا، ہیئت سراپا غلامانہ اور انداز بھی ادب ونیاز کی تصویر ہوتا، جس کا دیکھنے والوں پر بھی عجب اثر پڑتا، لوگوں کو اللہ کے مقام بلند کو یاد دلاتے، بارگاہ عظمت میں انبیاء علیہم السلام کے خوف وہیبت اور خشوع وتذلل کے حال کا تذکرہ کرتے۔ (الفرقان لکھنؤ ستمبر ۲۰۱۷ء)

مقام روحانیت کی بلندی اور انابت واخبات کی کیفیت کے تعلق سے وہ اپنا تجربہ تحریر کرتے ہیں:

’’کسی قدر غور سے حضرت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت کا خاص وصف انابت واخبات کا نہایت قوی حال ہے جو اس دور میں کم یاب ہے، کبھی کبھی مجلس میں محسوس ہوتا کہ حضرت کسی اور حال ومقام میں ہیں، حضرت کی ان قلبی کیفیات اور یقین واذعان کا اثر یہ ہوتا تھا کہ بعض وقت ایسی عام باتوں میں جیسی تمام ہی داعی ومصلح کرتے ہیں، ایک عجب تاثیر اور کشش محسوس ہوتی تھی، ایک مرتبہ حاضری ہوئی، حضرت شدید نمونیہ کے شکار تھے، مرض کی شدت کا یہ عالم تھا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں یہ مرض وفات ہی نہ ثابت ہو، آنے والوں کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی، شیشے میں سے حضرت کی مجھ پر نظر پڑ گئی، بلا لیا، میں خاموش بیٹھ گیا، مرض کی شدت اور ضعف کا یہ عالم تھا، کہ اپنے دم پر بیٹھنا بھی ممکن نہ تھا، سامنے کی میز پر سینہ ٹِکا ہوا تھا، سانس بھی بڑی تکلیف سے آ رہی تھی، اس حال میں مسلسل ذکر ودعا میں مشغول اور توجہ الی اللہ کے آثار ظاہر تھے۔ ماحول پر ایک عجب قسم کی سکینت کا نزول ہو رہا تھا، اور غالباً سب ہی کو محسوس ہو رہا تھا،

تمام ضعف وتکلیف کے باوجود قوت مجتمع کر کے کچھ نصیحت وافادہ شروع فرمایا۔ بچو! روزانہ ایک پارہ نوافل میں پڑھا کرو، ترقی صرف اعمال سے ہوتی ہے، صوفیہ کے اشغال واوراد اصل میں اعمال میں رنگ پیدا کرنے کے لیے ہیں، لیکن ترقی صرف اعمال سے ہوتی ہے، اسی حال میں کھانا آ گیا، بمشکل تمام کچھ کھا سکے، یہ عاجز خوب غور سے دیکھ رہا تھا، اس حال میں بھی ٹیک لگا کر نہیں کھایا، کھانے کے بعد کئی مسنون دعائیں جو حدیث شریف میں کھانے کے بعد کے سلسلہ میں آئی ہیں، یکے بعد دیگرے پڑھیں، اور صاف محسوس ہوا کہ بڑے قلبی استحضار اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھیں۔" (بحوالہ سابق ص: ۴۵)

کھانے پینے میں بہت احتیاط رکھتے تھے، کھانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے یہاں کھاتے تھے، اور جب قیام الگ ہوا تو حضرت مولانا طلحہ صاحب (صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ) کے یہاں سے کھانا آتا، مولوی عبداللہ مخدومی ندوی اپنے قیام مظاہر کے زمانہ کی بات ذکر کرتے ہیں:

"مولانا طلحہ صاحب مدظلہم کے یہاں سے کھانا لانے کی ذمہ داری مجھ پر بھی رہی ہے، حضرت وہی تناول فرماتے تھے۔"

اور اتنے محتاط تھے کہ مشتبہ کمپنیوں کی چیزیں کھانے میں گریز کرتے، رائے بریلی کے ایک مدرسہ میں ناشتہ پیش کیا گیا، پارلے جی کمپنی کا بسکٹ تھا نہیں کھایا فرمایا سکھ کمپنی کا ہے، ان کا اعتبار نہیں اور بھی کچھ باتیں فرمائیں، ناشتہ کے تعلق سے یہ بھی معلوم کیا، مدرسہ کی طرف سے ہے یا تم اساتذہ کی طرف سے جو مجھے یہاں لائے ہو، اور احتیاط سے کام لیا، اس تعلق سے کچھ نصیحتیں بھی فرمائیں، زیادہ نگاہوں میں آنے والی چیز بھی کھانے سے پرہیز کرتے، فرماتے اس کا ہم پر اثر پڑ جاتا ہے، پہناوے وغیرہ میں بھی اور سفر خرچ وغیرہ میں بھی اور کسی کا مہمان بننے میں بھی ان کا حساس قلب فوراً فتویٰ دے دیتا تھا، یہ احتیاط ان کے قوت ادراک کا باعث ہوتی گئی، جو کشف کی صورت میں ایک دم ظاہر ہو جاتی تھی، جس کے بعض واقعات خود راقم کے مشاہدہ وتجربہ میں آئے، جس میں خال معظم مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی علیہ الرحمہ اور ان کے بھائی مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی اور بعض دوسرے احباب وحضرات شریک ومشاہد ہیں، اور بعض دوسروں کے تجربوں سے علم میں آئے، جیسے برادر گرامی مولانا سمیع نعمانی نے لکھا ہے کہ:

"سنتے تھے کہ حضرت کے یہاں کشف بہت ہے، ایک مرتبہ حاضری ہوئی اور جو اپنی آنکھوں سے

دیکھا اس سے بہت ڈر لگا، ایک نوجوان عالم نے نصیحت کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا: تم شادی کرلو، میں نے تم کو فلاں وقت دیکھا تھا، تمہارے چہرہ پر ایک نور تھا، اب تمہارے اندر نگاہ کی بیماری ہے، فکر کرو......، انہوں نے اعتراف کیا کہ ان سے یہ غلطی ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ لکھا ہے کہ:

’’لندن ایک بڑے صالح عالم وداعی حضرت مولانا محمد یونس صاحب (دودھ والا) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت نے لندن کی ایک مجلس میں ایک اجنبی نوجوان سے جس کو حضرت بالکل جانتے نہیں تھے، مخاطب ہوکر فرمایا: اے تو بھنگی ہے، حافظ قرآن ہوکر بھنگی ہے؟ مولانا نے بتایا کہ وہ نوجوان حافظ قرآن تھا، اور کاؤنسل کی طرف سے لوگوں کے گھر سے کوڑا اٹھانے کا کام کرتا تھا، حضرت کے اس ارشاد کے بعد اس نے وہ کام ترک کردیا، لطافت روح اور قوت حس اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بہت دور کی بات کا اثر ان کے قلب وروح پر پڑ جاتا تھا، ایک بار کا واقعہ ہے راقم نے صبح ان کی زیارت خواب میں کی کہ وہ توجہ ڈال رہے ہیں، شام کو فون کیا، سلام کیا اور خیریت معلوم کی بس فرمانے لگے کہ صبح تم ہمیں بہت یاد آرہے تھے اور پھر نصیحت فرمائی، ایسا ہی ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ خط کی ابتدائی سطریں ہی لکھیں تھیں، مسئلہ حل ہوگیا، اور گرہیں کھل گئیں، پھر خط پورا کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نامکمل ہی چھوڑ دیا۔

نصیحتوں میں ان کی قوت ادراک کی صلاحیت اور کشف احوال کی استعداد کو بڑا دخل ہوتا تھا اور اس کے مطابق وہ نصیحتیں فرمانے لگتے تھے، مولانا فیصل احمد بھٹکلی راوی ہیں، کہ ایک بڑے عالم کو سلام کہلایا اور فرمایا کہنا دو تین سال بس رہ گئے ہیں، درود شریف کی کثرت کریں، ڈاکٹر محمد غوث قریشی لکھنؤ جو لکھنؤ میں حضرت کے میزبان بھی رہے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے جو حضرت سے بہت تعلق رکھتے تھے اور حضرت بھی ان کا خیال کرتے تھے، اپنی بعض الجھنوں کا ذکر کرنے لگے، حضرت نے آگے کی بات محسوس کرکے فرمایا جب وقت قریب آجاتا ہے تو ایسا ہونے لگتا ہے آخر تین چار مہینے میں ہی ان کی وفات ہوگئی، راقم کا خود ایک تجربہ جہاز کا ہے، حضرت کی سیٹ آگے تھی اور میری درمیان میں، مولانا بلال حسنی اور مولانا معاذ کاندھلوی کے ساتھ جب کہ حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری مدظلہ کی پیچھے تھی، مجھے اختلاج کی کیفیت ہونے لگی، اس کے نشیب وفراز کو دیکھتے ہوئے اور جاکر حضرت کے پاس ان کی سیٹ کے بالکل

پیچھے والی سیٹ پر بیٹھ گیا، حضرت پیچھے مڑے اور فرمانے لگے، ابھی ہم پانچ سال تو نہیں مریں گے، فوراً میرے ذہن میں آیا کہ جب یہ ابھی نہیں مریں گے، تو ہم بھی کہاں مریں گے، اس لیے کہ جہاز کا حادثہ سب کو ساتھ لے کر جاتا ہے، یہ واقعہ شروع ۲۰۰۲ء کا ہے، اس کے بعد تین پانچ سالہ مدت پوری کی اور ۲۰۱۷ء کے وسط میں انتقال فرمایا۔

اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن کے پیش کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے، رویائے صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے۔ اس کی تعبیر کا آپ کو زبردست ملکہ جہاں حاصل تھا، وہیں آپ کو رویائے صالحہ کے ذریعہ رہنمائی بھی حاصل ہوتی تھی، ان پر مضامین وتاثرات میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، عربی مجلہ النصیحہ الشیخ یونس نمبر میں استاذ خالد مرغوب استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے ایک رہنما خواب لکھا ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے تعلق سے جب وہ اسلام کے دفاع کے لیے کسی تصنیف میں مشغول تھے اور جس حدیث کی تلاش تھی وہ نہیں مل رہی تھی ایک رہنما خواب کے بعد لکھنؤ کا سفر کیا وہ رقم طراز ہیں:

”رأى النبي صلى الله عليه وسلم يقول له، ابني أبو الحسن يحتاجک وأنت لم تساعده؟ فاستيقظ من نومه وخرج إلى محطة القطار فورًا، وغاب عن تدريسه خلافًا لعادته، وتوجه إلى لكهنؤ مع بعد المسافة بين البلدين، فلما وصل بيت الشيخ سلَّم عليه، ولم يخبره عن سبب زيارته، فقال له الشيخ أكتب شيئًا في الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأحتاج مساعدتک في تخريج بعض الأحاديث فأجابه الشيخ إلى مقصوده، ولبى مراده، ثم استأذن راجعًا البلده، قال لي الشيخ بعد أن حدثني بذلک، عرفت بهذا صحة نسب الشيخ۔“

[النصيحة” مجلة النصيحة مجلد: ۲ عدد: ۳-۴ عدد ممتاز عن الشيخ الجونفوري ص: ۲۹ -لكناؤ الهند]

آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ فرمارہے ہیں: میرا فرزند ابوالحسن تمہارا محتاج ہے اور تم نے اس کی مدد نہیں کی، خواب سے بیدار ہوکر فوراً اسٹیشن جاکر ٹرین پکڑی اور خلاف عادت درس کا ناغہ کیا لکھنؤ پہنچے اور حضرت مولانا سے ملاقات کی مگر سبب نہ بتایا کہ کیوں حاضری ہوئی، (البتہ

حضرت مولانا نے ان سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کچھ لکھ رہے ہیں اور آپ کی ضرورت تھی بعض احادیث کے سلسلہ میں، مولانا نے اس کا جواب دیا جس سے حضرت مولانا کو تشفی ہوگئی، اور شیخ سہارن پور واپس ہوئے، شیخ نے یہ واقعہ خود مجھے بتایا تھا اور فرمایا تھا کہ اس خواب سے مجھے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے صحت نسب کا یقین ہوگیا۔“

سلف میں بعض ائمہ کے تعلق سے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خواب میں انہیں رویت ہوئی، خواب میں یہ تجلی بعض خاص بندوں کو آج بھی ہوتی ہے، مولانا محمد حنیف لوہاروی استاد حدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ (گجرات) نے اپنے بیان میں مولانا اسماعیل واری (انگلینڈ) خلیفہ حضرت پیر غلام حبیب نقشبندی کے حوالہ سے انہی حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے متعلق ذکر کیا ہے کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث نے فرمایا تھا کہ کچھ رب کریم کی زیارت اس عاجز کو بھی ہوئی ہے۔ (حرا کا پیغام جولائی-اگست ۲۰۱۷ء ص: ۲۲)

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے مولانا محمد حنیف راوی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بار بار زیارت آپ نے خواب میں فرمائی ہے۔ (بحوالہ سابق)

یہ زیارتیں بعض احادیث کے فہم کے تعلق سے بھی ہیں جو درس حدیث کی مناسبت سے ہوئیں جن میں بعض سے آپ کی تائید اور بعض سے تعلیم تھی۔ (بحوالہ سابق اختصاراً)

آپ کے متعلق بھی آپ کی حیات میں اور بعد وفات بڑے مبارک خواب صلحاء نے دیکھے ہمارے ایک مخدوم بزرگ نے آپ کے متعلق مضمون تیار کرنے کے بعد دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اتر رہا ہے جس کا چہرہ سورج کی طرح چمک دمک رہا ہے، قریب سے دیکھا تو وہ مولانا یونس صاحب تھے۔

جنازہ میں ایسی خلقت امڈی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، سو دو سو کیلومیٹر والے شریک جنازہ ہوئے، زیادہ دور والوں نے بھی بیعت کی کئی کیلومیٹر ہجوم اور راستے بند ہوگئے تھے، یہ مقبولیت اعلان ان کی حقانیت کا کر رہی تھی، طبیب الامت حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم نے راقم سے فرمایا مولانا یونس صاحب کا انتقال سلطان الاذکار پر ہوا۔

ان کا حادثۂ وفات بلاشبہ کسی ایک مکتبۂ فکر کسی ایک ادارے، کسی ایک خاندان وقبیلہ، کسی ایک قوم ونسل، کسی ایک شہر وملک کا حادثہ نہیں، ”موت العالم موت العالَم“ کا صحیح مصداق اور عظیم سانحہ ہے، ایک شیخ

الحدیث کا ہی ماتم نہیں، ایک عارف باللہ کا ہی سوگ نہیں، ایک عالم ربانی کا ہی غم نہیں، عظیم معلم، مربی، مصنف، محقق، داعی، طالب حق وناشر حق ہستی، نادرۂ روزگار شخصیت، علامۂ عصر، امام حدیث، امام تصوف واصلاح وتربیت کا غم اور یاد ہے، وہ ان اہل اللہ میں تھے جن کے نقوش قائم اور یادیں زندہ رہتی ہیں، مگر کون ہستی ہے جو اللہ کی رحمت اور اس کی جانب سے غفران ورضوان کی محتاج نہ ہو جب کہ انبیاء نے کہا اور قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا: "رب لِما اَنزلت اِلی من خیر فقیر۔"

بارالہا! بے پایاں رحمتیں نازل فرما اُن پر اور اپنے مقربین کے ساتھ حشر فرما، ان کے اعمال کو خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے صدقہ جاریہ فرما کر ان کو ایک نور مستطیل عطا فرما، اور ان کے علوم ومعارف کا فیضان عام وتام فرما، و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و علیٰ اٰله و أصحابه و علی من استن بسنته واهتدی بهدیه إلی یوم الدین۔

* * *

ایک نمونہ کی زندگی

مولانا سید بلال عبدالحیؒ حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو غیر معمولی علمی رسوخ اور روحانی بلندی عطا فرمائی تھی، بظاہر ان کی ترقی کے ایسے کچھ اسباب نہ تھے، نہ ان کی ایسی صحت تھی، نہ ان کے پاس مال و دولت تھی، جس سے سہولتیں اور آسانیاں حاصل ہو جائیں، نہ ہی کوئی خاندانی پس منظر تھا، بلکہ وہ ایک دیہات کے رہنے والے تھے، وہ جگہ ایسی نہ تھی جہاں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے ہوں، جہاں علم کی خدمت ہوئی ہو، واقعہ یہ ہے کہ ان سے پہلے میرے خیال میں ان کے خاندان میں عالم ملنا بھی مشکل ہے، لیکن مولانا میں ایک جذبہ اور ایک شوق تھا، جس کے لیے انہوں نے خود کو مٹا ڈالا، مظاہر علوم میں ایسے گئے کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کا ایسا شوق دیا تھا جو کم کسی کو ملتا ہے، لگتا تھا کہ ان کو کسی چیز سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے، آپ کی طالب علمی کا زمانہ انتہائی جدوجہد کا تھا، جیسے کوئی کتابوں کا کیڑا ہوتا ہے اس کو کہیں چین نہیں آتا، مولانا کا بھی یہی حال تھا کہ کتابوں کا مطالعہ ہی ان کی غذا تھی، اس چیز نے ان کو دنیا سے ایسا کاٹ دیا تھا، جس کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہوگئی اور خراب ہوتی رہی، لیکن انہوں نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی، اللہ کے لیے اپنے آپ کو مٹایا، اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں ان کو ایک مقام عطا کیا اور فن حدیث میں ایسا امتیاز عطا فرمایا کہ پوری دنیا میں ان کے جیسے افراد کا ملنا مشکل ہے، خاص طور پر متون حدیث میں ان کو ایسا استحضار تھا کہ ایسا کم دیکھا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار کو بعض بڑے بڑے محدثین سے ملاقات کا شرف بخشا، حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ بڑے عالم حدیث تھے، ہمارے استاد حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جیسے

بڑے علماء فن حدیث کے اماموں میں سے تھے، لیکن متون حدیث میں مولانا یونس صاحبؒ کی جونگاہ تھی وہ شاید ہی کسی کی ہو، کوئی حدیث آپ کو نہ مل رہی ہو، آپ مولانا سے تذکرہ کریں تو معلوم ہوتا تھا کہ مولانا انسائیکلوپیڈیا ہیں، فوراً صفحہ کھول کر دکھا دیتے کہ یہ حدیث یہاں ہے۔

غور کی بات یہ ہے کہ مولانا میں یہ استحضار کیسے پیدا ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو فن حدیث میں ایسا فنا کیا کہ شادی تک نہیں کی، بس اسی لیے کہ اس میں زحمت ہوگی، دوسری چیزوں میں وقت دینا پڑے گا، اسی کو حقیقی معنی میں فنائیت کہتے ہیں، اللہ نے علم حدیث کے لیے مولانا کو یہ فنائیت دی تھی، ایسے ہی شخص کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں دعا فرمائی ہے: **"نضر اللہ امرء اسمع مقالتی فوعاها وحفظها وبلغها"** یعنی جو شخص حدیث کو سنتا ہے اور یاد رکھتا ہے پھر دوسروں تک منتقل کرتا ہے، دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے، اللہ ایسے شخص کے چہرہ کو تر و تازہ رکھے، اسی لیے محدثین کو اللہ بہت نوازتا ہے، ان کے چہرے پر شادابی ہوتی ہے، اور اخیر تک ان کے ایسے حواس باقی رہتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، اگر کوئی اسی نوے سال کا انسان ہو اور وہ ایسا دماغ رکھتا ہو جیسے کوئی بیس سال کا نوجوان تو یقیناً حیرت کی بات ہے، مولانا کا بھی یہی حال تھا، ان کی عمر تقریباً اسی سال ہوگئی تھی، لیکن استحضار اور قوت حفظ کا عالم یہ تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ بیس پچیس سال کا کوئی نوجوان ہے۔

مولانا کے استحضار اور قوت حفظ کی کھلی دلیل یہ واقعہ بھی ہے، ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کو کسی حدیث کی ضرورت پڑی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو خط لکھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا: مولوی یونس سے پوچھ لیجئے، ابھی ان کا علم تازہ ہے اور ان کو خوب استحضار ہے، اتفاق کی بات کہ حضرت کا سہارنپور سفر ہوا، اور حضرت مولانا نے مولانا یونس صاحب کو طلب فرمایا، اور ان سے وہ حدیث معلوم کی، مولانا نے فوراً اس کا حوالہ پیش فرما دیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ان کی اسی علمی قدر و منزلت کو دیکھتے ہوئے کم عمری ہی میں ان کو اپنی جگہ بٹھایا، غالباً اس وقت اٹھائیس برس کی عمر ہوگی، جب حضرت شیخ الحدیثؒ نے مولانا کے ذمہ بخاری شریف کی، کچھ عرصہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث نے ان کو ایک خط لکھ کر بند لفافہ میں دیا اور کہا: میاں! اس کو چالیس سال بعد کھولنا، مولانا نے اپنے شیخ کی وصیت پر پورا عمل کیا اور اس خط کو کہیں دبا کر رکھ

دیا، چنانچہ مولانا یہ بات کہتے تھے کہ لگتا ہے میں چالیس سال تک نہیں مروں گا، اس لیے کہ میرے شیخ تو یہی کہتے ہیں کہ چالیس سال بعد اس خط کو کھولنا، ظاہر بات ہے کہ مرنا اور جینا اللہ کے اختیار میں ہے، لیکن کبھی کبھی اللہ والوں کو کچھ احساس بھی ہوتا ہے، بالآخر چند سال قبل مولانا کے وہ چالیس سال پورے ہوئے، اور مولانا نے وہ خط کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ ”جب تم یہ خط کھولو گے تو مجھ سے بھی آگے جا چکے ہو گے“، گویا یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی مولانا کے تعلق سے شہادت ہے، ظاہر بات ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا علم بہت گہرا تھا، لیکن مولانا یونس صاحبؒ تو فن حدیث میں فنا تھے، اس حیثیت سے دیکھا جائے تو شاید مولانا ان سے بھی آگے بڑھ گئے ہوں، کیونکہ خود حضرت شیخ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔

مولانا کو جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ سخت محنت سے ہوا، ایسی محنت جس کو جان کھپانا کہتے ہیں، جس کے لیے اللہ نے ”جاھدوا“ کا لفظ استعمال کیا ہے، ”جاھد“ کا مطلب صرف محنت نہیں ہے بلکہ انتہائی محنت ہے، جب شیخ نے فن حدیث میں اپنی جان کھپادی، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی خوشبو تمام عالم میں پھیلی، مدینہ ومکہ میں ہم نے دیکھا کہ علمائے حرم ان پر ٹوٹتے تھے، سب ان سے سندیں لیتے تھے، اور مولانا کو ایسا استحضار تھا کہ بال برابر بھی اگر کوئی غلطی کرتا تھا تو فوراً ٹوک دیتے تھے، ہمیں تعجب ہوتا تھا، ایک صاحب پڑھ رہے تھے، وہ ایسا تیز پڑھ رہے تھے کہ میرے سمجھ ہی میں نہ آرہا تھا، ان کو دس منٹ میں پچاس صفحے پڑھنا تھے اور مولانا سب سمجھ رہے تھے، اور جہاں وہ غلطی کرتے فوراً مولانا پکڑ لیتے اور ٹوک دیتے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کے لیے سب چیز کھلی کتاب کی طرح ہے، لیکن بات وہی ہے کہ یہ سب کچھ انتہائی قربانیوں کا نتیجہ تھا، نہ ان کو اپنی صحت اور کھانے کی پرواہ تھی، نہ سفر سے ان کو کوئی تعلق تھا، اخیر میں لوگ ان کے پیچھے لگ گئے تو افریقہ وغیرہ کے سفر پر روانہ ہو گئے، البتہ حجاز کے سفر کا زیادہ اہتمام تھا، اس کے علاوہ دیگر علاقوں کے سفر سے ان کو کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔

حضرت قاری صدیق صاحب باندویؒ جو اپنے وقت کے بڑے بزرگوں میں ہیں، ان کا معمول تھا کہ ختم بخاری میں مولانا یونس صاحبؒ کو ہی بلاتے تھے، حضرت قاری صاحب کی وفات کے بعد بھی مولانا نے اپنا یہ معمول جاری رکھا، حال ہی کی بات ہے کہ تقریباً تین ماہ پہلے ختم بخاری کی تقریب میں مولانا باندہ تشریف لائے، مولانا کا معمول تھا کہ جب وہ رائے بریلی کے اطراف سے گذرتے تو حضرت مولانا علی

میاں صاحبؒ سے ملنے ضرور آتے، اس نسبت سے الحمدللہ مدرسہ ضیاء العلوم کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ مولانا اس ادارہ میں بارہا تشریف لائے۔

مولانا کی زندگی سے اصل سبق لینے کا یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو فنا کرتا ہے، جس کا کوئی رہنمائی کرنے والا بھی نہیں ہے، تو اس کے نتائج دنیا دیکھتی ہے، مولانا کا حال یہ تھا کہ ان سے بچپن میں کہا گیا جاؤ بھینس چراؤ یا بکریاں لے جاؤ، مولانا کہتے ہیں کہ ان کاموں میں میرا جی ہی نہیں لگتا تھا، ابتداء میں مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ جو ان کے قریب ہی کے رہنے والے تھے، مولانا ان کے یہاں کچھ پڑھتے تھے، مولانا عبدالحلیم صاحب نے آپ کی ذہانت کو دیکھ کر آپ کے والد سے کہا کہ میاں اس کو پڑھنے کے لیے چھوڑ دیجئے، والد نے کہا کہ لے جاؤ، ظاہر ہے کہ وہ بے چارے کیا جانیں کہ اللہ نے اس بچہ کا انتخاب کس کے لیے کیا ہے، چنانچہ شروع میں مولانا نے جونپور ہی میں پڑھا، پھر مولانا عبدالحلیم صاحب ہی مظاہر علوم لے کر آئے، اور پوری تعلیم یہیں حاصل کی، اور اس کے بعد یہیں مدرس ہو گئے، پھر جب حضرت شیخ الحدیث نے ہجرت کا ارادہ کیا تو مولانا کو بخاری دے گئے، اور تقریباً پچاس سال مولانا نے بخاری پڑھائی، واقعہ یہ ہے کہ بہت کم لوگوں کو یہ مدت حاصل ہوئی ہوگی، اٹھائیس سال کی عمر میں مولانا شیخ الحدیث بن گئے تھے، اس عمر میں انسان بظاہر ابتدائی کتابیں پڑھاتا ہے، لیکن مولانا نے اس وقت سے بخاری پڑھانا شروع کی تو اخیر وقت تک پڑھائی، ان کے بڑے بڑے علماء شاگرد ہوئے، حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلوی، محقق عصر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، اسی طرح گجرات کے متعدد جید علماء سب مولانا کے شاگرد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا کو یہ جو مقام عطا فرمایا یہ یکسوئی اور انتہائی شدید محنت کا نتیجہ تھا، آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم یکسوئی کے لیے تیار نہیں، یکسوئی میں خلل ڈالنے والی بے شمار چیزیں ہیں، ان میں ایک بڑی چیز موبائل ہے جو ہر جیب میں موجود ہے، اب ظاہر ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے فوراً پتہ چلے گا کہ فلاں جگہ یہ واقعہ پیش آیا، اب یہ پیش آیا، اس سے آدمی کا ذہن مکمل طور پر منتشر ہو جاتا ہے، اور جو لوگ اس کا مزید غلط استعمال کرتے ہیں وہ تو نہ جانے کیا کیا لوڈ کرتے ہیں، کہاں کہاں بھٹکتے ہیں، اس کے نتیجہ میں اپنے آپ کو برباد کرتے ہیں، تو ظاہر ہے اس سب کے بعد یکسوئی حاصل نہیں ہو سکتی، ورنہ علماء کی زندگی کا مطالعہ کریں، تو ان کی الگ ہی زندگی ہے، ایک بڑے عالم کا واقعہ ہے کہ وہ گھر سے آنے والے خطوط نہیں پڑھتے تھے، اس

لیے کہ اگر پڑھیں گے تو ذہن منتشر ہوگا، اس لیے سب کو ایک مٹکے میں ڈالتے گئے، جب فراغت علمی کے بعد انہوں نے سب خطوط دیکھے تو کوئی خط پڑھتے تھے تو روتے تھے اور کوئی خط پڑھتے تھے تو ہنستے تھے، اس لیے کہ کسی میں وفات کا ذکر تھا تو کسی میں خوشی کا، لیکن اب موبائل کی سہولت یہ ہے کہ امریکہ میں بھی کوئی واقعہ ہوجائے تو وہ خبر اخبار میں بعد میں آتی ہے موبائل میں پہلے ہی آجاتی ہے، تو یہ بہت بڑی مصیبت ہے، حضرت مولانا یونس صاحبؒ کا جو وصف تھا، جس کے نتیجہ میں اللہ نے ان کو یہ مقام دیا تھا، اس میں انتہائی محنت ویکسوئی کا بڑا دخل تھا، ان کا کتب خانہ ایسا تھا کہ چاروں طرف کتابیں تھیں اور وہ خود بیچ میں، کبھی یہ کتاب نکالی، کبھی وہ کتاب نکالی، ان کے دن رات اسی میں گذرتے تھے، جو علماء ان کے پاس رہتے تھے ان کو بھی مراجعت کا کام ساتھ میں کرنے سے بڑا فائدہ ہوتا تھا، بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا کا جو درس بخاری ہے، وہ خود مولانا نے مرتب کیا اور کئی جلدیں الحمد للہ تیار ہوگئی ہیں، پہلی جلد چھپ بھی گئی ہے، ابھی کچھ دنوں قبل ہمارا جانا ہوا تو مولانا وہی کام کر رہے تھے، اور کسی چیز کو بڑی محنت سے تلاش کر رہے تھے، جب وہ ملی تو بے حد خوشی کا اظہار فرمایا اور اپنے شاگرد سے کہا: لاؤ پڑھ کر سناؤ، اس کے بعد مولانا نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ یہ کام پورا ہوگیا، کئی چیزیں میں تلاش کر رہا تھا وہ مل گئیں۔

مولانا کی نگاہ کا عالم یہ تھا کہ متقدمین علماء کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، حافظ ابن حجرؒ جو فن حدیث میں امام وقت ہیں، انہوں نے فتح الباری ایسی کتاب لکھی کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، وہ کتاب اسلامی کتب خانہ کا ایک شاہکار ہے، مولانا نے اس کا ایسا ناقدانہ مطالعہ کیا تھا کہ اگر حافظ صاحب سے بھی کوئی فروگذاشت ہوئی ہے تو وہ چھوڑتے نہیں تھے، کئی جگہیں ایسی ہیں کہ انہوں نے اصلاح کی ہے، لیکن پورے احترام کے ساتھ، کہتے تھے کہ حافظ جی کے مقابلہ کا کوئی نہیں ہے، ان کی جو نگاہ ہے وہ بہت کم لوگوں کی ہوتی ہے، لیکن اللہ نے مولانا کو ایسی نگاہ دی تھی کہ وہ متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرتے تھے تو محض اس طرح نہیں کہ آدمی سرسری طور پر پڑھتا جائے اور نکلتا جائے، بلکہ باریکیوں پر مولانا کی نگاہ ہوتی تھی، اور ظاہر ہے باریکیوں پر اسی کی نگاہ ہوگی جس کے سامنے ساری چیزیں ہوں، فتح الباری کی پانچویں جلد میں کوئی بات لکھی ہے، اور اسی کی اٹھارہویں جلد میں کوئی ایسی بات لکھی ہے جو اس سے قدرے مختلف ہے، آدمی کو ایسے میں کہاں یاد رہتا ہے کہ پانچویں جلد میں کیا تھا، لیکن مولانا فوراً اس کو پکڑ لیتے تھے، متون حدیث مولانا کا خاص فن تھا، اس میں

شاید ہی کسی کی ایسی نگاہ ہو، اسانید کے ساتھ روایات کا جو فرق ہے، اس پر مولانا کی بڑی گہری نگاہ تھی، اگر کہیں کسی سے چوک ہوئی ہے تو مولانا فوراً اس کی پکڑ کرتے تھے، مولانا نے جو بخاری کی شرح لکھی ہے اس میں یہ ساری چیزیں آ گئی ہیں۔

مولانا انتہائی متواضع انسان تھے، انہوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ سے باقاعدہ سلوک کی تعلیم حاصل کی، مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے بھی مولانا کا خاص تعلق تھا، اس میں بھی مولانا کی عجیب کیفیت تھی، تقوی کی ایسی زندگی کہ حلال ومشتبہ مال سے انتہائی درجہ احتیاط برتتے تھے، آسانی سے کہیں کھانا نہیں کھاتے تھے، بلکہ پوری تحقیق کے بعد ہی کھاتے تھے، اور اسی کے ساتھ پوری طرح سے احتیاط کی زندگی تھی، اس کا اثر یہ تھا کہ مولانا کا دل آئینہ کی طرح شفاف تھا، آئینہ کا عکس دوسروں پر پڑتا ہے، حدیث شریف میں سچے مؤمن کو بھی آئینہ سے تشبیہ دی گئی ہے، ارشاد ہے: ”**المومن مرآۃ المومن**“ مومن مومن کے لیے آئینہ ہے، واقعہ یہ ہے کہ جو سچا مومن ہوتا ہے، وہ دوسروں کے لیے آئینہ ہی کی طرح ہوتا ہے، ایسے بہت واقعات ہیں کہ لوگ مولانا کے پاس گئے، اور مولانا نے ان کے اندرونی حالات کو محسوس کیا، ان کا عکس مولانا کے دل پر پڑا اور مولانا نے ان کی اصلاح کی، ایسے انداز سے بات کہی کہ اصلاح ہو جائے، اچھے انداز سے بھی کہی اور روک ٹوک کے انداز میں بھی کہی۔

مولانا کا ایک امتیازی وصف یہ تھا کہ آپ ہر کام خالص اللہ کے لیے کام کرنے والے تھے، محبت اللہ کے لیے، دینا اللہ کے لیے، لینا اللہ کے لیے، حدیث میں آتا ہے کہ جس نے ایسا کیا تو ”**فقد استکمل الایمان**“ ایسے شخص نے اپنا ایمان مکمل کرلیا، چنانچہ مولانا کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑا مالدار ہو، یا کوئی اور ہو، مولانا کا معاملہ عجیب تھا وہ ہر ایک سے بالکل مستغنی تھے، ان کا سارا تعلق اللہ سے تھا، اور ان لوگوں سے تھا جو اللہ والے ہیں، حضرت مولانا قاری صدیق صاحبؒ، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ سے بڑا تعلق تھا، یہ آخری درجہ کی بات ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار تھے تو مولانا یونس صاحب عیادت کے لیے آئے، اور کہا: حضرت! میرا جی چاہتا ہے کہ میں حدیث کی آپ سے اجازت لوں، حضرت مولانا نے کہا کہ تم کو کیا ضرورت ہے، کہنے لگے نہیں، برکت ہے، نسبت ہے، حضرت مولانا نے بخاری شریف منگوا کر پڑھوائی اور آپ کو اجازت دی، ظاہر ہے یہ مولانا کی بڑائی تھی، ورنہ مولانا تو خود اس سطح پر تھے کہ ان کو اس کی ضرورت

نہ تھی، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تو حدیث اصل موضوع بھی نہیں تھا، لیکن مولانا نے قدر کی، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جو آدمی اللہ کے لیے جیتا مرتا ہے، اس کا تعلق بھی اللہ کے لیے ہوتا ہے، اور وہ اللہ والوں سے محبت کرتا ہے، مولانا کا بھی یہی حال تھا، اور ان کا پورا احترام تھا، لیکن دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا، کوئی بھی آجائے کوئی مطلب نہیں، ان کے یہاں ساری قیمت زہد وتقوی کی تھی۔

ایک بزرگ کا واقعہ مشہور ہے، اودھ کا گورنر ان سے ملنے آنا چاہتا تھا، اس کے قاصد نے بزرگ سے کہا کہ گورنر اور ان کی اہلیہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں، اس زمانہ میں انگریز گویا خدا ہوتے تھے، آج اس کو سمجھنا مشکل ہے، لیکن اس وقت انہیں کو سب کچھ لوگ سمجھتے تھے، بعض کا خیال یہاں تک ہو گیا تھا کہ کیا یہ گورے چٹے لوگ بھی آگ میں ڈالے جائیں گے، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، گویا ایک عجیب وغریب ذہن بن گیا تھا، تو کسی قاصد نے کہا کہ گورنر صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور بتایا کہ فلاں گورنر ہیں، مولانا نے کہا کہ اچھا ہے اگر آنا چاہیں تو آجائیں، اب وہ آگئے، لیکن ان کو نیچے بیٹھنا مشکل ہوا، کیونکہ وہ کرسی پر بیٹھنے کے عادی تھے، عجیب قصہ یہ ہوا کہ شیخ کے یہاں ان کی آمد پر کوئی اہتمام بھی نہ ہوا، چنانچہ شیخ نے فرمایا: اگر زمین پر بیٹھنا مشکل ہو تو مٹکا رکھا ہے، اسی کو الٹا کر کے بیٹھ جایئے، لیکن اس کے باوجود وہ گورنر ان کے سامنے بہت عقیدت کے ساتھ آیا، اور نگاہوں میں ایک عظمت لے کر رخصت ہوا، اس نے سبق لیا کہ ان کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔

مولانا یونس صاحبؒ کی بھی یہی صورت حال تھی، ان کو کسی سے کوئی مطلب نہ تھا، لیکن حرم شریف میں ہم نے دیکھا کہ وہاں بہت بے تکلف نظر آتے تھے، یہاں تو بہت رعب کی کیفیت رہتی تھی، جانے والوں کی آپ کی خدمت میں حاضری کی ہمت نہ ہوتی تھی، یہ ان کے علم کا رعب کا تھا، زہد وتقوی کی نورانیت تھی کہ آدمی جاتا تھا تو ایک رعب ہوتا تھا، لیکن جب قریب جاتا تھا تو ایک محبت پیدا ہوتی تھی، آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ دیکھنے والا دور سے دیکھتا تو ایک ڈر پیدا ہوتا تھا، لیکن بعد میں خود آپ کی محبت دیکھ کر وہ قریب ہو جاتا تھا، مولانا کا بھی یہی معاملہ تھا، جب ان کے پاس جاتے تو رعب ہوتا اور جب قریب بیٹھتے تو سب کچھ ختم ہو جاتا، لیکن ہم نے حرم میں دیکھا کہ وہاں مولانا ایسے رہتے تھے کہ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں، ہر آدمی مولانا کے پاس آرہا ہے اور بات کر رہا ہے، مولانا ہنس رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں، وہاں کوئی حجاب نہ ہوتا تھا، اکثر اللہ والوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہاں جا کر بالکل فنا ہو جاتے ہیں، ایک بزرگ کو کسی

نے دیکھا وہ وہاں بالکل بے تکلف پھر رہے ہیں، کسی نے پوچھا یہ کیا؟ تو کہا: یہاں تو ہم سب بچے ہیں، یہاں کیا ہے؟ کہاں کی مشیخت اور کہاں کی بڑائی، تو مولانا وہاں بہت بے تکلف رہتے تھے، ہم نے دیکھا کہ وہاں پورا وقت بڑے احترام سے گذارتے تھے، خدام وہیل چیئر لے کر پھرتے، اور مولانا سنتوں میں ذرہ برابر سستی نہ برتتے، حج کا مسلسل معمول تھا، جب کہ مولانا کی صحت کو دیکھتے ہوئے حج بہت دشوار تھا، حج میں بہت سے ایسے اعمال ہیں جن کو بھیڑ کی وجہ سے لوگ چھوڑ دیتے ہیں، اور بعد میں ادا کرتے ہیں، مثلاً: رمی کرنا، طواف زیارت وغیرہ، لیکن مولانا کو دیکھا تو ہم تعجب میں پڑ گئے کہ تمام اعذار کے باوجود ان کا ہر کام سنت کے مطابق ہوتا تھا، کنکری مارنے کا جو وقت ہے، مولانا اسی وقت مارتے تھے، طواف زیارت کا جو سنت وقت ہے مولانا اسی وقت کرتے تھے، ایک مرتبہ برادر مخدوم ومعظم مولانا سید عبداللہ صاحبؒ اور چند ساتھی ہم لوگ جیسے ہی مزدلفہ سے منی پہنچے، وہاں مولانا سے ملاقات ہوگئی، مولانا نے ملاقات کے فوراً بعد فرمایا: فوراً جاؤ، دیر نہ کرنا، پہلے رمی کر کے آؤ، ہم نے مولانا کا حال پوچھا تو معلوم ہوا مولانا تمام اعمال کر چکے تھے۔

مولانا کی زندگی مکمل طور پر اتباع سنت سے عبارت تھی، ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مولانا کی مجلس میں ایک بزرگ آئے، اور ان کے کسی عمل سے مولانا کو ناگواری ہوئی، مولانا نے بلایا اور پوچھا: کیا تم نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں ایک جملہ کہہ دیا کہ حضرت یہ کام سنت نہیں ہے، یہ تو سنت مشائخ ہے، اس پر مولانا کو بالکل جلال آگیا، اور فرمایا: سنت مشائخ کی کیا حقیقت ہے؟ اللہ کے نبی کی سنت کے آگے ہر چیز بالکل دو کوڑی کی ہے، مولانا کے اندر یہ حمیت تھی، حدیث وسیرت سے اشتغال کی بنا پر سب ان کے سامنے تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ نے ایسا روشن دل ودماغ اور چہرہ ان کو عطا فرمایا تھا کہ جو بھی جاتا تھا اس پر ایک اثر ہوتا تھا، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کی جتنی تربیت اللہ والوں کی صحبت سے ہوتی ہے، اتنا کتابوں کے مطالعہ اور پڑھنے پڑھانے سے انسان نہیں سیکھتا، مولانا کا ایک طرف تو علمی مقام ایسا بلند کہ انہوں نے سب کچھ بالکل پی لیا تھا، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اتنا فائدہ اٹھایا تھا کہ مولانا کا مقام اتنا بلند تھا کہ انگلیوں پر گنا جائے تو شاید ہی ایسے افراد ملیں۔

مولانا کا وجود ایسے حالات میں خاص طور پر باعث رحمت تھا، مولانا خالص کتابوں کے آدمی تھے، اللہ

والے تھے، لیکن دنیا پر بھی نگاہ تھی، حیرت ہے کہ ندوہ سے جو پرچے جاتے تھے مولانا ان کا بھی مطالعہ کرتے تھے، بعض دفعہ ایسا ہوا کہ مولانا نے کسی بات پر ان کا حوالہ دیا، سید صاحب وغیرہ کی پوری کتابیں پڑھیں، وہاں کے لوگوں کو علامہ شبلی سے بہت زیادہ مناسبت نہیں ہے، ایک دفعہ ایک صاحب آئے جو کہ وہاں کے پرانے فارغ تھے، اور انہوں نے علامہ شبلی پر سخت بات کہہ دی، مولانا کو جلال آگیا اور کہا کہ تم شبلی کو کیا جانو، انہوں نے کتنا کام کیا ہے، اسلام کی کیسی خدمت کی ہے، جب جلال میں مثالیں دے کر بات کی تو تعجب ہوا، کیونکہ عام طور پر آدمی جو موضوع اختیار کرتا ہے، اس کے علاوہ موضوعات کی کتابوں کا مطالعہ بہت کم ہوتا ہے، اور مولانا کا حال یہ تھا کہ وہ اردو کی تعبیر میں گویا فن حدیث کا کیڑا تھے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جو حالات ومسائل پیش آتے ہیں، اس پر بھی مولانا کا اچھا مطالعہ تھا، حضرت مولانا علی میاںؒ کی فکر کے بہت قائل تھے، آپ کی ساری کتابیں پڑھی تھیں، مولانا کہتے تھے کہ حضرت مولانا علی میاںؒ کا جو طرز فکر ہے، وہ بلاشبہ قابل تقلید ہے، کیونکہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم دین کو اہل اقتدار تک پہنچائیں، جو طاقت والے ہیں، ان تک ہمیں دین پہنچانا ہے، اگر ہم یہ کریں کہ دین والوں کو وہاں پہنچائیں تو اس کے نتیجہ میں انتشار ہوگا، خون بہے گا، کرسی والے کرسی توڑنے کو ترجیح دیں گے، لیکن چھوڑیں گے نہیں، اسی لیے ان حالات میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے طرز فکر کو عام کرنے کے قائل تھے، بعض مرتبہ درس بخاری میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ کی طلبہ کو تلقین بھی کی، محبت تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ایسی تھی کہ ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت مولانا نے ان کو فون کیا، اور کسی نے کان میں آکر کہا کہ مولانا علی میاں صاحب کا فون آیا ہے، بس مولانا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور فون پر بات کرنے کے بعد دار الحدیث تشریف لائے، بعد میں فرمایا کہ مجھے اچھا نہیں لگا کہ مولانا کا فون آیا اور میں بعد میں بات کروں، ظاہر ہے یہ انتہائی محبت کی بات ہے، اور یہ محبت اس لیے نہیں تھی کہ علی میاں کی شہرت ہے، بلکہ اس لیے تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اللہ والے ہیں، ان کا کام اللہ کے لیے ہوتا ہے، جو کام کرتے ہیں اخلاص کے ساتھ ہوتا ہے، ان کی دعوت اللہ کے لیے ہے، یہ ساری چیزیں ایسی تھی کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وتقوی اور زہد کے اعتبار سے نائب نبی بنایا، حدیث شریف میں آتا ہے: "العلماء ورثة الأنبياء" حقیقت میں علماء انبیاء کے وارث ہیں، لیکن وراثت کا جو صحیح استحقاق ہے، وہ ان لوگوں کو ہے جو اس کا حق ادا کرنے والے ہیں، آپ ﷺ کے علم کو اور

آپ کے طرز عمل کو، طرز زندگی کو، آپ ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کو جذب کرنے والے ہیں، انہوں نے جس طرح علم کو جذب کیا اسی طرح آپ ﷺ کی عملی زندگی کو بھی جذب کیا۔

بلاشبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ کی زندگی ہم سب کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے، واقعہ یہ ہے کہ ایسے حضرات کا تذکرہ بھی ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق ہے، اس میں ہمارے لیے ایک راستہ ہے، خاص طور سے مولانا کی زندگی ان طلباء کے لیے ایک پیغام ہے جن کے تعلیمی سال کا آغاز ہے، طالبان دین ان کی زندگی سے یہ سبق لیں کہ ہمیں اپنے اندر یکسوئی پیدا کرنی ہے، ہمیں محنت کرنی ہے، ہمیں اپنے لیے کسی فن کا انتخاب کر کے اپنے کو اس میں کھپا دینا ہے، اگر یہ طے کریں گے تو مولانا کی زندگی میں اس کا بڑا سبق ہے، ہر اس طالب کے لیے سبق ہے جو غریب گھرانہ سے آیا ہے، اس کا کوئی بیک گراؤنڈ نہیں ہے، اس کے خاندان میں کبھی علماء پیدا نہیں ہوئے، ان تمام کمزوروں کے لیے مولانا کی زندگی میں ایک ایسا نمونہ ہے کہ آدمی اس کو سامنے رکھے تو مولانا یونس جونپوری بن سکتا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ سکتا ہے، غور کی بات ہے کہ جو بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، وہ کس خاک سے بنے، ظاہر ہے وہ آسمان سے نہیں اترے تھے، لیکن کس طرح ان کی زندگی تھی، طلب علم کی ان کی زندگی جو انتہائی محنت وقربانیوں کے ساتھ گذری ہے، اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے، انہوں نے کس طرح اپنے اوپر قابو کیا، یہ بھی دیکھنے کی چیز ہے، ابھی ہمیں شہر جانے کا تقاضا ہے، فلاں فلاں چیز کا تقاضا ہے، یہ سارے تقاضے جو اللہ نے انسان کے اندر ودیعت کیے ہیں، ان کو دبا کر ہمارا جو اصل مقصد زندگی ہے، مدرسہ میں آنے کا جو اصل مقصد ہے، اگر ہم اس کو سامنے رکھیں گے تو اللہ ایسا نوازتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے، ایک چھوٹے گاؤں کا بچہ اپنے وقت کا محدث بنتا ہے، دنیا اس سے فائدہ اٹھاتی ہے، دنیا کے بڑے بڑے دولت مند سر جھکانا باعث فخر سمجھتے ہیں، لیکن یہ سب محنت اور یکسوئی سے ملتا ہے، اس طرح نہیں کہ ہم درجے کا اور نمازوں کا اور سنتوں کا اہتمام نہ کریں، اور بڑے آدمی بھی بن جائیں، یہ بالکل ممکن نہیں، کشتی چلانا ہے تو پانی پر ہی چلے گی، اس لیے جن طلباء نے یہ راہ اختیار کی ہے، ان کے لیے غور کا مقام ہے، وہ جس راستہ میں ہیں اس کے کچھ آداب ہیں، اگر ان کا خیال رکھا تو اللہ نوازے گا، اور ایسا مقام ملے گا جس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا، مولانا کی جو زندگی تھی وہ ہم سب کے لیے ایک ایسا ہی نمونہ تھی، ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے، کوشش اور محنت کی ضرورت ہے، اللہ

نے ان کو جو توفیق دی، اصل تو اسی توفیق ہی سے ہوتا ہے، لیکن بڑی حقیقت پسندانہ بات یہ ہے کہ آدمی کے اندر جو ہمت وطلب اور شوق ہوتا ہے، اللہ اسی اعتبار سے توفیق بھی عطا فرماتے ہیں، آدمی کے پاس جیسا ظرف ہوتا ہے، اسی اعتبار سے اس کو ملتا ہے، ظرف چھوٹا ہے تو محدود ملے گا، وسیع ہے تو بہت کچھ ملے گا، اس لیے طلب بڑھانے کی ضرورت ہے، بہت کچھ لینے کی ہمت ہونی چاہیے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے ظرف کو صاف کریں، گندگیوں کو دور کریں، اس کے بعد اس ظرف میں جو دودھ آئے گا تو وہ پھٹے گا نہیں، اگر گندے برتن میں دودھ لیا جائے تو وہ پھٹ جاتا ہے، اسی طرح یہ علم جس کی مثال دودھ سے دی گئی ہے، یہ ایسا ہے کہ اگر ہمارا برتن صاف ہے تو یہ علم اپنے جوہر اور اپنی روشنی کے ساتھ باقی رہے گا، اور اگر ہمارا برتن گندا ہے تو سب کچھ ختم ہو جائے گا، کوئی کسی یونیورسٹی میں امتحان دے گا، اور سوچے گا کہ دنیا کمالی جائے، یہ جو علم ہے یہ اللہ کی رضا کے لیے ہے، اللہ کے بندوں کو اللہ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، تو اس سے سبق لینا چاہیے، مولانا کی زندگی ہم سب کے لیے ایک نمونہ تھی، چونکہ ابھی مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ہے، تو گویا مولانا کی زندگی سے اللہ نے ہمیں ایک تحفہ دیا، ہم اس تحفہ کی قدر کریں، اس سے فائدہ اٹھائیں، اپنی زندگی ایسی بنائیں کہ ہم جہاں بھی رہیں تو ایسے بن کر رہیں کہ ایک چراغ کی طرح ہوں، اگر مدرسہ کے ماحول میں خدانخواستہ ہم اپنی عادت نہ بدل سکیں، ہم غلط کاموں میں لگ جائیں، اپنے وقت کو ضائع کریں، تو کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے، یہ قیمتی وقت جو اللہ نے دیا ہے، اس سے پورا فائدہ اٹھانا اسی وقت ممکن ہے جب ہم اس کی قدر کریں، اور جو نظام ہے اس سے فائدہ اٹھائیں، سنتوں کا اہتمام کریں، اللہ سے تعلق مضبوط کریں، تعلق جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی علم میں طاقت اور روشنی پیدا ہوگی، وہ علم علم نافع بنتا چلا جائے گا، آدمی اپنی زندگی میں اس سے فائدہ اٹھائے گا اور دوسرے بھی اٹھائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

* * *

میرے مشفق حضرت شیخ

مولانا محمد یونس جونپوریؒ

مولانا مفتی محمد سلمان گنگوہی
مدرس حدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

مؤرخہ ۱۶؍شوال المکرم ۱۴۳۸ھ/ ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ کو صدیق محترم جناب مولانا محمد ساجد صاحب کھجناوری زید احترامہ نے کمرہ میں آکر اطلاع دی کہ آج حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس جانکاہ خبر سے ایک کمزور وناتواں کو جتنا صدمہ اور غم ہوا، اس کا وہی شخص اندازہ کرسکتا ہے جس پر کسی مشفق شیخ واستاذِ روحانی کی عرصہ دراز تک شفقتیں پڑچکی ہوں، اس سیہ کار نے ۱۳۹۷ھ میں حضرتؒ سے صحیحین اور مؤطا امام محمد مکمل پڑھی ہیں، دورانِ درس جو عنایتیں اور شفقتیں ومہربانیاں اور الطاف کریمانہ ومشفقانہ احقر کے ساتھ رہیں اور جو واقعات پورے سال احقر نے دیکھے اور سنے ان کو ضبط تحریر میں لانا محال ونہایت دشوار ہیں بلکہ حضرت کے وصال پر وہ عنایتیں اور واقعات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احقر ان کو اپنی نظروں سے فی الحال دیکھ رہا ہے، یہ تحریر لکھنے کے وقت احقر سوچ میں پڑگیا کہ کونسا واقعہ پہلے لکھوں اور کونسا بعد میں، بہرحال اللہ کا نام لیکر مضمون شروع کردیا، واضح رہے کہ احقر کوئی مضمون نگار نہیں ہے بلکہ مولانا محمد ساجد صاحب کھجناوری مدرس عربی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے حکم پر یہ بے ربط تحریر یہ سوچ کر لکھ رہا ہوں کہ جس طرح حضرت

یوسف علیہ السلام کو جب مصر کے بازار میں فروخت کیا جارہا تھا تو لوگ چھکڑوں میں بھر بھر ہیرے وجواہرات لیجارہے تھے، ایک بڑھیا سوت کی ایک انٹی لیکر جارہی تھی کسی نے پوچھا کہاں جارہی ہو؟ اس نے بتلایا یوسف کو خریدنے جارہی ہوں، سائل نے کہا کہ کیا تو اس سوت کی انٹی سے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدلے گی؟ وہاں تو نوٹوں کے نیز ہیرے وجواہرات کے ڈھیر کے ڈھیر لیکر لوگ جارہے ہیں، تو اس بڑھیا نے جواب دیا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ میں خرید تو نہیں سکتی لیکن یہ سوچ کر جارہی ہوں کہ کل قیامت میں اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دریافت کرلیا کہ میرے پیارے اور لاڈلے یوسف کو خریدنے کے لئے مصر کے بازار میں کون کون آیا تھا تو اس فہرست میں میرا بھی نام آجائے گا، تو یہ سیہ کار بھی صرف اس لئے یہ چند سطریں لکھ رہا ہے کہ کل قیامت میں اگر اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ ایک عاشق رسول، متبع سنت، فنافی الحدیث، شیخ کامل، ماحی بدعت پر کس کس نے مضمون لکھا تھا تو اس ناکارہ آوارہ کا اس میں نام آجائے گا ان شاء اللہ۔

احب الصالحین و لست منهم لعل الله یرزقنی صلاحاً۔

بہرحال احقر راقم السطور رسماً صرف ایک تعلیمی سال یعنی شوال ۱۳۹۶ھ سے شعبان ۱۳۹۷ھ تک حضرت کے درس میں شریک رہا اس کے بعد سے جب بھی احقر گنگوہ سے سہارنپور حاضر ہوتا تو حضرت کے کمرے پر حاضر ہوتا، اگر ملاقات کا وقت ہوا تو بصد احترام وآداب حاضر خدمت ہوکر مصافحہ بھی کرلیتا نہیں تو سلام کرکے کچھ دیر مجلس میں بیٹھا اور ناصحانہ کلمات سن کر واپس آگیا، اگر خدام نے بتلایا کہ ملاقات کا وقت تو نہیں ہے لیکن آپ تنہا چلے جائیں ملاقات ہوجائے گی تب بھی یہ سیہ کار کمرہ کے اندر داخل ہونے کی ہمت نہیں کرتا تھا، کیونکہ بے وقت ملاقات کرکے حضرت کو اذیت دینا احقر مناسب نہیں سمجھتا تھا۔

ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ حضرت نے بارہا اپنے عنفوان شباب میں فرمایا کہ میں اسی کو ڈانٹتا ہوں جس سے مجھ کو محبت ہوتی ہے جس سے تعلق اور محبت نہیں ہوتی میں اس کو نہیں ڈانٹتا، اس کی جزئیات کے لئے مستقل ایک دفتر درکار ہے، بہرحال راقم السطور نے جب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور کمرہ کا انتخاب ہوا تو حضرت شیخ کا کمرہ دارقدیم میں کمرہ نمبر ۱۰ر ہوا کرتا تھا اور اس ناکارہ کا کمرہ نمبر ۱۳ تھا، احقر نے وقت کو غنیمت سمجھ کر ارادہ کیا، برائے استفادہ حضرت کی خدمت میں حاضری کا اہتمام کیا جائے مگر چوں کہ ہفتہ کے درمیان احقر کو مطالعہ کی وجہ سے وقت نہیں ملتا تھا کہ احقر نے اپنا معمول یہ بنا رکھا تھا کہ بعد مغرب تا

عشاء اور بعد عشاء دس بجے تک ہر حال میں حدیث کی کتابوں خصوصاً ابوداؤد شریف اور بخاری شریف کا مطالعہ کرنا ہی ہے اس لئے درمیان ہفتہ میں تو نہیں البتہ شب جمعہ میں تعطیل رہنے کی وجہ سے ان شاء اللہ پابندی سے حضرت کی خدمت میں جایا کروں گا، ایک مرتبہ گیا تو حضرت نے احقر کو ڈانٹا لیکن بعد میں آپ نے اجازت دیدی پھر تو ہر ہفتہ احقر حاضر خدمت ہونے لگا جس سے روز بروز حضرت کی مہربانیاں اس قدر بڑھیں کہ ان کو یاد کر کے یہ سیہ کار سوائے گریہ کے کوئی چارہ نہیں سمجھتا لیکن آہ! اب تو حاضری و دیدار سے بھی محرومی ہوگئی۔

موثق ذرائع سے یہ بات پہونچی کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی محدث کبیر کو ابتداء میں حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث پہچانتے نہیں تھے، ایک مرتبہ وہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے یہاں کچے گھر میں تشریف لائے ہوئے تھے کھانا بھی حضرت شیخؒ ہی کے یہاں کچے گھر میں تھا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت مولانا زکریا صاحب علیہ الرحمہ بغیر سہارے کے خود چلتے تھے، چنانچہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب محدث اعظمی حضرت مولانا محمد یونس صاحب مرحوم علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، چونکہ محدث اعظمی صاحب بہت سادے لباس میں رہتے تھے ملاقات کے وقت حضرت مولانا محمد یونس صاحب دار قدیم کے کمرہ نمبر ۱۰ میں اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے محدث کبیر صاحب چارپائی سے نیچے بیٹھ کر ہی علمی سوالات کرتے رہے حضرت مولانا مرحوم جواب دیتے رہے اسی میں کچھ دیر ہوگئی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ نے کئی مرتبہ بلانے کے لئے آدمی بھیجا محدث کبیر صاحب نے جواب دیا کہ حضرت شیخ سے کہدینا کہ میں ابھی آرہا ہوں اور پھر محو گفتگو ہوجاتے، کچھ دیر گزرنے کے بعد حضرت شیخ خود ہی تشریف لے آئے اور یہ دیکھ کر کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب چارپائی پر ہیں اور محدث کبیر نیچے بیٹھے ہوئے ہیں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا مولانا یونس صاحب تم جانتے نہیں یہ کون ہیں؟ یہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی ہیں اتنا سنتے ہی حضرت مولانا محمد یونس صاحب نے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سے معانقہ کیا اور کہا کہ میں نے پہچانا نہیں تھا اس کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی نے فرمایا کہ اگر حضرت مولانا زکریا صاحب تھوڑی دیر اور نہ آتے تو میرے تمام مسائل حل ہوجاتے۔

آپ کے باختصاص شاگرد اور جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے شیخ الحدیث استاذی حضرت مولانا وسیم احمد سنسار پوری دامت برکاتہم نے فرمایا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مقیم پاکستان علیہ الرحمہ جو کہ وہ بہت جید عالم وشیخ زماں تھے انہوں نے اپنی کتاب ’’کشف الباری‘‘ شرح بخاری میں ایک جگہ لکھا ہے کہ میں نے حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی بخاری شریف کی کاپی سے استفادہ کیا ہے، اس کاپی میں اکثر جگہ پر تو مضامین کے حوالے بھی درج تھے اگر کسی جگہ کسی مضمون کا حوالہ درج نہ ہوتا تو صرف یہ کہکر مضمون نقل کردیتے کہ حضرت مولانا محمد یونس کا نقل کرنا کافی ہے حوالہ کی ضرورت نہیں۔ ایک مرتبہ حضرتؒ نے بخاری شریف کے سبق کے درمیان میں فرمایا بچو! آج کے درس کی ایک حدیث کی سند میں مجھے چار نام تلاش کرنے تھے اس میں میرے دو گھنٹہ لگے ہیں اور میں نے آدھے منٹ میں تمہارے سامنے ان کو بیان کردیا، تمہیں پتہ بھی نہ چلا، نیز ایک مرتبہ فرمایا کہ بچو تم لوگ میرے سبق میں صحاح ستہ لیکر بیٹھا کرو کیونکہ ہمارے اساتذہ کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اگر حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ دیا کرتے تھے تو اس کتاب کو کھول کر بھی دکھایا کرتے تھے میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ جس کتاب کی حدیث کا حوالہ دوں اس کتاب کو کھول کر دکھاؤں، الحمد للہ ہمارے اساتذہ نے سبق میں جہاں جہاں کتاب کھول کر دکھائی وہ مقامات مجھے ابتک یاد ہیں، نیز ایک مرتبہ سبق میں ارشاد فرمایا الحمد للہ میرے ہر کتاب میں اعلیٰ نمبر آتے تھے میں نے جب صحاح ستہ کا امتحان دیا اور اس میں میرے اعلیٰ نمبر آئے تو مظاہر علوم کا چونکہ ضابطہ رہا ہے کہ جس کتاب میں کسی کے اعلیٰ نمبر آتے ہیں تو انعام میں وہی کتاب اس کو ملتی ہے تو الحمد للہ مجھے بھی صحاح ستہ انعام میں ملی تھیں جس وقت میں انعام لینے کے لئے گیا تو حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ وہاں پر تشریف فرما تھے، حضرت شیخ نے فرمایا کہ **الھدایا مشترکۃ** میں اپنی کتابیں لیکر چل دیا اور میں نے چلتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث تو ضعیف ہے۔ یہ ناکارہ آوارہ ایک مرتبہ رات میں ایک بجے کے بعد کسی کے کام کے لئے جب مسجد میں گیا تو حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کو دیکھا کہ سجدے میں ہیں اور بلبلا کر رو رہے ہیں **اللھم ارزقنا اتباعہ۔**

حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کا معمول درس بخاری شریف میں تھا کہ جمعہ کے روز بخاری شریف کا درس پڑھاتے تھے اس میں کبھی ۳۵؍صفحات بخاری شریف کے پڑھاتے تھے کبھی اس سے زائد، صلوٰۃ فجر کے کچھ دیر بعد ہی بیٹھ جاتے اور گیارہ بجے تک تقریباً درس پڑھاتے تھے، نیز

درس میں اگر کسی طالب علم کو دیکھ لیتے تھے کہ کتاب پر بجائے انگلی کے قلم سے اشارہ کر رہا ہے جیسا کہ بعض طلبہ کی عامۂ عادت ہوتی ہے کہ تو اس پر انتہائی برہم ہوتے تھے اور سختی سے اس کو منع فرماتے تھے، اسی طرح اگر کوئی طالب علم گرمی کے زمانہ میں اس کاپی کو جس پر درسی تقریر لکھتا تھا اس کو دستی پنکھے کی جگہ استعمال کر لیتا تو اس کی بھی خیر نہیں تھی اس کی بھی زبانی طور پر خوب خبر لیتے تھے، نیز بعض طلبہ عبارت پڑھنے والے اگلی صف میں بیٹھ کر عبارت پڑھنے میں آواز حد سے زیادہ بلند کرتے تھے اس کو فرماتے کہ تو مجھ سے لڑ رہا ہے؟ کیونکہ حضرت کو عبارت پڑھنے میں متوسط انداز میں عبارت پڑھنا پسند تھی بلکہ اگر قاری عبارت میں اعرابی بار بار غلطی کرتا تھا تو عبارت پڑھنے سے منع فرما کر دوسرے طالب علم کو عبارت پڑھنے کے لئے فرماتے تھے، نیز بعض طلبہ کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مسلسل استاذ صاحب کو دیکھتے رہتے ہیں، غرض کہ طلبہ کی ہر نقل وحرکت پر پوری توجہ پورے سبق میں رکھتے تھے اور مناسب گرفت فرماتے تھے، شام کے آخری گھنٹہ میں سبق پڑھاتے وقت درس کے آخر میں دارالحدیث میں لگے ہوئے دیواری گھنٹہ پر نظر رکھتے تھے اور صلوۃ عصر سے تین یا چار منٹ قبل سبق چھوڑتے تھے اور فوراً مسجد کلثومیہ پہونچ جاتے تھے (کیونکہ ۱۳۹۷ھ میں حضرت کا درس حدیث دار قدیم کی فوقانی دارالحدیث میں ہوا کرتا تھا) تاہم مسجد پہونچتے ہی اگر دیکھتے کہ ابھی جماعت میں دو منٹ باقی ہیں تو فوراً مختصر قرأت کے ساتھ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لیتے تھے اور یہ طرز حضرت کو اپنے اساتذہ کی جانب سے ملا تھا اس لئے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمہ کے استاذ محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور خلیفہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ اپنی مجلس میں فرماتے تھے کہ بچو اپنے وقت کی قدر کرو اگر مسجد میں جماعت سے دو منٹ قبل تم لوگ پہونچو اور نوافل کا وقت ہو تو دو رکعت مختصر تحیۃ المسجد پڑھ لو، نیز مدرسہ میں اگر کوئی کام مسلسل خلاف سنت چند مرتبہ دیکھ لیا تو نماز کے بعد طلبہ کو روک کر اس پر تنبیہ فرماتے، چنانچہ ۱۳۹۷ھ میں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کئی نمازوں میں مسلسل اذان تو مسجد کے مؤذن ہاشم بھائی پڑھ رہے تھے، لیکن اقامۃ کوئی طالب علم پڑھ دیتا تھا تو حضرت نے طلبہ کو نماز کے بعد رکنے کے لئے ارشاد فرمایا اور عجیب انداز میں غصہ کی حالت میں فرمایا کہ ہمارے یہاں مسجد میں مسلسل خلاف سنت کام ہو رہا ہے، در اصل حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب معذوری کی وجہ سے کمرہ میں نماز پڑھ رہے تھے پہلے جب حضرت نماز کے لئے مسجد تشریف لاتے تھے تو کسی کی ہمت نہیں ہوتی

تھی کہ مؤذن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اقامت کہدے، کیونکہ سنت یہی ہے کہ جو اذان دے وہی اقامت کہے، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: من اذن فھو یقیم رواہ ابو داؤد یعنی جو اذان کہے وہی تکبیر کہے گرچہ کسی عارض کی وجہ سے بعض مرتبہ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور عبداللہ بن زید بن عبد ربہؓ سے آپ نے تکبیر کہلوائی، لیکن اصل سنت وہی ہے جو پہلے عرض کیا اور میں (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب) دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کئی نمازوں سے مسلسل خلاف سنت کام ہو رہا ہے کہ اذان کوئی پڑھتا ہے اور اقامت اس کے علاوہ دوسرا کہتا ہے، اس کا آئندہ خیال رکھا جائے، درس میں جو طلبہ پابندی کرتے تھے غیر حاضری نہیں کرتے تھے ان کی طرف حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی خاص توجہ رہتی تھی اس کے بھی بہت سی جزئیات احقر کے ذہن میں ہیں، مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ پر اکتفاء کرتا ہوں کہ ایک طالب علم درس میں حاضر باش حضرت کی تقریر لکھنے والا ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تو حضرت اس کی عیادت کے لئے کمرہ میں تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تھا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب علیہ الرحمہ میری عیادت کے لئے کمرہ میں تشریف لائے تھے۔

حضرت شیخ کو تین اعمال پر بہت پابندی سے کاربند پایا:

(۱) احقر نے مستقل دیکھا کہ باوجود اسباق ومطالعہ کی انتہائی مشغولی کے صلوۃ فجر سے پہلے اپنے کمرہ میں ذکر بالجہر کیا کرتے تھے (۲) بعد ظہر مسجد سے کمرہ میں تشریف لا کر تلاوت قرآن پاک کیا کرتے تھے (۳) بعد صلوٰۃ عصر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، اگر حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا قیام سہارنپور ہی ہوتا تو حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کی مجلس میں حاضر ہوتے، ایک مرتبہ بخاری شریف کے سبق میں ارشاد فرمایا کہ جب میں ہدایہ ثالث پڑھاتا تھا تو ایک سبق کا میں نے کئی مرتبہ مطالعہ کیا لیکن سبق میری سمجھ میں نہیں آیا میں نے ارادہ کر لیا کہ طلبہ سے کہدونگا کہ سبق میری سمجھ میں نہیں آیا بعد میں مطالعہ کر کے سمجھا دونگا، لیکن جب طلبہ نے عبارت پڑھی تو فوراً پورا سبق سمجھ میں آگیا اور الحمدللہ میں نے سبق پڑھا دیا۔

ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی علیہ الرحمہ کے پاس شہر کانپور کے قاضی اور مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور کانپور کے صدر مفتی ورکن شوریٰ دار العلوم دیوبند حضرت مفتی منظور احمد

صاحب کانپوری کی جانب سے ایک استفتاء آیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی صاحبزادی کے نکاح کے موقعہ پر حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعوت کی یا نہیں؟ اس وقت حضرت فقیہ الامتؒ کا مستقل قیام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں تھا اس استفتاء کو لیکر حضرت فقیہ الامتؒ جامعہ ہذا کے کتب خانہ میں تشریف لے گئے یہ سیہ کار ساتھ تھا، حضرت فقیہ الامتؒ نے جامعہ کے ناظم کتب خانہ سے مصنف عبدالرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ نکلوائیں اور اس میں حضرت فاطمہؓ کے نکاح سے متعلق روایت احقر سے نقل کروائی کہ اس موقع پر صحابہ جوق در جوق تشریف لا رہے تھے اور کھانا کھا کر جا رہے تھے جس سے ثابت ہوا کہ لڑکی کی شادی ونکاح کے موقعہ پر لڑکی کے والد کو احباب کی دعوت کرنے کا حق ہے، یہ جواب حضرت نے لکھوا کر حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب کانپوریؒ کے پاس بھیج دیا تھا، لیکن بعد میں احقر کو معلوم ہوا کہ حضرت فقیہ الامتؒ نے اس سے رجوع فرما لیا اور وہ رجوع نامہ گورینی جونپور سے شائع ہونے والے رسالہ ریاض الجنہ میں چھپا ہوا، احقر نے جب اس کی تحقیق ان حضرات مفتیان کرام سے کی جو حضرت فقیہ الامتؒ کے پاس پابندی کے ساتھ ہر ہفتہ حاضر ہوتے تھے کہ اس فتوے سے رجوع حضرت فقیہ الامتؒ نے کیوں کیا؟ تو معلوم ہوا کہ اس فتوے کا علم جب حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث کو ہوا تو حضرت فقیہ الامتؒ سے عرض کیا کہ حضرت آپ اس فتوے سے رجوع فرمالیں اس لئے کہ آپ نے جس روایت سے استدلال کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی متہم ہے اور اس پر حضرات محدثین نے سخت کلام کیا ہے، حضرت کے فرمانے سے حضرت فقیہ الامتؒ نے اس سے رجوع فرمالیا اور اس کا اعلان متعدد رسالوں میں شائع کیا ان رسالوں میں ایک رسالہ ریاض الجنہ ہے، حضرت فقیہ الامتؒ کے پاس رمضان وغیر رمضان میں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ وقتاً فوقتاً حاضر ہوتے رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت فقیہ الامتؒ سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب آپ ہمارے لئے بھی دعا کرتے ہیں یا نہیں؟ حضرت نے معاً فرمایا کہ میں آپ کیلئے بین الخطبتین دعا کرتا ہوں، اسی طرح ماہِ مبارک میں ایک مرتبہ جب معتکفین کو دیکھا کہ علماء کا مجمع ہے جو رات بھر شب بیداری کر رہا ہے اور تلاوت نوافل واوراد میں مشغول ہیں تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کے یہاں ماشاء اللہ مکھن ہی مکھن جمع ہے۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمہ نے مولانا مسعود صاحب بن مولانا عبدالرشید صاحب

زید مجدہم سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تم میری طرف سے اخبار میں ایک مضمون شائع کرادو کہ میری (یعنی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ) کی طرف سے اگر کسی کو کوئی تکلیف پہونچی ہو تو اللہ کے لئے مجھے معاف کردیں، ایک مرتبہ راقم الحروف کو حضرت والا نے ایک سو روپے عنایت فرمائے کہ میری جانب سے ان کو صدقہ کردینا احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی طرف سے انشاء اللہ صدقہ کردوں گا یہ آپ ہی رکھ لیں ارشاد فرمایا کہ تم کو کرنا ہو کردینا لیکن ان کو بھی رکھ لو۔ حضرت کے بعض خدام نے بتلایا کہ بعض مرتبہ بعض بڑی کتابیں حضرت نے ہم کو ہدیہ کیں، ایک مرتبہ حضرت انگلینڈ کا ویزہ لینے کیلئے تشریف لے گئے لائن میں لگے ہوئے تھے تو آفیسر حضرت کے پاس کرسی لیکر حاضر ہوا کہ آپ اس پر تشریف رکھیں حضرت اس پر بیٹھے، پھر حضرت سے اس آفیسر نے سوال کیا کہ آپ کو انگلینڈ کتنے دن رکنا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ تین دن اس کے بعد اس نے معلوم کیا کہ آپ کا خرچ کون برداشت کرے گا ارشاد فرمایا کہ جو بلا رہا ہے وہ برداشت کرے گا اس کے بعد ایک دو سوال اور کئے اور پاسپورٹ لیکر ویزہ لگا کر دیدیا۔

ایک مرتبہ احقر سفر حج پر جانے والا تھا تو احقر حضرت کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت حج کا ارادہ ہے کچھ نصیحت فرمادیجئے، ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ تجھ سے معانقہ کروں لیکن اٹھنے کی ہمت نہیں اس لئے نہیں کرتا اس کے بعد اسی سال حضرت سے باب الفتح کے سامنے جب حرم شریف کے قریب ملاقات ہوئی تو حضرت نے سب سے پہلے معانقہ فرمایا فللہ الحمد، بہر حال احقر کی درخواست پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سلمان تو حج کے لئے جارہا ہے وہاں پر کسی پر اعتراض نہ کرنا، بعض لوگ داڑھی منڈوں پر اعتراض کرتے ہیں میں نے بعض داڑھی منڈوں کو روضۃ من ریاض الجنۃ میں دعا کرتے وقت اس طرح روتے اور گڑگڑاتے دیکھا ہے کہ مجھے ان پر رشک آرہا تھا۔

جس وقت جامعہ مظاہر علوم میں اختلاف ہوا تو حضرت فقیہ الامت علیہ الرحمہ سے معلوم کیا گیا کہ یہ سب کیا ہورہا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کبھی ماہر ڈرائیوروں سے ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے، بس یہ وہی ہے، حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب سے معلوم کیا گیا کہ مظاہر علوم میں اختلاف ہورہا ہے آپ کس طرف ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ خدانخواستہ اگر کسی کے ماں باپ میں اختلاف ہوجائے اور کوئی معلوم کرے کہ تم کس طرف ہو تو وہ کیا کہے گا ظاہر ہے کہ وہ یہی جواب دیگا کہ ایک طرف میرے والد محترم ہیں دوسری طرف

والدہ صاحبہ ہیں میں تو دونوں ہی کی طرف ہوں، بہر حال اس موقع پر حضرت کا طرز کیا تھا؟ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ احقر جب ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا کہ سلمان تو یہاں میرے پاس ملاقات کے لئے آتا ہے لیکن حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے پاس جانا نہ چھوڑنا ان کے مجھ پر بہت احسانات ہیں ، فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار تھا دوائی کے پیسے بھی میرے پاس نہیں تھے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب عیادت کے لئے تشریف لائے اور مجھ کو چودہ روپے عنایت فرمائے مجھے حضرت کی اس عنایت پر رونا آگیا کیونکہ اس وقت چودہ روپے بہت اہمیت رکھتے تھے، اس پر احقر نے عرض کیا کہ حضرت! میرا طریقہ تو یہ ہے کہ جب بھی میرا سہارنپور آنا ہوتا ہے تو دونوں طرف کے اساتذہ کرام سے ملاقات کی کوشش کرتا ہوں اور حتی المقدور ملاقات کے بعد ہی واپس گنگوہ جاتا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس جب کوئی طالب علم ملاقات کیلئے جاتا تو آپ دریافت فرماتے کہ تم حافظ ہو یا نہیں اگر وہ طالب علم عرض کرتا کہ الحمد للہ میں حافظ ہوں تو ارشاد فرماتے کہ یومیہ ایک پارہ سنن ونوافل میں پڑھا کر اور مجھے دعا میں یاد رکھنا، اور اگر وہ غیر حافظ ہوتا تو یومیہ ایک پارہ کی تلاوت کرنے کیلئے فرماتے، بفضلہٖ تعالیٰ راقم الحروف کا حضرت کی نصیحت کی وجہ اس پر عمل ہے، اللھم تقبل منا وعن سائر المسلمین وارزقنا اتباع الشیخ آمین یارب العلمین۔

* * *

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ

اِک عہد تمام ہوا

2اکتوبر1937ء تا 11جولائی2017ء

مولانا محمد الیاس گھمن
امیر: عالمی اتحاد اھل السنۃ والجماعۃ

5سال10ماہ کا وہ بچہ جس کے سر سے ماں کی ممتا اٹھ گئی اور وہ بظاہر معاشرے میں ”بے سہارا“ ہو گیا لیکن قدرت نے اس کی ایسی یاوری فرمائی کہ مشکل، کٹھن اور سخت حالات میں آپ کو جُہدِ مسلسل اور جفاکشی جیسی صفات کا حامل بنایا۔ انہی صفات کے بل بوتے آپ نے اپنی زندگی کا سفر طے کیا۔

ہندوستان کے ضلع جونپور کے ایک پسماندہ قصبے ”چوکیہ گورینی کھیتا سرائے“ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ اس کے بعد جبکہ آپ کی عمر ابھی بمشکل 13 سال تھی ”وارثینِ انبیاء“ کی صف میں شامل ہونے کیلئے ایک دینی ادارے (مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں ضلع جونپور) کا رخ کیا جہاں قرآن کریم، حدیث مبارک، فقہ اسلامی، اصول فقہ، علم ادب، انشاء و بیان، صرف ونحو اور عربی و فارسی گرائمر وغیرہ کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے آپ نے سہارنپور میں برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی ”آغوشِ تربیت“ میں آئے۔ 1377ھ سے 1380ھ تک مدرسہ مظاہر العلوم کے دسترخوانِ علم کے خوشہ چین بنے رہے۔ 1380ھ کو آپ نے دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

نہایت باادب، ذکی وفہیم اور تقویٰ و پاکیزگی میں عروج کے باعث اور علمی لیاقت واستعداد، فنون میں

باکمال صلاحیت مزاج میں درس وتدریس کے پیش نظر مدرسہ مظاہر العلوم کے ارباب حل وعقد نے مشاورت کے ساتھ آپ سے یہیں پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ نے اپنے اساتذہ کے ساتھ اکٹھے رہ کر پڑھانے کو غنیمت سمجھا اور اس پیش کش کو بخوشی قبول فرمالیا۔ چنانچہ 1381ھ سے 1387ھ تک آپ ایک کامیاب مدرس کے طور پر اپنی علمی، اصلاحی اور تدریسی خدمات پیش کرتے رہے۔

اس دوران آپ کی خداداد صلاحیت اور ملکہ افہام وتفہیم کا شہرہ مدرسہ مظاہر العلوم کے طلباء اور اساتذہ دونوں تک عملی شکل میں پہنچتا رہا۔ طلباء میں مقبولیت جبکہ اساتذہ میں آپ کی محبوبیت مسلسل بڑھتی گئی۔ علمی صلاحیت، قابلیت، قبولیت ومحبوبیت کے سفر کی بلندی میں انسان کے پھسلنے اور بھٹکنے بالآخر گہری کھائیوں میں گرنے کے ہزار پر پیچ موڑ آتے ہیں، جہاں بڑے بڑے نامی گرامی لوگ گر جاتے ہیں۔ ایسے نازک راستے میں ایک ایسے رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو ان پر پیچ راستوں سے بخوبی واقف ہو اور انسان کو صحیح سلامت منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا جو اس میدان کا شناور تھا۔ جسے دنیا برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ کے نام سے پہچانتی ہے۔ چنانچہ 1386ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے آپ کو بیعت کیا اور خلعتِ خلافت سے سرفراز بھی فرمایا۔ اب وقت کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کو منصب شیخ الحدیث پر فائز کیا جائے۔ چنانچہ شوال المکرم 1388ھ میں آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تا مرگ اسی منصب پر مسند حدیث کو رونق بخشتے رہے۔

اسی دوران آپ نے بہت سے علمی کارنامے سرانجام دیے بالخصوص احادیث مبارکہ کی مشکل ابحاث کا آسان اور عام فہم عالمانہ ومحدثانہ حل پیش کیا۔ آپ کو حدیث، علم حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال اور فن جرح وتعدیل میں کمال حاصل تھا۔ تصنیفی خدمات میں آپ کا بڑا تحقیقی کارنامہ صحیح بخاری شریف کا حاشیہ اور اس کی فاضلانہ، عالمانہ، محدثانہ اور محققانہ شرح ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے علمی افادات کو آپ کے کئی ہونہار شاگردوں نے الگ الگ جمع کر کے شائع کیا ہے۔ جس میں:

اليواقيت الغالية (ترتیب: مولانا محمد ایوب سورتی، لندن)

كتاب التوحيد في الرد على الجهمية (ترتیب: مولانا محمد ایوب سورتی، لندن)

نوادرالحدیث (ترتیب: مولانا محمد زید مظاہری ندوی)

نوادرالفقہ (ترتیب: مولانا محمد زید مظاہری ندوی) وغیرہ بہت ہی اہم ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کے علم حدیث میں مقام اور مرتبہ اور آپ کی اسناد پر ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کی کتاب ''الفرائد فی عوالی الاسانید وغوالی الفوائد'' بہت لاجواب اور باکمال کتاب ہے۔ تالیفات وتصنیفات کے علاوہ آپ کے ہزاروں شاگرد آج بھی آپ سے حاصل کی ہوئی علم کی روشنی دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ یہ آپ کے لیے ایسا صدقہ جاریہ ہے جو بہت کم کسی کے حصے میں آتا ہے۔

ہاں وہی 5 سال کا بچہ جس نے 50 سال تک سائبان بن کر امت مسلمہ کو اپنے سایہ علم کی بدولت جہالت وضلالت اور فتنوں کی کڑی دھوپ سے بچائے رکھا۔ 16 شوال 1438ھ بمطابق 11 جولائی 2017ء بعد نماز فجر طبیعت خراب ہوئی، سہارنپور کے مشہور ہسپتال میڈی گرام لے جایا گیا اور ساڑھے نو بجے کے قریب جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ آپ رحمہ اللہ کی نماز جنازہ آپ کے شیخ زادے حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ کاندھلوی زید مجدہ نے پڑھائی۔ حاجی کمال شاہ قبرستان سہارنپور میں آپ کو آسودہ خاک کیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

***

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

طٰہٰ جون پوری

اِس عالمِ ناپائیدار میں اَزل سے تااِمروز کتنی ہستیوں نے آنکھیں کھولیں اور بند کرلیں، لیکن کچھ ہستیوں نے اپنے وجودِ مسعود سے، اس سینۂ گیتی پر ایسے نقوش چھوڑے جو تابندہ و پائندہ رہیں گے۔ اِنھیں میں سے ایک متقی وصالح صاحب نسبت عالمِ دین، شیخ العرب والعجم، امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور بھی تھے، جو آج ہزاروں اور لاکھوں لوگوں کو نمدیدہ کرکے اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف کوچ کرگئے۔

کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سوگیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کرلیں، ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

آپ کا علمی مقام اور علمی حیثیت کیا تھی؟ فنِ اَسماء الرِّجال میں کس کمال کو پہنچے ہوئے تھے؟ حدیث کی صحت وسقم پر حکم لگانے میں کتنی اعلی دسترس حاصل تھی؟ متنِ حدیث اور سندِ حدیث پر کتنی عمیق نظر تھی؟ دوسرے مذاہب کا کتنا وسیع مطالعہ تھا؟ یہ تو صحیح معنوں میں ایک علمی شخص ہی زیرِ قرطاس لاسکتا ہے۔ ویسے بھی

کس قلم سے میں لکھوں، آپ کی تعریف یاں
آپ کی شخصیت تو خود ہی، ہے زمانے پر عیاں

ریاض العلوم گورینی، کے زمانہ طالب علمی میں، حضرت شیخ کا نام تو سنا تھا، لیکن دیدار نہ ہوسکا۔ دراصل حضرت نے اپنے وطن (چوکیہ، گورینی، اللہ کا شکر ہے کہ یہی ناچیز کا بھی وطن ہے) کو گویا خیر آباد کہہ دیا تھا اور

علمی مشغولی کی وجہ سے بہت کم تشریف لاتے تھے اور زبان حال سے یہ پیغام دے گئے تھے کہ:

ہمیں دنیا سے کیا مطلب، مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر، ورق ہوگا کفن اپنا

حضرت شیخ بعض مرتبہ وطن آئے بھی، لیکن بدقسمتی کہ زیارت سے محروم رہا۔

دار العلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی 2011ء میں، مدرسہ مظاہر علوم بھی جانا ہوا. جہاں اللہ تبارک و تعالی نے حضرت شیخ کا دیدار نصیب فرمایا. مسلسلات کے درس میں بھی حاضری نصیب ہوئی. چونکہ حضرت شیخ نے ناچیز کے دادا مولانا محمد عمر صاحب جونپوری حفظہ اللہ (جو حافظ جی کے نام سے مشہور ہیں. اللہ دادا کے سایہ کو دراز کرے) سے ''شرح تہذیب'' وغیرہ پڑھی ہے، اِس لیے اس نسبت کا واسطہ دے کر بھی حاضر ہوا. چنانچہ ایک مرتبہ ملاقات کے لیے گیا، خادم سے اندر جانے کی اجازت چاہی تو اس بندہ خدا نے کہا: ابھی مشغول ہیں، ملاقات نہیں ہو پائیگی"

میں نے کہا: آپ بتادو گورینی جون پور سے آئے ہیں'' حضرت کو جب خادم نے اطلاع دی تو فرمایا: ''گاؤں والا آیا ہے، چائے پلاؤ'' اللہ جزائے خیر دے حضرت والا کو، یہ آپ کا حد درجہ بڑا پن تھا، کہ آپ نے اِس ناچیز کی ضیافت فرمائی۔

آپ کے نزدیک دنیا کی حقیقت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے، کہ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا. صوبہ گجرات کے چند احباب نے قطار میں لگ کر ملاقات کی اور مصافحہ کر کے نذرانہ پیش کیا، اِس میں ایک صاحب نے دوبارہ قطار میں لگ کر نذرانہ پیش کرنا چاہا تو گرفت فرمالی اور اِن سب کے جانے کے بعد نذرانے کو الگ الگ لفافے میں رکھ دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت اپنے خدام کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ اللہ اکبر کیا عجیب نرالی شان ہے۔

یہ واقعہ اب بھی میرے رگ و پے میں گردش کر رہا ہے اور ایک سبق بھی ہے، کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے پھلوں کا تحفہ پیش کرنا چاہا، تو اُس کو حضرت نے داخل ہونے سے منع کر دیا. اُس شخص نے بڑی عاجزانہ التجا کی، کہ حضرت آپ بس اِس کو استعمال کر لیں، میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا اور وہ پھل رکھ کر چل نکلا!

شیخ کے قدموں میں دنیا، ہے پڑی دیکھو مگر

پھر بھی حضرت شیخ یونس، دنیا سے ہیں بے خبر

درحقیقت یہ اللہ کا وعدہ ہے: ”ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا- ویرزقہ من حیث لا یحتسب“ کہ جو شخص تقوی اختیار کرتا ہے، اللہ اس کے لیے راستے کھول دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق فراہم کرتا ہے، کہ اس کے وہم وگمان میں نہیں ہوتا. حدیث میں بھی ہے کہ جس کا مقصد زندگی آخرت ہو جاتا ہے، اللہ اس کی شیرازہ بندی کر دیتا ہے، دل میں غنا پیدا کر دیتا ہے اور دنیا اُس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔

سچائی تو یہ ہے کہ آپ بے مثال و باکمال تھے۔ اب آپ کو پانا ناممکن ہے:

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم، اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

جنازہ میں لاکھوں لوگوں کی شرکت عنداللہ قبولیت کی کھلی دلیل ہے۔ رب کریم سے دعا ہے کہ آپ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آپ کی قبر کو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بنائے. آپ کی نسبت ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین!

* * *

سہارن پور کا چراغ

مولانا ابن الحسن عباسی

فصیل دیوار ودر کے باوجود ہندوستان کے تین علمی مراکز سے زندگی کا تعلق بہت گہرا ہے؛ ”دارالعلوم دیوبند“ عقیدتوں کا مرکز اور محبتوں کی آماج گاہ۔۔۔۔ ”مظاہر علوم“ جس سے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے شناسائی ہوئی۔۔۔۔ اور ”دارالعلوم ندوۃ العلماء“ جس کے ساتھ تعلق حضرت علی میاں رحمہ اللہ کے قلم سے بنا۔

عالم یہ ہے کہ ان اداروں کی زیارت کا زندگی میں کبھی موقع ملے تو میری معلومات کے ذخیرے میں شاید کوئی اضافہ نہ ہو۔ آج سہارن پور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ مسافرانِ آخرت میں شامل ہوگئے۔ حضرت کے درس سے خوشہ چینی کا میرا علمی تعلق دو عشروں پر محیط ہے۔

12 ذی قعدہ 1413 ہجری کو جامعہ فاروقیہ کراچی کے شعبہ تصنیف میں میرا تقرر ہوا، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنے گھر کے مہمان خانے میں دارالتصنیف کی طرف میرے ساتھ ریگ میں پڑی کاپیاں منتقل کرنے لگے، معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری کے درس بخاری کی تقریر ہے جو کیسٹوں میں تھی اور حضرت شیخ نے اپنی نگرانی میں اسے کاپیوں میں منتقل کروایا، دوسری تقریر حضرت شیخ کی اپنی تھی وہ فائلوں میں کیسٹوں سے منتقل کی گئی تھی۔

انہیں دونوں تقریروں کو بنیاد بنا کر کشف الباری کتاب المغازی کا آغاز کیا گیا۔ دوران مراجعت اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب انتہائی کثیر المطالعہ محدث ہیں، بعض اوقات وہ عام مراجع سے

ہٹ کر کوئی بات کہہ دیتے، وہ نہ ملتی تو میں کبھی کبھار اسے چھوڑ دیتا، لیکن بعد میں وہ قول کہیں نہ کہیں مل جاتا، اس لیے پھر معمول یہ رہا کہ حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کا قول اگر کہیں نہیں ملتا تو انہی کے حوالے سے نقل کر کے لکھ دیتا۔ ماوجدت فی مابین یدی من المصادر......

وہ علامہ شبلی نعمانیؒ کی سیرۃ النبی کے مداح تھے، فرماتے تھے بعض تفردات کے باوجود واقعات سیرت کی جو منظر کشی اس میں کی گئی ہے وہ بے مثال ہے۔ مولانا محمد یونس صاحبؒ کے علمی مقام کا عالم یہ ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے "الابواب والتراجم" میں کئی جگہ ان کا نام لے کر ان کی رائے نقل کی ہے۔ یہ برصغیر کے جلیل القدر شیخ الحدیث کا اپنے شاگرد کے لیے خراجِ عقیدت ہے اور اس سے بہتر ہدیہ محبت کیا ہوسکتا ہے؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ ان کے نام 23 رجب 1387 کو اپنے خط میں لکھتے ہیں:

"ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔

(اس پرچے کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں اور چالیس سال بعد پڑھیں)

حضرت شیخ کے اس خط میں آئندہ نصف صدی تک ان کی تدریسی خدمات کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی رہا۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمہ اللہ 28 رجب 1355 ھجری 2 اکتوبر 1937ء کو پیدا ہوئے، 1380 میں فارغ ہوئے 1381ھ میں مظاہر علوم میں تدریس کا آغاز کیا اور 1388ھ سے لے کر وفات تک تقریباً نصف صدی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، وہ بجا طور ہمارے اس دور میں اُمیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔

آج ان کے جنازے میں خلق خدا کا جم غفیر تھا؛ آٹھ کلومیٹر پر پھیلا ہوا لاکھوں کا مجمع تھا جو انہیں الوداع کہنے کے لیے جمع تھا۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے اور امت مسلمہ کو ان کا بدل عنایت کرے۔ آمین

***

امیر المومنین فی الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ

مفتی یاسر ندیم الواجدی (شکاگو)

دوسری صدی کے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کی صحیح کو اس دور میں، پندرہویں صدی کے امیر المومنین فی الحدیث شیخ یونس جونپوری رحمہ اللہ سے زیادہ جاننے والا شاید ہی کوئی ہو۔ نابغہ روزگار شخصیات کی مقبولیت کا اصل اندازہ ان کے جنازوں سے ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ (جن کی مسند کو حضرت شیخ نے ایک لفظ کی تلاش میں چار بار پڑھا تھا) نے کہا تھا کہ ہمارے اور ان کے درمیان جنازے فیصلہ کریں گے۔ آج جب شیخ کا جنازہ اٹھا تو دنیا نے دیکھا کہ اہل علم کی قدر کسے کہتے ہیں۔ دلوں کے یہ بادشاہ اپنی وفات کے بعد بھی عظمت کی اونچائیوں پر فائز رہتے ہیں۔ دربار ان کے بھی سجتے ہیں لیکن امراء ووزراء کے لیے نہیں، بلکہ ان کے دربار میں وہ بوریہ نشین شہزادے حاضر باش رہتے ہیں جن کے سامنے نبی کی میراث سے اپنی زندگی کو منور کر لینا ہی مقصد ہوتا ہے اور اس کے لیے وہ سادگی سے مرصع دربار میں مسند نشین شیخ کے اردگرد گھٹنوں بیٹھے اس میراث پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحبؒ جب سہارنپور پڑھنے کے لیے آئے تو بہت بیمار ہو گئے۔ اساتذہ نے مشورہ دیا کہ واپس اپنے گھر چلے جائیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا، مگر وہ نہ مانے۔ حضرت شیخ زکریاؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ پھر پڑا رہ یہیں۔ شاگرد نے اس جملے پر ایسا عمل کیا کہ اپنے شیخ کے در پر زندگی گزار دی تا آنکہ بڑھاپے میں جنازہ ہی اٹھا۔ یہی وجہ تھی کہ

استاذ کو بھی اپنے شاگرد پر ناز تھا۔ وہ کون استاذ ہے جو اپنے شاگرد کو لکھ کر دے کہ جب تم چالیس سال بعد اس تحریر کو پڑھو گے تو مجھ سے آگے نکل چکے ہو گے۔ اس سے بڑھ کر کسی طالب علم کے لیے شرف کی کیا بات ہو گی کہ استاذ اپنی کتاب میں اپنے شاگرد کا قول نقل کرے۔

میں اپنے کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ مجھے حضرت کی زیارت کا ہی نہیں بلکہ آپ سے اجازت حدیث کا بھی موقع ملا۔ سنہ 2001 میں دورہ حدیث کے سال ہم نے بھی دیوبند سے مسلسلات کے سبق میں حاضری کے لیے سہارنپور کا سفر کیا۔ اس سفر میں شیخ کا پہلی مرتبہ دیدار ہوا۔ اس زمانے میں شیخ باہر سے آنے والے طلبہ کو بھی عبارت پڑھنے کی اجازت دیتے تھے۔ اس مناسبت سے میرے نام کی پرچی حضرت کے سامنے موجود تھی۔ شیخ کی نازک مزاجی کے قصے خوب سنے تھے اور ہم مزاج سے بالکل ناواقف۔ اوپر سے یہ بھی معلوم تھا کہ شیخ قلندر صفت ہیں، کہیں اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے ہمارے دل کا حال نہ کہلوا دے۔ اس پر مستزاد یہ کہ شیخ کے یہاں عبارت خوانی میں لحن جرم تھا جب کہ دیوبند میں صورت حال اس کے برعکس تھی۔ خوف کے اس ماحول میں عبارت پڑھی اور اس امتحان میں الحمد للہ کامیاب رہے۔ دوران عبارت حضرت نے ایک جملہ بھی ارشاد فرمایا تھا جو بطور سند میرے سینے میں محفوظ ہے۔

دوران درس حضرت شیخ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتاب الفضل المبین کے رجال پر اس تفصیل سے کلام کیا کہ گویا امام ذہبی یا ابن حجر کتب ستہ کے رجال پر کلام کر رہے ہوں۔ اس عمر میں حضرت کی یادداشت نے بہت متاثر کیا۔

حضرت شیخ ایک ایسی شخصیت تھے جن کے نزدیک ان کی کتابیں ہی ان کا سب کچھ تھیں، دنیا کسے کہتے ہیں وہ جاننا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے شاگرد اور مرید شیخ یعقوب دہلوی سابق امام مسجد قبا و مشرف قاضیان مدینہ نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ مدینہ منورہ تشریف لانے پر عرب علما ان کے جوتے سیدھے کرنا اپنا شرف سمجھتے تھے۔ ایک سفر میں ان عرب شاگردوں نے اتنے ہدایا دیے کہ ریالوں سے دو تھیلے بھر گئے۔ مدینہ سے واپسی پر شیخ نے مجھے حکم دیا کہ سارے پیسے مدینہ منورہ میں ہی غربا میں تقسیم کر دوں۔ میں نے باصرار کہا کہ حضرت اپنی ضرورت کے بقدر رکھ لیں، لیکن وہ تیار نہیں ہوئے اور ایک ایک ریال صدقہ کروا دیا۔ جب ایر پورٹ پہنچے تو مجھ سے کہا کہ مجھے سو ریال اس شرط پر قرض دو کہ بعد میں واپس لو گے۔ جس شخص کے یہاں

دنیا کی یہ حیثیت ہو اللہ تعالیٰ اسی کو دلوں کی بادشاہت عطا فرماتے ہیں۔

آج عجم سے لے کر عرب تک سبھی حضرت شیخ یونسؒ کی رحلت پر ماتم کناں ہیں کیونکہ جس بخاری، ابن حجر، ذہبی اور جس خلیل احمد اور زکریا کاندھلوی کے تذکرے ہم سنتے آئے ہیں وہ سب شیخ یونس رحمہ اللہ کی شکل میں ہمارے سامنے مجسم تھے۔ اب نگاہ اٹھا کر مشرق سے مغرب تک دیکھتے ہیں تو محدثین تو ملتے ہیں لیکن امیر المومنین فی الحدیث کو نہیں۔ اس لیے میں دنیا کے ہر مدرسے اور ہر دار الحدیث کو تعزیت پیش کرتا ہوں۔ حضرت رحمہ اللہ کا جنازہ جامعہ مظاہر علوم دارِ جدید میں لاکھوں لوگوں نے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم کی امامت میں ادا کیا اور پھر آپ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

* * *

پندرہویں صدی ہجری کے عظیم محدث

مولانا محمد اسلام قاسمی

استاذ حدیث وادب دار العلوم وقف دیوبند

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر محدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، محدث جلیل حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہم الرحمہ کے جانشین اور پندرہویں صدی ہجری کے محدثِ اعظم حضرت مولانا محمد یونس مظاہری شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کا ۱۱رجولائی ۲۰۱۷ء کو انتقال ہوگیا، رحمہ اللہ و تغمدہ اللہ بغفر اله

حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمہ اللہ کے انتقال سے سہارنپور کے علماء کی خدمات حدیث کے سلسلے کی ایک زرّیں کڑی کم ہوگئی، ایک علمی خلا پیدا ہوگیا، اللہ ربّ العزت اس کی تکمیل کا ذریعہ پیدا فرمائے۔ آمین

راقم الحروف کو پچاس سال پہلے مظاہر علوم سہارن پور کا وہ منظر یاد آنے لگا جب ہم طلبہ کو معلوم ہوا تھا کہ معروفِ زمانہ، عظیم تر شخصیت، محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور نے بخاری شریف کا کچھ حصہ تدریس کے لیے ایک نوجوان فاضل مولانا محمد یونس جونپوری کے حوالے کردیا ہے، پھر وہ منظر بھی کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب اپنی روایتی نفاست ونزاکت اور علمی شان کے ساتھ دار الحدیث میں جلوہ افروز ہوئے۔ ایک محدث کے وقار اور عالمانہ صورت میں، سر پہ عمامہ اور اس میں ایک خوبصورت گلاب کا پھول، جس سے علمی شوکت اور خوبی کا اظہار، ہم طلبہ میں بیحد مسرت کا سماں،

دارالحدیث کی عظمت کا عکس اور مظاہر علوم کی فضا میں اللہ کی رحمت اور ملائکہ کی تسبیح وتہلیل کا تصور، علوم دینیہ کا طالب علم اسی خیال سے سرشار۔

یہ ۱۹۶۷ء مطابق ۱۳۸۷ھ کی بات ہے، راقم الحروف مظاہر علوم سہارنپور میں شرح جامی کی جماعت میں داخل ہوا تھا، جب ناظم ادارہ ایک معروف علمی وروحانی ہستی حضرت مولانا اسعد اللہؒ خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی صورت میں موجود تھی، ناظم صاحب بہت ضعیف ہوچکے تھے، مگر حدیث کی ایک کتاب ''طحاوی شریف'' زیر درس تھی جو مسجد قدیم میں جاری تھی اور مظاہر علوم کے اکابر محدثین کے جانشین اور علمی وعوامی حلقوں میں ''شیخ الحدیث'' کے لقب سے شناخت رکھنے والے حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی، تدریسی اور اصلاحی فیضان جاری تھا۔ باکمال وباصلاحیت اساتذہ کی ایک جماعت طلبہ کی تعلیم وتربیت میں مشغول تھی، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم کی حیثیت سے تعلیمی وانتظامی امور کی نگرانی پر مامور تھے، ساتھ ہی بعد نماز مغرب ترمذی شریف کا درس دیتے، جو انھوں نے اخیر عمر تک جاری رکھا اور یہ درس ملک بھر کے علماء، طلبہ اور مدارس کے حلقوں میں بیحد معروف و مقبول تھا، اسی زمانے میں ''امام النحو'' کے لقب سے مشہور علامہ صدیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شرح جامی بحث اسم کا درس بھی اپنی امتیازی شان کے ساتھ جاری تھا، راقم اسی جماعت میں شریک تھا، دیگر اساتذہ میں حضرت مفتی محمد یحییٰ، مفتی عبدالعزیز رائے پوری، مولانا وقار علی، مفتی عبدالقیوم رائے پوری اور مولانا محمد عاقل سہارن پوری (موجودہ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) قدیم اور نمایاں اساتذہ موجود تھے جو اپنے علمی فیضان سے طلبہ کو فیضیاب کررہے تھے۔

ان قدیم اساتذہ کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری کا بخاری شریف کی تدریس کے لیے انتخاب ہم طلبہ اور عام لوگوں کی نظر میں حیران کن ضرور تھا، مگر ناظم صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی دوربین نگاہوں نے مولانا یونس کی صلاحیتوں اور علم حدیث سے گہری وابستگی کو اچھی طرح پہچان لیا تھا، ابھی مولانا کی عمر بہ مشکل ۳۰/سال رہی ہوگی، جوان العمر اور غیر شادی شدہ، نازک طبع، نفاست پسند اور یکسو رہنے والے۔ اللہ رب العزت نے اس عمر میں ہی اتنی اہم ترین کتاب کی تدریس کے لیے توفیق عطا کردی تھی، ابتدائی سالوں میں انھوں نے مظاہر علوم میں ابتدائی اور متوسط درجات کی کتابیں

بھی پڑھائیں اور جس سال بخاری کے کچھ حصے ان سے متعلق ہوئے اس سال بھی حدیث کی کتاب ابوداؤد اور نسائی شریف زیر درس تھی، پھر نصف صدی تک بخاری شریف کا درس اس طرح جاری رہا کہ برصغیر کے علاوہ اسلامی دنیا میں وہ محدثِ کبیر اور شیخ الحدیث کے نام سے امتیازی شناخت کے مالک بن گئے۔

اسی سال طلبہ کی جماعت میں چند ایسے افراد تھے جو بہت نمایاں تھے، ہم نے سنا کہ گذشتہ سال دورۂ حدیث میں دو طالب علم سب سے نمایاں نمبرات سے کامیاب ہوئے ہیں اور ابھی ''فنون'' کی جماعت میں داخل ہیں۔ (۱) مولانا محمد یعقوب سہارنپوری اور دوسرے مولانا محمد سلمان مظاہری۔ ہم متوسط جماعت کے طلبہ ان دونوں کو تحسین اور عقیدت کی نگاہوں سے دیکھتے اور رشک کرتے تھے، اب مولانا سلمان مظاہری مظاہر علوم جدید کے ناظم ہیں اور مولانا یعقوب مظاہر علوم وقف کے سینئر استاذ۔

اسی سال دو طلبہ مختصر المعانی کی جماعت میں تھے، ہمیں اچھی طرح یاد ہے جو اوقاتِ درس میں مظاہر علوم کی درس گاہوں میں آتے جاتے نظر آتے۔ زبیر الحسن اور محمد شاہد۔ معلوم ہوا کہ دونوں حضرت شیخ الحدیثؒ کے عزیز ہیں، یہی مولانا زبیر الحسن مرحوم ہیں جو امیر جماعت تبلیغ مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے صاحبزادے تھے اور بعد میں امیر جماعت بنے اور ابھی چند سال قبل ان کا انتقال ہوا۔ دوسرے مولانا شاہد جو حضرت شیخ کے نواسے ہیں اور مظاہر علوم کے امین عام، اپنی علمی وتحریری صلاحیتوں سے ہند وبیرونِ ہند میں معروف ومقبول۔

اس زمانے میں مظاہر علوم کی تمام درسگاہیں قدیم عمارت میں ہی تھیں، مگر حضرت ناظم صاحب اور شیخ الحدیث اپنے ضعف کی وجہ سے مسجد قدیم میں ہی درس دیتے، البتہ طلبہ کی رہائش کیلئے قدیم عمارتوں کے علاوہ کچھ فاصلے پر دارِ جدید کی عمارت بھی (تحتانی منزل) تیار تھی، میرا قیام وہیں پر کمرہ نمبر ۷ میں تھا، اسی کے قریب کمرہ نمبر ۹ (غالباً) میں استاذ گرامی حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب کی رہائش تھی، دارِ جدید کی نگرانی حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری فرماتے تھے، مگر میرے چند ہم وطن طلبہ کا قیام کمرہ نمبر ۹ قدیم میں تھا، جہاں ہم کھانا کھایا کرتے، یہ حجرہ مسجد قدیم سے متصل تھا اور اسی کے قریب وہ حجرہ تھا جس میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رہائش پذیر تھے، درس کے اوقات کے علاوہ دوپہر اور شام کو دارِ قدیم میں ضرور آنا ہوتا تو نظر حضرت مولانا کے کمرے پر پڑتی، یہ کمرہ بھی کیا تھا، ہر طرف کتابیں ہی کتابیں، آرام کے وقت

تپائی کو ایک طرف کر کے حضرت سو جاتے، ورنہ باضابطہ علیحدہ بستر یا پلنگ جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی، کبھی کبھی حضرت نے کسی کام کو کہہ دیا تو ایسی خوشی جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں، ہم بچے تھے، ابتدائی جماعتوں کے طالب علم حضرت کی خدمت میں حاضری یا کسی علمی تحقیق کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اوقاتِ درس میں اگر ہمارا گھنٹہ خالی ہوتا تو ان کے درس میں شریک ہونے کی سعادت مل جاتی، البتہ بعد مغرب حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے درسِ ترمذی میں زیادہ بیٹھنے اور استفادے کا موقع ملتا۔

اگلے سال یعنی ۱۹۶۸ء میں راقم الحروف کی ہم جماعت بڑی تعداد میں طلبہ دیوبند آ گئے، سہارن پور جانا ہوتا تو اساتذہ سے ملاقاتیں ہوتیں، حضرت مولانا سے ملاقات صرف زیارت کی حد تک، البتہ مفتی عبدالقیوم صاحب سے انسیت تھی، ان سے سوالات کرنا یا ان کی نشست میں زیادہ وقت گزارنا بہتر لگتا تھا۔

وقت گذرتا گیا، علامہ صدیق کشمیری کی وفات ہوگئی، جنازے میں بھی شرکت کی، پھر حضرت ناظم صاحب کی رحلت ہوئی، حضرت شیخ الحدیث مدینۃ الرسول ہجرت کر گئے اور علم حدیث کی خدمت مولانا یونس صاحب کے سپرد کر دی، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب بھی تدریس کے ساتھ حدیث کی تشریح وتحشیہ میں مشغول رہے۔ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب تدریس ترمذی کے علاوہ مظاہر علوم کے انتظامی امور کی نگرانی کرتے رہے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب بخاری شریف کی تدریس اور علوم حدیث کے مطالعہ میں مزید منہمک ہو گئے، دور دور تک ان کے شاگرد بھی پہنچے اور فیضانِ علم کو عام کرتے رہے، حضرت مولانا مطالعہ، تحقیق اور تدریس سے ہی متعلق رہے۔ تحریر وتالیف سے لگن نہیں رکھی، اس لیے حدیث پر باضابطہ خود کوئی تصنیف نہیں فرمائی، مگر طلبہ میں چند ایسے بھی ہوئے جنھوں نے ان کے افادات کو قلمبند کیا اور ان کو شائع کیا جیسے ''الیواقیت الغالیہ'' یا سوالوں پر مشتمل کچھ علمی جوابات، حدیث کی تصحیح وتضعیف پر کلام اور بخاری شریف کی احادیث کی سند پر کچھ تحریریں۔ ابھی ضرورت ہے کہ ان قیمتی افادات اور تحقیق کو مرتب کر کے شائع کیا جائے اور ممکن ہو تو ان کے خصوصی مطالعہ کے حاصل مباحث یا کلام کو عربی زبان میں بھی منتقل کیا جائے تاکہ عرب علماء میں بھی ان کی علمی صلاحیتوں اور احادیث سے متعلق خدمات کا فیضان پہنچے اور عرب دنیا میں ہندوستانی محدثین کرام کی عظمتوں کا تعارف ہو اور تاریخ میں ثبت ہو جائے۔

یہاں یہ ذکر بیجا نہ ہوگا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب پچاس سالوں سے زائد علم حدیث کی تدریس میں مشغول رہے، اوقاتِ درس کے علاوہ ان کا شغف علوم الحدیث اور ان کی متعلقہ کتابوں کے مطالعے اور تحقیق سے تھا، انھوں نے متقدمین محدثین کی کتابیں بھی چھان ڈالیں اور متاخرین اصحابِ حدیث کی تالیفات پر نظر ڈالی، اسماء الرجال کی کتابوں، الجرح والتعدیل کے ائمہ کی آراء اور ان کے کلام سے مکمل استفادہ کیا، اس لیے وہ صحاحِ ستہ میں مروی احادیث کی صحت اور ضعف پر اپنی ذاتی رائے دینے کا حق رکھتے تھے اور بہت سے مسائل میں انھوں نے منقول دلائل کی بنیاد پر اپنی رائے پیش کی اور ان پر عمل پیرا بھی رہے، اصلاً وہ حنفی المسلک تھے، مگر عام محدثین کے طریق پر بعض فقہی مسائل میں جداگانہ رائے کے قائل تھے، اور بعض عرب تلامذہ کے سامنے تو انھوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ میں ان مسائل میں کسی کی تقلید نہیں کرتا، اپنے اساتذہ اور شیوخ کی اور نہ کسی اور کی۔

راقم الحروف کی بعض اصحابِ علم سے ملاقاتوں پر یہ شکایت بھی سنی گئی کہ حضرت مولانا درس میں یا بیان میں فقہی مسائل کے سلسلے میں حنفی مسلک کے خلاف بھی بولتے ہیں اور دس پندرہ سال قبل چند علمائے دیوبند و مظاہر علوم اربابِ مظاہر کے پاس انفرادی اور اجتماعی طور پر یہی شکایت لے کر بھی گئے، انھوں نے تو یہ بھی کہا کہ مولانا شاید غیر مقلد ہوگئے ہیں۔ مگر ان حضرات کو شاید حضرت شیخ الحدیث کی علمی مہارت، علوم حدیث پر مکمل قدرت اور محدثین عظام کے طرزِ عمل کا پوری طرح علم ہی نہیں تھا۔

حقیقت میں حضرت شیخ یونس علیہ الرحمہ پندرھویں صدی ہجری کے عظیم محدث تھے اور علم حدیث کے بحر ذخار میں غوطہ زن، وہ فروعی مسائل میں متاخرین کی رائے یا مسلک کے پابند ہو بھی نہیں سکتے تھے، فقہی مسائل میں اپنی حتمی رائے کیلئے احادیث کے مجموعوں میں دلائل کا انبار تلاش کر لیتے، اور ان کی روشنی میں ہی فقہی رائے بھی رکھتے جو ان جیسے بحر العلوم کے لیے روا بھی تھا۔

* * *

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

محمد سالم قاسمی سریانوی
استاذ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ یوپی

یہ دنیا ایک فانی وزوال پذیر دنیا ہے، یہاں کسی کے لیے بقا نہیں ہے، ہر آنے والے کو ایک نہ ایک دن یہاں سے رخت سفر باندھنا ہے۔ یہ وہ خدائی نظام ہے جس کو دنیائے آب وگل میں رہنے والے تمام افراد تسلیم کرتے ہیں، چناں چہ افراد انسانی کا انتقال روزانہ نہ معلوم کتنے سو، ہزار یا لاکھ میں ہوتا ہے، اور جانے والا اپنے پیچھے ایک دنیا چھوڑ کر چلا جاتا ہے جس سے وہ طبقہ اور افراد غم زدہ اور متاثر ہوتے ہیں جن سے اس کے تعلقات تھے، لیکن بعض اشخاص کا اس دنیا سے منتقل ہونا پوری ایک دنیا کا منتقل ہونا سمجھا جاتا ہے، جو ''موت العالِم موت العالَم'' کے مصداق ہوتے ہیں (عالم کی موت دنیا کی موت کے برابر ہے)، اس کی وجہ سے ایک بہت بڑا طبقہ اپنے آپ کو یتیم تصور کرنے لگتا ہے۔ انھیں اشخاص میں سے ایک نمایاں شخصیت امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جنہوں نے خدا کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ١٦/ شوال ١٤٣٨ھ مطابق ١١/ جولائی ٢٠١٧ء بروز منگل صبح ساڑھے نو بجے کے قریب اس دار فانی کو الوداع کہہ کر دار باقی کو مسکن وٹھکانہ بنالیا، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

حضرت شیخ عہد حاضر میں بلا شبہ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، جن پر پوری علمی دنیا بالخصوص دنیائے علم حدیث ناز وفخر کرتی ہے، جن کے علمی وحدیثی گوہر کو چننا ہر طالب علم وحدیث اپنے لیے مایۂ افتخار سمجھتا تھا، آپ نے علمی دنیا میں بالخصوص فن حدیث میں جو خدمات انجام دیں وہ شاہکار کا درجہ رکھتی ہیں اور بلا کسی تردد کے ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، آپ کی علمی وحدیثی خدمات کو دیکھ کر علامہ ابن حجرؒ اور دیگر کبار محدثین کی

یادتازہ ہوجاتی ہے جن کے آبشار علم وفن سے آج بھی ایک بڑی مخلوق سیراب ہوتی ہے، آپ بلاشبہ ان محدثین میں سے تھے جن کو ڈھونڈھنا وتلاش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے، درحقیقت آپ علامہ اقبالؒ کے درج ذیل شعر کے مصداق تھے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء میں جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ سے عربی پنجم کی تکمیل کر کے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے لیے دیوبند کا سفر کیا اور بحمد ﷲ داخلہ ہوگیا، وہیں حضرت شیخ کے بارے میں بہت کچھ سنا، لیکن ملاقات کی نوبت نہیں آئی، ایک سال کے بعد جب دورۂ حدیث شریف میں زیر تعلیم تھا تو عیدالاضحیٰ کی تعطیل کے موقع پر سہارنپور جانے کا ارادہ ہوا اور غالباً تین رفقاء کے ساتھ جن میں مولانا محمد صالح صاحب قاسمی، مولانا محمد ساریہ صاحب قاسمی اور مولانا محمد راشد صاحب قاسمی تھے سہارنپور گئے، جہاں حضرت مولانا ابوالجیش صاحب قاسمی شعبۂ عربی ادب میں زیر تعلیم تھے، وہاں کئی علماء واکابرین سے ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا، جن میں بالخصوص محدث عصر حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی معروفیؒ (سابق صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارن پور) اور امیر المحدثین حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری سے بھی ملاقات رہی، جب حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے ہم لوگ وارد ہوئے تو کسی کتاب کے مطالعہ میں غرق تھے، اس وقت آپ کی طبیعت ناساز تھی، ہم نے سلام کیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا، شیخ نے مصافحہ فرمایا، مصافحہ کے بعد ہم وہیں قریب میں بیٹھ گئے اور خیریت معلوم کی، شیخ نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا مبارک پور اعظم گڑھ سے، تو بہت خوش ہوئے اور اپنے بچپن کے زمانہ کی کچھ باتیں سنانے لگے، جن میں ساڑیوں کا تذکرہ بہت مزہ لے کر کیا، نہایت سادگی اور بشاشت کے ساتھ ساڑیوں کے کاروبار اور اس کے ساتھ اپنی وابستگی کو کچھ دیر بیان کیا جس کو ہم نے سنا، (مشرقی یوپی بالخصوص مبارک پور ومئو میں ساڑیوں کے بنانے کا کام ہوتا ہے جو عام طور سے بازار میں ”بنارسی ساڑیوں“ کے نام سے مشہور ہیں، انھیں ساڑیوں کے بنانے اور فروخت کرنے کا کچھ تذکرہ حضرت شیخ نے فرمایا تھا) کچھ دیر کے بعد ہم نے اجازت لی اور واپس آگئے، یہ ہماری شیخ سے پہلی ملاقات تھی جو بہت پر لطف رہی، حضرت شیخ

ایسے انداز میں محو گفتگو تھے کہ معلوم ہی نہیں رہا تھا کہ آپ علمی دنیا کے امام اور بہت بڑے پیشوا ہیں۔

اس ملاقات کے بعد غالبا کسی اور موقع پر خصوصی ملاقات نہیں ہو سکی ہے، جب کبھی سہارن پور جاتا، ملاقات کا ارادہ ہوتا، لیکن حضرت کی بیماری یا اور کسی وجہ سے ملاقات نہیں ہو پاتی، اُسی دورہ کے سال مسلسلات میں شرکت کے لیے سہارن پور حاضر ہوا اور درس میں شریک ہو کر اجازت حدیث لی، مسلسلات میں جگہ جگہ حسب ضرورت آپ کلام کرتے تھے، جس سے آپ کی تبحر علمی بالکل دن کی طرح روشن معلوم ہوتی، شیخ سے باقاعدہ کسی کتاب کو سبقاً پڑھنے کی توفیق نہیں ہوئی، البتہ ایک مرتبہ بخاری کے درس میں کچھ دیر کے لیے شرکت کی تھی، بہر حال ایک سبق میں مختصر حاضری اور مسلسلات میں اجازت حدیث کا ملنا ہی میرے لیے کافی اور باعث فخر ہے۔

حضرت شیخ کا آبائی وطن جون پور ہے، جس کے ایک گاؤں ''کھیتا سرائے'' میں ۲۵/ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے، اسی گاؤں کے مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد عربی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جونپور ہی کے ایک مدرسہ ''ضیاء العلوم'' مانی کلاں میں ۱۳/ سال کی عمر میں داخلہ لیا اور وہیں فارسی سے لے کر نور الانوار تک کی کتابیں پڑھیں، بعدہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے سہارنپور کا رخ کیا اور بافیض ومشہور زمانہ مدرسہ ''جامعہ مظاہر علوم'' میں ۱۳۷۷ھ میں داخلہ لیا اور وہیں رہ کر ۱۳۸۰ھ میں دورۂ حدیث شریف سے رسمی فراغت حاصل کی، جب آپ سہارن پور وارد ہوئے تو کچھ ہی دن کے بعد بیمار پڑ گئے، حضرت شیخ الحدیثؒ اور دیگر حضرات نے گھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن آپ واپسی کے لیے راضی نہیں ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے پڑھنا ہے، چناں چہ وہیں ٹھہر گئے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی خصوصی توجہات حاصل کی، انکے برکات وفیوض سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور ہمہ تن حصول علم میں مشغول رہتے ہوئے اس درجہ اور کمال کو پہنچے کہ خود استاذ محترم نے قابلیت وصلاحیت کی گواہی دی، اور خود اس استاذ نے بعد میں جابجا اپنے شاگرد کے قول کو نام کی صراحت کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا، یہ حضرت کی کمالیت، لیاقت اور صلاحیت کی روشن اور بین دلیل ہے۔

جامعہ مظاہر علوم سے رسمی فراغت کے بعد وہیں پر ۱۳۸۱ھ میں معین مدرس ہو گئے اور تدریسی خدمات کا ایک زریں سلسلہ شروع کیا اور بہت سے علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں، ۱۳۸۸ھ میں آپ کو ''شیخ

الحدیث'' کا عہدۂ جلیلہ سپرد کیا گیا جس پر تادم وفات فائز رہے، اور تقریبا ۴۰/سال فن حدیث کی اعلی وبالا خدمت انجام دی، ان ایام میں بلاشبہ بغیر واسطہ اور بالواسطہ لاکھوں افراد تیار کیے جو ملک اور بیرون ملک میں آپ کی علمی زندگی کے روشن مینارے بن کر چمک رہے ہیں، ان سالوں میں آپ نے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا کے لیے نور کا کام دیں گے، فن حدیث میں آپ کو جو کمال وجمال حاصل تھا اس کی نظیر ناممکن ہے، اس کی حقیقت دیکھنی ہو تو شیخ کا درس بخاری سن لیا جائے، یا پھر تحریری طور پر ''الیواقیت الغالیہ'' وغیرہ کا مطالعہ کرلیا جائے، میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن کے ذریعہ شیخ کے علوم وفیوض اور خدمات کو قید تحریر میں لاسکوں، بس اتنا کہنا کافی سمجھتا ہوں

ایک دفتر چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ دنیا فانی ہے، اسی فنا کے ضابطہ کے تحت آپ بھی رحلت فرماگئے اور اپنے پیچھے لاکھوں سوگواروں کو نمدیدہ کرکے چلے گئے، انتقال سے پہلے صبح میں بعد نماز فجر کچھ سستی معلوم ہوئی تو سہارن پور کے مشہور اسپتال میڈی گرام داخل کردیے گئے، جہاں آپ نے وقت موعود پر آخری سانسیں لیں، ساڑھے نو بجے ڈاکٹروں نے انتقال کی تصدیق کی، جس سے علمی دنیا میں ہلچل مچ گئی اور لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے پہنچنے لگے، بعد نماز عصر پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور لاکھوں سوگواروں کی موجودگی میں قبرستان شاہ کمال میں تدفین عمل میں آئی۔

بہرحال اب جب آپ ہمارے درمیان نہیں رہے تو ایک خلا کا احساس لازمی ہے، یکے بعد دیگر بڑے اہل علم اس دنیا سے رخصت ہورہے ہیں اور ان کی جگہیں نااہلوں یا کم از کم ان جیسے اہل والوں کے علاوہ سے پر رہی ہیں، جس سے قیامت کی علامات صغری میں سے ''رفع العلم'' یعنی ''علم کا اٹھالیا جانا'' حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ حضرت شیخ کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کو غریق رحمت کرے، اپنے فضل سے اعلی علیین میں ٹھکانہ نصیب فرمائے اور اہل خانہ، متعلقین، متوسلین اور شاگردوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

* * *

برصغیر کے عظیم محدث

حضرت مولانا شیخ محمد یونسؒ

مولانا احمد نصر بنارسی

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ دنیا فانی ہے یہاں کی ہر چیز فانی ہے صرف پاک ـــــ پروردگار کی ذات جو عظمت واحسان والی ہے باقی رہ جائیگی كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذي الجلال والإكرام موت سے کسی جاندار مفر نہیں چاہے وہ نبی ہو یا رسول بادشاہ ہو یا رعیت فقیر ہو یا مالدار امیر ہو یا غریب ملک وملت کیلئے قیمتی سرمایہ ہو یا کوئی حقیر فرد موت سے کسی کو مفر نہیں فرمان الٰہی ہے كل نفس ذائقة الموت ثم الينا ترجعون کہ ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تمکو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

یوں تو ہر قاعدہ کلیہ میں استثنا ہوا کرتا ہے لیکن موت کا آنا ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں اگر اس سے کسی کو مستثنیٰ رکھا جاتا تو دونوں جہاں کے سردار جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مستحق ہوتے ---بگیتی بر کسے پائندہ بودے ابوالقاسم محمد زندہ بودے---- روئے زمین پر اگر کسی کو ہمیشہ ہمیش کی زندگی نصیب ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکے زیادہ مستحق ہوتے لیکن وہ بھی دنیا سے تشریف لے گئے تو پھر کس کے لئے اسکی گنجائش رہ سکتی ہے الغرض دنیا سے ہر ایک کو جانا ہے دنیا میں آنا دلیل ہے اس بات کی کہ ہمیں ایک دن یہاں سے جانا ہے لیکن اس کائنات میں خلق خدا کیلئے جو جتنا مفید ہوتا ہے اس دنیا سے جاتے وقت لوگوں کو اسی قدر انکی مفارقت کا غم ہوتا ہے انہیں خوش نصیب ہستیوں میں سے برصغیر کے عظیم محدث ترجمان دین عالم ربانی پیرومرشد دین حق کے عظیم اور بے لوث خادم حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب علیہ الرحمۃ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور جو علم وفضل حدیث وفقہ کے ایک بحر بیکراں تھے اور بلند پایہ عالم اور ممتاز محدث تھے

جنکے علمی وروحانی فیض سے انسانوں کا ایک جم غفیر نے اکتساب فیض اب وہ اپنے رب کی ان بیکراں نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ گئے جس کا وعدہ اللہ نے اپنے نیک بندوں سے کر رکھا ہے--**یاایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی** 15 شوال المکرم 1438 ھجری سہ شنبہ کی صبح کو آپ کی طبیعت کچھ خراب ہوئی احباب نے سہارنپور کے ہی ایک ہاسپٹل میں علاج کے لئے داخل کیا لیکن طبیعت بگڑتی ہی گئ معتقدین اور محبین درازی عمر کی تمنا اور اسکی دعاء کر رہے تھے لیکن یہ علمی دنیا کا مسافر اپنے سفر سے تھک چکا تھا اسے آرام چاہئے تھا اور آرام کی جگہ دنیا نہیں یہاں تو لاکھوں بکھیڑے ہیں یہ دنیا تو مصائب وآلام کی آماجگاہ ہے آرام کی جگہ تو آخرت ہے بلآخر اسی روز ساڑھے نو بجے 83 سال کی عمر میں حضرت نے رخت سفر باندھ لیا اور اپنے رب حقیقی سے جا ملے رحمۃ اللہ تعالی علیہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے علمی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس دور میں اس خلا کا صحیح طور پر ہونا اور ان ہی جیسا جانشیں ملنا ناممکن نظر آتا ہے تاریخ شاہد ہے حجاج بن یوسف دنیا کا نہایت ہی ظالم وجابر شخص تھا ترمزی شریف جلد ثانی صفحہ 45/46 پر روایت موجود ہے کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار جبراً ظلما اور بے قصور قتل کیا ہے جس میں کتنے صحابہ کرام وتابعین عظام تھے اخیر میں اس نے امال سعید بن جبیر کو قتل کیا انکے بعد کسی کو قتل نہیں کر سکا علماء نے لکھا ہے کہ سعید بن جبیر علیہ الرحمہ اتنے بڑے عالم اور محدث تھے کہ ایک لاکھ بیس ہزار کے قتل سے جو اسلام میں نقصان پہونچا ہے تنہا سعید بن جبیر کے قتل سے اس سے زیادہ نقصان پہونچا کیوں کہ انکے قتل کے وقت امت میں ایسے افراد تھے جن سے انکی کمی کی تلافی ہوگئ لیکن جس وقت سعید بن جبیر قتل کئے گئے امت میں ایسے افراد نہیں تھے کہ ان کے قتل سے جو خلا پیدا ہوا اسکو پر کیا جا سکے اس دور قحط الرجال میں جہاں اہل علم بڑی تیزی سے اٹھتے جا رہے ہیں وہیں حضرت علیہ الرحمہ کا سانحہ ارتحال ایک عظیم حادثہ ہے جس کا پر ہونا ممکن نہیں محال بھی ہے علم کی شمع تو جل رہی ہے اور انشاء اللہ جلتی رہے گی لیکن تشویش تو اس پر ہے کہ اس پر مر مٹنے والے ناپید ہو رہے ہیں حضرت علیہ الرحمہ کی مختصر مگر جامع خودنوشت سوانح حیات ان کے علمی شہ پارے الیواقیت الغالیہ کے مقدمہ میں مذکور ہے آپکی ولادت شنبہ کی صبح /25 رجب /1355 ھجری بمطابق /2 اکتوبر 1937 کو ہوئی پانچ سال دس ماہ کی عمر میں والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا انکے انتقال کے بعد آپ نانی کے پاس رہتے تھے ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم آبائی وطن سے تین میل دور کے فاصلہ پر مانی کلاں جامع مسجد میں حاصل کیا اسکے بعد مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں داخلہ اور وہیں ابتدائی فارسی سے لیکر سکندر

نامہ تک پھر ابتدائی عربی سے لیکر مختصر المعانی مقامات سرح وقایہ نور الانوار تک پڑھی اسکے بعد شوال 1374/ ھجری میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور وہاں جلالین شریف سے بخاری شریف تک تعلیم حاصل کی 1380/ ھجری میں دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی آپ زمانہ طالب علمی میں حد درجہ بیمار رہتے تھے لیکن حصول علم کا شوق بے پناہ تھا غیر معمولی قوت حافظہ سے اللہ نے سرفراز فرمایا تھا نہایت ہی محنتی اور جفاکش تھے جو علوم پڑھتے تھے ان پر غائرانہ نظر تھی انکا پورا پورا استحضار تھا تمام علوم وفنون پر کافی عبور تھا یہی وجہ تھی کہ آپ فراغت کے بعد مادر علمی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہی میں تدریسی خدمات کے لئے منتخب کئے گئے اور سات سالوں تک مختلف فنون کی اہم کتابیں آپکے زیر درس رہیں آپ کے درس کی مقبولیت اور علمی صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اپنی تدریسی خدمات کے آٹھویں سال میں ہی مدرسہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث منتخب کئے گئے مظاہر علوم میں تدریسی خدمات---ماہ شوال 1380/ ھجری میں آپ معین المدرس متعین کئے گئے شرح وقایہ اور قطبی زیر تدریس تھیں 1383/ ھجری میں معین المدرس سے باضابطہ مدرس ہو گئے 1384/ میں مشکوۃ شریف آپ سے متعلق ہوئی 1386/ میں ابوداؤد اور نسائی شریف متعلق رہیں 1387/ میں مسلم شریف نسائی شریف اور ابن ماجہ اور مؤطین زیر درس رہیں شوال 1388/ میں انتظامیہ نے آپکی علم حدیث میں مہارت اور پختگی اور علوم شرعیہ میں ژرف نگاہی اپنر کامل دستگاہ اور آپکے وسیع مطالعہ اور ذہانت وذکاوت سے متاثر ہوکر یگانہ روزگار اساتذہ حدیث کی موجودگی میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کے اسباق آپ سے متعلق کئے وہ بھی آپ کے زیر درس آگئ آپ جب حدیث پاک کا درس دیتے تو زیر بحث آنے والے تمام مسائل پر ایسی عالمانہ فاضلانہ محققانہ سیر حاصل گفتگو کرتے کہ ایک ذہین طالب علم کیلئے کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا طلبہ آپ کے درس سے نہ صرف مطمئن بلکہ آپ سے بخاری شریف پڑھنے کو بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے اس وقت سے لیکر شدید بڑھاپے اور مختلف امراض سے دوچار ہونے کے باوجود اخیر تک بخاری شریف پڑھاتے رہے نہایت نحیف وناتواں ہوچکے تھے لیکن ذہنی قوت اور علمی استحضار اعلی تھا جو آپ کے صلاح وتقوی اور علوم نبویہ اور حدیث کی تاحیات خدمت کی برکت اور عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے آپ احادیث سے بے پناہ شغف اور ان پر کامل دستگاہ رکھتے تھے آپ نے ساری عمران فنون کو پڑھنے پڑھانے میں گزاردی علمی مصروفیات نے آپکو شادی کا موقع نہیں دیا جو آپکی توجہات اور اوقات زندگی کے قیمتی حصے کو مشغول کردے آپکو کتابوں سے غایت درجہ کی محبت تھی کتابوں کے حصول کیلئے ہر

طرح سے کوشاں رہتے اس سلسلے میں بڑی سے بڑی رقم قربان کردینے میں دریغ نہیں کرتے آپ کاایک ذاتی بڑا کتب خانہ تھا جس میں آپ نے تمام علوم وفنون کی کتابیں جمع کررکھی تھی جوایک سچے محب علم کی پختہ علامت ہے بیعت وخلافت آپ مظاہر علوم سے فراغت کے بعد قطب عالم حضرت مولانا شیخ زکریا کاندھلویؒ مہاجر مدنی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے اصلاحی تعلق قائم کیا اوران ہی سے باقاعدہ بیعت ہوکر تزکیہ واحسان کی منزلیں طے کیں ایک طرف طلب صادق تھی دل سراپا اخلاص محبت تھا تو دوسری طرف حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی غایت درجہ محبت اورتوجہ تھی چنانچہ بہت جلد حضرت علیہ الرحمہ کارنگ آپ پر غالب آگیا اور حضرت نے آپکو خلافت سے نوازا آپ تواضع علم وبردباری کسرنفسی بلکہ بےنفسی علم وفن ودیگر تمام خصوصیات میں بالکل اپنے شیخ کی نظیر اورانکے سچے جانشیں تھے آپ باضابطہ بیعت حضرت شیخ علیہ الرحمہ سے تھے اصلاحی تعلق بھی انہیں سے تھا لیکن آپکے زہدوورع اورصلاح وتقوی سے متاثر ہوکر حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے بھی 1396ھ میں اپنی طرف سے بیعت اجازت مرحمت فرمائی تھی تدفین حضرت کی وفات کی اندوہناک خبر چند لمحوں میں پورے عالم میں بجلی کی طرح پھیل گئی ہزاروں معتقدین ومحبین ومتوسلین ایسا صدمہ اوررنج پہونچا جسے زبان بیان نہیں کرسکتی قلم قید تحریر میں لانہیں سکتا سب حزن وغم کی تصویر بن گئے عوام وخواص نماز جنازہ میں شرکت اورانکے جسد خاکی کا آخری دیدار کرنے کیلئے مدرسہ مظاہر علوم کے لئے روانہ ہوگئے چند گھنٹوں میں مظاہر علوم کے اردگرد پورا علاقہ آپ پر نثار ہونے والے پروانوں سے بھر گیا ہر طرف معتقدین ومحبین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا دیکھنے والوں کا اندازہ تھا کہ جنازہ میں شریک ہونے والے تقریباً دس لاکھ افراد تھے نماز جنازہ محدث کبیر حضرت مولانا شیخ زکریا صاحب کاندھلوی کے فرزندارجمند ولی مادرزاد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ نے پڑھائی لاکھوں علماء صلحاء مریدین معتقدین متوسلین اورطالبان علوم نبویہ نے اپنے خون ریز آنکھوں سے شاہ کمال قبرستان میں اساطین علماء کے جوار میں آپ کو دفن کردیا آپ کی جدائی سے دل فگار ہے دماغ وقلب پریشان ہے دوردور تک آپ کے جیسا کوئی نظر نہیں آتا سب کو قبول ہے دعوی تیری یکتائی کا اللہ تعالی انہیں غریق رحمت فرمایئے انکی قبر پر اپنے رحم کرم کی بارش فرمائے انبیاء صدیقین شہداء اورصالحین کے جوار میں انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے محبین ومعتقدین اورمتوسلین کو صبر جمیل اوراجر جزیل سے نوازے اورانکی جدائی کے غم کا اجر عطاء فرمائے۔

* * *

آہ! شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ

حضرت مولانا محمد سعیدی
ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

ریحانۃ الہند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ ابن جناب شبیر احمد صاحب ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء شنبہ کے دن اپنے گاؤں چوکیا، کھیتا سرائے ضلع جون پور (یوپی) میں پیدا ہوئے، والدہ ماجدہ کا سایہ ایسے وقت سر سے اٹھا، جب آپ صرف ۵ سال ۱۰ ماہ کے تھے (سرکار دو عالم صلی اللہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا جب وصال ہوا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی تقریباً یہی تھی)۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ اپنی نانی کے پاس رہنے لگے، ایک دفعہ نانی اپنے لڑکے یعنی حضرت شیخ کے ماموں کی اس لئے پٹائی کررہی تھیں کہ وہ پڑھنے میں تساہل اور تغافل کررہے تھے، حضرت شیخ نے کم عمری کے باوجود اسی دوران نانی جان سے عرض کیا کہ میں بھی پڑھنے جاؤں گا۔ اس عرض وگزارش پر فوری عمل کیا گیا، زادِراہ تیار ہوا، کھانا پکا اور وہاں سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک مکتب کے لئے اپنے ماموں کے ساتھ روانہ ہوئے، کم عمری کی وجہ سے آپ تھک گئے تو ماموں نے جو خود بھی لڑکے تھے اور پڑھنے کے لئے جارہے تھے، اپنے کندھے پر اٹھالیا، جب تھک گئے تو اتار دیا اور اس طرح مکتب پہنچ گئے، حالات کچھ ایسے بنے کہ وہاں نہ پڑھ سکے اور پھر ایک دوسرے مکتب میں پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے، وہاں بغدادی قاعدہ پڑھا، آپ کے ماموں نے تعلیم ترک کردی تو آپ کا پڑھنا بھی موقوف ہوگیا۔ کچھ دن بعد ایک پرائمری اسکول

آپ ہی کے گاؤں میں قائم ہوگیا تو آپ اس اسکول میں جانے لگے، درجہ دوم تک وہاں پڑھا پھر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے ایک پرائمری اسکول میں داخل ہوئے۔

آپ کے والد ماجد سادہ مزاج، دیندار، پابند صوم وصلوۃ، پرانی وضع رکھنے والے، انگریزی دور سے شناسا اور انگریزیت کی زہرناکیوں سے واقف تھے، اس لئے آپ نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے جگر گوشہ کو ایسی تعلیم دلائی جائے جس کی بنیاد کفر پر ہو اور جس کا حاصل صرف مادیات کا حصول ہو۔ ہندی انھیں پسند نہیں تھی کیونکہ ہندی اسکولوں میں بھی کفر اور شرک کی بھرمار ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مدظلہٗ نے خود اپنا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ میں ایک دن ایک ہندی کتاب پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ ”طوطا رام رام کرتا ہے“ والد ماجد نے سنا تو فرمایا کہ ”بس بہت پڑھ لیا کتاب رکھ دو“ اور اس طرح آپ کی عصری تعلیم موقوف ہوگئی۔

ابتدائی دینی تعلیم فارسی سے سکندر نامہ تک علاقہ کے مکاتب میں حاصل کی، ابتدائی عربی سے مختصر المعانی، مقامات حریری، شرح وقایہ، نور الانوار تک کی تعلیم مدرسہ ضیاء العلوم مانی پور جون پور میں حاصل کی، اکثر کتابیں حضرت مولانا ضیاء الحقؒ سے، مولانا نور محمدؒ سے تعلیم الاسلام اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبدالحلیمؒ ناظم مدرسہ ریاض العلوم گورینی سے پڑھیں۔

مظاہر کی خاموش تعلیم، یہاں کے اکابر واسلاف کی مشک بار تربیت، روح وروحانیت، اصلاح باطن، اذکار ومجاہدات، افکار وتخیلات، سادگی وقناعت، شرافت نفس اور تواضع وللّٰہیت کی نورانیت عالم میں اپنا شہرہ بلند کئے ہوئے تھی اور ہر خورد وکلاں یہ شعر گنگناتا تھا ؎

بڑا نام مشہور داءِل مظاہر علوم

یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں طلبہ اولاً یہیں داخلہ کی خواہش وکوشش کرتے تھے، اس سلسلہ میں بہت سے واقعات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی ”آپ بیتی“ میں درج ہیں اور بعض واقعات ”پرانے چراغ“ سے بھی معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ کے استاذ باکمال حضرت مولانا عبدالحلیمؒ خود اسی ادارہ کے فارغ وفاضل اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے مسترشد تھے، اسلئے حضرت والا کے مزاج اور طبیعت میں ”مظاہر“ سمایا ہوا تھا چنانچہ ۱۵؍شوال ۱۳۷۷ھ ۵؍مئی ۱۹۵۸ء دوشنبہ کو آپ استاذ محترم کے اشارہ

پر مظاہر علوم فروکش ہوئے، دفتر کی جانب سے داخلہ امتحان کیلئے فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کا نام نامی اسم گرامی تجویز ہوا اور حضرت موصوف نے حضرت مفتی صاحبؒ کو مختصر المعانی، شرح وقایہ، قطبی، مقامات حریری، نور الانوار کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی، ۱۳۷۸ھ آپ کا یہاں پہلا سال تھا، امسال آپ نے جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور سراجی وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔

اگلے سال ۱۳۷۹ھ میں بیضاوی شریف، میر قطبی، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ، مقدمہ مشکوٰۃ، شرح نخبۃ الفکر، سلم العلوم اور مدارک پڑھیں۔

۱۳۸۰ھ میں بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، طحاوی شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام محمدؒ، مؤطا امام مالکؒ اور شمائل ترمذی پڑھ کر پوری جماعت میں امتیازی نمبرات سے کامیاب حاصل کی، یہاں اس وقت اعلیٰ نمبرات ۲۰ تھے، آپ نے نہ صرف یہ کہ متعدد کتابوں میں ۲۱-۲۱ نمبرات حاصل کئے بلکہ بعض کتابوں میں (۲۱ ۱/۲) نمبرات ملے اور مجموعی طور پر بھی آپ کے نمبرات پوری جماعت میں سب سے زیادہ تھے، اس طرح آپ اپنے ساتھیوں میں شروع ہی سے ممتاز اور برتر قرار پائے۔

آپ نے بخاری شریف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ ناظم مدرسہ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خانؒ سے اور ترمذی ونسائی حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ سے پڑھیں۔

دورۂ حدیث شریف کے رفقاء میں حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ، حضرت مولانا شجاع الدین حیدرآبادی، حضرت مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

زمانۂ طالب علمی میں فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے آپ کی سرپرستی فرمائی، شفقت وکرم کا وہ معاملہ جو ایک باپ اپنے بیٹے کیساتھ رکھتا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے آپ کے ساتھ فرمایا جس کا تذکرہ خود حضرت شیخ مدظلہ کبھی کبھی خصوصی مجلسوں میں بھی فرماتے رہتے ہیں۔

فراغت کے بعد بھی آپ کے تقرر وترقی میں حضرت مفتی صاحبؒ کی شفقتیں اور نوازشیں شامل رہیں، چنانچہ مدرسہ کا قدیم ریکارڈ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم ۱۳۸۱ھ کو بمشاہرہ

۷ ؍روپے عارضی معین مدرس مقرر ہوئے۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ کو مستقل استاذ ہو گئے اور یکم شوال ۱۳۸۴ھ کو بمشاہرہ ساٹھ روپے مدرس وسطیٰ تجویز کئے گئے۔

محترم مولانا محمد ایوب مظاہری سورتی حفظہ اللہ (ابن جناب قاری بندہ الٰہی میرٹھی) لکھتے ہیں:

’’جن چار اساتذۂ حدیث کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا اور دورہ کی تمام کتابیں پڑھیں، اگلے چار برسوں میں ان میں سے دو اساتذہ جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، یعنی حضرت مولانا امیر احمد صاحب اور حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ اور دو اساتذہ حدیث یعنی حضرت مولانا شیخ زکریا اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نے اپنے ضعف وپیری اور عوارض وامراض کی وجہ سے ترک تدریس کا فیصلہ کرلیا بالخصوص حضرت شیخ زکریاؒ کے قلب میں تو عشق ومحبت کی وہ چنگاریاں دبی ہوئی تھیں جو ان کو حرمین شریفین کے قیام وہجرت پر مجبور کررہی تھیں (اگرچہ شیخ الحدیث صاحب کے نواسے نے اپنی ایک تحریر میں حضرت کی مدینہ ہجرت کا مبنیٰ بعض تلامذہ کی جانب سے پیش آنے والی تکالیف کو قرار دیا ہے فیا أسفی علی خفۃ عقلہ) مگر ان دونوں حضرات کے سامنے اپنے اکابر وبزرگوں کے لگائے ہوئے پودے ’’مظاہر علوم‘‘ کی فکر تھی، کہ کہیں مخالف وتند ہواؤں میں اس پر کوئی آنچ نہ آئے اسلئے اس کی آبیاری اور بنیاد کے مضبوط رکھنے کی فکر اپنے قیام سے زیادہ تھی۔

(الیواقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ ص:۱/۱۷)

یہ وہ زمانہ ہے جب تقریباً تمام پرانے چراغ گل ہو چکے تھے، شجرہائے سایہ دار مرجھا چکے تھے، شگفتہ پھول کمہلا گئے تھے صرف دو اہم شخصیات باقی تھیں جو خود بھی چراغ سحری تھیں تاہم ان کے دل کی ہر دھڑکن مظاہر علوم تھا، ان کا ہر سانس ادارہ کا تحفظ وتشخص تھا، ان کی آہ سحر گاہی کا مرکز ومحور مظاہر تھا، ایک عشق رسول میں مدینۃ النبی جانے کیلئے بے قرار تو دوسرا عشق الٰہی میں حضورِ رب کے لئے تیار اور اِدھر مظاہر جس کا ماضی نہایت شاندار لیکن مستقبل موہوم ومدھم یہ سوچ کر ان دونوں حضرات نے طے کیا کہ ناممکن ہے کہ ملت اسلامیہ بانجھ ہو جائے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ مظاہر جیسا شجر سایہ دار خشک ہو کر قصۂ پارینہ بن جائے۔ چنانچہ مولانا محمد ایوب مدظلہٗ آگے لکھتے ہیں

’’کسی بھی ادارہ میں دو منصب اہم ہوتے ہیں ایک ناظم ومہتمم کا اور ایک شیخ الحدیث کا اور ان دونوں

اکابر کے سامنے یہ منصب اس کے اہل کو سپرد کرنے کی فکر اور اس کا داعیہ تھا، اسلئے کہ وعید نبوی بھی ہے اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة چنانچہ مناسبت واستعداد کو دیکھ کر حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو ناظم مدرسہ کیلئے اور حضرت الاستاذ مولانا محمد یونس صاحب کو شیخ الحدیث کیلئے رفتہ رفتہ تیار کیا اور جب جس کا موقع آیا اس کو وہ منصب سپرد کر دیا گیا۔" (الیواقیت ص:۱/۱۷)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے طے کیا کہ ان دونوں مسندوں کے لئے دو افراد ایسے تیار کئے جائیں جو اپنے اپنے مقام پر مکمل ہوں چنانچہ نظام مدرسہ کیلئے ایک ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جائے جو تدبیر وتدبر، حالات وشوؤن سے آگہی، واقعات وپس منظر سے واقفیت، روایات وتعامل کی معلومات، احکامِ وقتیہ کے نتائج وثمرات، فتن وفتنہ پردازوں کی سرکوبی کا ہنر رکھتا ہو، از میزان تا بخاری پڑھانے کا فن اپنے اندر سموئے ہوئے ہو، علو نسبت، صلاحیت وصالحیت، تقویٰ ودیانت اور امانت جیسی خوبیوں سے مرصع ہو تو مسند حدیث کیلئے امہات کتب کے علاوہ محدثین وفقہاء کے حالات، مختلف علوم وفنون پر دسترس، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تمام متبعین کے دلائل وبراہین پر نظر، فقہ حنفی کا اثبات، زہد وقناعت، عبادت وریاضت، خاکساری ومسکنت، تواضع وفروتنی، مآخذ ومظان پر عبور کامل، دیگر مسالک وممالک کے علماء وصلحاء اور ماہرین کے تذکار سے روشناس ہو اور سب کی ابحاث پڑھنے، بتانے اور سنانے کے بعد اپنے مسلک ومشرب کی شاندار تشریح وتوضیح وغیرہ بنیادی مسائل ومعاملات پر مکمل گرفت رکھتا ہو۔

مجھے یہ کہنے اور لکھنے میں کوئی تأمل یا تردد نہیں کہ اکابر کا یہ انتخاب لاجواب تابناک اور روشن مستقبل کی ضمانت ثابت ہوا، حضرت مفتی مظفر حسینؒ جیسے بالغ نظر مفکر ومدبر اور صالح انسان کا مظاہر جیسی باوقار درسگاہ کے منصب نظامت پر فائز ہونا مشیت الٰہی تھا تو دوسری طرف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونسؒ کا مسند حدیث کے لئے انتخاب بلاشبہ عنایت الٰہی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے ایک دفعہ مدینہ منورہ سے تشریف لائے مدرسہ کی عمارت دارالطلبہ جدید کی مسجد میں خطاب کے دوران فرمایا کہ میں نے تین دعائیں کی تھیں ان میں سے دو دُعائیں قبول ہوگئی ہیں۔

(۱) مدرسہ کو اس کے شایان شان ناظم مل جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی اور ”قاری مظفر“ جیسا عالم اس ادارہ کا ناظم بنا۔

(۲) دوسری دعا میں نے یہ کی تھی کہ میرے شیخ حضرت مولانا خلیل احمدؒ کی ”بذل المجہود“ شائع ہوجائے، الحمدللہ وہ بھی شائع ہوگئی۔

(۳) تیسری دعا میں نے یہ کی تھی میرا انتقال مدینہ پاک میں ہوجائے، آپ حضرات بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، الحمدللہ باری تعالیٰ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی یہ دعا بھی قبول فرمالی اور جنت البقیع میں جگہ ملی۔

بہرحال حضرت مولانا محمد یونسؒ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی جانشینی کے لئے انتخاب محض عنایت الٰہی ہے چنانچہ ۱۳۸۴ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ کا وصال ہوگیا تو آپ استاذ حدیث بنائے گئے، پوری تفصیل حضرت والا مدظلہٗ کے قلم سے آپ بھی پڑھتے چلیں۔

”ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی جو ”باب الکبائر“ سے پڑھائی پھر آئندہ سال شوال ۱۳۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤد شریف، نسائی شریف، نور الانوار زیر تعلیم رہیں اور شوال ۱۳۸۷ھ سے مسلم، نسائی، ابن ماجہ مؤطین زیر درس رہیں، اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف و مسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی“ (الیواقیت الغالیہ ص۱۹و۲۰)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے حضرت شیخ مدظلہٗ کے پہلے سال کی تدریس بخاری ومسلسلات کا ذکر خیر اپنی نامور البیلی کتاب ”آپ بیتی“ میں بھی کیا ہے۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ کی تدریس بخاری کا سلسلہ الحمدللہ بہت جلد علماء وخواص میں مقبول ہوتا چلا گیا جب بخاری شریف کی تکمیل کا موقع ہوتا تو عوام وخواص کی حالت دیدنی ہوتی تھی، خود حضرت والا کو اگر معلوم ہوجاتا کہ حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ کی آمد ان دنوں میں متوقع ہے تو بخاری کی ایک دو حدیث روک لیتے تاکہ حضرت شیخ الحدیث کاندھلویؒ سے ختم بخاری کرایا جائے، چنانچہ خود حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ ایک جگہ اپنی ”آپ بیتی“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''سہارنپور واپسی پر معلوم ہوا کہ مولانا یونس صاحب نے بخاری کا ختم روک رکھا ہے اس لئے حسب سابق دوشنبہ کی صبح کو ساڑھے نو بجے زکریا اور ناظم صاحب بھی پہنچ گئے، معلوم ہوا کہ ایک حدیث روک رکھی ہے، عبارت تو خود مولانا نے پڑھی، دعاء کے بعد زکریا اور ناظم صاحب تو واپس آ گئے، اس کے بعد مولوی یونس صاحب نے سبق ختم کرایا، دعاء مولوی وقار صاحب نے کرائی اور اس کے بعد ناظم صاحب نے طلباء کو کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ (آپ بیتی: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ) معلوم ہوا کہ ختم بخاری کا یہ شاندار اور جاندار سلسلہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور دیرینہ روایت ہے چنانچہ ایک اور موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ

''۱۲/اگست ۷۵ء ۳/شعبان ۹۵ھ بخاری شریف کا ختم ہوا، اول ''مسلسل بالاولیۃ'' کی حدیث پڑھی گئی، اس کے بعد مولوی یونس نے بخاری کی آخری حدیث پڑھی، متن دونوں کا زکریا نے پڑھا، اس کے بعد کھانا کھایا'' (آپ بیتی)

الیواقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ کے جامع رقم طراز ہیں:

''آپ کی علمی عظمتوں اور تدریسی صلاحیتوں کا اکابر نے اعتراف کیا بالخصوص آپ کے شیخ ومرشد محدث وقت حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم المہاجر المدنیؒ نے آپ کو اس طرح حدیث شریف کے لئے تیار کیا جس طرح حضرت شیخ کو ان کے شیخ واستاذ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنیؒ نے تیار کیا تھا''۔ (الیواقیت ص:۱/۱۶)

حضرت شیخ مہاجر مدنیؒ کو حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی صلاحیتوں کا خوب اندازہ تھا جس کی ترجمان حضرت والاؒ کی یہ تحریر انیق ہے۔

ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حالِ دلِ بیتاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریسِ دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔ فقط

(نوٹ: اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں، چالیس سال کے بعد پڑھیں)

حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ کو والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ سے قلبی لگاؤ اور دوستانہ تعلق تھا، بارہا حضرت شیخ مدظلہٗ غربت کدہ پر والد صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے اور دیر تک دونوں بزرگ محو گفتگو رہتے، کئی بار گھر کی معمولی سی دہلیز میں کپڑا بچھا دیا جاتا اور حضرت شیخ اس پر تشریف فرما ہو کر ناشتہ کرتے۔

جناب بھائی علاؤالدین صاحب سیفی محلہ یحییٰ شاہ پکا باغ سہارنپور اکابر کے منظورِ نظر اور اہل مظاہر کے خاص اہل تعلق میں تھے، اکثر ان کے یہاں دعوت ہوتی، جس میں اکثر علماء مظاہر تشریف فرما ہوتے، فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ، والد محترم حضرت مولانا اطہر حسینؒ، حضرت مولانا محمد یامین صاحبؒ، حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ اور مولانا انیس صاحب دیوبندی بالخصوص اس دعوت کے شرکاء ہوتے اور مولانا انیس احمد مرحوم سے اکثر مزاح بھی ہوتا جو بڑا دلچسپ اور کیف افزا منظر پیش کرتا۔

یہ بزرگانِ دین کھانے پینے میں بڑے محتاط اور ورع وتقویٰ کے خوگر تھے، اس لئے دعوت کے سلسلہ میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے، کسی کی دعوت جلد قبول نہ فرماتے اگر تحقیق کے بعد حلال کا یقین ہو جاتا تو دعوت قبول کرنے میں سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتے اور معمولی آدمی کی دعوت بھی قبول فرما لیتے اور اہتمام کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کبھی کبھی والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسینؒ سے خوابوں کی تعبیر بھی معلوم کرتے اور والد صاحب کی بتائی ہوئی تعبیر کو دوسرے معبرین کی تعبیر پر ترجیح دیتے اور ان کے علم وتقویٰ کی بھی قدر فرماتے، ہر دو بزرگوں کے درمیان دیرینہ مخلصانہ ربط وتعلق برقرار رہا، دونوں ہی علم وعمل اور تقویٰ وطہارت میں آفتاب وماہتاب رہے۔

مولانا محمد ایوب صاحب نے حضرت والا کی درسی خصوصیات پر جن تأثرات کا اظہار کیا ہے وہ بلا مبالغہ مبنی بر حقیقت ہیں:

”ہمارے حضرت الاستاذ کے درس حدیث میں ہم نے وہ پایا جو اور جگہوں پر نظر نہیں آیا، بخاری شریف کا درس کیا ہوتا ہے ایک بحر ناپیدا کنار، محدثین ومتکلمین، مفسرین وشراح کرام اور ائمہ جرح وتعدیل کے ناموں کی ایک فہرست ذہن نارسا میں نقش ہوتی جاتی ہے، رواۃ پر سیر حاصل کلام اور کوئی قول بغیر حوالہ کے نہیں اور کوئی حوالہ نقل در نقل نہیں بلکہ اصل تک پہنچنے کی کامیاب کوشش ہوتی ہے۔ شرح حدیث اقوال

ائمہ، دلائل طرفین اوران میں موازنہ وجہ ترجیح وغیرہ سب کچھ ہی بیان ہوتا گویا فتح الباری وعینی، قسطلانی وکرمانی سب ہی کا خلاصہ اور لب لباب ہمارے سامنے ہوتا۔ اس طرز تدریس کا فائدہ یہ ہوا کہ پڑھنے والوں میں ذوق تحقیق پیدا ہوا، لکھنے پڑھنے کا ایک ڈھنگ آگیا اس وقت بے شمار مدارس عربیہ میں شیخ الحدیث اور اساتذۂ حدیث حضرت الاستاذ ہی کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں جو پورے شرح وبسط اور اطمینان ووثوق کے ساتھ حدیث وعلوم حدیث کے نکات بیان کررہے ہیں"۔ (الیواقیت ص:۱/۱۸)

آپ بچپن ہی سے نیک وصالح ہیں تقویٰ وطہارت آپ کی سرشت میں داخل ہے اور نظافت ونفاست آپ کا شعار ودثار رہے، اس لئے آپ شروع ہی سے حضرات اساتذہ کی دعاؤں کا خصوصی مرکز اوران کی توجہات وعنایات کا ہمیشہ محور رہے، چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ نے آپ کو بیعت فرمایا تو ۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ کو مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین نوراللہ مرقدہٗ گویا باپ کے درجہ میں رہے اور آپ کی ہر ممکن راحت کا خیال فرماتے رہے۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ سے خلافت ملنے کا واقعہ خود حضرت والا کی زبانی سنتے چلئے:

"حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ صاحب سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم نے بروز پنجشنبہ ۵ رمحرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی جس کا از خود شہرہ ہوگیا چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلویؒ ثم المہاجر المدنی نوراللہ مرقدہ سے تھا اسلئے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد بھی اپنے حضرت نوراللہ مرقدہ سے ہی تربیت کا تعلق رہا اور بحمد اللہ بالکل کبھی اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی اور ہے"۔

اسی سال ۵ رذی قعدہ کو حضرت شیخ محمد یونس علیہ الرحمہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی مجلس میں حسب معمول حاضر تھے، حضرتؒ نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ

"میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے لیکن تیرے اندر تکبر ہے"

حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں خاموش رہا اور الحمد للہ حضرت کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا، اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا علم ہوگیا ہوگا؟ فرمایا کہ "ہاں" میں نے عرض کیا کہ حضرت! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے کیوں اجازت

دی؟ حضرتؒ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا پھر فرمایا کہ ”تجھے میری طرف سے اجازت ہے“ اس طرح حضرت شیخ مدظلہٗ نسبت تھانوی ورشیدی دونوں کے جامع ہو گئے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی سعادت اور خوش نصیبی کی معراج یہ ہے کہ تقریباً پچاس سال سے حدیث نبوی کی خدمت کر رہے ہیں، اس طویل عرصہ میں فضلاء مظاہر کی وہ تعداد جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے وہ ہزار ہا ہزار ہیں جن میں سے بعض تو مرکزی اداروں میں شیوخ حدیث اور بعض دیگر اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں۔

حدیث کی خدمت اور احادیث کے سلسلہ میں آپ کی معلومات کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے جس کا اندازہ صرف اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ بھی بعض علمی سوالات آپ سے کرتے تھے، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ، حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ اور خدا جانے کتنے اعاظم رجال نے تحقیقی سلسلہ میں آپ سے رجوع کیا ہے گویا آپ معرفت متون حدیث واسماء رجال کی شناخت بن چکے ہیں اور مظاہر کا وہ تفوق جو اس کو حدیث کے سلسلہ میں حاصل ہے، آپ نے اس کو تمام اقدار وروایات کے ساتھ برقرار رکھا ہوا ہے۔

ایک محدث کے لئے جو شرائط ہو سکتی ہیں حضرت والا کے اندر بحمد اللہ وہ تمام شرائط اور صفات ومیزات بدرجۂ اتم موجود ہیں، احوال زمانہ پر اطلاع جو ایک عالم دین کیلئے انتہائی ضروری ہے، حضرت شیخ کو وافر مقدار میں حاصل ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک گوشہ نشین، زاہد وقانع، اور مستغنی شخص کتب حدیث وتفسیر اور اس کے متعلقہ علوم وفنون پر کامل دسترس کے علاوہ مختلف ملکوں کے حالات، ماحول اور وہاں کی اقدار وروایات اور تحریکات تک سے واقف ہے، چنانچہ اس کی صرف دو مثالیں تحریر ہیں۔

”سری لنکا“ کے ایک شیخ الحدیث بغرض حصول اجازت حدیث حاضر خدمت ہوئے، حضرت والا نے ایک حدیث کی تلاوت فرما کر اجازت عنایت فرمائی، اس کے بعد سری لنکا کی شخصیات وحالات، مزاج، رہن سہن، بود وباش پر بھی گفتگو فرمائی۔

”ملیشیا“ کے ایک محدث حاضر خدمت ہوئے ان کو اجازت حدیث عطا فرمائی پھر وہاں کی تحریکات، مذاق ومعیار، شخصیات، جغرافیائی کیفیات اور حالات کا اس طرح تجزیہ کیا جیسے وہ نگاہ کے سامنے ہوں، مجلس میں بیٹھنے

والے متحیر تھے کہ ایک گوشہ نشیں پوری دنیا کے حالات پر کس طرح نظر رکھتا ہے" (الیواقیت ص:۱/۱۸)

تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی آپ مثالی شخصیت کے حامل ہیں، مدرسہ کے خلفشار کے بعد سے آپ نے تنخواہ لینا ترک فرما دیا۔ آپ الحمدللہ ملک وبیرون ملک کے اسفار کے علاوہ حج وزیارت کی سعادت سے کم وبیش ہر سال مشرف ہوتے رہتے ہیں۔

ملی ہمدردی وخیرخواہی کے سلسلہ میں آپ کے بے شمار واقعات ہیں، چنانچہ دو سال پہلے مظفرنگر فسادات میں سیکڑوں مسلمان شہید اور ہزاروں افراد بے گھر ہو گئے تھے، مدرسہ نے مصیبت زدگان کے لئے اہل خیر سے تعاون کی اپیل کی، فسادزدہ لوگوں تک براہ راست امدادی سامان پہنچانے کا نظام بنایا گیا، سہارنپور کے غیور، باہمت وباحمیت مسلمان جو الحمدللہ مدرسہ کی ہر آواز پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اس موقع پر بھی انہوں نے دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون کیا، مہمان خانے کے کشادہ ہال اور وسیع صحن ساز وسامان سے بھر گئے، کتنی ہی مرتبہ بڑے بڑے ٹرکوں کے ذریعہ مدرسہ کے عملہ کو وہاں بھیج کر سامان تقسیم کرایا گیا۔ جب یہ خبر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ تک کشاں کشاں پہنچی تو حضرت والا نے اپنا تمام نیا پرانا سامان یہاں بھجوانے کے علاوہ فسادزدگان کیلئے خطیر رقم بھی ارسال فرمائی، اسی طرح دوران سفر حضرت والا کو جو ہدایا اور تحائف ملتے ہیں وہ کتنے ہی اہمیت کے حامل کیوں نہ ہوں، مختلف مدارس میں تقسیم فرمانے کا معمول ہے جو خداداد جود وسخا کا رہین منت ہے۔

ملک وبیرون ملک کے مختلف علماء کبار نے آپ سے وقتاً فوقتاً جو علمی سوالات کئے اور آپ نے ان کے محققانہ جوابات تحریر فرمائے وہ تمام جوابات کاپیوں کی شکل میں محفوظ تھے، اللہ تعالیٰ نے بعض اہل علم کو اس کی توفیق عطا فرمائی کہ انہوں نے ان علمی شہ پاروں کو یکجا مرتب ومدون کر کے شائع کر دیا ہے، چنانچہ جناب مولانا محمد ایوب سورتی کی کوششوں سے یہ بیش قیمت مجموعہ "الیواقیت الغالیہ فی تخریج احادیث العالیہ" کے نام سے کئی جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اور بعض اہل علم کی کوششوں سے فن کے اعتبار سے الگ الگ اجزاء شائع ہو رہے ہیں اس سلسلہ میں "نوادر الحدیث" کے نام سے ایک جزء بھی شائع ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ کئی مفید تالیفات اور تقاریر شائع ہو چکی ہیں جن میں "تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث" "فیوض سبحانی" وغیرہ منظر عام پر آ چکی ہیں۔

بہت سے علمی شہ پارے ہنوز پردۂ خفا میں ہیں جن میں سے مقدمہ ہدایہ، سوانح حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، مقدمہ بخاری، الیواقیت واللآلی، جزء حیات الانبیاء، تخریج احادیث اصول الشاشی، مقدمہ مشکوٰۃ، مقدمہ ابوداؤد، جزء معراج، جزء المحراب، جزء رفع الیدین، جزء قراءت، ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری واسناد واحد، قابل ذکر ہیں۔

تعلیم وتعلم کے بابرکت سلسلہ کے علاوہ بیعت وارشاد کا مبارک سلسلہ بھی جاری ہے اور ملک وبیرون ملک کی بعض اہم مقتدر شخصیات آپ کے ذریعہ سلوک کی منزلیں طے کر رہی ہیں، خلفاء ومجازین کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ اللّٰھم زِد فزِد

راقم الحروف کو بھی حضرت کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل رہا اور حضرت سے غیر معمولی استفادہ کا موقع ملا ہے، طبعی طور پر حضرت سے زمانہ طالب علمی سے ہی مناسبت رہی، احقر کو حدیث شریف سے شغف اور اس سے مناسبت درحقیقت فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسینؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اطہر حسینؒ کی توجہات سامیہ کے علاوہ حضرت شیخ کے تلمذ اور ان سے استفادہ کا ہی نتیجہ ہے، طبعی مناسبت اور قلبی انسیت کا ثمرہ ہے کہ ہفتہ عشرہ میں عموماً زیارت منامی حاصل ہوتی رہتی ہے، بعض منامات میں حضرت کے احوال رفیعہ سے آگاہی کا حصول بھی اسی مناسبت کا نتیجہ ہے، گذشتہ سالوں میں حضرت کی علالت کے دوران جب مدینہ منورہ زیر علاج تھے، لوگوں پر مایوسی طاری تھی اور حضرت کی مزید حیات کی بظاہر کوئی امید نہ تھی، اس وقت احقر کو دعا کی سعادت نصیب ہوتی رہی اور اسی ضمن میں منجانب اللہ یہ بشارت مل گئی کہ ابھی حضرت والا بقید حیات رہ کر مزید خدمت حدیث کا مبارک مشغلہ جاری رکھیں گے۔

افسوس کہ آسمان علم وہدایت کا یہ نیر تاباں آج ۱۷؍شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ میڈی گرام ہسپتال سہارنپور میں ہمیشہ ہمیش کے لئے غروب ہوگیا۔

چراغ لاکھ ہیں لیکن کسی کے بجھتے ہی
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

* * *

محدث عصر مولانا محمد یونسؒ

شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم

مولانا محمد ناظم ندوی

المعہد الاسلامی مانک مئو، سہارنپور

عالم اسلام کی ممتاز ترین شخصیت، محدث عصر حضرت العلام جناب مولانا محمد یونس صاحب بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے، إنا لله و إنا إليه راجعون۔ إن لله ما اخذ و لد ما اعطى ولكل شئ عنده اجل مسمى۔ یقیناً آپ کے انتقال سے ملت سوگوار، علمی ماحول میں غم، ذکر کی مجلسیں اداس، لذت دید سے سرشار ہونے والوں پر حزن وملال کی کیفیت ہے، ہر شخص اسے اپنا ذاتی خسارہ سمجھ رہا ہے۔ آپ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں آپ ایشیاء کے عظیم الشان مردم گر ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسند حدیث پر تقریباً پچاس سال تک فائز رہے، اور ہزاروں تشنگان علم ومعرفت کی پیاس بجھائی۔ قطب العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ مہاجر مدنی نے اپنی حیات ہی میں آپ پر اعتماد فرما کر بخاری شریف کی تدریس کی خدمت آپ کے سپرد فرمادی تھی اور پھر کچھ دن گزرنے کے بعد بیعت وارشاد کی بھی اجازت مرحمت فرمادی، آپ کی تعلیم وتزکیہ دونوں پر حضرت شیخؒ نے اعتماد فرمایا، ہمارے حلقوں میں بخاری شریف کا درس معیار فضل وکمال ہی نہیں بلکہ علم وفضل اور تقدس وپاکیزگی کا بھی امین سمجھا جاتا ہے آپ کی ذات گرامی یقیناً فضل وکمال، علم وعمل، تقوی وطہارت، صبر وقناعت، توکل ورضا، خوف وخشیت اورانابت الی اللہ کی ایک جامع ومکمل تصویر تھی۔ تمام علوم وفنون میں آپ کو مرجعیت کا مقام حاصل ہے۔ خصوصاً علم

حدیث میں تو آپ ہندوستان وایشیاء ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں اس وقت سند کا درجہ رکھتے ہیں ۔ بہت سے علماء ومحدثین اور اپنے وقت کے رجال کار مختلف مقامات سے حاضر خدمت ہوتے رہتے اور آنجناب سے حدیث کی سند حاصل کرتے۔ اور اپنے علمی اشکالات پیش کر کے ان کا حل طلب کرتے۔ اور انہیں یہاں آکر تشفی ہوجاتی۔ ہم نے مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں بھی دیکھا ہے کہ بہت سے علمائے عرب آپ سے مراجعت کرتے، اور بہت سے حدیث سے شغف رکھنے والے آپ سے سند حاصل کر کے اسے اپنے لئے باعث فضل وکمال سمجھتے۔

دیگر علوم وفنون کے مقابلے میں حدیث کا علم غیر معمولی ہے۔ اسمیں ان تمام رواۃ کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے جن کے ذریعہ یہ علم پہونچا ہے۔ پھر ان لکھوکھا افراد کی زندگی کی تفصیلات، ان کا مزاج ومذاق، ان کا کردار، معاصرین کا ان کے بارے میں خیال وہ ثقہ یا کامل الضبط ہیں یا نہیں وغیرہا، یہ خود ایک مستقل فن ہے اس فن پر جگر کاوی اور مسلسل کوششوں کے نتیجے کے ذریعہ حدیث کی حفاظت کا حق تعالیٰ شانہ نے خصوصی انتظام فرمایا ہے اور درحقیقت یہ صیانت حدیث تاریخ انسانی کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے، مولانا گیلانیؒ نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر اشپرنگر کا یہ مشہور فقرہ کہ کوئی قوم نہ دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جسکی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہوسکتا ہے اس فن پر آپ کی نہ یہ کہ گرفت تھی بلکہ اسوقت آپ اس بارے میں کسوٹی (محکۃ الحدیث) کی حیثیت رکھتے تھے، یہ فضل الٰہی اور امتیازی خصوصیت ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ کو ودیعت فرمائی تھی، اللہ تعالی جب کسی کو نوازتے ہیں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرماتے ہیں، متن حدیث، سند حدیث، اور حدیث کے مقتضیات ومطالبات اور اس کے معانی ومفاہیم پر نہ یہ کہ آپ کو گرفت تھی بلکہ بفضل ایزدی اس کا القاء ہوتا تھا۔ بارہویں صدی ہجری میں جس طرح قرآنی علم اللہ تعالی نے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کو عطا فرمایا تھا، جس کو انہوں نے بہت سے مقامات پر بطور تحدیث نعمت کے بیان بھی فرمایا ہے، اس زمانہ میں حدیث کا علم حق تعالی شانہ نے اسی طرح آپ کو عطا فرمایا تھا جس کا ایک موقعہ پر آپ نے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اظہار بھی فرمایا۔ پھر آپ کی تحقیقات، روایت ودرایت پر نقد، وسعت مطالعہ اور متقدمین ومتأخرین کی کتابوں پر بھرپور نقد وتبصرہ اور علامہ ابن حجر العسقلانیؒ جیسے

جبل علم فی الحدیث کے اوہام کا تذکرہ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک، عشق کے سوز اور مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرہ احادیث کو کنگھال ڈالا ہو۔

دراصل ابتدا ہی سے آپ نے علم حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا اور اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا آپ خود فرماتے تھے کہ اگر مجھے کسی سے کچھ پیسے میسر آجاتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا حضرت الاستاد قطب العرب والعجم نے جب بھی ہدیہ کچھ پیسے عنایت فرمائیں تو میں نے ان کی کتابیں خریدلیں اور آپ کی قیام گاہ پر ان کا اپنا ذاتی علم حدیث کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے شاید ہی برصغیر میں کسی کے پاس ہو بلکہ بڑے بڑے کتب خانہ بھی ان امہات کتب سے خالی ہیں، اس کے باوجود حج کے موقع پر کتب خانوں سے نئی نئی کتابیں تلاش کرنے کے لئے جاتے، حالانکہ اس نشیب وفراز والے راستے سے گزرتے ہوئے آپ کا سانس پھولنے لگتا، پیشانی عرق آلود ہوجاتی لیکن ان سب پریشانیوں کے باوجود تحقیقات، علمی مطالعہ اور ذوق کی تسکین کا اندازہ کچھ وہی افراد لگا سکتے ہیں جو اس کوچہ سے آشنا ہیں.......... یہ حال اس وقت ہے جبکہ آپ مجموعۃ الامراض تھے، شروع ہی سے بیماریوں نے آپ کو گھیر رکھا تھا، ابتداء ہی میں جب آپ اپنے گھر سے کچھ فاصلہ پر مائی کلاں پڑھنے کیلئے جاتے تبھی سے آپ بیمار تھے، مظاہر علوم میں داخلہ کے بعد تو آپ مزید بیمار رہنے لگے، آپ خود فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے خود فرمایا کہ بیماری زیادہ بڑھ گئی ہے گھر چلا جا، منہ کے ذریعہ خون آنے لگا ہے اس وقت میں نے عرض کیا کہ حضرت والا اگر مرنا ہی ہے تو میں یہیں مرجاؤں گا، اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ پھر پڑا رہ......آپ اسی وقت سے مظاہر علوم اور علم حدیث کے ہو کر رہ گئے اوڑھنے بچھونے کا محاورہ آپ جیسے حضرات ہی کے چوکھٹے میں فٹ ہوسکتا ہے اور اس وقت تو کثرت امراض کی وجہ سے آپ کلی طور پر مضمحل سے ہو گئے تھے، اور آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا آپ کی حالت زار اور پریشانی کی کیفیت دیکھتا تو وہ خود تڑپ اٹھتا، اس کا کلیجہ مسوس کر رہ جاتا مدت سے سحر جیسی جان کو گلا پگھلا دینے والی تکلیف نے آپ کی پریشانی کو دوآتشہ کر دیا تھا، ان سب کے باوجود درس کا سلسلہ اور خلق خدا کا روحانی تزکیہ، یہ صرف حضور دوامی اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت چل رہا تھا اور غایت درجہ حدیث سے اشتغال کا غماز تھا............انہیں امراض کے تسلسل، مزاج کی نفاست اور جسمانی نقاہت کی وجہ سے آپ نے شادی بھی نہیں فرمائی تھی اور اپنی ساری صلاحیتیں حدیث کے مطالعہ وخدمت میں صرف کردیں اب آخری دور میں تو آپ نے عوام وخواص سے کچھ ملنا جلنا بھی شروع کردیا تھا

اور آپ کی خدمت میں جو حاضر ہوتے ان کی اصلاح، تربیت، تزکیۂ روحانی اور ان کی اخلاقی حالت پر توجہ فرماتے (کیونکہ اس وقت عمومی طور پر خانقاہیں سونی ہونے کی وجہ سے علماء اور خواص کے طبقہ کا رجوع آپ کی طرف بہت زیادہ بڑھ گیا تھا اور اس وقت علاقہ میں علمی تشنگی اور روحانی توجہ کا مرکز آپ ہی کی ذات گرامی تھی شاید اسی نفع عام وتام کے پیش نظر آپ نے خود کو اپنی افتادِ طبع اور مزاج کے خلاف اس کیلئے آمادہ فرمالیا تھا ورنہ اس سے قبل درس ومطالعہ کیلئے خود کو وقف کر رکھا تھا۔

آپ کو صرف فن حدیث ہی پر مکمل گرفت نہیں یہ تو آپ کی امتیازی خصوصیت ہے ورنہ دیگر علوم وفنون، صرف ونحو، عروض ومعانی، نقد وبلاغت، منطق وفلسفہ، کلام وعقائد، زبان وادب، فقہ وتفسیر وغیرہا پر بھی مکمل درک تھا، آپ نے ابتداء میں حدیث کے علاوہ بھی بہت سی کتابیں پڑھائی ہیں اور ان فنون کا حق ادا کیا ہے اس کے علاوہ تاریخ وجغرافیہ، سیر وسوانح، اور قوموں وملکوں کے حالات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، جب بھی مجلس میں کوئی موضوع زیر بحث آجاتا تا اس پر سیر حاصل مواد میسر ہوتا۔ ایک مرتبہ سری لنکا کے شیخ الحدیث حدیث کی سند لینے کی غرض سے حاضر ہوئے آپ نے ایک حدیث کی تلاوت فرما کر سند عطا فرمائی، اور پھر وہاں کی شخصیات، وہاں کے حالات، قوموں کے مزاج، رہن وسہن، بود وباش پر بھرپور تبصرہ فرمایا۔ ملیشیا کے ایک محدث بھی حاضر خدمت ہوئے ان کو بھی سند عطا فرما کر وہاں کی تحریکات، مذاق ومعیار، شخصیات، جغرافیائی کیفیات اور وہاں کے حالات کا اس طرح تجزیہ کیا جیسے وہ نگاہ کے سامنے ہوں، مجلس میں بیٹھنے والے بھی متحیر تھے کہ اک گوشہ نشیں پوری دنیا کے حالات پر کس طرح نظر رکھتا ہے۔ حقیقت ہے کہ آپ کا مطالعہ بڑا متنوع ووسیع تھا، برصغیر، مشرق وسطی، عالم اسلام اور دنیا کے حالات پر آپ کی گہری نظر تھی، اور کسی بھی گوشہ میں جو حالات پیش آتے ان پر اس اللہ کے ولی کا قلب دھڑکتا اور بے چینی محسوس کرتا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کبھی بھی کسی موضوع پر کچھ دقت پیش آتی آپ کے پاس حاضر ہو کر سیرابی حاصل ہوجاتی، اس وقت علمی اعتبار سے بھی علما اپنی پیاس بجھاتے ہیں اور روحانی تشنگی بھی دور کرتے ہیں گھریلو امور میں بھی لوگ مشورہ کرتے ہیں اور ملت کے مسائل کی گتھی بھی آپ سے حل کراتے ہیں کسی بھی چیز کا آپ کا مطالعہ سرسری

نہیں بلکہ اس میں ڈوب کر اس کا مغز نکالا ہے...... حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ کے انتقال پر آپ بہت مضطرب تھے فرمانے لگے کہ آج عربی، فارسی، اردو کے تعزیت کے اشعار سبھی یاد آرہے ہیں، آپ نے بہت اشعار پڑھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معمولی معمولی چیزیں بھی آپ کے قلب وذہن کے نہاں خانے میں کس طرح محفوظ تھی۔ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں کے انتقال کی خبر سے آپ پر بہت بے چینی ہوگئی، رمضان کا مہینہ، جمعہ کا دن، گرمی کا موسم، پھر آپ اسی وقت شرکت کے لئے کھڑے ہوگئے، اور اپنی افتادِ طبع کے خلاف تکیہ کلاں رائے بریلی پہنچے، مرشد الامت حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہ اور ان کے رفقاء سے تعزیت فرمائی، اور وہاں مختصر مگر جامع خطاب فرمایا...... اقبال مرحوم کے اشعار پڑھ کر فرماتے کہ اسے ملت کا درد بے چین کرتا لیکن قرآن وشریعت کا معتد بہ مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے صحیح راہ متعین نہیں کر پاتا آپ کو حق تعالیٰ شانہ نے بے شمار خصائص وامتیازات عطا فرمائے تھے، اس وقت ملت کو آپ کی ذات سے نفع کثیر حاصل ہو رہا تھا، ان کے شجر سایہ دار کے سایہ میں تھکے ہاروں کو تسکین مل رہی تھی۔ لیکن انسان کی زندگی اک راز ہے اور موت انکشاف راز ہے۔ ۱۱ر جولائی کو یہ علم وعمل کا آفتاب وماہتاب ہزاروں کو اشکبار اور بہت سے حضرات کو بلکتا وروتا چھوڑ کر اپنی آخری آرام گاہ تک پہنچ گیا۔

مقدمہ مشکوۃ لکھنے کی ہدایت

بعض وقت بعض تالیفی امور کی طرف توجہ دلائی مگر اپنے امراض واعذار نے اجازت ہی نہ دی کچھ رسالے بعض مسائل پر لکھے وہ یونہی نا تمام ہیں۔ ہاں ایک مرتبہ میری مدرسی کے دوسرے سال فرمایا تھا کہ: ”تو اگر مشکوۃ کا مقدمہ لکھدے (جسکا ایک خاکہ میرے ذہن میں تھا اور بعض وقت حضرت سے بھی تذکرہ آگیا تھا) تو میں تجھے مشکوۃ شریف دیدوں“ مگر نوبت نہ آئی بلکہ حالات ایسے بنے کہ مشکوۃ شریف جلدی احقر کے پاس آگئی جس کی تفصیل گذر چکی۔ تصنیفی مشورہ طلب کرنے پر فرمایا: ”شروع کردو“ مگر جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے

مدرسہ کے مال میں ہدایت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہم کیا پہچان سکتے ہیں؟ نماز دو نوافل کا اپنا مشاہدہ یہ ہے کہ گرمی ہو یا سردی یا بارش ہمیشہ مکان سے مسجد، مدرسہ قدیم تشریف لاتے۔ فرض باجماعت ادا فرماتے، ایک آدھ مرتبہ عصر کی نماز

میں حضرت کو مسبوق بھی دیکھا، چلتے تو وقت پر مگر غالباً بارش کی وجہ سے دیر ہو گئی۔

سنتوں میں طویل قراءت کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ میرے پوچھنے پر فرمایا کہ: ’’میں دس پارہ سنن ونوافل میں اسطرح پڑھتا ہوں کہ ایک ہی پارہ بار بار دوہراتا رہتا ہوں‘‘ مغرب کے بعد طویل نفل ہوتی، جبتک قوت رہی کھڑے ہو کر اس کے بعد بیٹھ کر۔

کیفیت درس بخاری

درس بخاری شریف میں حل تراجم پر خاص زور دیتے، اور ترجمہ میں اگر کوئی مسئلہ مذکور ہوتا اور اس میں اختلاف ہوتا تو حتی الامکان ائمہ اربعہ کے مذاہب نقل فرما کر ترجمہ جس قول کے موافق ہوتا اسکا اظہار فرماتے۔ گاہ گاہ ترجمہ کی غرض بیان کرنے میں شراح کی مخالفت فرماتے اور جو قول اختیار فرماتے اسکی دلیل ذکر کرتے اور اپنی آراء کو بربنائے ’’ایک چکی کے پاٹ‘‘ سے تعبیر فرماتے، ابتداء میں بیان کرتے ہوئے اس تعبیر کی وجہ اختیار کرنے پر بوجھ بجھکڑ کا مشہور قصہ سناتے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس تعبیر میں ایک لطیف اشارہ حضرت کے اختیار کردہ قول کے وزن کی طرف نکلتا ہے۔ چونکہ اسکی مثالیں بہت ہیں اور لامع کے حاشیہ وتراجم میں تفصیل سے ان کا ذکر ہے اسلئے انکو نہیں لکھا جاتا۔ ترجمہ اور روایت کی مطابقت کا اہتمام فرماتے اور خاص طور سے مقدمہ لامع میں ذکر کردہ اصولوں میں سے جس اصل سے ترجمہ ثابت ہوتا اسکی طرف اشارہ فرماتے، کبھی سکوت بھی فرماتے جیسا وقت واحوال کا تقاضہ ہوتا، اسلئے کہ بہرحال تالیف وتدریس کے انداز میں فرق ہوتا ہی ہے۔

شراح سے اختلاف

کہیں کہیں شراح کرام سے مطالب حدیث کے بیان میں بھی اختلاف کرتے جیسا کہ ابواب الجمعہ میں باب الجمعۃ فی القریٰ میں ایک روایت ہے اسکے الفاظ ہیں **قال یونس کتب رزیق بن حکیم الی ابن شهاب وانا معه یومئذ بوادی القریٰ هل تریٰ ان اجمع عامل علی ارض یعملها وفیها جماعة من السودان وغیرهم ورزیق یومئذ علیٰ ایلة فکتب ابن شهاب وانا اسمع یامره ان یجمع یخبره ان سالماً حدثه ان عبدالله بن عمر یقول سمعت رسول اللها یقول کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته والامام راع ومسئول عن رعیته الحدیث هل تریٰ ان اجمع** کا مطلب سارے شراح یہ بیان کرتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ جہاں میری کاشت ہوتی ہے اور میرے غلام اور ملازمین کام کرتے ہیں کیا میں

وہیں جمعہ پڑھ سکتا ہوں؟ ایلہ میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال نہیں ہے اسلئے کہ وہ شہر ہے۔ لیکن حضرت نے سب کی مخالفت کی ہے اور فرماتے ہیں: ”رزیق بن حکیم کا مطلب یہ ہے کہ میں ایلہ سے دور اپنی زمین میں جہاں کاشت ہوتی ہے ملازمین کے ساتھ رہتا ہوں اور میں ایلہ کا حاکم ہوں تو کیا جمعہ کے روز ایلہ میری حاضری ضروری ہے اسلئے ابن شہاب الزہری نے جواب دیا کہ ہاں حاضر ہونا ضروری ہے اسلئے کہ تم وہاں کے امیر ہو اور جمعہ اجتماع واز دہام کا دن ہوتا ہے کوئی اختلاف ہو یا کوئی اور امر درپیش ہو اسلئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہئے کیوں کہ تم وہاں کے امیر ہو اور حضور پاک کی حدیث کا یہی تقاضہ ہے آپ فرماتے ہیں الامام راع ومسئول عن رعیتہ تو تم جہاں کے حاکم ہو وہ تمہاری رعیت ہیں لھذا تم ان کے متعلق مسئول ہوگے اس لئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہئے۔“

واقعہ یہ ہے کہ شراح کرام نے امام بخاری کے ترجمہ کو سامنے رکھ کر اثر کا مطلب لکھا ہے، وہ جو مطلب حضرت نے لکھا ہے وہی اس اثر کا متبادر مطلب ہے۔

(۲) بخاری (ص ۷۲) کی روایت **عن نافع عن ابن عمر عن النبيا انه كان يعرض راحلته فيصلي اليها قلت افرأيت اذا هبت الركاب قال كان يأخذ الرجل فيعدله هبت** کی شرح بین السطور میں ہاجت وتحرکت سے کی گئی حضرت اسکو غلط فرماتے تھے اور اس کے معنیٰ اپنے والد سے نقل فرما کر ذھبت بیان فرماتے، بظاہر یہی معنی مراد ہے، ہوا چلنے کو عرب میں ہبوب ریح سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی سے ہبت فعل ماخوذ ہے اور مسند احمد میں تو صاف ذہبت ہی ہے۔

لیکن احقر کے خیال میں شراح کے مطلب کی توجیہ ممکن ہے کہ یعنی جب سواریوں میں قرار نہ ہوتا اور ادھر ادھر حرکت کرتیں تو پالان کو سترہ بنالیتے۔

(۳) بخاری (ص ۱۰۷) پر ابن مسعود کی روایت میں ھذا کھذ الشعر کا مطلب یہ بتاتے تھے: ”کیا تم نے ایسے جلدی جلدی کاٹ کر رکھ دیا جیسے بال کاٹے جاتے ہیں“ اور فرماتے تھے کہ یہ شعر بفتح الشین ہے۔ عامۂ شراح شعر بکسر الشین ضبط کرتے ہیں اور مطلب یہ بتاتے ہیں کہ کیا شعر کیطرح جلدی جلدی پڑھ ڈالا۔ حضرت فرماتے تھے کہ شعر تو ترنم سے پڑھا جاتا ہے لیکن شراح کی طرف سے یہ جواب ہے اگر تغنی مقصود ہے تو ترنم ہوتا ہے اور استدلال ونظیر میں پڑھتے ہیں تو جلدی جلدی پڑھتے ہیں یہاں تک اپنی یاد سے

لکھا تھا پھر جو لامع دیکھی تو اس میں تو یہی تفصیل ہے جو شراح کی طرف منسوب ہے۔ ہاں تقریر بخاری میں وہی مطلب ہے جو حضرت نور اللہ مرقدہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے: ''لیکن مجھ کو اس کی کہیں تائید نہیں ملی''، لیکن حضرت نے یہ معنی اپنی کسی تالیف میں جیسے حاشیہ لامع، تراجم البخاری، حاشیہ البذل، حاشیہ الکوکب میں ذکر نہیں فرمایا۔

(۴) قسامہ کے مسئلہ میں مشہور ہے کہ امام بخاری اس کے منکر ہیں۔ حضرت نے ان پر رد فرمایا کہ: ''اگر بخاری قسامت کے منکر ہوتے تو کتاب الدیات میں باب القسامہ کیوں درج فرماتے۔ بلکہ امام بخاری قسامت میں قصاص کے قائل نہیں ہیں'' حاشیہ لامع لکھا جا رہا تھا حضرت نور اللہ مرقدہ کی چھوٹوں کی ہمت افزائی، اس کے اجزاء دیکھنے کا احقر کو حکم فرما رکھا تھا۔ احقر ان ایام میں بیمار تھا۔ اجزاء آئے تو میں نے حضرت سے کہلوایا کہ: ''حضرت! امام بخاریؒ مسئلہ قسامت میں حنفیہ کے ہم خیال ہیں۔ مسئلہ کی وضاحت یہ کہ قسامہ میں مدعیان سے ابتداء میں قسم لیجائیگی یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ قائل ہیں، حنفیہ انکار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ بخاری (ص ۳۴۲) پر اشعث بن قیس کی حدیث میں ہے شاھداک او یمینہ حنفیہ کہتے ہیں یہ کلمہ او مانع الجمع ہے اور مقصود یہ بتانا ہے کہ مدعی کا حق صرف بینہ ہے اور مدعی علیہ کا صرف یمین۔ ترمذی میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے: **البینة علی المدعی و الیمین علی المدعی علیہ** سنن بیہقی میں ابن عباس کی حدیث میں ہے: **البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر وقال ابن حجر فی الفتح اسنادہ حسن** ان دونوں حدیثوں میں بھی دونوں جملے مدعی و مدعی علیہ کا الگ الگ حق بیان کر رہے ہیں۔ حضرات ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ قسامہ کا ایک مستقل ضابطہ ہے جو قسامت کی حدیثوں میں صاف وارد ہے۔ اس میں پہلے مدعی حضرات سے قسم کا مطالبہ ہے پھر مدعی علیھم سے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر قسامت میں قتل عمد کا دعوی ہو تو قصاص ہوگا یا نہیں؟ امام مالکؒ و امام احمد کا مذہب اور امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہ ہے کہ ہر صورت میں دیت (یعنی خون بہا) واجب ہوگی۔ امام بخاری دونوں مسئلوں میں حنفیہ کے موافق ہیں۔ باب القسامہ منعقد فرما کر حنفیہ ہی کے دلائل ذکر فرمائے۔ ترجمہ کے بعد متصلا ہی فرماتے ہیں: **قال الاشعث بن قیس قال لی النبی ﷺ شاھداک او یمینہ وقال ابن ابی ملکیہ لم** اور پھر ایک حدیث مرفوع

لائے ہیں جس میں صرف دیت کے استحقاق کا ذکر ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بخاری قسامت میں یمین المدعین کے قائل نہیں ہیں۔ اور قصاص کے بھی منکر ہیں۔ یہی حنفی مسلک ہے۔ البتہ ایک چیز قابل غور ہے، اور وہ یہ کہ امام بخاری نے جو روایت ذکر کی ہے، اس میں اگرچہ مدعی سے یمین کی ابتدا کا ذکر نہیں ہے لیکن یمین مدعی علیہ کے انکار کی صورت میں یمین مدعی کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں

قال أترضون نفل خمسين من اليهود ماقتلوه فقالوا ما يبالون ان يقتلون اجمعين ثم ينفلون قال أفتستحقون الدية بايمان خمسين منكم قالوا اما كنا لنحلف الا يه كه يه كها جائے كه يمين مدعى من باب رد اليمين على المدعى بعد حجة المدعى عليه اليمين" بہرصورت اگر باب کے الفاظ اور ابتداء روایت پر نظر ہو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ہم خیال ہیں اور اگر پوری روایت پر نظر ہو تو بخاری کا مسلک سب سے الگ معلوم ہوتا ہے۔

جمع بین الروایات میں شراح سے اختلاف

روایات مختلفہ میں جمع کرنے میں بھی حضرات شراح سے بسا اوقات الگ چلتے تھے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو اوجز المسالک میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ انہیں میں سے ایک یہ کہ غسل جمعہ میں روایات مختلف ہیں، بعض میں **جاء احدكم الجمعة فليغتسل هے اور بعض ميں غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم اور بعض ميں حق على كل مسلم ان يغتسل فى كل سبعة ايام يوما يغسل فيه رأسه وجسده۔ اھ** اور یہ سب روایات صحیح بخاری کی ہیں۔ اب ائمہ میں یہ اختلاف ہے کہ جمعہ کا غسل سنۃ الصلوۃ ہے یا سنۃ الیوم جمہور اول کے قائل ہیں، داؤد ظاہری، محمد بن الحسن، قاضی ابو یوسف ایک روایت میں ثانی کے قائل ہیں۔ فریق اول اور روایت اولی سے استدلال کرتا ہے اور روایت ثانیہ کی توجیہ کرتا ہے کہ چونکہ غسل جمعہ یوم الجمعہ میں ہوتا ہے اس لئے یوم کی اضافت کر دی گئی۔ وسیع کلام ہے جو شروح حدیث میں مذکور ہے۔ ہمارے حضرتؒ کی رائے ہے کہ یہ الگ الگ مستقل غسل ہیں۔ غسل الصلوۃ، غسل الیوم، غسل الاسبوع، گر جمعہ کی نماز سے پہلے متصلاً غسل کر لیا جائے تو تینوں حاصل ہو جائیں گے، اگر بعد میں کیا تو غسل الصلوۃ حاصل نہیں ہوتا اور اگر کسی اور دن کیا تو صرف غسل الاسبوع ہوگا۔

***

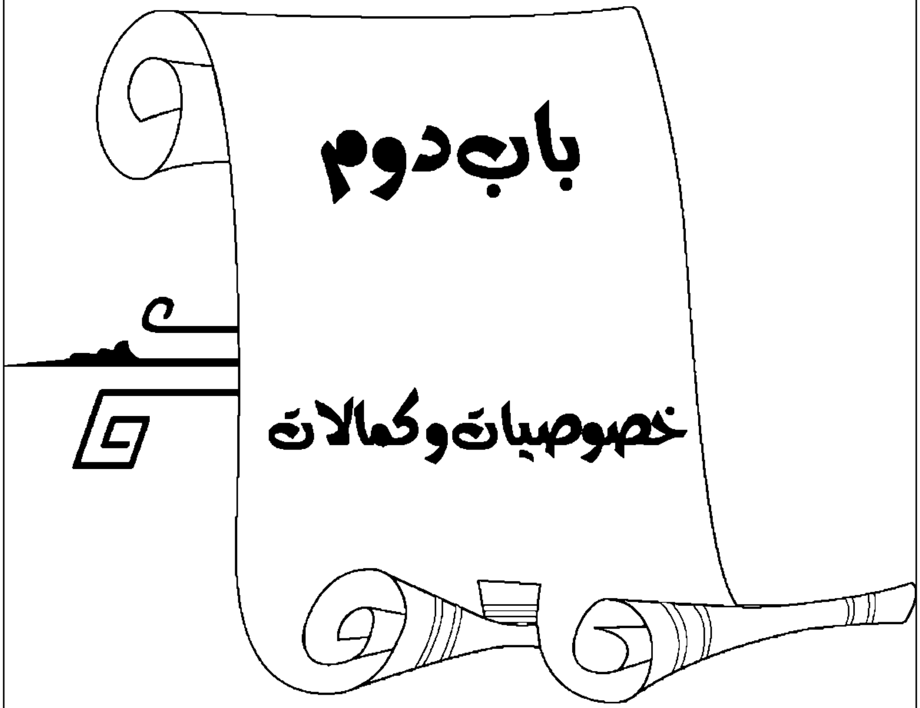

باب دوم

خصوصیات وکمالات

”حضرت مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت طاری ہوئی تھی، جیسے میں اللہ تعالی کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آئی، اور ایسا ہوگیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو آجاتے، اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے، لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی، میں نے کہہ دیا کہ: ’جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت حاصل ہوجاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہوجاتا ہے‘‘، اس میں عجب نفس شامل تھا، بس ساری حالت کافور ہوگئی۔ حضرتؒ نے فرمایا: ’’انشاء اللہ تعالی پھر حاصل ہوجائے گی‘‘، اب تک تو حاصل نہیں ہوئی، لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ تعالی اس ناکارہ روسیاہ پر نظر کرم فرمادیں، اور دوام حضوری عطا فرمائیں۔“

فہم قرآن وفہم حدیث کی حامل ربانی شخصیت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين أما بعد:

اللہ تعالی نے انسانوں کے رشد وہدایت کے لئے رہنمائی کے متعدد انتظامات فرمائے ہیں، قرآن مجید سارے انسانوں کی ضرورت اور ہدایت کے لئے جامع اور ہمہ جہت رہنمائی کے لئے اور حدیث رسول اور سنت نبوی کو ایمان واتباع دین کو عملی شکل میں دیکھنے اور سمجھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے، اس کو صرف علم میں لانے اور احکام کو جان لینے کے لئے نہیں رکھا ہے، بلکہ عمل میں لانے کے لئے ہے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو ان حالات سے گذارا ہے، جن سے دین کو علم سے عمل میں لانے کا فائدہ ہوتا ہے، اور آپ ﷺ کے قول وعمل کو نمونہ اور مثال بنادیا ہے، اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا: **لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا** (احزاب: ۲۱) (تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، یہ اس شخص کے لئے جو اللہ کی بندگی اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہے ، اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا رہا) اور سورۂ نجم میں ہے: **و ماینطق عن الهوى، ان هو الا وحی یوحی** (نجم: ۳-۴) (یہ نبی خواہش نفس کی بنا پر کلام نہیں کرتے، بلکہ ان کا کلام وحی ہے، جو اللہ تعالی کی طرف سے ان کو کی جاتی ہے)۔

دین کو صحیح عملی شکل میں اختیار کرنے کے لئے حدیث وسنت رسول کا علم کامیاب ذریعہ ہے، اگر ہم دین کو اصلی شکل میں اختیار کرنا چاہتے ہیں تو علم حدیث وسنت میں اس کی اصلی جھلک نظر آتی ہے، یہ اللہ رب العزت کی طرف سے اچھا انتظام ہے کہ قرآن سے جامع ومکمل رہنمائی اور حدیث وسنت رسول ﷺ میں اس کی صحیح جھلک دکھائی گئی ہے، لہذا یہ عجیب بات ہوگی کہ ہم دین سے صرف احکام لیں اور ان کی عملی مثال سے اخذ فیض نہ کریں، اس کے بغیر مطابق اصل عمل مشکل ہوگا، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرف اشارہ فرمایا: **صلوا کما رأیتمونی أصلی** (تم اس طرح نماز پڑھو، جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے)، نماز کے تعلق سے یہ بات فرمائی گئی ہے، جو دیگر عبادات وطاعات کے لئے بھی صحیح سمجھی جانے والی بات ہے اور صحابہ کرامؓ کو امت اسلامیہ میں جو امتیاز حاصل ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو جو کرتے دیکھا اور جو کہتے سنا، وہ براہ راست اخذ کرنے کا ذریعہ بنا، پھر انہوں نے آئندہ آنے والی نسلوں کو بجنسہ نقل کرکے بتایا، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا: **ألا فلیبلغ الشاهد الغائب، فرب مبلغ أوعی من سامع**، (جو اس موقع پر موجود ہیں وہ اس کو پہونچادیں جو یہاں موجود نہیں ہے، کیونکہ بسا اوقات جن کو بات پہونچائی جائے وہ پہونچانے والے کے مقابلہ میں زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے)، اسی طرح شریعت اسلامیہ کے امکان وہدایات عملی شکل میں حضور ﷺ سے تا قیامت آنے والوں تک پہونچے اور پہونچ رہے ہیں، حضور ﷺ کی نماز کے سلسلہ میں نقل مطابق اصل بنانے کی مثال دی گئی ہے، اس حدیث میں دین کو عملی شکل میں سیکھنے کی تلقین کی گئی ہے، اور اس طرح سے عمل کے ذریعہ دین کے سب احکام کی تلقین کا سلسلہ قائم ہوا،، اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کو دیکھا اور عمل کیا، اور اللہ تعالی نے اپنے رسول کے قول وعمل کو اپنے قول وعمل سے وابستہ بنادیا، لہذا آپ ﷺ کا قول وعمل قرآن کے قول سے جڑا ہوا ملتا ہے، صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر دین سیکھا، ان سے دین کو دیکھ کر عمل کرنے کا سلسلہ جاری ہوا، ہم میں اکثر افراد نے نماز دیکھ کر سیکھی، بڑوں کو دیکھ کر سیکھا، حضور ﷺ جس طرح نماز پڑھتے تھے، صحابہ کرام نے اس کو اختیار کیا، دین پر عمل کرنے کے لئے دین والوں سے سیکھا، اس طرح دین کل کا کل قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہوگیا۔

قرآن کلام الہی ہے، حدیث اس کی تشریح وتوضیح ہے، قرآن کو دین کا بنیادی مقام حاصل ہے، لیکن

اس کی گہرائی اور متشابہات کی موجودگی کے لحاظ سے تنہا اس پر اکتفاء کافی نہیں قرار دیا گیا، اس کی وضاحت حدیث کے ذریعہ حاصل کرنا ہوتی ہے، قرآن مجید میں تمام انسانوں کو موضوع بنایا گیا ہے، اور اس کو محکمات اور متشابہات میں رکھا گیا ہے، اور یہ فرمایا گیا ہے کہ محکمات کو اصل ذریعہ استفادہ بناؤ اور متشابہات کے سمجھنے میں زیادہ نہ پڑو، متشابہات کے معاملہ میں پڑنے والے برے مقصد کو اختیار کرتے ہیں: **هو الذی أنزل علیک الکتاب منه آیات محکمات هن أم الکتاب وأخر متشابهات، فأما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأویله، ومایعلم تأویله الا الله** ((آل عمران: ۷)۔ (وہ وہی خدا ہے، جس نے آپ پر کتاب اتاری ہے، اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل مدار ہیں، اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں، سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو متشابہ ہے، غلط بات کی تلاش میں اور اس کے غلط مطلب کی تلاش میں، حالانکہ کوئی ان کا صحیح مطلب نہیں جانتا سوائے اللہ کے)۔ اس کے لئے اللہ تعالی نے خود قرآن میں نبی ﷺ کے قول وعمل کو قرآن کے مطابق قرار دیا کہ **ان هو الا وحی یوحی** کہ حضور ﷺ کی بات کو اللہ تعالی ہی کی بات سمجھی جائے، حدیث شریف کے ذریعہ ہم کو اصل وضاحت ملتی ہے۔

اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ جو حضرات حدیث کی تعلیم وتعلم سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا یہ عمل صرف حدیث کو عمل میں لانا نہیں ہے، بلکہ اس کے مطابق عمل اختیار کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے، لہذا جو سنت پر عمل کرتے ہیں، اللہ تعالی کی طرف سے ان کو نورانیت ملتی ہے، اور عملی طور پر اس سے استفادہ کرنے پر ان کے اندر ایک تبدیلی اور انقلاب پیدا ہوتا ہے اور ان پر اتباع سنت کا عکس ہوتا ہے، علم حدیث سے صرف علمی استفادہ نہیں، بلکہ اس کو عملی زندگی میں اتارنا بھی مقصود ہے، حضور ﷺ کی ذات وصفات کو مؤمن کی زندگی کے لئے نمونہ بنایا گیا ہے، غالبا اسی لئے اللہ تعالی نے ان کو زندگی کی ان تمام راہوں سے گذارا، جن سے مؤمن کو گذرنا ہوسکتا ہے، حضور ﷺ پر مشکل حالات بھی آئے اور آسان بھی، دونوں طرح کے حالات اس لئے تھے، تاکہ مؤمن کو پیش آنے والے ہر طرح کے حالات میں لوگوں کے لئے نقل واتباع آسان ہو، غزوۂ بدر، حدیبیہ اور خندق کے موقع پر سخت حالات آئے، یہ اس لئے تھے، تاکہ امت کے لئے ان حالات میں بھی رہنمائی سامنے آئے، اس طرح زندگی کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جس کا حل سنت وسیرت میں موجود نہ ہو،

حدیث رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا عکس ہے، محدثین نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھا، وہ دین کے صحیح محافظ اور صحیح ناقل ہیں، ان کی خدمت حدیث کی کوششوں کی اہمیت کا انکار کرنا دین کی ترجمانی کو ناقص بنانا ہے، جو حضرات خوش نصیبی سے اشتغال بالحدیث رکھتے ہیں ان کو اس ناحیہ سے خدمت حدیث شریف کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالی نے حدیث وسنت کو اس بات کا ذریعہ بنایا کہ ہم دین کو حضور ﷺ کے قول وعمل کے ذریعہ حاصل کریں، اس کے لئے اللہ تعالی نے یہ مقدر فرمایا، اس لئے بڑے بڑے علماء اور محدثین پیدا فرمائے، اور دین پر عمل کرنا آسان بنایا، عصر جدید کے یورپ زدہ مختلف افراد ہیں، جن کو مستشرقین کے نام سے جانا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ دین اسلام کے لئے قرآن کافی ہے، احادیث ضروری نہیں، جب کہ حدیث شریف قرآن ہی کی وضاحت ہے، آپ ﷺ نے قرآن ہی کو اپنی عملی زندگی میں پیش کیا، اس طرح قرآن و حدیث الگ الگ نہیں ہیں، بلکہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، جس کا تعلق حدیث سے کمزور ہوگا، اس کا دین سے بھی تعلق کمزور ہوگا، قرآن میں آیا ہے کہ کچھ افراد ایسے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے، قرآن کے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں فتنہ اور غلط تاویل کے لئے، لیکن اہل ایمان دین کو صحیح اور کامل طور پر سمجھنے کے لئے محکمات القرآن کو حدیث شریف کے ساتھ صحیح دین کو سمجھتے ہیں۔ محدثین نے ہمیشہ محکمات قرآن کے ساتھ حدیث کو موضوع بنایا، اور اسی مشن پر اپنے آپ کو لگایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کے سیرت واخلاق کیسے تھے؟ فرمایا: ویسے جیسا قرآن میں ملتا ہے۔

اسی طرح علم حدیث میں مشغول ہونے والے حضرات کے لئے بڑی بشارتیں ہیں، حدیث میں آیا ہے: **نضر اللہ امرءا سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه غیرہ** (اللہ تعالی تروتازہ رکھے اس کو جس نے میری حدیث سنی، اور اس کو یاد کی، اور دوسری کو بلا کم وکاست پہونچایا)۔ (سنن ابوداود: ۳۶۵۲، سنن ترمذی: ۲۶۵۶)، میں کئی ایسے افراد کو جانتا ہوں کہ انہوں نے پوری زندگی حدیث کا اشتغال رکھا اور سنت پر عمل کیا تو ان کے چہرے پر وفات کے وقت اس کے اثرات نمایاں تھے، ایسی شخصیات میں دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ، اور ہمارے استاذ حدیث مولانا شاہ حلیم عطا علیہ الرحمۃ، اور دار العلوم دیوبند کی مایہ ناز شخصیت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، اور ان کے بعد وہاں کے شیخ

الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور جامعہ مظاہر علوم میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنیؒ، اور ان کے جانشیں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے اور اب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے مظاہر علوم میں جانشیں و شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری جن کا کل سہارنپور میں انتقال ہوا، بہت ممتاز نظر آئے، اور ان کے جنازہ میں غیر معمولی اژدحام سے ان کی مزید تائید اور مقبولیت ظاہر ہوئی، یہ سب برکت تھی اس کی جو انہوں نے حدیث شریف کی خدمت کی، اور آخر وقت تک اس کا مطالعہ جاری رکھا، اور اس کے فیض کو دوسروں میں منتقل کرنے کا جو جذبہ تھا اس سے کام لیا، ان میں ربانیت کی صفت تھی، اس صفت نے ان کو بہت سے اساتذہ اور معاصر علماء میں ممتاز کیا، انہوں نے اس فن میں بڑی ترقی کی، اور ان کا شہرہ برصغیر سے نکل کر بلاد عربیہ میں بھی ہوا، وہ بلاشبہ عظیم محدث اور ایک باکمال استاذ تھے، انہوں نے پوری زندگی علم حدیث کے لئے وقف کردی تھی، اور اس کے لئے دنیا کے دوسرے پہلوؤں سے اپنے کو دور کرلیا تھا، ان کی شخصیت کی تشکیل میں ایسے اساتذہ تھے، جنھوں نے ان کو اس عظیم مشن کے لئے تیار کیا، اگرچہ ان کو حضرت مولانا اسعد اللہؒ اور دوسرے بڑے اساتذہ سے استفادہ کا موقع ملا تھا، لیکن وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خاص شاگرد تھے، جنہوں نے اپنی توجہ خاص سے مولانا محمد یونس کو یگانہ روزگار بنادیا تھا، اور اپنی زندگی میں امظاہر علوم جیسے باوقار حدیث کے علمی مرکز کا ان کو شیخ الحدیث کا منصب بڑوں کی موجودگی میں جن میں ان کے کئی بڑے اساتذہ شامل تھے ان کے علمی فضل و کمال کو محسوس کرتے ہوئے کم عمری میں ان کے حوالہ کیا، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی مولانا محمد یونس کو بہت تعلق خاطر رہا ہے، وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے، اس کی خاص وجہ یہ بھی ہے کہ مولانا یونس کا تعلق جونپور سے تھا، اور جونپور اور اس کے اطراف میں مولانا کے خانوادہ کے ایک بزرگ مولانا محمد امین نصیر آبادی اور خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نانا حضرت شاہ سید ضیاء النبی حسنی علیہ الرحمۃ کی دعوتی کوششوں کا زبردست اثر رہا ہے، گویا مولانا یونس صاحب دل میں اس کی قدر سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ پوری عقیدت احترام کے ساتھ باوجود اپنے علمی وزن کے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے حدیث کی سند لینے کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سفر کیا، اور باقاعدہ اس کی اجازت حاصل کی، یہ چیز ندوہ کے اساتذہ و طلبہ میں ان سے عقیدت بڑھنے کا سبب بنی، اور یہاں کے

اساتذہ وطلبہ کا وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں استفادہ کے لئے جانے کا آخر تک سلسلہ رہا، اور جیسا کہ اپنی تقریر میں مہتمم دار العلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی نے کہا کہ: مولانا محمد یونس سچے عاشق رسول تھے، علم حدیث سے ان کا تعلق ایسا اٹوٹ تھا کہ وہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا، صحت وتندرستی، بلکہ بیماری کے زمانہ میں بھی اس کو باقی رکھا، اور اسی تعلق میں وہ دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی مجلسوں کے حاضر باش اور معتمد علیہ تھے، تربیت اور معرفت الٰہی حضرت شیخ سے حاصل کیا، اور خدمت میں علمی تبحر کے ساتھ روحانی سلسلہ میں خلافت سے بھی سرفراز ہوئے اور یہ خصوصیت ان کو اپنے دوسرے استاذ ومربی حضرت مولانا اسعد اللہ علیہ الرحمۃ سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے بھی حاصل تھی، اور اس جامعیت کی وجہ سے ان کی مقبولیت اور محبوبیت میں اور اضافہ ہوا، بخاری شریف کا اکثر حصہ انہیں یاد تھا اور محدثین کے اقوال بھی انھیں از بر تھے، بغیر کتاب دیکھے ان کو سنا دیا کرتے تھے، حضرت شیخ سے علم حدیث سیکھا اور اس کا حق ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو جو علم ودعوت وارشاد اور تدریس کے راستے میں انہوں نے انجام دیں قبول فرمائیں اور ان کے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنائیں اور ان کے مراتب کو خوب بلند فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

* * *

حضرت شیخ محمد یونس مظاہریؒ

علم وعمل کی جامع، ایک قابل رشک شخصیت

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی
مدیر البعث الاسلامی، ندوة العلماء، لکھنؤ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس مظاہری ۱۶ رشوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ جولائی ۲۰۱۷ء کو دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا محمد یونس مظاہریؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے محبوب شاگرد تھے، انہوں نے ان سے تعلیم حاصل کی، اور طریقہ تدریس میں بھی استفادہ کیا، اور مظاہر علوم کے دیگر اساتذہ سے بھی استفادہ کیا، اور اس فن میں کمال حاصل کیا، سند ورجال حدیث میں ایک امتیازی شان کے مالک تھے، مظاہر علوم سے فراغت کے بعد وہیں استاذ مقرر ہوئے، ۱۳۸۸ھ میں شیخ الحدیث کے باوقار منصب پر فائز ہوئے، اور وفات تک یہ سلسلہ رہا، ان کی نمایاں خدمات میں صحیح بخاری کی شرح وحواشی ہیں، ان کے شاگردوں نے ان کی یہ تحقیقات جمع کی ہیں، نوادر الفقہ، نوادر الحدیث اور الیواقیت الغالیہ، کتاب التوحید فی الرد علی الجہمیہ وغیرہ ہیں۔

مولانا محمد یونس مظاہریؒ نے اپنا اصلاحی اور تربیتی تعلق بھی حضرت مولانا اسعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے رکھا، چنانچہ حضرت شیخ نے انھیں خلافت سے بھی نوازا، ان کو چاروں سلاسل میں اجازت حاصل تھی، اس نسبت کو انہوں نے ظاہری شان کے لئے کبھی نہیں استعمال کیا، بلکہ اس کے ذریعہ اصلاح باطن پر ساری توجہ مرکوز کی، اللہ تعالی نے ان کو حدیث رسول ﷺ پڑھنے

پڑھانے کی توفیق دی تھی، اس لئے وہ اس مشن کو بحسن وخوبی انجام دیتے تھے، انھیں یقین تھا کہ نبوت محمدی کے اصول چہارگانہ میں تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے، اسی سے ایک انسان کی زندگی کامل ومکمل ہوتی ہے، ورنہ وہ کتابی علم کے ذریعہ صرف نقوش تک پہونچتا ہے، نفوس کو فائدہ پہونچانے سے عاجز ہوتا ہے۔

علم حدیث ان کا اختصاصی موضوع تھا، اس فن کے تمام گوشوں سے وہ واقف تھے، ان کو کئی معتبر مشائخ سے اجازت حدیث بھی حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ ملک وبیرون ملک علماء ومشائخ ان کے پاس اجازت حدیث کے لئے حاضر ہوتے تھے، مولانا محمد یونس سچے عاشق رسول تھے، علم حدیث سے ان کا تعلق ایسا اٹوٹ تھا کہ صحت وتندرستی، بلکہ بیماری کے زمانہ میں بھی اس کو باقی رکھا، اوراسی تعلق میں وہ دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کی مجلسوں کے حاضر باش اور معتمد علیہ تھے ، بخاری شریف کا اکثر حصہ انہیں یاد تھا اور محدثین کے اقوال بھی انہیں ازبر تھے، بغیر کتاب دیکھے ان کو سنادیا کرتے تھے، حضرت شیخ سے علم حدیث سیکھا اوراس کا حق ادا کیا۔

مولانا محمد یونس مظاہریؒ کی مقبولیت کا راز نہ طویل تدریسی تجربات میں مضمر ہے، نہ زمان ومکان کے حدود میں، بلکہ ان کی عنداللہ وعندالناس مقبولیت کا راز علم حدیث سے اشتغال اوراس کی نشر واشاعت میں ہے، وہ پورے پچاس سال صحیح بخاری کا درس دیتے رہے، اس درمیان ہزاروں محدثین ان کے خوان علم سے مستفید ہوئے، اللہ تعالی نے ان کو حدیث کی خدمت کی بدولت بے شمار حدیثی خصوصیات سے نوازا تھا، وہ ایک طرف حدیث شریف کے اچھے استاذ، اوراس کے ناقل وحافظ تھے، تو دوسری طرف ان کے معانی میں پوری درک وبصیرت رکھتے تھے، گویا فہم حدیث اور نقل حدیث میں یکساں کمال رکھتے تھے۔ روایت و درایت کے لحاظ سے بھی درجہ کمال تک پہونچے ہوئے تھے۔ اسی حدیث کی برکت سے وہ بشارت نبوی کے مستحق رہے، جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالی شاداب رکھے، اس کو جس نے مجھ سے حدیث سنی اوراسے یادرکھا اور دوسروں تک پہونچایا۔

حدیث میں موجود ربانی اورر ایمانی اوصاف کے شیخ محمد یونس مظاہری مکمل نمونہ تھے، وہ ربانیت کے اعلی درجہ پر فائز تھے، تعلق مع اللہ اور قرب الہی کی دولت سے مالا مال تھے، اخلاص، تقوی، شکر، صبر، قناعت، توکل علی اللہ جیسی صفات سے متصف تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی در کے سوالی نہیں رہے،

اسی سے لولگانا، اسی سے مانگنا، مسائل ومشکلات میں اسی کی طرف رجوع کرنا ان کی طبیعت ثانیہ تھی، مزید یہ کہ وہ سنت نبوی پر پوری طرح عامل تھے، ان کا کردار قرآنی وحدیثی تھا، ان کے ذریعہ ہزاروں بندگان خدا نے فیض اٹھایا، اور تاحین وفات یہ سلسلہ جاری رہا۔

مولانا محمد یونسؒ نے اگرچہ تصنیفات کا ذخیرہ نہیں چھوڑا، لیکن ان کے شاگردوں کے ذریعہ یہ عمل بھی پائے تکمیل کو پہونچا، انہوں نے پوری زندگی صحیح بخاری کی خدمت کی اور ۵۰ رسال تک اس کا تسلسل سے درس دیا، اس طرح خدمت کتاب وسنت کی عظیم سعادت ان کے حصہ میں آئی، ان کا مزاج تحقیقی تھا، وہ سرسری کسی بات کے ذکر کرنے کے قائل نہیں تھے، حوالہ جات کے اہتمام سے اپنی تحقیقات کو مزین کرتے، الیواقیت الغالیہ ہو یا نوادر الفقہ ونوادر الحدیث، ہر جگہ یہی جذبہ تحقیق کارفرما نظر آتا ہے۔ ذیل میں ان کی تحقیق کا ایک نمونہ ذکر کیا جاتا ہے:

”سوال: حضرت اقدس حکیم الامت (مولانا محمد اشرف علی تھانوی) قدس سرہ نے بہشتی زیور میں نزول عیسی علیہ السلام کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ عصر کے وقت نزول ہوگا، مولانا بدر عالم صاحب نے ترجمان السنہ تیسری جلد میں جن روایتوں کو جمع فرمایا ہے ان میں وقت نزول صبح کا ذکر ہے، آپ براہ کرام تتبع فرما کر اور قیمتی وقت لگا کر اطمینان سے قول فیصل تحریر فرمائیں (مفتی محمود داؤد یوسف، رنگون)۔

مولانا محمد یونس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

”حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نزول کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں، جو سو سے بھی متجاوز ہیں، لیکن عام طور سے صرف نزول کا ذکر ہے، نماز وصلاۃ کا ذکر نہیں اور بہت سی احادیث میں صلاۃ کا بھی ذکر ہے، لیکن تعیین میں صرف پانچ روایات ہیں، جو پانچ صحابہ سے مروی ہیں: جابر بن عبداللہ، ابوامامہ باھلی، عثمان بن ابی العاص، حذیفہ بن الیمان، حذیفہ بن اسید، پھر مولانا یونس صاحب نے یہ روایات ذکر کی ہیں، آگے تحریر کرتے ہیں، ان ساری روایات سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول صبح کے وقت ہوگا۔ بندہ کو باوجود بار بار تقلیب اوراق کے کسی روایت میں یہ نہیں ملا کہ نزول عیسی عصر کے وقت ہوگا، اور بہشتی زیور میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حضرت اقدس شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی کے قیامت نامہ سے لیا گیا ہے، ملاحظہ ہو قیامت نامہ (ص ۱۴) مطبوعہ ہمدرد پریس، دہلی،

حضرت شاہ صاحب نے یہ مضمون علامہ محمد بن عبد الرسول البرزنجی کی کتاب الاشاعۃ (۱۶۹) سے لیا ہے، اور خود صاحب الاشاعۃ نے شیخ اکبر محی الدین عربی سے نقل کیا ہے۔ لیکن شیخ اکبر نے کسی روایت کو اسناد میں پیش نہیں کیا ہے، آگے (۳۳۰ج ۳) حضرت نواس بن سمعان کلابی کی طویل حدیث بطریق امام ترمذی نقل فرمائی ہے، جو مسلم شریف میں بھی ہے، مگر اس میں کہیں بھی صلاۃ العصر کی تعیین وارد نہیں ہے، اور نہ ہی حفاظ حدیث میں سے کسی نے ذکر کیا ہے"۔ (بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۸/ ۵/ ۱۳۹۱ھ) ماخوذ حراء کا پیغام سہارنپور نومبر ۲۰۱۵ء۔

اس تدقیق وتحقیق سے مولانا محمد یونس صاحب نے ایک مسئلہ کو حل کیا، یہی علمی ذوق ان کا زندگی بھر رفیق رہا۔ طلباء اور جویان علم اسی کا جام پلاتے رہے، یہاں تک کہ وقت موعود آیا، اور راہی آخرت ہوئے۔

غفر اللہ لہ وأسکنہ فسیح جناتہ وألہم جمیع المنتمین الیہ الصبر والسلوان۔

***

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے افادات میں

علم وتحقیق کے بعض نئے گوشے

حضرت مولانا بدرالحسن القاسمی (کویت)

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے کمالات اور علم حدیث میں ان کی مہارت اور تمام متعلقہ فنون پر ان کی گرفت کا ذکر اجمالی طور پر میں مضمون کے پہلے حصہ میں کرچکا ہوں۔ البتہ بعض امور کی طرف عام مضمون میں اشارہ کی گنجائش نہیں تھی جن سے اہل علم یا طلبہ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

دراصل مولانا کے ''افادات'' پر مشتمل 'الیواقیت الغالیۃ' کی چار جلدیں، بخاری شریف کے آخری ابواب کی ''کتاب التوحید'' کے نام سے شائع شدہ شرح اور ''نبراس الساری'' کے نام سے شائع ہونے والی صحیح بخاری کی پہلی جلد یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ مولانا کا مطالعہ بیحد وسیع ان کی قوت حفظ بے مثال اور علمی اور اختلافی مسائل میں دلائل کے ساتھ گفتگو کرنے کی صلاحیت ان میں بے پناہ تھی اور ان کا ذہن تقلیدی نہیں اجتہادی خصوصیات کا حامل تھا۔ اور ایک مخصوص ماحول میں رہنے کے باوجود وہاں کی روایات کا مکمل طور پر پابند نہیں تھا۔

البتہ ان کی زندگی کا وہ پہلو جو ان سے عقیدت رکھنے والوں اور ان کے حنفی شاگردوں کے لئے بظاہر الجھن کا ہے اور جس کا اظہار بعض حلقوں کی طرف سے ان کی زندگی میں کیا جانے لگا تھا۔ وہ زندگی کے آخری سالوں میں ان کی خاص کیفیت اور وہ مسائل جن میں ہر مذہب اور ہر مکتب فکر والوں کی کوشش اپنے مذہب کی ترجیح کی ہوتی ہے اور شروح حدیث کا وہی امتیاز سمجھا جاتا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فقہ شافعی کی تائید میں۔ علامہ عینیؒ فقہ حنفی کی تائید میں اور ابن بطالؒ مالکی مذہب کی تائید میں دلائل فراہم کرتے نظر آتے ہیں۔

لوگوں کو حیرت اس لئے بھی زیادہ ہوتی ہے کہ مولانا کی تعلیم وتربیت مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی اور ان کی فکری ونظری اور علمی وعقلی صلاحیتوں کی تکمیل وتشکیل مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی ’’بذل المجهود‘‘ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی ’’اوجز المسالک‘‘، ’’لامع الداری‘‘ اور ’’الکوکب الدری‘‘ کی ترتیب و تدوین اور طباعت واشاعت کے ساتھ ہوئی اور یہ کتابیں وہ ہیں جن میں احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں نقلی وعقلی دلائل فراہم کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور خود مولانا کی تدریس کا بیشتر مواد ان کتابوں سے حاصل شدہ تھا گو کہ ان کی بلند نگاہی اور عالی ہمتی نے ان کتابوں کے اصل مصادر اور دیگر مراجع ومآخذ سے براہ راست استفادہ کی راہ کھول دی تھی چنانچہ متقدمین ومتاخرین کی تمام کتابیں انکی نظروں میں ہوتی تھیں اس پر جب وہ خود اپنی برسہا برس کی تدریسی زندگی کے طریقہ اور منہج کے برخلاف پوری جرأت سے یہ فرمانے لگیں کہ:

’’إني لا أقلد في هذه المسائل أحداً لا شيوخي ولا غيرهم (میں ان مسائل میں کسی کی تقلید نہیں کرتا نہ اپنے اساتذہ اور شیوخ کی اور نہ کسی اور کی)۔

یا یہ کہیں کہ:

’’أنا على مذهب السلف في الاعتقاد‘‘ (میں عقیدہ میں سلف کے مذہب ومسلک پر ہوں)۔ یا یہ ارشاد فرمائیں کہ:

’’یا ابني خذ مني کلاما ولا تنقله إلا بعد وفاتي، کیلا تثار الفتن علي۔ إني نشأت حنفياً ثم لما اکرمني الله بالحديث الشريف تساقطت كل التسميات أمامي وصوت بخاريا في الأصول والفروع۔ (بیٹے، میری یہ بات یاد رکھیو لیکن میرے حوالہ سے میری وفات کے بعد ہی بیان کرو تا کہ میرے خلاف فتنہ نہ ہو۔ میری نشوونما ایک حنفی کی حیثیت سے ہوئی لیکن جب اللہ رب العزت نے مجھے حدیث شریف کے فن سے نوازا تو ساری نسبتیں مٹتی چلی گئیں اور میں اصول وفروع سب میں ’’بخاری‘‘ بن گیا اور صرف یہی نسبت باقی رہ گئی)۔

ان کے ایک عرب شاگرد زیاد التکلہ نے ان کے بعض ارشادات تاریخ وار جمع کئے ہیں اور اکرم ندوی صاحب کی مرتب کردہ ’’مولانا کی اسانید پر مشتمل کتاب الفرائد میں ضمیمہ کے طور پر شامل کیا ہے ان میں سے

بعض یہ ہیں:

- وہ عقیدہ وفقہ میں امام بخاریؒ کے مسلک پر ہیں۔
- جو بھی ثابت سنتیں ہیں ان پر ان کا عمل ہے مثلاً سفر میں ''جمع بین الصلاتین'' (دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنے) کا ہے۔
- وحدۃ الوجود کے قائلین پر وہ سخت نکیر فرماتے ہیں۔
- سنن اربعہ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ) میں ضعیف وموضوع روایتوں کی تحقیق انہوں نے شیخ محمد ناصرالدین البانی سے پہلے کی لیکن ربع صدی سے زائد عرصہ تک اس کو شائع کرنے کی ہمت نہیں کی تا کہ ان کے خلاف فتنہ نہ ہو، شیخ البانی کی ''ضعیف'' اور ''صحیح'' روایتوں کا سلسلہ سامنے آیا تو انہوں نے بھی اپنی تحقیق منظر عام پر لانے کی اجازت دی۔

مولانا یونس صاحبؒ کا محدثین کی طرف رجحان تو حیرت انگیز نہیں ہے کہ علم حدیث ہی ان کی شناخت تھی اور روایت حدیث فن جرح وتعدیل اور اسماء الرجال میں بھی ان کی برسوں کی زندگی کے شب وروز گذرے البتہ آخری سالوں میں ''ظاہریت'' کی طرف میلان ان کے بعض عقیدت مندوں کے لئے لائق تعجب ضرور تھا لیکن اس کے اسباب میری نظر میں علمی سے زیادہ ان کی نفسیاتی حالت، طویل بیماری، مجرد زندگی اور تدریس اور طلبہ کے ماحول میں زندگی گزارنا ہی ساتھ ہی استفادہ کرنے والوں پر ان کا علمی رعب اور بحث ومناقشہ کے ماحول سے دور زندگی کا زیادہ دخل ہے۔ چنانچہ ان کی درسی تقریروں اور بعد کے رجحانات میں نمایاں فرق دیکھا جاسکتا ہے مثال کے طور پر صحیح بخاری کے آخری ابواب کی شرح دیکھی جائے تو اسمیں نمایاں طور پر بعد کے رجحان سے مختلف ان کا نقطہ نظر اور ان کی تحقیق کا انداز ہے۔

''الیواقیت الغالیۃ'' کی چوتھی جلد میں انھوں نے وہی روایتیں جمع کی ہیں جو سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں ضعیف اور موضوع قرار دی گئی ہیں ایسی روایتوں کا انہوں نے جائزہ لیا ہے اور ایسی تمام روایتوں کے باب میں انہوں نے ناقدین کا کلام تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور بعض روایتوں کے بارے میں اپنی رائے صراحت کے ساتھ ظاہر کی ہے یا اتنا مواد جمع کر دیا ہے جن سے ان کے ''ضعیف'' یا ''موضوع'' ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

جب کتاب چھپ کرآئی تو میں مدینہ منورہ میں تھااور مولانا بھی اپنے معمول کے مطابق اواخر شعبان میں رمضان کے عمرہ اورزیارت کے لئے وہیں تشریف فرماتھے، انکے شاگرد خاص اورانکے ہم نام مولوی یونس نے کہا کہ کتاب کاایک ہی نسخہ آیا ہے جوابھی مولانا کے پاس ہے وہ اس پرنظر ڈال رہے ہیں تو میں نے کہا کہ مجھے ایک شب کے لئے دیدو کل میں واپس کردونگا۔ چنانچہ میرے پاس آئی اور میں نے ایک سرسری نظراس پرڈالی جب واپس کرنے کاارادہ کیا تو مولانا نے ازراہ کرم وہ نسخہ مجھے ہدیہ کردیا اور کتاب اپنے پاس رکھ لینے کی اجازت دیدی، ملاقات کے دوران میں نے عرض کیا کہ ایک حدیث کے بارے میں آپ نے لکھاہے کہ ابھی میں استخارہ کررہاہوں، توکیا استخارہ کے ذریعہ بھی حدیث کو''صحیح''یا''ضعیف''قراردیا جاسکتاہے؟ تو مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ دراصل جس حدیث پر مجھے اطمینان نہیں ہوتا وہاں میں اس طرح کی باتیں لکھتاہوں۔

درحقیقت یہ''نبیذ تمر''سے وضو کے جواز کے لئے ذکر کی جانے والی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی لیلۃ الجن والی وہ روایت ہے جسے احناف اپنے مذہب کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اور جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضور نے حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت فرمایا کہ تمہارے برتن میں کیاہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ''نبیذ'' ہے یعنی پانی میں چند کھجوریں ڈالی گئی ہیں تو آپؐ نے فرمایا:''ثمرة طيبة وماء طهور''(پاکیزہ پھل اور پاک پانی ہے)۔اور آپ نے اس سے وضو فرمایا۔

اس حدیث کے بارے میں ناقدین حدیث اورعلماء جرح وتعدیل کا کلام نقل کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں:

”ولهذا الحديث طرق أخر ذكرها الجمال الزيلعي وغيره وكلها معلولة وقد يقال: إن للحديث أصلاً فإنه تكاثرت طرقه وتباينت مخارجه والذي يختلج في قلبي أن النبيذ الذي تحلت فيه التمر۔ لا يرغب أحد في استعماله على ظاهر البدن للزوقه، فكيف النبيﷺ؟ وهذا الحديث لم ينشرح به الصدر وأنا أستخير الله تعالى فيه“۔ (الیواقیت ۴/۱۹۲ حدیث نمبر:۲۱)۔

(یہ حدیث مذکورہ طریقوں کے علاوہ بھی دوسری سندوں سے مروی ہے جیسا کہ علامہ زیلعی نے ذکر کیا

ہے لیکن تمام سندیں کمزور ہیں ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اس حدیث کی بنیاد تو ہے کیونکہ وہ بہت سے طریقوں اور مختلف سندوں سے مروی ہے لیکن میرے دل میں جو بات کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ ''نبیذ'' جس میں کچھ کھجورین تحلیل ہوگئی ہوں اس کو اپنے ظاہر جسم پر استعمال کرنے کے لئے کوئی شخص تیار نہیں ہوگا کیونکہ اس میں چکناہٹ پیدا ہوجاتی ہے اور وہ بدن پر چپکنے لگتا ہے۔ تو حضور ﷺ اس کو کیسے استعمال کرسکتے ہیں، چنانچہ اس حدیث کے بارے میں مجھے ابھی شرح صدر نہیں ہوسکا اور میں اس کے بارے میں اللہ تعالی سے استخارہ کرونگا)۔

''ثمانية أوعال'' والی حدیث (جس میں عرش الہی کو اٹھانے والے آٹھ ایسے پہاڑی بکروں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے کُھر اور گھٹنوں کے درمیان ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی مسافت ہے اور ان کی پشت پر عرش الہی ہے جس کے نیچے اور اوپر کی سطح کے درمیان ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی مسافت اور ان کی پشت پر وش الہی ہے جس کے نیچے اور اوپر کی سطح کے درمیان ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کی مسافت ہے الخ) جسے بعض لوگوں نے اسرائیلیات میں شمار کیا ہے، امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر میں عبداللہ بن عمیرہ کے احنف سے سماع کا انکار کیا ہے، امام مسلم نے صرف سماک بن حرب کے عبداللہ بن عمیرہ سے روایت کا ذکر کیا ہے اور ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا گو کہ ابن خزیمہ اور حاکم نے روایت کی تصحیح کی ہے۔

میں نے مولانا سے عرض کیا کہ آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ بعض محدثین نے اس پر سخت تنقید کی ہے، علامہ کوثریؒ نے ''اسطورة ثمانية أوعال'' آٹھ بکروں کا افسانہ کے عنوان سے پورا ایک مضمون ہی لکھ دیا ہے مولانا نے ان باتوں کی تائید کی لیکن انکی نظر میں علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ کی تصحیح تھی۔ اس لئے انہوں نے حدیث کے بارے میں یہ موقف اختیار کیا ہے۔

''لاتنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها'' (اس کی خالہ اور پھوپھی کے نکاح میں ہونے کی صورت میں کسی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے) صحیح مسلم کی روایت (۳۲، ۱۴) اس کے بارے میں بھی احناف کے طریق استدلال پر مولانا پر اطمینان نہیں تھا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"''مذهب الحنفية أن الزيادة على النص نسخ وعندهم الظني لاينسخ القطعي وهو آية

المحرمات فکیف الجواب؟

(احناف کا مذہب گویہ ہے کہ نص کے اوپر زیادتی اسکو منسوخ کرنے کے حکم میں ہے اور "ظنی" سے قطعی کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا پھر ان ک یہاں اس کا حل کیا ہے؟)

پھر فرماتے ہیں: "" **قالوا المشهور يزاد به على الكتاب ولكن اشترطوا فيه التواتر في الطبقات الثلاثة الأولى وبذا غير موجود ہنا، فمذهب الجمهور أولي وأوضح**"۔

(وہ کہتے ہیں کہ روایت اگر مشہور ہو تو اس سے زیادتی کی جاسکتی ہے لیکن مشہور ہونے میں انہوں نے شرط یہ لگائی کہ وہ شروع کے تین طبقات میں متواتر ہو جو یہاں نہیں ہے اس لئے جمہور کا مذہب بھی واضح و راجح ہے)۔

ایک مشہور اختلافی مسئلہ "بیع مصراۃ" دودھ دینے والے جانور کے تھن میں دودھ کو روک کر فروخت کرنے کا ہے، صحیح مسلم کی روایت کا نمبر ۱۵۲۴ ہے اس میں "**والا فلیردوھا و صاعا من تمر**" آیا ہے، لیکن احناف اسکی توجیہ کرتے ہیں اور شریعت کے عمومی قواعد کی روشنی میں ایک "صاع تمر" بدلے کے طور پر دیئے جانے کے قائل نہیں ہیں۔

مولانا اس پر اپنے ایک عرب شاگرد کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"**مسألة المصراة واضحة وقول من أعله لا أقبله، فإذا مت فاظهروا قولی فإن أہل البلد لا يتحملون المخالفة في مثل هذه المسائل الظاهرة**"۔

(مصراۃ کا مسئلہ واضح ہے اور جن لوگوں نے اس کی توجیہ کی ہے یا اس پر نقد کیا ہے ان کی بات میں نہیں مانتا۔ میری اس طرح کی باتوں کو میرے مرنے کے بعد ظاہر کرنا کیوں کہ بارے میں ان کے مخالفت کو ہمارے یہاں کے لوگ ہرگز برداشت نہیں کرسکیں گے۔

عقیدہ سے متعلق مسائل میں ایک جگہ فرماتے ہیں:

"**والصواب إثبات الفوقية لله جل وعلا ولا أذهب الى اقوال المتكلمين**"۔ (صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے فوق کی جہت ثابت کی جائے اور میں اس طرح کے مسائل میں متکلمین کے اقوال اختیار نہیں کرتا)۔

”إن اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ“ (اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا) کے بارے میں فرماتے ہیں:

”الإمام أحمد یحمل علی ظاهره وینبغي السکوت عن التأویل وامرارها علی ظاهره“

امام احمد نے ظاہر پر محمول کیا ہے چنانچہ مناسب ہے کہ تاویل سے باز رہا جائے اور اس کو ظاہر پر ہی محمول کیا جائے۔

اعتقاد أبي عبد اللہ البخاری جب ان کے سامنے انکے بعض شاگردوں نے پڑھی تو انہوں نے فرمایا:

”**وهذه عقیدتي**“ (میرا عقیدہ بھی یہی ہے)۔

امام ابوجعفر الطبری کی کتاب ”صریح السنہ“ ان شاگردوں نے ان کے سامنے پڑھی جس میں ایمان گھٹنے اور بڑھنے (الایمان یزید وینقص) کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ (احناف کی رائے کے برخلاف) ایمان میں زیادتی اور نقصان کا قائل ہوں۔

اسی طرح امام دارقطنی کی کتاب الصفات پڑھی گئی تو اس میں وہ حدیث آئی جس میں اللہ رب العزت کے بارے میں ذکر آیا ہے کہ جب جہنم کا پیٹ نہیں بھرے گا اور سب کچھ ڈالنے کے بعد بھی ہل من مزید؟ (اور کچھ ہے؟) کی آواز لگائے گی تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا پاؤں (”رجل“ ساق) رکھے گا تو اس کے بارے میں شیخ یونس نے فرمایا کہ:

”**أما أنا فاقول بظاهر ما جاء في أحادیث**“ (احادیث میں جو آیا ہے اس کے ظاہر کا قائل ہوں یعنی اس میں کسی طرح کی تاویل نہیں کرتا)۔

اسی طرح جب اس روایت کا ذکر آیا کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ:

”**یا أبا القاسم أبلغک أن اللہ عز وجل یحمل الخلائق عن اصبع، والسموات علی أصبع والأرضین علی أصبع، والشجر علی أصبع والثری علی إصبع**“؟

تو حضور اکرم ﷺ اس طرح ہنسے کے آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت نازل فرمائی:

"وما قدروا اللہ حق قدره والأرض جميعاً قبضته يوم القيامة" تو شیخ یونسؒ نے فرمایا کہ ہم اللہ کے لئے اصابع کو ثابت کرتے ہیں لیکن اشاعرہ اس کا انکار کرتے ہیں جبکہ اس کے بارے میں دس حدیثیں وارد ہوئی ہیں، اس لئے ان کا مذہب غلط ہے۔

اسی طرح ''وجہ'' کے بارے میں بھی فرمایا کہ:

"نثبت وجه اللہ تعالی یلیق بجلاله'' (میں اللہ کے لئے اس کے شایان شان ''وجہ'' کے بھی قائل ہیں اور اسے ہم ثابت کرتے ہیں)۔

اسی طرح اور مسائل میں بھی انہوں نے محدثین یا اصحاب ظواہر کی رائے اختیار کی۔ سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر ۱۴۶ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ:

احناف عام موزوں پر مسح کو جائز نہیں سمجھتے لیکن میں نے جب سے سنا ہے کہ ہمارے شیخوں کے شیخ مولانا حسین احمد مدنیؒ موزوں پر مسح کیا کرتے تھے تو ضرورت کے وقت میں بھی مسح کرنے لگا ہوں۔ (الفرائد، ۱۹۳)۔

اذان کی مشروعیت سے متعلق ابوداؤد کی حدیث نمبر ۹۹ جس میں عبداللہ بن زید کے خواب کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ:

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضور ﷺ نے عبداللہ بن زید کا خواب سننے کے بعد فرمایا کہ:

"قد سبقک الوحی" فالشرع لا یؤخذ من المنام فقط بل ھو ثوبت بالوحی وبأمر النبی ﷺ وھو حدیث قولی اضافة إلی اقراره"۔

سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر ۵۰۸ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور اقامت کے الفاظ ایک ایک مرتبہ کہے جائیں گے یہی میرے نزدیک راجح ہے ظاہر ہے کہ احناف کے یہاں اذان اور اقامت میں فرق نہیں کیا گیا ہے۔

اسی طرح حدیث نمبر ۵۲۶ ہے کہ:

"إن رسول اللہ ﷺ کان إذا سمع المؤذن بشتهد قال: وأنا وأنا" (جب حضور ﷺ مؤذن تشہد کے الفاظ کہتے ہوئے سنتے تو آپ فرماتے ''اور میں بھی'' ''اور میں بھی'' یعنی میں بھی تشہد میں شریک ہوں۔

لہذا اگر کوئی شخص اذان کے جواب میں ان الفاظ کے اعادہ کے بجائے صرف "و أنا" کہے تو بھی کافی ہو جائے گا۔

صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۳۶۰ میں اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرنے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ:

میں بھی ظاہر حدیث کا قائل ہوں چنانچہ مبارک الابل (اونٹ کو باندھنے کی جگہ) میں نماز کے جائز نہ ہونے کا قائل ہوں اور اونٹ کا گوش کھانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کا قائل ہوں۔

عرش کے "قدیم بالنوع" ہونے کے باب میں امام ابن تیمیہؒ کی رائے پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ مسئلہ علامہ ابن تیمیہؒ کا بڑا عجیب وغریب اور شدید ہے اس لئے کہ اسکے تسلیم کرنے میں حوادث وملیں ت کو قدیم ماننا پڑتا ہے پھر ابن تیمیہ کی طرف سے قدم نوعی کی توجیہ وتاویل کرنی پڑتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں میں پڑنا مناسب نہیں ہے بس جتنا آ گیا اس پر ایمان لانا چاہئے (کتاب التوحید ۷۲)۔

ایک موقع پر "وهو وضع عنده علي العرش" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ "عنده" ظرف مکانیہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیت" سے منزہ ہے بلکہ "عندیت علمی" مراد ہے۔

علامہ ابن التین فرماتے ہیں "عند" یہاں "علم" کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کو جانتے ہیں (کتاب التوحید:۵۶)

یہاں تو عام شارحین کی طرح توجیہ وتاویل کرتے نظر آتے ہیں لیکن لفظ "ید" کی تشریح میں مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کرنے اور متقدمین ومتاخرین کے اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اور بھئی میں اس سلسلہ میں" سلف صالحین کا ہم خیال ہوں۔ میرا خیال صفات کے بارے میں بھی یہی ہے کہ جو "صفات" قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں اور جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں وہاں ہمیں اعتراف کرنا چاہئے آگے اس کی تاویل وتوجیہ کچھ بھی نہیں کرنی چاہئے، نہ تشبیہ سے کام لیا جائے نہ تعطیل سے۔

تشبیہ "مجسمہ" کا قاعدہ ہے اور تعطیل "نفاۃ معطلہ" (صفات کا انکار کرنے والے) کا قاعدہ ہے۔

دونوں قاعدے سے احتراز کرنا چاہئے (کتاب التوحید: ۶۱)

صحیح بخاری میں لفظ ''اصبع'' کے بارے میں امام خطابی کا اشکال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ایک ہی حدیث میں ''اصبع'' کا اثبات نہیں کیا گیا ہے متعدد احادیث میں خدائے پاک کے لئے ''اصبع'' کا اثبات ہے ایک حدیث یہ ہے دوسری حدیث صحیح مسلم میں ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

"إن قلوب بني آدم بين إصبعين من أصابعه الرحمن يقلبها كيف يشاء"۔

اس لئے جیسے اور باقی ''صفات سمعیہ'' کے متعلق، تسلیم وتفویض کو استعمال کیا جاتا ہے یہاں پر بھی تسلیم و تفویض استعمال کرنا چاہئے (کتاب التوحید: ۶۵)۔

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

حقیقت یہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کا کلام استوی علی العرش" کے مسئلہ میں ابہام ضرور پیدا کرتا ہے اور جہاں پر نزول کا مسئلہ کرتے ہیں اور استواء کا مسئلہ بیان کرتے ہیں تو نفاۃ صفات کی تردید میں اتنے زور میں آجاتے ہیں کہ ان کا قلم اس طرح چل پڑتا ہے جس سے تجسیم کا شبہ ضرور ہونے لگتا ہے مگر وہ خود جگہ جگہ تجسیم کا انکار کرتے ہیں اور جیسے وہ تعطیل کا انکار کرتے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ تجسیم سے بھی اجتناب کیا جائے انہوں نے جہاں ''نزول رب'' کا مسئلہ بیان کیا ہے اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا ہے کہ نزول کے وقت عرش الٰہی خالی ہوتا ہے یا نہیں؟ یا کچھ بھی نہ کہنا چاہئے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نزول کو اس کی حقیقت پر رکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ خلو کا قول بالکل غلط ہے اللہ محیط بکل شئ ہے۔ (التوحید: ۱۷)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ''غنیۃ الطالبین'' میں احناف کے اوپر تنقید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس سے مراد احناف کا مخصوص طبقہ ہے سارے احناف مراد نہیں اور بالفرض اگر سارے ہی احناف مراد ہوں تو ہم تو شیخ موصوف کو ولی کامل اور ''قطب عالم'' مانتے ہیں لیکن معصوم نہیں مانتے۔ عصمت تو خاصیت انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ (کتاب التوحید: ۵۵)۔

غرض یہ کہ مولانا محمد یونس صاحب کو علم حدیث سے شغف تو شروع سے رہا اور تحقیق ومطالعہ کے مختلف

مراحل سے گزرنے کے بعد آخری سالوں میں قلب میں رقت بڑھ گئی تھی بعض محدثین کا نام سن کر یا ان کی کتاب دیکھ کر رونے لگتے تھے اور خود کو ان محدثین عظام کے رنگ میں رنگا ہوا محسوس کرنے لگتے تھے اور ان کی باتوں کی تائید میں ان پر جذباتی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اور علم حدیث ان کا ''قال'' ہی نہیں ''حال'' نظر آتا تھا۔

انکی تحقیقات کو صحیح طور پر اسی وقت سمجھا جا سکتا ہے کہ جب انکی زندگی کہ ہر دور پر نظر رکھی جائے اور ہر عہد کے رجحان کو سامنے رکھا جائے۔

تراجیم بخاری کی تشریح کے ذیل میں انکی یہ بات آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ:

اس کا منشا یہ نہیں ہے کہ ہم حضرات شراح کے دستر خوان کی ریزہ چین نہیں اور ان سے بره گئی ہیں بلکہ ہر ایک انسان کو کچھ نہ کچھ ذہنی وفکری خاص رخ عطا کیا جاتا ہے۔ اسی کے اعتبار سے وہ کہتا اور کرتا ہے اسی لئے بہت سی جگہ ترجموں کے ذیل میں کہیں کچھ تقریر کرتا ہوں کہیں کچھ اگر شروح میں نہ ملی تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جو یونس نے کہا وہ غلط ہی ہو یا جو یونس نے کہا بالکل صحیح ہی ہو باقی کوشش یہی کی جاتی ہے کہ صحیح صحیح بات کہی جائے اور بھئی اپنے نفس پر کوئی اعتبار اور اعتماد نہیں ہے۔ (ص: ۵۴)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا یونس صاحب کو فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے ''افادات'' سے امت کو بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے اور وہی باتیں لوگوں کے دلوں میں رہیں جو صحیح ہوں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

* * *

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ

خصوصیات وکمالات

حضرت مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء، لکھنو

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیّد المرسلین سیّدنا محمد، وعلیٰ آله وصحبه أجمعین وبعد!

ہندوستان میں علم حدیث کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں صاحب ''کنز العمال'' شیخ علی متقیؒ، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی خدمات زیادہ نمایاں نظر آتی ہیں اور ہندوستان میں حدیث کو رواج دینے میں ان کی اولین خدمات کا اعتراف سبھی نے کیا ہے، حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) ان کے فرزند وجانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ) اور ان کے علمی جانشین ونواسہ حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ اور بھتیجہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ، پھر اسی سلسلہ کی دوسری عظیم شخصیات حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، علامہ محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، اور ان کے جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ، حضرت مولانا حیدر حسن خاںؒ محدث

دارالعلوم ندوۃ العلماء وغیرہ کی علم حدیث کے میدان میں خدمات اور کارنامے ایسے ہیں جن سے برابر روشنی حاصل کی جاتی رہے گی۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے شاگردوں میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ جن کے نام کا جزء ہی شیخ الحدیث بن گیا تھا، حدیث کی تدریس وتشریح کے ساتھ ساتھ متقدمین کے صفات واخلاق کی حامل ایسی شخصیت تھی جن کے علمی وروحانی دسترخوان سے لاکھوں افراد آسودہ ہوئے، انہی کے خوشہ چیں اور حدیث شریف میں ان کے عزیز شاگرد مولانا محمد یونس جونپوریؒ تھے، اور ان کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان کو اپنی جگہ خود بٹھا دیا تھا جب وہ مدینہ پاک ہجرت فرما رہے تھے، یہ ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۸ء کی بات ہے، اس طرح ان کو ایک طویل مدت خدمت حدیث اور تدریس حدیث کی ملی، صرف بخاری شریف کی تدریس کو دیکھا جائے تو ۱۳۸۸ھ سے ۱۴۳۸ھ تک ان کی مدت تدریس پچاس سال کی ہے، حضرت شیخ کی دعا اور توجہ کا اثر تھا کہ ان سے فرمایا تھا تم ہم سے آگے نکل جاؤ گے، مظاہر علوم کے وہ حضرت شیخ کے بعد شیخ الحدیث ہوئے تھے، ناہموار حالات میں بھی انہوں نے اپنے شیخ کی وصیت پر پوری استقامت سے عمل کیا، اور اپنے لیے کوئی دوسری جگہ اختیار نہیں کی، استغناء، زہد اور ورع وتقوی کی خصوصیت کے ساتھ انہوں نے علم حدیث کے لیے پوری یکسوئی اختیار کی، اور وہ برابر علم میں اضافہ کرتے رہے، اور اسی لیے شادی بھی نہیں کی تھی کہ اس سے علم حدیث کی خدمت میں کہیں فرق نہ پڑے، حالانکہ بعد میں امراض واعذار کی وجہ سے ان کو اس کا احساس تھا کہ اس فیصلہ میں انہوں نے غلطی کی، لیکن انہوں نے علم کو دوسرے تمام امور پر فوقیت دے رکھی تھی، اور اپنے کو علم کے ساتھ خاص کر لیا تھا، اور ان صفات وخصوصیات کو بھی اختیار کیا تھا جو علم حدیث کے حصول کے لیے ضروری ہیں اور جن کا ہر دور میں علم حدیث سے اشتغال رکھنے والے علماء اہتمام کرتے ہیں۔

مولانا محمد یونس صاحبؒ کا تعلق اصلاً جونپور سے تھا، جونپور، اعظم گڑھ، پرتاب گڈھ، سلطان پور، رائے بریلی اور اس کے اطراف میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خاندانی بزرگوں کے دعوتی واصلاحی دوروں کے اثرات نمایاں رہے تھے، خاص طور پر جونپور کے علماء وبزرگوں میں کئی حضرت سید احمد شہیدؒ سے وابستہ تھے اور مولانا سخاوت علی جونپوریؒ، مولانا کرامت علی جونپوریؒ ان کے خلفاء

میں تھے، بعد کے علماء میں مولانا ابوبکر شیث جونپوریؒ حضرت سید شاہ ضیاء النبی حسنیؒ کے خلیفہ تھے جو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے نانا تھے، مولانا محمد یونس صاحبؒ اس نسبت کا بھی بہت پاس رکھتے تھے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے دو مشہور خلفاء حضرت شاہ وصی اللہ فتحپوریؒ اور حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوریؒ کا تعلق حضرت مولانا سید محمد امین نصیر آبادیؒ سے بھی رہا تھا، حضرت شاہ وصی اللہؒ کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ حضرت مولانا محمد یونس صاحب علیہ الرحمہ کے ان اولین اور محسن اساتذہ میں تھے جن کی فکر و توجہ سے مولانا محمد یونس صاحبؒ کو علمی میدان مظاہر علوم کی درسگاہ میں جگہ ملی، مولانا یونس صاحبؒ کو حضرت مولانا امین نصیر آبادیؒ سے عقیدت تھی اور اس عقیدت کی بنا پر ان کے خاندان کے افراد سے محبت و اکرام سے ملا کرتے تھے جن میں یہ ناچیز بھی تھا۔

مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے میرا تعارف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے واسطے سے تھا کہ میرا حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری کا معمول تھا، خاص طور سے دہلی کے زمانہ قیام میں جو ۱۹۵۳ء سے ۱۹۷۳ء تک رہا، میں وقت نکال کر سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں جاتا تھا، مولانا محمد یونس حضرت شیخ کے یہاں رہا کرتے تھے، اور ان کے علمی کاموں میں معاون بھی ہوتے تھے، اور حضرت شیخ کی ان پر خاص نظر عنایت تھی، جو محسوس کی جاتی تھی، حضرت شیخ نے انہیں ان کے باطنی جوہر کو دیکھتے ہوئے خلافت واجازت اور بیعت وارشاد سے بھی سرفراز کیا تھا، اور اس سلسلہ میں بھی انہوں نے دوسروں کو نفع پہنچایا۔

مولانا محمد یونس جونپوریؒ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے حدیث میں خصوصی استفادہ کے ساتھ سلوک و تربیت میں رہنمائی حاصل کرنے کا تھا، اس سے ان میں علمی اشتغال کے ساتھ دعوت وارشاد کی خصوصیت بھی پیدا کردی تھی، ان سے ملاقات میں یہ بات ظاہر ہوتی، اور وہ مدرسہ کی چھٹیوں سے فائدہ اٹھا کر دینی و دعوتی سفر کرتے تھے، اور لوگوں کو علمی فائدہ کے ساتھ دینی فائدہ بھی پہنچاتے تھے، حضرت شیخ نے ان کو ابتداء میں جن نصیحتوں سے نوازا تھا ان کا ذکر انہوں نے اپنے مضمون میں اس طرح کیا ہے کہ ”جہاں تک ہو سکے اکابر کے نقش قدم پر چلنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے، مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا، اخلاص سے کام کرنا“۔ اور ایک نصیحت یہ بھی فرمائی جس کا انہوں نے ان نصیحتوں

کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ "ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے، اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے، اسی کے کرم ہی کا سہارا ہے، پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہئے"۔ (بحوالہ حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفائے کرام، مرتبہ: مولانا محمد یوسف متالا، صفحہ: ۱۳۲-۱۳۴)

ان سے مل کر یہ بات بھی محسوس ہوتی تھی کہ صفائی قلب کے نتیجہ میں ان کے اندر قوت ادراک بڑھ گئی ہے، اور ان باتوں کا ایک دم ان سے اظہار ہو جاتا تھا جو وہ انفرادی حالات اور سماجی حالات کے اثر سے محسوس کرتے تھے۔

ان کا مطالعہ بہت گہرا اور وسیع تھا اور کتابوں کے علاوہ رسائل وجرائد کا بھی مطالعہ کرتے اور ہمارے یہاں کے پرچوں "البعث الاسلامی، الرائد، تعمیر حیات" وغیرہ کا بھی مطالعہ کرتے اور ہمارے مضامین بھی دیکھتے تھے، اور ملاقات پر اپنی رائے بھی ظاہر فرماتے، انہوں نے ایک موقع پر یہ بات بھی فرمائی کہ مضمون پر جب حدیث کی چھاپ ہوتی ہے تو اس کی افادیت دوچند ہو جاتی ہے اور نورانیت پیدا ہو جاتی ہے چاہے وہ سیاسی مضمون ہو۔

مولانا محمد یونس صاحب صرف محدث ہی نہ تھے؛ بلکہ مصلح بھی تھے، یہ ان کی خوبی تھی کہ ان سے ملنے والا جس طبقہ سے بھی تعلق رکھتا ہو، اس کو صحیح مشورہ دیتے اور کوئی خلاف سنت یا خلاف شرع عمل ہوتا تو اس پر تنبیہ کرتے، ان کو حق بات کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہوتا تھا۔

مولانا مرحوم کو ندوۃ العلماء سے اور اس کے اکابرین علامہ شبلی نعمانیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے دینی وقلبی تعلق تھا، اور ان کی تحریروں کے وہ بڑے قدرداں تھے، اور اپنے درس حدیث میں ان کے حوالے دیتے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے ان کو بڑی محبت تھی اور ان سے ملاقات واستفادہ کے لیے انہوں نے رائے بریلی اور لکھنؤ کے کئی سفر بھی کئے اور ایک سفر حدیث کی اجازت کے لئے کیا اور صحاح ستہ ومؤطا امام مالک اور مسند احمد کی اوائل پڑھ کر اجازت حدیث بھی حاصل کی اور جب ان کی وفات ہوئی تو بغیر ریزرویشن کے فوراً جنازہ میں شرکت کے جذبہ سے سہارنپور سے روانہ ہو گئے اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی دینی مقام پر ایک خطاب بھی رائے بریلی میں مقیم لوگوں کے سامنے کیا، اسی طرح حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندویؒ سے بھی بڑی عقیدت تھی اور ان کے شیخ

حضرت مولانا اسعد اللہؒ رامپوری ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے بھی اجازت وخلافت حاصل کی جوان کے بھی استاد تھے۔

مولانا محمد یونس صاحبؒ کی وفات سے علمی حلقوں میں جو خلا ہوا ہے اس کا پر ہونا آسان نہیں ہے، اس لئے کہ کسی شخصیت کے بننے میں ایک مدت لگتی ہے، اور بعد میں اس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، چند سال پہلے ان کی طبیعت بہت ناساز ہوگئی تھی جب وہ مدینہ منورہ میں تھے، اور ممبئی میں جب وہ زیر علاج تھے تو ان کی عیادت کو بھی جانا ہوا، پھر دوبارہ ملاقات نہ ہوسکی؛ مگر یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے تدریس کا اشتغال قائم رکھا، اور اس پر مستزاد تصنیفی کام بھی جاری رکھا، اور ان کی زندگی میں بخاری شریف کی عربی شرح کا جو وہ کام کرر ہے تھے اس کی پہلی جلد ''نبراس الساری'' کے نام سے سامنے آگئی تھی، اور ان کے بعض دوسرے علمی تحقیقی افادات کے مجموعے بھی ان کے بعض شاگردوں کی طرف سے سامنے آئے، جیسے نوادر الحدیث، نوادر الفقہ اور الیواقیت العالیہ فی الاحادیث العالیہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ ان کے مراتب بلند فرمائے اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

***

بخاری شریف پڑھانے کی اجازت کا چشم دید واقعہ

محمد فیروز عالم قاسمی، بھاگلپوری

۱۹۷۱ کا واقعہ ہے جبکہ راقم الحروف جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھتا تھا۔ ہوا یوں کہ حضرت مولانا سید فخر الدین شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کسی ضرورت کیوجہ سے اپنے وطن مالوف شہر مراد آباد محلہ گھیر سعید خان تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد سیف الہ صاحبؒ، بھاگلپوری جو طویل مدت سے حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی خدمت میں رہتے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ شیخ دار العلوم دیوبند واپس تشریف لے جارہے ہیں۔ موقع اچھا ہے تم بھی میرے ساتھ دیوبند چلو۔ حضرت شیخ بہت ضعیف اور کمزور ہوچکے ہیں آئندہ کا کیا بھروسہ موقع ملے نہ ملے۔ میں حضرت شیخ کے ساتھ سفر کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کو قبول کرلیا۔ اور حضرت کے ساتھ ہولیا اور دار العلوم پہنچ گیا۔ بعد نماز مغرب متصلاً مولانا محمد سیف اللہ صاحبؒ نے احقر سے فرمایا کہ میں آج رات حضرت کی خدمت تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ اور خدمت کے طریقے بالتفصیل بتایا کہ ہیٹر سے اس طرح پانی گرم کرنا اور بعد نماز عشا حضرت شیخ کو ہاتھ کا سہارا دیکر مطالعہ گاہ پہونچا دینا۔ حضرت شیخ جب مطالعہ سے فارغ ہوجائیں تو ہاتھ سے پکڑ کر بستر تک پہونچا دینا۔ تہجد کے وقت وضو کرانے کے بعد مصلیٰ تک پہونچا دینا۔ الغرض یہ کہ تمام باتیں تفصیل سے بتا کر فرمایا کہ آج رات میں حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری کے مکان پر قیام کروں گا۔ تم حضرت شیخ کی خدمت کو سعادت سمجھو۔ غفلت اور تساہل سے کام نہ لینا۔ ہر وقت خدمت کے لئے تیار رہنا۔ پھر مولانا سیف اللہ صاحب چلے گئے۔ چند منٹ کے

بعد دروازہ کے زنجیر کی آواز آئی۔ حضرت شیخ نے میرا نام لیکر فرمایا کہ دیکھو باہر کون ہے۔ اسے اندر بلا کر لاؤ۔ میں فوراً باہر نکلا۔ تو دیکھا کہ ایک صاحب سفید لباس میں ملبوس دروازہ پر کھڑے ہیں۔ میں نے کہا حضرت اندر تشریف لائیے۔ حضرت مولانا حجرہ کے اندر داخل ہوتے ہی سلام کیا۔ اور حضرت شیخ کی چارپائی کے پائتانہ میں کھڑے ہوگئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ سلام کا جواب دیکر فرمایا آپ کا کیا نام ہے؟ فرمایا محمد یونس حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے سمجھا کہ کوئی طالب علم ہے کچھ پوچھنا چاہتا ہے، اس وقت کمرہ کا بلب بھی ڈیم لائٹ یعنی روشنی کم پر رہا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کچھ دریافت کرنا ہے۔؟

نو وارد عالم نے جواب دیا کہ میں آپ سے حدیث پڑھانیکی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میں سہارنپور سے حاضر ہوا ہوں۔ اتنا سننے کہ بعد حضرت شیخ علیہ الرحمۃ چند منٹ کے لئے خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگے۔ مولانا بھی خاموش اور راقم الحروف تو غور سے سوال و جواب سن رہا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ تشریف رکھئے۔ حضرت مولانا حضرت شیخ کے چارپائی کے پائتانہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہمارے اکابر و اسلاف کا طریقہ رہا ہے کہ جب کسی کو حدیث پڑھانے کی اجازت دیتے تو اس سے پہلے کچھ سن لیا کرتے تھے، اور میں بھی اپنے اکابر و اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لہذا آپ بھی کچھ سنائیے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے بخاری شریف کی آخری حدیث **کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان، سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم** راویوں کے اسناد کے ساتھ پڑھ کر سنائی۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا کہ حجرہ سے باہر چبوترہ پر بیٹھو اور حجرہ کے اندر کوئی نہ آوے جب تک کہ میں اجازت نہ دوں۔ دروازہ باہر سے بھیڑ دو۔ میں باہر آکر اس چبوترہ پر بیٹھ گیا۔ یہ وہ چبوترہ تھا جس پر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ ذکر و اذکار اور یاد خدا میں مصروف رہا کرتے تھے۔ یہ چبوترہ دروازہ سے متصل ہی تھا۔ اس زمانے میں وہ چبوترہ 'صفہ' کے نام سے مشہور تھا۔ چند منٹ کے بعد حضرت مولانا یونس صاحب باہر تشریف لاکر سہارنپور کے لئے روانہ ہوگئے۔

راقم الحروف کی نظر جونہی اس مضمون پر پڑی کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب داعی اجل کو لبیک کہہ کر

اپنے خالق ومالک سے جا ملے تو وہ سارے واقعات جو میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا وہ تمام واقعات میری نظروں کے سامنے گھومنے لگے۔ اور اس وقت کا سارا منظر نظر کے سامنے آگیا۔

حضرت کے وصال سے علمی وعملی دنیا میں ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا۔ اللہ رب العزت اس خلا کو اپنی رحمت کاملہ سے پُر فرمائے۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ مرحمت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

* * *

حضرت شیخ رح اپنے مکتوبات کی روشنی میں

مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی
رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد سہارن پور

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک تھے، وہ زبردست محدث، متبحر عالم اور علم حدیث پر مکمل دسترس رکھنے والے اللہ کے ولی تھے، ان کی زندگی صرف اور صرف علم حدیث، طلبہ حدیث اور مظاہر علوم کے لئے وقف تھی، ان کے تقوی وطہارت، ان کی صلاحیت اور علمیت اور ان کی محدثانہ شان اور ان کے علوم ومعارف کے اکابر بھی قائل ومعترف تھے، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ آپ پر بھرپور اعتماد فرماتے اور آپ کی قدر کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جب ندوہ میں قادیانیت کے خلاف عالمی کانفرنس ہوئی تو حضرت مفکر اسلامؒ کے ساتھ ہندوستان سے مولانا یونس ہی نمائندگی کررہے تھے، وہ اس طرح کہ ایک طرف امام حرم شیخ محمد عبد اللہ السبیل اور امام مسجد اقصی اور دوسری طرف حضرت مفکر اسلامؒ اور مولانا یونس صاحبؒ تھے، اور مولانا محمد یونس صاحبؒ کو بھی ندوہ اور اہل ندوہ سے کافی مناسبت تھی، مولانا یونس صاحب مستجاب الدعوات بھی تھے، بعض قریبی لوگوں نے ان کے اس سلسلہ میں کئی واقعات نقل کئے، بعض اہل تعلق نے ایسے واقعات بتلائے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قطب یا ابدال تھے، شیخ رقیق القلب تھے، مگر ان کے مزاج میں حدت بھی تھی، اس لئے بعض مرتبہ وہ لوگوں کو ڈانٹ بھی دیتے تھے، جس سے بعض لوگ ان کو بد اخلاق سمجھتے تھے، اگرچہ بعد میں موقع ملنے پر شیخ معافی بھی

مانگ لیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث کی پیدائش ۲۵؍رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ہوئی، مظاہر علوم میں تعلیم مکمل فرمائی، اور ۱۳۸۱ھ سے مظاہر علوم میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دینا شروع کیا، جو مسلسل ۵۷؍سال تک ممتد رہا یہاں تک کہ ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء کو اپنے مالک سے جاملے، حضرت شیخ الحدیث بہت سی خصوصیات کے حامل عالم دین تھے، اللہ تعالی نے ان کے اندر علم میں گہرائی اور گیرائی اور حدیث میں مہارت رکھی تھی، آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفہ اور حدیث میں ان کے جانشین تھے، آپ کا درس بڑا شیریں، پر مغز، تحقیقی اور سلف وخلف کے اقوال سے مزین ہوتا تھا، اس طرح حضرت شیخ اپنی علمی وروحانی خصوصیات کے ساتھ جلال وجمال کے پیکر معلوم ہوتے تھے۔

حضرت شیخ سے واقفیت مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے زمانہ قیام میں ۱۹۹۲ء سے ہوئی اور وہاں سے کئی مرتبہ ملاقات کے لیے سہارنپور حاضری بھی ہوئی، پھر حضرت شیخ سے تعلق ومحبت قائم ہوگئی اور حضرت شیخ بھی خصوصیت کا معاملہ کرنے لگے، کئی مرتبہ اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور کھانے کے وقت میری طرف سے بے احتیاطی پر یہ بھی فرمایا کہ ”لقمہ لیتے وقت دوسرا ہاتھ نیچے کرلیا کرو، کہیں تم اتنے بڑے بزرگ ہو، جو میں تمہارا جھوٹا کھاؤں“ یہ حضرت شیخ کی شفقت ومحبت اور تربیت کی بات تھی، مگر جب راقم سطور شوال ۱۴۱۴ھ میں مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں گیا، وہاں سے خط وکتابت کی ضرورت پڑی، اس لیے پہلا خط حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں جو تحریر کیا، اس میں دعاء کی درخواست کی اور نصیحت طلب کی، جس پر حضرت شیخ کی طرف سے مندرجہ ذیل جواب آیا:

۱- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک آپ کے علم وعمل میں برکت دیں، محنت ولگن کے ساتھ پڑھئے، اپنے اساتذہ کا ادب کیجئے، ان سے استفادہ کرتے رہیے۔ والسلام

۱۰؍۱۲؍۱۴۱۴ھ محمد یونس

اس کے بعد جب ششماہی امتحان کی چھٹی میں گھر آیا ہوا تھا، تو حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا،

حضرت نے شفقت فرمائی، اور نامہ سیاہ نے اپنی کتاب "مختصر تجوید القرآن" پر حضرت شیخ سے کچھ کلمات دعائیہ لکھنے کی فرمائش کی، جو اس وقت تک چھپی نہیں تھی، حضرت شیخ نے از راہ شفقت یہ کلمات تحریر فرمائے۔

۲- بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الاولین والآخرین۔

عزیزم مولوی محمد مسعود مظفری سلمہ نے اس رسالہ میں تجوید کے قواعد عام فہم اور آسان زبان میں جمع کئے ہیں، اللہ پاک ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور طلبہ کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے، ان کے علم میں برکت وترقی دے۔

والسلام

محمد یونس ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

اس کے بعد رائے بریلی آکر پھر حضرت شیخ کو ایک خط تحریر کیا، جس میں اپنے ایک خواب کا ذکر کیا، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی، یہ خواب حضرت شیخ کو تفصیل سے لکھا تھا اور اسکی تعبیر معلوم کرنا چاہی اور اپنے لیے دعا کی درخواست کی، جس پر حضرت شیخ کا یہ معزز اور مؤقر جواب شرف صدور لایا:

۳- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر دلالت کرتا ہے؛ لیکن آپ کو دفن کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی اہم سنت چھوٹ رہی ہے، غور کریں اور سنتوں کا اہتمام کریں۔

والسلام

محمد یونس ۲۸/۴/۱۴۱۵ھ

پھر غالباً شعبان میں حضرت شیخ رائے بریلی تشریف لائے، وہاں بھی شیخ نے شفقت فرمائی اور اس نامہ سیاہ کو یاد رکھا اور کتاب "مختصر تجوید القرآن" کے متعلق دریافت فرمایا کہ تمہارے رسالہ کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی چھپا نہیں، پھر مدرسہ ضیاء العلوم کی مسجد میں دعاء و بیان کے بعد جب نکلنے لگے تو نامہ سیاہ

جوتے لئے ہوئے تھا، فرمانے لگے "او مغفل کہاں چلا گیا؟" یہ کلمات حضرت شیخ کے مشفقانہ اور محبت آمیز ہیں، ان کے سننے میں بھی مزہ آتا ہے اور کوئی کہے تو برا لگتا ہے، مگر حضرت شیخ کے ڈانٹ کے کلمات بھی پر کشش ہوتے ہیں، اس کے بعد جب ۱۴۱۶ھ میں کتاب چھپ گئی اور حضرت کو پیش کی تو بہت داد دی اور خوش ہوئے اور بار بار فرمایا تو نے بہت اچھی ترتیب قائم کی، اس لئے کہ راقم نے کتاب میں سب سے پہلے حضرت مفکر اسلام کا مقدمہ لگایا تھا، پھر حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی کا، اس کے بعد حضرت شیخ کا، پھر دوسرے حضرات کا، اس لئے شیخ نے اس ترتیب کی تصویب فرمائی اور سراہا، اور دعائیں دیں۔

رمضان شریف میں رائے پورا پنے شیخ حضرت حافظ عبد الرشید صاحب کو قرآن شریف سنا رہا تھا اور حضرت موصوف کے حالات زندگی بھی قلم بند کر رہا تھا، حضرت حافظ صاحب سے متعلق جہاں دوسرے معاصرین کو خطوط لکھے، حضرت شیخ کو بھی لکھا اور حضرت شیخ کی حضرت حافظ صاحب سے متعلق رائے معلوم کرنا چاہی، جس پر حضرت شیخ کا یہ مکتوب گرامی ملا:

۴- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی کارڈ ملا، مجھے حافظ عبد الرشید صاحب کے متعلق صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ وہ حضرت اقدس مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں ہیں اور دھرادون کے دیہاتوں میں خدمت کرتے ہیں اور فائدہ ہو رہا ہے۔

والسلام

محمد یونس ۱۵؍ رمضان ۱۴۱۵ھ

پھر آئندہ سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درجہ عالیہ ثانیہ میں مشکوۃ شریف پڑھنی تھی، میرے ذہن میں آیا کہ حضرت شیخ سے مشکوۃ شریف کا افتتاح کرایا جائے، چنانچہ نامہ سیاہ شروع شوال میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا، حضرت شیخ نے شفقت فرمائی اور اپنی کتاب دی اور مشکوۃ شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر افتتاح فرمایا اور حدیث مسلسل بالاولیۃ کی اجازت مرحمت فرمائی اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

شوال ۱۴۱۵ھ میں راقم سطور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل ہوا، جب اسباق شروع ہوگئے تو اپنی تعلیمی مشغولیات، اسباق اور کتابوں کی تفصیل حضرت شیخ کو لکھی اور دعاؤں کی درخواست کی اور علم نافع اور مقاصد میں کامیابی کی دعا کے لیے تحریر کیا، جس پر یہ شفقت نامہ آیا:

۵- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، خیریت معلوم ہوئی، اسباق کی تفصیل سے خوشی ہوئی، اللہ پاک علم نافع عطا فرمائے اور مقاصد حسنہ پورے کرے۔

والسلام

۲۶/۱۱/۱۴۱۵ھ محمد یونس

اس کے چند ماہ بعد ششماہی امتحان کی چھٹی میں جب وطن آیا ہوا تھا، تو ایک روز ۳۰/ربیع الاول ۱۴۱۶ھ پیر کو حضرت شیخ کا مہمان ہوا اور حضرت شیخ کی قیام گاہ پر ہی ٹھہرا، رات میں وہیں اپنی زیر تصنیف کتاب ''بچوں کی تمرین التجوید'' مکمل ہوئی، جس پر صبح کو ناشتہ کے بعد حضرت شیخ سے کلمات دعائیہ لکھنے کی درخواست کی، حضرت شیخ نے بڑی محبت سے مندرجہ ذیل ارشادات عالیہ تحریر فرمائے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الاولین والآخرین:

بچوں کی تعلیم کا اہتمام کرنے کی بڑی ضرورت ہے، اگر ابتداء میں کوئی کمی رہ جاتی ہے تو اس کا ازالہ بعض وقت دشوار ہوجاتا ہے۔

اس لیے عزیزی مولوی مسعود ندوی نے ایک مختصر رسالہ ''بچوں کی تمرین التجوید'' لکھا جس میں حروف شناسی اور تجوید کے ابتدائی اصول کو آسان طرز پر ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے، اللہ پاک قبول فرمائے اور عزیز موصوف کے علم میں ترقی دے۔

یکم ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ محمد یونس

اس کے چند ماہ بعد پھر حضرت شیخ کو خط لکھا، جس میں اپنے مطالعہ ومذاکرہ کے شوق کے بارے میں لکھا

اور نصیحت طلب کی، نیز دعاؤں کی درخواست کی، جس پر حضرت شیخ کا یہ معزز نامہ موصول ہوا:

۶- عزیزم سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱- مطالعہ کا شوق مبارک، تکرار ومطالعہ سے کچھ نہ کچھ ذہن میں محفوظ ہوجاتا ہے۔

۲- نماز میں خشوع مطلوب ہے، جو کچھ پڑھیں اس کی طرف دھیان رکھیں۔

۳- آپ کے مقاصد حسنہ کی تکمیل کی دعا کررہا ہوں۔

حضرت مولانا (سید ابوالحسن علی ندوی) سے سلام مسنون کہہ دیں۔

والسلام

۱۴۱۶/۸/۹ھ محمد یونس

اس کے بعد بھی خط وکتابت ہوتی رہی، مگر میرے کاغذات میں یہی چند خطوط حضرت شیخ کے مل پائے جن کو تحریر کیا گیا، باقی حضرت شیخ کی توجہات اور ان کی شفقتیں دن بدن بڑھتی گئیں اور اس نامہ سیاہ کا بھی یہ عالم ہوگیا کہ یا تو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر طبیعت لگتی یا پھر حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں، حضرت مفکر اسلام کے انتقال کے بعد بس حضرت شیخ سے ہی دل بستگی رہی، یا پھر ۲۰۰۰ء میں جب راقم سطور پاکستان گیا تو لاہور میں حضرت سید انور شاہ نفیس حسینی (خلیفہ حضرت رائے پوریؒ) کی خدمت میں بیٹھ کر وہ لذت محسوس ہوئی اور انہوں نے بھی ملاقات پر برجستہ فرمایا کہ آپ میں سے رائے پور اور رائے بریلی کی خوشبو آرہی ہے، جس پر مجھے بھی بے حد خوشی ہوئی، غرضیکہ حضرت شیخ سے جب بھی ملاقات ہوتی اور حضرت مفکر اسلام کا تذکرہ ہوتا تو حضرت شیخ کی طبیعت کھل جاتی اور پھر حضرت مفکر اسلام کا تذکرہ جمیل طویل تر ہوجاتا اور حضرت شیخ کو بھرپور لطف آتا۔

راقم آثم نے جب ۱۹۹۸ء حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے ایماء پر ''سیرت حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی'' تحریر کی، تو اس کتاب کا مسودہ اور اس کی فہرست حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کی، جس میں بعض جگہ حضرت شیخ نے ترمیم بھی کی، جب راقم نے عربی میں ''ریاض البیان فی تجوید القرآن'' لکھی تو حضرت شیخ نے اس کی تمہید دیکھ کر فرمایا کہ اس میں تسلسل نہیں اور رہنمائی فرمائی۔

ایک مرتبہ بعض علماء کے ساتھ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو مجھ کو انگور دئے اور فرمایا چل اپنے ساتھیوں کو بھی کھلا، ایک مرتبہ شیخ کے پاس حاضر ہوا اور ہدیہ میں ایک ہزار کی رقم دینا چاہی، تو فرمایا کہ یہ تو زیادہ ہے، میں نے اطمینان دلایا، پھر قبول فرمالئے، ایک مرتبہ صبح کے وقت پہنچا، دو لوگ پہلے سے بیٹھے تھے، شیخ فرمانے لگے بھائی قرآن پڑھا کرو، پھر ہر ایک سے معلوم کرنے لگے کہ کتنا قرآن پڑھتے ہو، جب میرا نمبر آیا تو مجھ پر آکر رک گئے اور فرمانے لگے ''مسعود! میں گارنٹی سے کہتا ہوں کہ تو قرآن نہیں پڑھتا اور کئی مرتبہ فرمایا'' اور بات بھی صحیح تھی، اس زمانے میں راقم روزانہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر رہا تھا۔

ایک مرتبہ راقم لکھنؤ سے آیا، حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لکھنؤ سے کسی کا سلام پہنچایا کہ فلاں صاحب نے سلام عرض کیا، شیخ نے از راہ ظرافت فرمایا کہ یہ اختصار مسلم کی طرف سے ہے یا مبلغ کی طرف سے؟ غرضیکہ حضرت شیخ کی بہت سی بے تکلفی اور محبت کی باتیں ہیں جو یاد آئیں تحریر کردی، بعض تحریر کے لائق نہیں، مگر ادھر چند سالوں سے جب سے راقم نے ادارہ مرکز احیاء الفکر الاسلامی قائم کیا، اس کی مشغولیات اور اپنی کاہلی کی وجہ سے حضرت شیخ سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری میں کوتاہی واقع ہوگئی، اگرچہ کئی مرتبہ جانا بھی ہوا، بعض مرتبہ ملاقات ہوئی، بعض مرتبہ نہیں ہوئی، ایک مرتبہ رمضان ۱۴۳۲ ہجری میں کئی بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا، ایک روز رات میں حضرت شیخ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، عید کے بعد ماہنامہ ''نقوش اسلام'' میں ''رمضان کے مقدس ایام میں بزرگان دین کی خدمت میں حاضری'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا، جو ماہنامہ نقوش اسلام کے شمارہ ۷/۸/ جلد نمبر ۶/ بابت ستمبر/اکتوبر ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا، اس میں شیخ سے ملاقات کا بھی تذکرہ ہے، جو یہاں نقل کیا جارہا ہے:

''راقم نے تراویح کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سے ملاقات کرنا چاہی، چنانچہ حضرت کی قیام گاہ پر پہنچا، حضرت شیخ بھی تراویح سے اسی وقت فارغ ہوئے تھے، مجلس میں درود وسلام پڑھا جارہا تھا، اس میں شرکت ہوئی، اس کے بعد حضرت شیخ نے دعا کرائی، حضرت شیخ کے پاس بھی تقریباً ۱۰۰/ کے قریب علماء ٹھہرے ہوئے تھے، جو ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے، حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی، مصافحہ ہوا، حضرت شیخ کو کچھ ہدیہ دینا چاہا تو فرمانے لگے کہ بھائی میں شکی آدمی ہوں، مجھے مدرسہ والوں سے ہدیہ لیتے ہوئے ڈر لگتا ہے، ناکارہ نے وضاحت کی کہ یہ میں اپنی ذاتی رقم میں سے دے رہا ہوں، اس کا

مدرسہ سے کوئی تعلق نہیں، اس کے بعد دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو زیادہ ہے، راقم نے عرض کیا کوئی زیادہ نہیں، حقیر سا ہدیہ ہے، تو قبول فرمالیا، اس کے بعد دعا کی درخواست کر کے اور مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔

حضرت شیخ کافی معذور ہو گئے تھے، اپنی قیام گاہ پر ہی نماز پڑھتے تھے، اللہ تعالی نے حضرت کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کا سچا جانشین بنایا تھا، اللہ نے حضرت کو جو علم، روحانیت عطا کی ہے، اس کی بنا پر ہمارے بعض بزرگوں کا تو یہ کہنا ہے کہ سارے علماء دیوبند کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور حضرت شیخ کو دوسرے پلڑے میں تو حضرت مولانا محمد یونس صاحب کا پلڑا ہی بھاری رہے گا (واللہ اعلم) ناکارہ کے اوپر حضرت شیخ کی خاص توجہ وشفقت تھی، اس لئے حضرت شیخ کے حالات پر یہ مختصر مضمون تحریر کر کے حضرت شیخ کو ادنی سا خراج عقیدت پیش کرنے کی ایک ادنی سی کوشش کی، اللہ تعالی حضرت شیخ کے درجات کو بلند فرمائے، اپنے اعلی علیین میں مقام رفیع نصیب فرمائے۔

***

حضرت شیخ کے آخری دور کا زہد اختیاری تھا

ادارہ

الحمدلله رب العالمین والصلوۃ السلام علی سید المرسلین۔ امابعد

اللہ تبارک وتعالیٰ کو علامہ شیخ محمد یونس صاحب جون پوریؒ اپنے وقتِ موعود پر پیارے ہو گئے باری تعالیٰ انہیں اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے ہر طبقے میں اپنے چاہنے والوں اور فیض یافتگان کو روتا، بلکتا، سسکتا، چھوڑ گئے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حادثہ پر بھی جو آنکھ نمناک نہ ہو اس کا کوئی عذر قابل قبول نہیں، ہر انسان کی زبان پر حضرت والا کی محبت وشفقت اور اخلاق کریمانہ کا ذکر ہے اور وہ بیان کرتے کرتے دلگیر ہو جاتے ہیں

آنکھیں بہہ پڑتی الفاظ کے بجائے آنسو ہی انکی غم وحسرت کے ترجمان بن جاتے ہیں اور یہ بلاغت کا آخری درجہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک ادا تھی کہ ہر ملنے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے ہی سب سے زیادہ محبت ہے، حدیث پاک کی کتابوں میں اس طرح کے بڑے عجیب واقعات ملتے ہیں ہمارے حضرت کے تعلق سے بھی ہر جماعت وہ محدثین کی ہو، فقہاء کی ہو، مفسرین کی ہو ، ادباء کی ہو، ، تاجروں کی، مزدوروں کی، یا مدرسین کی ہو، خواہ عوام الناس کی ہو، ان کا بھی یہی خیال تھا دراصل حضرت والا نے قرآن، حدیث پاک کی تعلیمات کو اپنی ذات میں جذب کر لیا تھا، وہ پیغمبری جذبہ ، ایثار، تواضع، تضرع، انابت اور اداؤں کے امین بن گئے تھے، وہ امت مسلمہ کی ہر تکلیف اپنی ذاتی تکلیف سمجھتے اور اس پر بے چین ہو جاتے، اس کے لئے دعائیں کرتے کراتے، صدقہ نکالتے، اور خود عمومی استغفار فرماتے اور اپنے متعلقین کو بھی یہی تلقین بار بار فرماتے۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

انکی زندگی کے محدثانہ، مفسرانہ، فقیہانہ، اورزاہدانہ وفقیرانہ اتنے نمایاں پہلو ہیں کہ اس میں انکا ہم مثل نظرنہیں آتا، انہوں نے جون پور کے ایک معمولی سے گاؤں سے ابھر کر وہ مقام ومرتبہ حاصل کیا، وہ کارہائے نمایاں انجام دئے، کہ ہزاروں باکمال افراد، لائبریریاں، اور کتب خانے انجام نہیں دے سکے، جہاں جہاں حدیث پاک کے ذوق کے افراد ہیں، وہ کسی نہ کسی اعتبار سے مرشدی ، ومولائی، علامہ شیخ محمد یونس صاحبؒ سے مرہون ہیں، اور یہ اتنا بڑاانقلاب صرف ایک چٹائی پر بیٹھ کر انجام دیا، انکا ابتدائی دور بیشک غربت وتنگی کا تھا، آخری دور میں بھی انہوں نے فقیرانہ وزاہدانہ زندگی بسر فرمائی،، انکا اولین دور کا فقر وفاقہ اضطراری تھا، اور آخری دور کا زہد اختیاری تھا۔

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہے وہ قیصر کیا ہے

اسلئے ان کے یہاں ہر طبقے کی اصلاح ہوتی تھی، حدیث وقرآن پاک کے خلاف وہ نہ کچھ دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی سن سکتے تھے، وہ برملا صحیح بات فرمادیتے بیٹھنے والے سہم جاتے، کتنے بڑے آدمی سے حضرت کیا فرمارہے ہیں، مگر انہیں اسکی پرواہ نہ ہوتی، یہاں سے کام کرنے والوں کو رہنمائی ملتی، کام کرنے کے عناوین فراہم ہوتے، نیت کی اصلاح ہوتی، جذبے ملتے عشق ومحبت کی چنگاریاں روشن ہوتی، جینے کے سلیقے دستیاب ہوتے، حدیث کا ذوق ملتا، سنتوں پر عمل کرنے کی راہ آسان ہوتی، قرآنی مزاج ملتا، زندگی گزارنے کا دستور حاصل ہوتا پریشانیوں کے ماحول میں آسانیوں کے دروازے کھلتے، مطالعہ وتحقیق کا ذوق پروان چڑھتا ،اکابرین کی محبت، انکے نام لینے کا سلیقہ یہاں سے ملتا، درود شریف کے اہتمام کی توفیق ملتی، غرباء پروالی کے احساسات بیدار ہوتے، خلوص وللّٰہیت کا مٹھاس ملتا، آخرت کی طرف رغبت دنیا سے کنارہ کشی اور موت کی تیاری کی راہیں کھلتی، گناہوں سے نفرت، اعمال صالحہ کی رغبت، انکی حلاوت، مٹھاس محسوس ہوتی، اور مزاج نبوی ﷺ کا ان کے اعمال سے معلوم ہوتا، زندگی کے ہر طریقے سے جڑے افراد یہاں اپنائیت، محبت ،رہنمائی پاتے تھے، بوریا نشیں، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دیوانہ وار نچھاور ہوتے تھے، یہ حال عجمیوں

کا نہیں بلکہ عربوں کا بھی تھا، کہ اس بندۂ خدا کی ایک نگاہ ہم پر پڑ جائے، انکی جزاک اللہ ہمیں مل جائے، ہمارے ہدایا کو قبول کرلیں، ہمیں ایک حدیث پڑھادیں، انکے مبارک قدم ہمارے گھر میں، مدرسے میں، پڑ جائیں، شان کریمی کے صدقے کہ وہ ایک بھینس چرانے والے کو امیر المومنین فی الحدیث بنادے اور اسکے نہ چاہتے ہوئے اسکو عرب وعجم میں یکساں مقبولیت عطا فرمادے۔ ؎

یہ رتبہ بلند جسکو ملا مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار روشن کہاں

اسکے لئے انکی محنت، علمی انہماک، اپنے اساتذہ کی قدردانی، وقت کا صحیح استعمال، اور مجاہدات سے بھری زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ قرآن وسنت کے اس امام کی ہم قدردانی نہ کرسکے ہمیں بہت مواقع ملے، حضرت والا نے فراہم فرمائے مگر ہم اس ذات گرامی کو نہ پہچان سکے، اپنے دامن مراد نہ بھر سکے، خاطر خواہ استفادہ نہ کرسکے، وہ فرماتے سہارنپور میں میرا انتقال ہوگیا تو میرے جنازے میں کون آئیگا، یہاں نہ میری کوئی قرابت داری ہے، اور کسی کو حقیقت میں اتنا اندازہ بھی نہیں تھا کہ انکے جنازے میں شرکت کے لئے مختصر سے وقت میں اتنا بڑا مجمع کہ دیکھنے والے حیران رہ جائینگے یہ بات جب ہے کہ کسی عورت کی اس جنازے پر نگاہ نہ پڑی یہ اس محبوبیت کے اعلان کا نمونہ تھا جسکا اعلان سیدنا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سامنے باری تعالی فرماتے ہیں، پھر اس یہ اعلان آسمانوں میں ہوتا ہے اور زمین والوں کے قلوب میں اسکی محبوبیت ڈال دی جاتی ہے۔

انکی بابرکت صحبت سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا المعہد الاسلامی میں تشریف لائے، میرے گھر بھی جلوہ افروز ہوئے، میرے بچوں سے خاص طور پر محمد سلمہ سے بہت پیار فرماتے، اہلیہ کی خیریت پوچھتے، ہمارے گھر میں انکے کاغذ کے ٹکڑے کا بھی احترام ہوتا، انکی محبت نے ہمیں آداب محبت سکھائے مگر جو میرا رونا فقیہ الاسلام حضرت قدس مفتی مظفر حسینؒ کے سانحہ ارتحال پر تھا، ہم جیسے ناقدروں کو اب کون گلے لگائے گا، آداب

زندگی سے کون آراستہ کریگا ایسی شفقتیں اب کہاں ملے گی، لیکن ہمارے شیخ نے اس کا بھرپور مداوا فرمایا ، حضرت فقیہ الاسلام کی طرح مجھے انکے ساتھ رہنے کا موقع ملا، انکی ذرہ نوازی تھی، پڑپن تھا ورنہ ؎

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

(اللہ تبارک تعالی بھائی ضیاء الدین دھلی قاری محمد انعام صاحب باندہ کو جزائے خیر دے) باندہ، کھنڈوا، ان حضرات کے محبت بھرے جذبے کے ساتھ جانا ہوا، مولانا محمد الیاس صاحب مظاہری کے ایماء پر دہلی کے اسفار کئے، اور استاذ گرامی حضرت مولانا محمد ناظم صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ مدینہ شریف بڑی عسرو تنگی میں انکی مزاج پرسی کیلئے بھی گیا، میرے لئے یہ اتنا بڑا اشرف وعزت بلکہ فخر کی بات تھی کہ میں حضرت شیخ کے پاس ہوں، اس سے مجھے توانائی ملی، میری ہمت وعزت میں بھی اضافہ ہوا لیکن آج حضرت شیخ کے وصال کے بعد دورہے پر کھڑا ہوں، میرے، میرے بچوکے، اہلیہ کے والدین اور رفقاء کے کوئی آنسو پونچھنے والا نہیں، مجھ جیسے نہ معلوم کتنے حضرات یتیم ہو گئے، سہارنپور یا ہندوستان نہیں بلکہ اس فخرِ محدثین کی موت نے عالم اسلام کو یتیم کر دیا، کیسی مبارک موت جس مظاہر علوم میں انہوں نے تعلیم حاصل فرمائی، ان کے اساتذہ کرام مشائخ عظام کی قبروں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نور سے منور فرمائے۔

جہاں انہوں نے درس حدیث شریف دیا، انکے مریدین، منتسبین، شاگردوں کو بھی باری تعالیٰ محبوبیت ومقبولیت بخشے، انکے کاموں کو عروج ملے، جاں سے انہوں نے پوری دنیا کو دیکھا، اسی قرآن وسنت کی دانش گاہ میں، اپنے کتابوں سے بھرے کتب خانے میں اللہ کو پیارے ہو گئے جس حدیث شریف کے دروازے سے وہ پڑھانے تشریف لاتے تھے وہیں سے انکا مبارک جنازہ بھی باہر لایا گیا۔ ؎

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مرینگے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

کا صحیح مصداق یہی حضرات ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے ہماری دست گیری فرمائے اور انکی مبارک اداؤں کا ہمیں بھی امیں بنائے ہمیں اپنے موجودہ اکابرین کی قدردانی کی توفیق بخشے۔ آمین

* * *

شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ کے چند صفاتِ حمیدہ

مولانا عبدالسلام بھٹکلی ندوی

حضرت الشیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری ثم السہارنپوریؒ نے علم ومطالعہ اور درس وتدریس اور افادہ عام کے لئے اپنے آپ کو جیسے وقف کر دیا تھا، علم اور خاص کر علم حدیث آپ کی پہچان اور علامت بن گئی تھی، آپؒ کی قیامگاہ چہار جانب کتابوں سے اس طرح مزین تھی کہ لگتا تھا دیواریں بھی کتابوں سے اٹھائی گئی ہیں، ہر طرف کتابیں وہ بھی اہم مراجع ومصادر کی، بڑی قیمتی کئی کئی جلدوں پر مشتمل جن کا خریدنا اور جمع کرنا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں، اور نہ ہر ایک کیلئے ضروری ہے، چہ جائے کہ اس کا مطالعہ، اس سے استفادہ اور اس پر تبصرہ وتعلیق، یہ تو اچھے اچھوں سے نہیں ہو پاتا چاہے، وہ برسہابرس سے مدارس سے جڑا رہا ہو، درس وتدریس کے مقدس پیشے سے وابستہ ہو اور تلامذہ کی ایک بڑی تعداد اس سے مستفید ہو چکی ہو اور اس کی طرف اپنا انتساب کرتی ہو۔

اس کیلئے تو ہمارے حضرت الشیخ جیسا فنافی العلم انسان ہی چاہیے، جسکی رہبری اسکا پروردگار کر رہا ہو، جس کیلئے علم اور مطالعہ صرف ذوق وشوق نہیں بلکہ عبادت اور روحانیت کے اعلیٰ درجات کے حصول کا ذریعہ ہو، جسکا صرف دل ودماغ ہی نہیں بلکہ اسکا جسم اور اسکا مزاج بھی کتابوں اور مطالعہ سے وابستہ ہو گیا ہو۔

ذیل میں ان کے کچھ صفات حمیدہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

تعلیم و تعلّم :۔

یہ حضرتؒ کی پوری زندگی کا خلاصہ وما حصل ہے کہ جب سے حصول علم سے وابستہ ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب کے بالکل نہ ہونے کے باوجود بھی اسی سے جوڑے رکھا پوری زندگی اسی میں گزار دی، رات دن اسی کا معمول اور یہی مشغلہ، یہی عبادت، اسی سے تزکیہ واحسان کے مراحل کا طے کرنا، جب دیکھئے کتاب ہاتھ میں لئے یا تپائی پر رکھے مطالعہ کرر ہے ہیں، اور اطراف میں کتابیں ہیں، اور پھر اپنے تلامذہ کو مستفید کرنا، درجہ جب تشریف لاتے تو پھر علم کا سمندر بہنے لگتا، شیخ کی مرتب تدریس کہ آپ فرماتے رہیں اور ہم لوگ سنتے رہیں، جب تک حضرت والا کی صحت قابلِ تحمل رہی ایسا ہی درس جاری رہتا اور اس میں نت نئے علمی تحقیقی نکات بیان کئے جاتے رہتے کہ وقت گذرنے کا احساس ہی نہیں ہوتا

تحقیق و تتبع :۔

آپؒ کے مزاج میں تحقیق کا مادہ تھا، شراح ومحققین میں سے کسی ایک کے نقل کرنے پر کلی اعتماد کر کے نہیں بیٹھ جاتے یا اپنے اساتذہ ومشائخ کی بات کو حرفِ آخر سمجھ کر اُس سے آگے قدم بڑھانے کو بے ادبی اور حصولِ علم سے محرومی کا سبب نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان سے محبت، ان کی قدر اور ان کے پورے احترام کے ساتھ صحیح بات اور حق کی تلاش میں لگے رہتے، اس کیلئے یہ کوشش کرتے رہتے کہ فلاں نے یہ بات لکھی ہے یا نقل کی ہے، تو انھوں نے کہاں سے نقل کیا، انھوں نے فلاں کتاب سے لی تو اس کتاب میں کہاں سے آ گئی، اسکا تتبع کرتے پھر کہیں نقل کرنے میں یا اُن حضرات کے سمجھنے میں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی، تو اسکی تحقیق کرتے اور صحیح بات اور صحیح نتیجہ تک پہونچنے کی حتی الامکان کوشش کرتے، اسمیں کبھی اپنے مشائخ یا متقدم علماء پر ایک طرح کا نقد یا اعتراض بھی ہو جایا کرتا، جس کو بعض کم علم یا ظاہر بیں حضرات سوء ادب پر محمول کرتے، جبکہ وہ دراصل حق کو ظاہر و واضح کرنے کی کوشش ہوتی، والحق اُحق اَن یُتّبع شیخ تو اپنی محبوب اور بڑی محسن کتاب فتح الباری کے بارے میں جو کہ اچھے اچھے فاضل ومحقق علماء کے لئے مرجع اور حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے، فرمایا کرتے تھے "میں سب باتیں فتح الباری سے بیان نہیں کرتا ہوں بلکہ چُنتا ہوں اسلئے قدر کرنا چاہیے" اسی

طرح ایک مرتبہ فرمایا کہ "میں کوئی بات کہتا ہوں تو نقل کی بنیاد پر کہتا ہوں، جذبات کی بنیاد پر نہیں" اسی طرح فرمایا کہ "جب ہم کسی کا وہم بیان کرتے ہیں، تو اسکا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ آدمی اس کے وہم میں مبتلا نہ ہو، یہ نہیں کہ کسی کی تحقیر مراد ہے، کسی کی غلطی اسلئے بیان نہ کی جائے کہ اس نے غلطی کی ہے بلکہ اسلئے کہ دوسرے اس میں مبتلا نہ ہوں، ائمہ پر تحقیق کے لئے اعتراض کوئی بات نہیں لیکن اگر تنقیص کی نیت سے کی جائے تو اچھی بات نہیں ہے، اسی طرح ایک مرتبہ اپنے تعلق سے فرمایا کہ "جب میں بڑوں کی کسی بات پر اعتراض کرتا ہوں تو نیتِ اعتراض سے پرہیز کرتا ہوں، اللہ سے ڈرتا ہوں، صرف تحقیق کی نیت سے بتاتا ہوں" احادیث احکام کی تشریح میں اختلافات ائمہ کو عام طور پر بیان کیا جاتا ہے، شیخ فرماتے تھے کہ " اختلافات ائمہ اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ عادت پڑی ہوئی ہے اور مشائخ بیان کرتے تھے، ائمہ اربعہ کے اقوال اسلئے بیان کئے جاتے ہیں تاکہ کچھ تسہیل ہو، اور بھئی ہم تو تراجم کو سمجھانے کیلئے بتاتے ہیں، بہر حال ائمہ کے اقوال سے تسلی ہوتی ہے"۔

بہر حال شیخ کا مزاج تھا تحقیق وتتبع کا بسا اوقات کسی حدیث یا اسکے صحیح مقصود تک پہونچنے کے لئے سالوں محنت کرتے رہتے، اور مختلف کتابیں کھنگال کر صحیح نتیجہ تک پہونچنے کی کوشش کرتے، آپ فرمایا کرتے تھے "کسی کا اجتھاد نص کے خلاف اسکے حق میں تو معذرت بن سکتا ہے دوسروں کے حق میں نہیں"۔

تنقید وتبصرہ:۔

اسی طرح شیخ کا مزاج خالص علمی تھا، اور جن کا مزاج وذوق علمی ہوتا ہے خاص کر فن اسماء الرجال اور جرح وتعدیل وغیرہ کی کتابوں سے واسطہ پڑتا ہے، تو ان کو تنقید وتبصرہ کرنا پڑتا ہے، کھرے کھوٹے کی تمیز کرنی پڑتی ہے اور اسکو دیانۃً اپنے تلامذہ وشاگردوں کو بتانا پڑتا ہے، بعض محدود ذہن والے اس کو ہضم نہیں کرپاتے، ہمارے حضرت الشیخ بھی گاہ بگاہ اپنے دروس یا مجلس میں بقدر ضرورت اس طرح کی باتیں فرماتے رہتے تھے، اور اس کو علمی دیانت سمجھتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ "میں دیانۃً اچھی طرح پڑھانا چاہتا ہوں اور اس قول کو تو بار بار نقل کرتے تھے "کلّ یؤخذ ویترک إلا رسول اللہ ﷺ" اور اس فن میں جن علماء کی کتابوں سے فائدہ پہنچا، انکا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا "مجھے نقد حدیث میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ، امام

ذھبیؒ، علامہ ابن القیمؒ ابن عبدالھادیؒ ابن رجبؒ اور ابن حجرؒ وغیرہ کی کتابوں سے فائدہ پہنچا، دوسال قبل ۱۴؍اگست ۲۰۱۵ء کو سہارنپور حضرت والا کی خدمت میں ایک دودن کے لئے حاضر ہوا تھا تو علامہ ابن تیمیہؒ کی کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ذھبی کی کتابیں خصوصاً ان کی میزان الاعتدال، ابن رجبؒ وابن عبد الھادیؒ کی کتابیں علامہ ابن القیمؒ کی کتابیں خاص کر زادالمعاد اسی طرح علامہ زیلعیؒ کی نصب الراسیۃ اور ابن کثیرؒ وابن حجر العسقلانیؒ کی کتابوں کا تذکرہ کرتے کرتے اپنے اس مبتدی شاگرد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’میں اسلئے کہہ رہا ہوں کہ شاید تم ان سے فائدہ اٹھاؤ‘‘ ایک مرتبہ تخریج احادیث کے لئے امام زیلعیؒ کی نصب الرایۃ، حافظ صاحب کی الدرایۃ اور البدر المنیر دیکھنے کے لئے کہا اور دین کی ابتدائی اور عمومی معلومات کے تعلق سے فرمایا کہ مشکوٰۃ المصابیح دیکھ لی جائے اور علمی وتفصیلی معلومات کیلئے فتح الباری۔

اُسی سال یعنی ۲۰۱۵ء ماہ اپریل کے ایک سفر میں حاضری کے موقع سے ارشاد فرمایا کہ ’’میری حدیث کی سندیں شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ مولانا منظور صاحبؒ سہارنپوری اور دوسرے اساتذۂ مظاہر علوم سے ہیں اور حدیث کے معانی ومفاھیم کی اسانید تو علامہ ابن تیمیہؒ ابن عبدالھادیؒ ابن رجبؒ ابن کثیرؒ ذھبیؒ ابن حجر عسقلانیؒ امام زیلعیؒ اور ابن دقیق العیدؒ وغیرہ کی کتابوں سے ہے‘‘ نیز فرمایا کہ ابن عبدالھادیؒ کی کتابیں کم ہیں لیکن اسمیں بہت سی اچھی چیزیں ملیں‘‘۔ ان حضرات کی کتابوں کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں، کہ انکے یہاں علمی تنقید کا کیسا رنگ ہوتا ہے، اسی لئے حضرت الشیخ ان حضرات کی تعریف بھی کرتے رہتے تھے کہ ان حضرات کے یہاں عقیدت ومحبت میں غلو نہیں تھا، اور علمی تنقید کو خلاف عقیدت واحترام نہیں سمجھا جاتا تھا، یہی حال ہمارے حضرت الشیخ کا تھا کہ تنقید وتبصرہ کو عقیدت ومحبت کے خلاف نہیں سمجھتے تھے، کہیں کسی قول کو رد کرتے ہوئے کسی کی تحقیق پر سخت نقد کیا تو دوسری مرتبہ کسی موقع پر انکی تعریف بھی کردی، ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد کا واقعہ سنایا کہ وہ اپنے استاد یعنی حضرت الشیخؒ پر سخت ناراض ہوئے اور حضرت بھی ان پر، پھر دس سال بعد انکا خط آیا کہ آپ بزرگوں پر رد کرتے تھے، اس پر میں ناراض ہوتا تھا، لیکن اب معلوم ہوا کہ آپ حق پر تھے، اسلئے آپ مجھے معاف فرمائیں، میں نے جواب میں لکھا کہ میں نے تمھیں معاف کردیا، لیکن تمھیں علم نہیں آئے گا کہ میں تنقید کرتا تھا تحقیق کی وجہ سے نہ کہ تنقیص کی وجہ سے، ہمارے دل میں ان کا احترام رہتا ہے۔

اسی طرح کتابوں اور شخصیات پر آپ کے تبصرے بھی بڑے وقیع ہوتے تھے، صاحب کشاف جن کا شمار ائمہ معتزلہ میں ہوتا ہے، ان کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا "لغت نحو وصرف بلاغت اور حدیث کے امام تھے، غریب الفاظ الحدیث پر بڑی نظر تھی، پھر فرمایا معتزلی تھے، لیکن انکے علم اور مہارت وبراعت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اور صرف اعتزال کی بنا پر ان کو چھوڑنا اور انکے علوم سے استفادہ نہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

مشہور محدث وفقیہ اور شارح مسلم علامہ نوویؒ کے بارے میں فرمایا کہ "اللہ نے ان میں بڑی برکت رکھ دی تھی، بڑے ہی زاھد ومتقی، ان کی عبارتیں آسان ہوتی ہیں، اور اس میں تسلسل پایا جاتا ہے، مختصر سی عبارت میں تمام مطالب اور ضروری باتیں بیان فرماتے ہیں، لیکن قاضی عیاضؒ ان سے فائق ہیں، اور کبھی کبھار امام نوویؒ اپنی عبارت میں پورے مطالب پیش نہیں کر پاتے تو قاضی عیاض کی عبارت نقل کر دیتے ہیں۔

اسی طرح قاضی عیاضؒ کے بارے میں فرمایا کہ انکا علم اور اسلوب بہت بلند ہے، اور فرمانے لگے کہ کیسے بلند معانی اخذ کرتے ہیں، سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی ان کی کتاب الشفا کی بڑی تعریف کی اور مجھے اس کے مطالعہ کا بھی حکم دیا۔

فقہ حنبلی بلکہ فقہ اسلامی کی ممتاز کتاب "المغنی" کے مصنف علامہ موفق بن قدامہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فقہ وحدیث پر ان کی بڑی نظر ہے، اور باریک باریک مسائل کا بھی اچھا استحضار ہے۔

ایک مرتبہ اس عاجز کی حاضری کے موقع سے امام شافعی کی جلالت شان، علمی مقام، لغت وادب پر عبور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ امام صاحب اگر کوئی بات بغیر دلیل بھی کہیں تو لوگ خاموش ہوجاتے ہیں، اور اس کا توڑ مشکل ہوجاتا ہے، پھر فرمایا کہ آپ اصیل النسب اور عالی الھمہ تھے، عرب کے صحرا و بادیہ میں جا کر اصل عربی زبان کی تحصیل کی تھی، اس کے بعد اپنے خاص انداز میں ارشاد فرمایا کہ لیکن حدیث میں امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا پایہ ان سے بلند تھا اور محدثین اس سلسلہ میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے،

فروری ۲۰۱۴ء کی ابتدائی تاریخوں میں ایک دو دن کے لئے حضرت الشیخ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، حضرت کی طبیعت ناساز چل رہی تھی اور ٹھنڈک بھی زیادہ محسوس ہو رہی تھی تو اپنے اس مبتدی شاگرد سے کمرے ہی میں چند شاگرد وخدام کی موجودگی میں جمعہ پڑھانے کا حکم دیا، مختصر خطبہ اور نماز کے ذریعہ حکم کی تعمیل کی گئی، اس کے بعد ہم لوگ وہیں بیٹھ گئے تو باتوں باتوں میں اپنے اس مبتدی شاگرد سے محبت وتعلق

کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمھاری قرأت مجھے بہت پسند ہے، تمھارے قرآن پڑھنے سے دل لگتا ہے اور دوسری وجوہات کے ساتھ ایک عجیب وجہ یہ بیان فرمائی کہ اور تم شافعی ہو اگر میں کسی امام کی مکمل تقلید کرتا تو امام شافعی کی کرتا لیکن میرے امام تو محمد بن اسماعیل البخاری ہیں۔

اپنے محسن استاذ و مرشد شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ”حضرت شیخ میں عبدیت اور عشق رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اوپر سے بات آتی تھی۔

ہمارے حضرت الشیخ علامہ جونپوریؒ کو علامہ شبلیؒ سے بھی بڑی محبت تھی، علامہ شبلیؒ کن راستوں کو طے کرتے ہوئے درِ رسالت ﷺ کی چوکھٹ پر آکر پڑ گئے تھے اس سے بھی آپ خوب واقف تھے:

مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

اور قرآن مجید کا بتایا ہوا قانون (اِنّ الحسنٰت یذھبن السیّات) پر نظر تھی، اسلئے آپ علامہ شبلیؒ کے بڑے قائل اور سیرت النبی ﷺ کے بڑے مداح تھے، آپ فرماتے تھے کہ سیرت النبی ﷺ میں علامہ شبلیؒ کا اخلاص نظر آتا ہے، اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا کہ ”علامہ نے دفاع عن الرسول کے لئے لکھی تھی اس لئے بہت چلی علامہ ایک نئے اسلوب کے بانی تھے، اور دوسرے حضرات ان کے شاگرد و مقلد، ریزہ ریزہ کو چن کر جمع کرتے ہیں، ذہن تخلیقی تھا ادبی اسلوب میں ایجاز کے ساتھ لکھتے ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے بارے میں ارشاد فرمایا، سید صاحب صرف عالم ہی نہیں علامہ تھے، اسی کے ساتھ تصوف کا ایک زبردست حصہ عطا فرمایا گیا تھا، سید صاحب میں بندگی اور عبدیت جھلکتی ہے، بقدر ضرورت الفاظ کا استعمال اور معانی بھر پور، کتابوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے ہیں، احادیث پر اچھی نظر ہے بڑے ذی علم متواضع اور اخلاقِ عالیہ کے حامل تھے۔

اپنے ایک سینئر دوست اور فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے چھوٹے بھائی مولانا اطہر حسین صاحبؒ جو عربی کے بڑے اچھے ادیب و شاعر تھے بڑے متواضع اور خلوت پسند، ان کے بارے میں فرمایا بڑے ہی صائب الرائے، مخلص اور صاحب فراست تھے، تعبیرِ خواب میں بڑی مہارت تھی، اس طرح کے ہمارے حضرت الشیخ کے تبصرے بہت ہیں، جس کے لئے خود ایک کتاب درکار ہے۔

اسی طرح بڑی بڑی اہم کتابوں پر آپ کے جو دو تین جملے میں تبصرے ہوتے تھے، گویا عطر کشید کر دیتے اور وہ کتاب جو کسی بڑی کتاب کو سامنے رکھ کر یا دو ایک کتابوں کے خلاصہ کے انداز میں لکھی گئی ہو اس پر بھی ایک دو جملوں میں زبردست ریمارک کر دیتے تھے۔

بخاری کی ایک شرح کے بارے میں جو خاصی مقبول ومتداول ہے، فرمایا کہ انھوں نے دو بڑی شرحوں کو سامنے رکھ کر لکھا ہے، لیکن جہاں انھوں نے غلطی کی ہے وہاں یہ بھی ٹھوکر کھا گئے ہیں، امام ابن حجرؒ کی تقریب کے بارے میں فرمایا کہ امام مزیؒ کی کتاب نہ ہوتی تو تقریب کا وجود نہ ہوتا، اپنے محبوب محقق اور بخاری شریف کے عظیم شارح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کے تعلق سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا ”ابن حجر پوری دنیا پر حاوی نہیں تھے لیکن کام بہت کیا ہے“۔

تصحیح وتنبیہ:۔

حضرت الشیخ کی ایک اہم صفت یہ تھی کہ آپ اپنے تلامذہ ومتعلقین کی اصلاح وتربیت کے لئے انکی غلطیوں پر تنبیہ فرما کر اسکی تصحیح واصلاح بھی فرماتے رہتے تھے، حدیث کی عبارت جب آپکے سامنے پڑھی جائے تو آپ خطیبانہ اور مغنیانہ انداز دونوں کو ناپسند فرماتے تھے، فوراً کہتے کہ بھائی جلدی جلدی نرمی کے ساتھ پڑھو اسی طرح عبارت پڑھتے پڑھتے طالب علم غلطی کر جائے، اور حضرت اسکی تنبیہ نہ کریں یہ ہو نہیں سکتا تھا، فوراً متنبہ کرتے اور پھر اسکی تصحیح کرتے کہ یوں پڑھئے، اسی طرح جو آپکی خدمت میں رہتے ان کی اچھی تربیت ہو جاتی تھی، بسا اوقات ایک بٹن کی جگہ دوسرا بٹن دبا دیتا تو ڈانٹ پڑتی کتابوں کو بھی ایک ترتیب اور سلیقے سے نکالنا اور رکھنا پڑتا تھا، اس میں ذرا سی غفلت ہوگئی تو پھر خاصی گرفت ہو جاتی بسا اوقات کپڑے پہننے اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز پر بھی تنبیہ فرماتے اور اسکا صحیح طریقہ بتاتے، ایک مرتبہ اپنے طلباء سے مخاطب ہو کر تنبیہی انداز میں فرمایا ”اپنے آپ کو چھوٹا سمجھو، اپنے بڑوں کا احترام کرو، اگر ان سے کسی وجہ سے محبت نہیں تو بے ادبی نہ کرے، ہر ایک سے محبت نہیں ہوتی، اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا ”اگر استاد سے موافقت نہ ہو تو سکوت اختیار کیجئے“ اسی طرح ایک مرتبہ متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: ”نیت صحیح کر لو ورنہ جیسے آؤ گے ویسے ہی جاؤ گے اور اس کا بدلہ جلد دیکھ لو گے“۔

تنوع وتوسع:۔

حضرت والا کا مطالعہ بڑا متنوع تھا، اصلاً تو آپ کا موضوع حدیث وعلومِ حدیث اور اس میں بھی اصل اوڑھنا بچھونا صحیح بخاری اور اس سے متعلق علوم کی کتابیں تھیں، لیکن آپ نے فقہ اصول فقہ ادب شعر وشاعری، تاریخ، تفسیر اصول تفسیر، سیرت وسوانح، نحو وصرف، علم کلام، عقائد وفرق وغیرہ سے متعلق چیزوں اور اسکی اہم کتابوں کا خوب مطالعہ کیا تھا، اور اکثر موضوعات کی اہم اور اصولی کتابیں آپ کی ذاتی لائبریری میں موجود تھیں، مدارس وجامعات کے ترجمان، ماہانہ رسائل، مصنفین اور مؤلفین کی طرف سے ارسال کردہ کتابوں پر ایک نظر ڈال لیتے تھے، اچھے ممتاز شعراء کے اشعار بھی خوب یاد تھے، جس کو حسب موقع وضرورت پڑھتے بھی رہتے تھے، ایک مرتبہ فرمانے لگے ”میں درمیان درمیان میں اشعار پڑھتا ہوں تو تم لوگ کہتے ہو کہ یہ کیا بات ہے، یہ تمھاری جہالت ہے ورنہ ہم تو طالب علمی کے دور میں بھی اس طرح کی دلچسپیاں رکھتے تھے، علامہ اقبالؒ کے اشعار پڑھتے تھے، میں علامہ اقبال، جوشؔ، غالب وغیرہ کی کتابیں دیکھتا تھا، ملفوظات پڑھتا تھا، مثنوی سے بہت محبت تھی، لیکن طالب علمی کے دور میں نہیں ملی ذرا ذرا وقت نکال کر اس طرح کی کتابیں پڑھتے رہنا چاہیے، (البتہ حضرت والا کو اِدھر چند سالوں سے مثنوی، اس کے مؤلف اور اس کے مضامین سے ایک سخت قسم کا تنفر پیدا ہو گیا تھا، جس کا اظہار بھی آپ فرماتے رہتے تھے، جبکہ آپ کے مشائخ اور علماء دیوبند کے ایک بڑے حلقہ میں مثنویِ مولانا روم کا شمار بڑی اہم اور مفید ونافع کتابوں میں ہوتا ہے)۔

اسی طرح آپ کے علمی وعملی مزاج میں توسع تھا، طبیعت تو بڑی نازک پائی تھی، اور مستقل امراض نے تو اور نڈھال کر دیا تھا، مزاج کے خلاف ذرا سی بات بھی بارِ خاطر ہو جاتی، لیکن علماً وذہناً مزاج وفکر میں بڑا توسع تھا، اور عملی زندگی میں بھی موقع بموقع احادیث کی روشنی میں اس پر عمل پیرا ہوتے۔

جبکہ آپ جس مدرسہ سے تعلیمی وتدریسی طور پر وابستہ ہوئے اور جہاں سے وابستگی دنیا کے ظاہری اسباب میں آپ کے نافع ہونے اور آپ کے فیوض علمی وروحانی کے دور دور تک پہونچنے کا سبب بنی، اس کا ایک علمی واعتقادی وعملی طریق کار ہے، جس کا وہاں کے بزرگوں نے ہمیشہ لحاظ رکھا۔

ہمارے حضرت الشیخ بھی اس سے بالکل الگ تھلگ نہیں تھے، لیکن حدیث سے خصوصی تعلق اوراسکے مطالعہ نے آپ میں وسعتِ علمی کے ساتھ توسع عملی بھی پیدا کردیا تھا، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ’’میں نے اپنا علم حضور ﷺ کے آئینہ سے حاصل کیا ہے، نہ میں شافعی ہوں نہ کوئی اور یہ میں اسلئے کہہ رہا ہوں کہ عبدالسلام اوراسکی برادری (یعنی اس وقت کے شافعی طلبہ) مجھے شافعی سمجھتی ہے۔

ایک مرتبہ میری ایک دودن کی حاضری کے موقع سے اپنے درجہ میں مزاحاً فرمایا ’’گذشتہ سال ایک عبد السلام بڑا متعصب شافعی تھا، تمام حنفیوں کو دبائے رکھتا تھا، اسلئے کہ اسکے پاس حدیث کے دلائل بہت تھے، میرے بارے میں بھی شافعی ہونے کا گمان رکھتا تھا تو میں نے صاف انکار کردیا اور کہا کہ بھئی میں تو حنفی ہوں، لیکن حدیث کے آگے پیچھے رہتا ہوں، اسی پر عمل کرتا ہوں جہاں نہ ملے وہاں احناف پر عمل کرتا ہوں،

(متعصب بظاہر مزاحاً فرمایا ہوگا، ورنہ ہم لوگ مسلکی سختی کو پسند نہیں کرتے بلکہ احناف وغیرہ کی مساجد میں انہی کے نظام وترتیب کے مطابق عمل کرتے ہیں اور خاص کر برِصغیر میں حنفی مسلک کو اصل اور احناف کو اپنا بڑا بھائی سمجھتے ہیں)۔

حضرت نے حنفی ماحول میں پرورش پائی تھی، حنفی فقہ پڑھی، فقہ حنفی واصول فقہ حنفی کی اہم کتابیں پڑھی بھی ہیں، اور پڑھائی بھی ہیں، لیکن یہ سب باتیں حضرت والا کے لئے کوئی بہت اہمیت کی حامل نہیں تھیں، کہ مسلک کی تعیین کرکے حرف بحرف اس پر عمل کیا جائے، اوراس پر سختی کی جائے بلکہ آپ کا مسلک بقول آپ ہی کے ’’میں خاندانی حنفی ہوں لیکن جوال سیال ہوں‘‘۔

اسی طرح ایک مرتبہ لباس کے بارے میں فرمایا ’’میں لباس وغیرہ کے بارے میں مولویت نہیں جانتا بلکہ جو بھی ہو غیر شرعی نہ ہو اور یہاں چونکہ ہمارے بلاد میں لمبا کرتا پہنتے ہیں تو اسلئے پہنتا ہوں‘‘۔

محسنین کا تذکرہ اور سادات سے محبت:۔

حضرت الشیخ اپنے دروس ومجالس میں اپنے محسنین کا باربار تذکرہ فرمایا کرتے تھے، اپنے خاندانی لوگوں میں اپنی نانی کا جنھوں نے والدہ کی قائم مقامی کی تھی، والدصاحب کی بعض خوبیوں کا اور دوسرے احباب کا۔

اپنے اساتذہ میں حضرت کے ابتدائی اور بڑے ہی محبوب استاد مولانا ضیاء الحق صاحبؒ فیض آبادی کا تو بار بار تذکرہ کرتے تھے کہ میں جو ہوں انھی کا فیض ہے، انھی کی تربیت، انھی کا احسان، اسی طرح مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ جن کی ہمارے حضرت الشیخ پر خصوصی نگاہ شفقت رہی، فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ جنھوں نے ہمیشہ حضرت کو ایک شاگرد سے زیادہ چھوٹے بھائی کی طرح رکھا، ان کے کھانے پینے اور قیام وغیرہ کی فکر کی، اسی طرح مفتی صاحب کے چھوٹے بھائی اور ہمارے حضرت الشیخ کے دوست مولانا اطہر حسین صاحبؒ ان حضرات کو بھی خوب یاد کرتے رہتے تھے۔

اسی طرح اپنے وہ استاد و مرشد جو کہ اپنے دور کے مرجعِ خلائق تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جنھوں نے اپنے کئی عزیز شاگردوں، ذھین وفطین، ذی علم اقرباء ومحبین کی موجودگی میں اپنے اس عزیز شاگرد کو انکی حدیث سے مناسبت تامہ کو محسوس کرتے ہوئے اپنی جگہ مدرسہ کا شیخ الحدیث مقرر کیا تھا کہ ان کے بھی اقوال وملفوظات کو بیان کرتے رہتے تھے، خاص کر بخاری میں ترجمۃ الباب کے حدیث سے تعلق کو بیان کرتے ہوئے، اسی طرح حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادے، داماد اور اس خانوادے کے تمام افراد سے اخیر تک محبانہ ومخلصانہ تعلق رہا، اور ان حضرات نے بھی ہمارے حضرت الشیخ کو اپنے خانوادے کا ایک محبوب ومحترم فرد اور اہم مہمان سمجھا، خصوصا حضرت مولانا طلحہ صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ، صاحبزادی حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم وہمشیرہ مشہور محقق ومصنف مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی زید مجدہ اور مدرسہ کے انتظامی اور دوسرے معاملات کی نگرانی کرنے والے اور حضرت الشیخ کے مہمانوں کے اکرام اور ان کو اپنا مہمان سمجھنے کے تعلق سے اس خانوادے کی ایک ممتاز شخصیت بڑے ہی عقلمند و بردبار، معاملہ فہم اور سنجیدہ عالم دین، ناظم مدرسہ مظاہر علوم حضرت مولانا سید سلمان صاحب سہارنپوری دام ظلہ۔

اسی طرح اپنے ان خاص محسنین کا تو بڑا ذکر فرماتے جن کی کتابوں کا زیادہ مطالعہ رہا، ایک مرتبہ فرمایا ’’بخاری، ابن تیمیہؒ ذھبی، ابن حجر ہم نے انھی کے دسترخوان پر کھانا کھایا انھی کی گیت گاتے ہیں۔

اسی طرح صحیح النسب سادات سے بھی ہمارے حضرت الشیخ بڑا قلبی تعلق رکھتے تھے، ان حضرات کا اکرام کرتے، ان سے محبت کو دین کا ایک حصہ سمجھتے۔ اس سلسلے میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی

ندویؒ سے جو محبت وعقیدت تھی، وہ تو بہت مشہور ہے، اپنے مدرسہ کا تعلیمی نصاب مکمل کرنے کے بعد ندوہ ضرور تشریف لاتے حضرت مولاناؒ کے پاس بیٹھتے، حضرت مولاناؒ کی آخری بیماری کے دوران عیادت کیلئے دو مرتبہ تشریف لائے، انتقال کی خبر سن کر سخت سردی، کہرے اور رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے ہونے کے باوجود تعزیت کے لئے فوراً تکیہ کلاں رائے بریلی پہونچے، حضرت مولاناؒ کی تصنیفات اور معتدل آراء کے بھی بڑے قائل تھے، تکیہ کے اس پورے گھرانے سے حضرت الشیخ کو بڑی محبت وانسیت رہی۔

اسی طرح جنید وقت حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ، ان کی اولاد واحفاد اور انکے ہتھوڑا باندہ میں واقع مدرسہ سے بھی بڑا ربط تھا، ہر سال ختم بخاری کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے احفاد سے بھی بڑی محبت رہی، اپنے تلامذہ میں بھی سادات میں سے کسی کو دیکھتے تو مشفقانہ تنبیہ کے ساتھ ان سے محبت فرماتے، اور تو اور مولانا سید ابوالاعلی مودودی صاحبؒ جو کہ اپنے محبین کے نزدیک کتنے ہی بڑے متکلم اسلام، مفسر قرآن، سلیس زبان میں اسلامیات کے موضوع پر لکھنے والے بڑے ہی کامیاب اسکالر ہوں۔ لیکن ہمارے حضرت الشیخ جس ادارے سے وابستہ تھے، وہاں اور اسکے قریب کے دوسرے بڑے اداروں کے بہت سے علماء ومشائخ کا موقف مولانا مودودیؒ کے سلسلے میں ذرا سخت اور درشت تھا، لیکن اسکے باوجود میں نے خود اپنے کانوں سے سنا کہ حضرت الشیخ فرمارہے تھے کہ ''ارے بھئی وہ تو سید ہیں'' اور ایک موقع سے فرمایا کہ ''وہ تو وہی باتیں لکھتے ہیں جو ہمارے بڑوں نے لکھی ہیں'' (یعنی عربی زبان میں تاریخ وتفسیر لکھنے والوں نے) نیز دوسرے اوقات میں کچھ تردیدی باتیں بھی کہیں ہیں۔

تعلق مع اللہ اور اتباع سنت:

یہ دو صفتیں ایسی ہیں کہ اس کے بغیر کوئی اللہ کا محبوب اور ولی نہیں بن سکتا، حضرت الشیخ کی تو پوری زندگی ہی قال اللہ اور قال الرسول میں گذری تو ان جیسی شخصیات کے بارے میں کیا کہا جائے، اللہ کے حضور حاضری کا بڑا استحضار رہتا تھا، ہمیشہ اس کی فکر رہتی کہ کام اخلاص کے ساتھ، اللہ کے لئے کیا جائے، اپنے دروس ومجالس میں بھی اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے، آخر آخر میں تو معافی تلافی کی بھی بڑی فکر ہوگئی تھی کہ بڑے دربار میں حاضری صفائی ستھرائی کے ساتھ ہو، جنازے پر اُمنڈ آئی تعداد اور مستقل آپ پر لکھا جانا

بھی تعلق مع اللہ ہی کی مضبوطی پر دلالت کرتا ہے۔

اتباع سنت کی تو ایسی فکر اور حدیث وسنت کو اقوال آخرین پر غالب رکھنے کا ایسا جذبہ کہ جو آپ کے دروس میں خالی الذہن ہو کر بیٹھے تو وہ عشق نبی اور سنت رسول ﷺ پر عمل کا جذبہ اور اس کی ہمت لے کر ہی اُٹھے گا، آپ تو ہر ایک کو قرآن مجید کی تلاوت اور مسنون دعاؤں اور مسنون اذکار کے اہتمام کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے، نمازوں کی سنتوں اور رہن سہن کی سنتوں کے التزام کی بابت بھی ترغیب دیا کرتے تھے، اپنے استاد ومرشد حضرت شیخ الحدیثؒ کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ”حضرت فرماتے تھے طریق سنت بے خطر ہے، سنت ہی میں کامیابی ہے“۔

اپنے بارے میں فرمایا کہ ”مجھ کو مجاہدہ نہیں کرنا پڑا، جہاں کوئی چیز خلاف سنت دیکھ لی فوراً چھوڑ دیا“ اسی طرح فرمایا ”جب ہم حدیث پڑھتے تھے تو جب بھی عمل کی حدیثیں آتی تھیں، تو عمل کا داعیہ پیدا ہوتا تھا، حضرت امام بخاریؒ سے بھی اسی لئے انتہائی درجہ کی عقیدت ومحبت تھی کہ انھوں نے حدیث رسول ﷺ کو اصل بنایا، اور اسی میں اپنی زندگی، مال اور صلاحیتیں کھپائیں، اور حدیث رسول ہی ان کی علامت اور ان کی زندگی کا جلی عنوان تھا۔

* * *

میرے محبوب استاذ کا تذکرۂ محبت

مولانا منیر احمد صاحب
سرپرست ادارہ فیض منیر ایجوکیشن ٹرسٹ، کالینا، بمبئی ۸۹

ناقابل فراموش محبتیں

انسان اس دنیا کی زندگی میں جن شفقتوں، محبتوں، عنایتوں اور کرم فرمائیوں کو نہیں بھول پاتا اور نہ ہی اسے بھولنا چاہیے ان میں والدین کرام، محسنین اساتذۂ کرام، مربین مشائخ اور مرشدین عظام کے سایہ میں نصیب ہونے والی شفقتیں، محبتیں اور توجہات ہوتی ہیں، یہ محبتیں اور شفقتیں انسان کے رگ وریشہ میں پیوست خون کی طرح قلب وروح کی گہرائیوں میں اپنا اثر اور اپنی یادیں چھوڑ جاتی ہیں۔

مسند العصر محدث کبیر کی ذات گرامی کا محبت بھرا سایہ

محدث جلیل، مسند العصر اور امیر المؤمنین فی الحدیث فی عصرہ جیسے عظیم القاب سے حقیقت میں نوازے گئے سیدی واستاذی حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری ثم سہارنپوری شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی آج ہم خوردوں کیلئے یہی شان رکھتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال سے علم وعمل، زہد وورع، انابت وللّٰہیت کے ساتھ فکر وتحقیق کی دنیا میں ایک یتیمی کا احساس ہوتا ہے اور یہ احساس بھی ایک بہت بڑی دلیل ہے اس مقبولیت ومحبوبیت کی جو اللہ پاک نے حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دربار میں عطا فرمائی تھی اور قلوب انسانی میں اس کی لہر ڈال رکھی تھی، **اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده، إنا لله وإنا اليه راجعون اللهم لك ما أخذته ولك ما أعطيته وكل شئ عندك بأجل مسمى، اللهم اجرنا فى مصيبتنا هذه وأعقبنا منها عقبى حسنه**، آمین

غم کے موقع پر صبر کرنا عبادت ہے اور صبر آجانا عادت ہے، حضرت کی جدائی پر غم یقینی ہے، اللہ پاک حضرت کے درجات اعلیٰ علیین کے مقربین خواص میں بلند فرمائے اور حضرت کی خدمات کی حفاظت فرما کر دواماً قبول فرمائے، آمین۔

محبوب استاذ کا محبوب و نرالا کمال

وہ ہمارے محبوب اور مکرم محسن استاذ تھے، ہم اپنی نگاہ سے ان کی شخصیت عظیمہ کو کیا تول سکتے ہیں، ان کی بڑائی، ان کی بزرگی معروف و مشہور اور اظہر من الشمس ہے، ہم نے ان سے پڑھا ہے اور استاذ کے بارے میں ہم سب کچھ کہاں بیان کر سکتے ہیں، اس کے لئے ایک لمبا دفتر چاہئے، ان کا مجاہدہ، ان کی قربانی، ان کا ایثار، اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا ان کا مزاج، ذوق عبادت، شوق و عشق حدیث، امت کی اصلاح کی فکر، یہ سب باتیں ہیں، اور اسی کے ساتھ خوردوں پر شفقت اور ان کی رعایت جیسی ایسی خوبیاں اور کمالات ہیں جو خصوصیت کے ساتھ آپ کی زندگی میں نمایاں و عیاں تھیں اور اس زمانہ میں ان سب کا ایک ہی شخصیت میں اجتماع بمشکل دیکھنے کو ملتا ہے،

مجاہدات پر ایک نظر

حضرت استاذیؒ نے اپنی مبارک زندگی کا مبارک سفر جن قربانیوں اور مجاہدات میں طے کیا ہے وہ آپ کی امتیازی خصوصیت ہے، اسے دیکھ کر، سن کر یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جیسی قربانی ویسی ہی اللہ پاک کی مہربانی، اللہ پاک کی کریم ذات ہے، وہ اپنے مخلص بندوں کی قربانیوں کی حفاظت فرماتے ہیں اور ہمارے بڑوں کی مبارک زندگی کا یہی باب ہم خوردوں کیلئے بہت اہم ہے کہ اگر ہم اپنی زندگی کو تن آسانی کا خوگر بنانے کے بجائے، اخلاص کے ساتھ قربانی اور مجاہدہ کا عادی بنائیں تو رب کریم جل

شانہ کے یہاں سے قبولیت اور محبوبیت کا تمغہ عطا ہوتا ہے، حضرت استاذی کی حیات مبارکہ کی ابتداء تا انتہاء دیکھنے سے اس امر کا پورا یقین ہو جاتا ہے۔

مولانا حماد کریمی ندوی صاحب نے حضرت استاذی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح سے متعلق ایک خاکہ اور حضرت کی خودنوشت تحریر کا مرقع شائع کیا ہے، اس کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کیسی عسرو تنگی کی حالت اور مجاہدہ میں ابتدائی تعلیم کا مرحلہ طے ہوا اور حضرت کے موفق من اللہ ہونے کی علامت تھی کہ ابتداء سے ہی اللہ پاک کے خاصان خاص بندے حضرت کے اساتذہ میں تھے جن کا تذکرہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے کلام میں اکثر بڑی محبت سے فرمایا کرتے ہیں، ان میں حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور مرشدی واستاذی حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کا خصوصاً تذکرہ فرمایا کرتے ہیں، ان اکابر سے فیضیاب ہو کر حضرت استاذی رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لائے، پھر قربانیوں اور خلوص وطلب کامل نے ایسا پختہ بنایا کہ ”پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا“ کی حقیقت آشکارہ کراتے ہوئے وہیں سپرد خاک ہوئے، حضرت کی مبارک تحریر کو ایک بار پھر اپنی آنکھوں کا مبارک سرمہ بنا کر بنظر محبت ملاحظہ کرتے ہیں اور اندازہ لگاتے ہیں اس مجاہدہ، صدق واخلاص اور طلب کامل کا جس کے ساتھ رب کریم جل شانہ کی تائید قوی شامل ہوتی ہے اور بفضلہ منزل تک رسائی ہوتی ہے، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

”تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا، ابتدائی فارسی سے لے کر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لے کر مختصر المعانی، مقامات وشرح وقایہ ونور الانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں، اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہوگئی۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی، ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ، نور الانوار مولانا ضیاء الحق صاحبؒ سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انہیں کتابوں میں داخل کر دیا اور خود پڑھایا۔ اس کے بعد شوال ۷۷ ۱۳ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم میں بھیج دیا، یہاں آ کر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلّم، ہدایہ ثالث، مشکوۃ شریف اور

تیسرے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی، اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب، درمختار پڑھیں۔

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا، وظیفۂ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیر تعلیم وتدریس تھیں، اگلے سال بھی یہی کتابیں رہیں اور وظیفہ ۱۰ روپے ماہانہ ہوگیا، اس سے اگلے سال تیس روپئے خشک (یعنی بلا طعام) پر تقرر رہوا، اور مقامات وقطبی سپرد ہوئیں، اور اس سے اگلے سال یعنی چوتھے سال شوال ۱۳۸۴ھ سے ہدایہ اولین، قطبی واصول الشاشی زیر تدریس تھیں۔

اسی سال ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی، جو باب الکبائر سے پڑھائی، پھر آئندہ سال شوال ۸۵ھ میں مختصر المعانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوۃ شریف مکمل پڑھائی، اور شوال ۸۶ھ میں ابوداؤد شریف ونسائی شریف ونور الانوار زیر تعلیم رہیں، اور شوال ۸۷ھ سے مسلم شریف، نسائی وابن ماجہ وموطئین زیر درس رہیں۔

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی، **ولله الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه ومبارکا علیه**، اس کے بعد سے بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ بخاری شریف اور کوئی دوسری کتاب ہوتی رہتی ہے۔

میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر العلوم آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہوگیا اور پھر منہ سے خون آگیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ نے بلا کر ارشاد فرمایا: ’’جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا‘‘، میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: ’’حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مرجاؤں گا‘‘ حضرت نے فرمایا کہ: ’’بیماری میں کیا پڑھا جائے گا‘‘ میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: ’’حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا‘‘ اس پر حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ’’پھر پڑا رہ‘‘۔

یہ ہے حضرت قدس سرہ سے پہلی بات چیت، اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے، اور گاہ بگاہ جب طبیعت

ٹھیک ہوجاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے، انہیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ یہ کیا یقین ہے کہ ”خون پھیپھڑے سے آیا ہے؟“ اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہوگیا، لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔

یہ اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دارالحدیث کی شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا درس سنتا اور سوچا کرتا تھا کہ نامعلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی، لیکن سب فضل وکرم ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت نہ ہوئی اور اب بڑھاپا شروع ہوچکا، حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں، اب اپنی بیماریوں کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر وقت گئے ہوتا کیا ہے، وقت گزر گیا۔ (انتہی)

ہم اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت استاذی رحمۃ اللہ علیہ کس طلب صادق اور قربانی ومجاہدہ کی دھن سے آراستہ تھے۔

علمی وسعت ورسوخ، درجہ کمال اور اہل زمانہ کا اعتراف

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اسی محنت، مجاہدہ وقربانی کی برکت ہے کہ اللہ پاک نے دنیا میں آپ کو مشہور ومقبول اور محبوب بنایا، آپ کا علمی مقام کتنا بلند اور اعلیٰ تھا یہ تو اہل علم ہی جانیں لیکن حدیث پاک سے انس ومحبت بلکہ عشق اور اس فن میں درجۂ کمال ومرجعیت آپ کو موہبۂ ربانیہ کے طور پر عطا ہوئی تھی، اس کا تمام اہل زمانہ نے اعتراف کیا ہے، کسی نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم سے بھی کسی نے بخاری شریف میں مہارت، درجہ کمال اور مرجعیت کے متعلق سوال کیا کہ اس وقت ایسا کون

ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، یہ بات بھی بہت پرانی ہے، حضرت شیخ فرماتے تھے کہ بخاری شریف کا علم تم نے لے لیا، حضرتؒ کی مقبولیت کہ الحمدللہ عرب وعجم کے طول وعرض میں آپ کا فیض عام ہوا اور لوگوں نے آپ کو ''امیر المؤمنین فی الحدیث فی ھذا العصر'' کے مبارک اور امتیازی لقب سے نواز، آپ کے محبوب استاذ اور شیخ قطب الاقطاب محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کا گرامی نامہ جو آپ کے نام تحریر کیا گیا تھا اور چالیس سال بعد اسے ملاحظہ کرنے کا حکم ہوا تھا، آپ کے علم وفضل کے تفوق کی خاص اور بڑی دلیل ہے، اس خط کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے۔

ابھی کمسن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حالِ دلِ بےتاب کو شکوہ سمجھے

''ابھی تدریسی دور کا پہلا سال ہے اور اس سیاہ کار کے تدریسی دور کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے جب سینتالیس پر پہونچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے ہوگے۔

فقط: زکریا: ۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں اور چالیس سال کے بعد پڑھیں

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ بھی آپ کے علم وفضل کی کھلی دلیل ہے، جسے مولانا عبدالرحیم لمبادا دامت برکاتہم نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ العرب والعجم مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کو کسی حدیث کے حوالہ کی تلاش تھی، بہت سارے علمائے کرام کے پاس تلاش کروایا مگر حوالہ نہیں ملا۔ بالآخر مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمہ اللہ نے شیخ الحدیث شیخ زکریا رحمہ اللہ کو خط بھیجا کہ مجھے فلاں حدیث کا حوالہ مطلوب ہے، شیخ زکریا رحمہ اللہ نے شیخ یونس جونپوری رحمہ اللہ کو حوالہ تلاش کرنے کا کام سپرد کیا، کچھ ہی دیر میں شیخ یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ نے وہ حوالہ تلاش کرلیا۔ شیخ الحدیث شیخ زکریاؒ نے اسی خط کے پیچھے حوالہ لکھ کر بھیج دیا کہ یہ حوالہ مولانا یونس نے تلاش کیا ہے، ایک دن علامہ ندوی رحمہ اللہ سہارنپور تشریف لائے تو کہا مجھے ان مولانا سے ملنا ہے جنہوں نے حوالہ تلاش کرکے بھیجا تھا، شیخ زکریا رحمہ اللہ نے شیخ یونس جونپوری رحمہ اللہ کو بلایا، شیخ

یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے تو انکو دیکھ کر علامہ ندوی نے کہا یہ نہیں مجھے ان مولانا سے ملنا ہے جنہوں نے حوالہ تلاش کر کے بھیجا تھا، تو شیخ زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا وہ مولانا جنہوں نے حوالہ تلاش کیا تھا وہ یہی نوجوان (شیخ یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ) ہیں۔۔اللہ اکبر

اسلوب درس وافادہ

آپ کے حلقۂ درس اور دامن استفاضہ سے وابستہ لوگوں پر یہ بات عیاں ہے اور وہ لوگ یقیناً اس کی تائید کریں گے کہ آپ کا اسلوب درس بہت ممتاز تھا، گفتگو تحقیقی اور طویل فرماتے تھے، زبان بہت صاف اور شیریں ہوتی، اور معانی کی ایسی آمد اور روانی تھی جیسے ایک سیل رواں ہے جو کہیں تھمنے کا نام نہیں لیتا، ذیل میں آپ کے سامنے حضرت کے درسی افادہ کا ایک نمونہ پیش ہے جو کسی نے بھیجا ہے اور آج کل آپ کی مبارک آواز میں وہ سنا بھی جا رہا ہے، اور یہ نمونہ ماقبل میں امر مذکور کی کھلی دلیل ہے، ہم بھی اس سے مستفید ہوں، حضرت فرماتے ہیں:

لیکن بعض اشخاص کے دل میں شکوک وشبہات اس طرح جاگزیں ہو جاتے ہیں کہ وہ دلائل کلامیہ سے زائل نہیں ہوتے، ہاں البتہ اہل ایمان ویقین کی صحبت سے اور خاص طور سے کاملین اہل اللہ کی صحبت سے شکوک وشبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان کا یقین صحیح اور درست ہو جاتا ہے، ہم نے اپنے بزرگوں کے متعلق اس طرح کے بہت سے قصے سنے ہیں ایک صاحب حضرت اقدس تھانوی کے یہاں گئے اور اپنے بارے میں کہنے لگے کہ ان کا جی نصرانی ہونے کو چاہتا ہے حضرت نے ایک تھپڑ مارا زور سے اور فرمایا جا بد بخت، ہو جا، وہ فرماتے تھے کہ اس کے بعد سے سب خیال نکل گیا، حضرت رائپوری کے یہاں ایک صاحب گئے جن کا مرتد ہونے کو جی چاہتا تھا حضرت نے فرمایا ان کے قلب کی طرف اشارہ کر کے کہ میں تو کچھ بھی نہیں لیکن بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر یوں اشارہ کریں تو دل پلٹ جائے، اسی وقت ان کی حالت صحیح ہو گئی، (سمجھ میں آیا) اور بھی اس طرح کے بہت سے اہل اللہ ہیں جن کے پاس بیٹھ کر انسان کی قلبی زندگی میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور میں حضرت اقدس شاہ فضل رحماں گنج مرادآبادی کا قصہ بیان کر چکا ہوں کہ ایک شخص کو دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیش آ گئے اور اس قدر قوی ہو گئے کہ وہ کسی

طرح اس کو دفع نہیں کر سکے حتی کہ رمضان میں روزہ بھی توڑ دیا جب ان کے دوست کو اس کی یہ کیفیت معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا آپ میری وساطت سے گنج مراد آباد چلے جائیں، وہ کہنے لگے یہ علمی شکوک وشبہات ہیں، مولانا نیک صالح آدمی ہیں وہ کیا کریں گے، انہوں نے کہا کہ آپ چلے تو جایئے، بڑے اصرار کے بعد چلے گئے، ابھی وہ بڑے میاں کی خدمت میں پہونچے ہی تھے، کہ حضرت نے فرمایا بتاؤ تم کو کیا شکایت اور شبہات ہیں، اب وہ جو بھی شبہ سوچتے ساتھ ہی جواب بھی موجود ہوتا، تھوڑی دیر کے بعد سارا بادل چھٹ گیا اور ان کے قلب کی اصلاح ہوگئی، لیکن ایسے اللہ والے کبریت احمر کی حیثیت رکھتے ہیں، کہیں اتفاقا کسی کونے میں کسی صدی کے اندر موجود ہوا کرتے ہیں، بہتر یہی ہے کہ آپ نہ اہل باطل کی کتابیں پڑھیں اور نہ ان کی صحبت میں بیٹھیں۔ (انتھی)

مرجعیت اور آپ کے فیض بیکراں کی وسعت

حضرت کی ربانیت اور فن حدیث شریف میں کمال و مرجعیت اور عند اللہ وعند العباد مقبولیت کی بات ہے کہ اس وقت آپؒ کو پورے عالم میں حدیث پاک میں عمومی مرجعیت نصیب تھی، ہندوستان کے باہر دیگر دوسرے ممالک عرب و یورپ میں بھی آپ کے خصوصی فیض یافتہ ہیں، جو مختلف جہتوں سے دین اور علم دین، حدیث پاک کی اشاعت اور خدمت میں مشغول ہیں، اللہ پاک سب کو قبول فرمائیں، اور ہمیں بھی مواقع اور توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

عرب حضرات کا رجوع

حضرت کی مقبولیت اور محبوبیت کی شان دیکھیں کہ حضرت جب حج کو تشریف لے جاتے تو حج کے موسم میں بھی حضرات عرب حدیث شریف پڑھنے کیلئے حضرت کی خدمت میں آتے، مکہ میں، منی میں بھی آتے تھے، جہاں قیام ہوتا تھا وہاں پر، مدینہ شریف میں، ان تمام مقامات پر اہل عرب حدیث شریف پڑھنے کیلئے خوب آتے تھے، اللہ پاک قبول فرمائیں۔

اس واقعہ سے ہمارے لئے بھی دو باتیں عزم کرنے کی ہیں، ایک تو یہ کہ جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

مقبولیت ومحبوبیت سامنے آتا ہے وہیں عرب حضرات کی قدردانی، شوق علم اور شوق حدیث پاک بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں علماء ربانین کی کتنی قدر ہے اور شوق حدیث پاک میں وہ کتنے بڑھے ہوئے ہیں۔

زمانہ حج میں حضرتؒ کا معمول

اللہ پاک کا احسان ہے اور مولانا محمد یونس رندیر افلاحی صاحب کی محبت بھی ہے کہ انہوں نے بھی اس کی فکر کی ہے، الحمدللہ ادھر تقریباً بارہ تیرہ سال سے حج کے ایام خصوصاً پانچ دن حضرتؒ کے ساتھ ہی رہتے تھے، ان ایام میں ایک بات تو یہ دیکھنے کو ملی کہ عرب حضرات پڑھنے آتے تھے، اس کے علاوہ دوسری بات اور اوقات میں یہ تھی کہ اکثر اوقات تلاوت میں، ذکر میں مشغول رہتے تھے، حضرت کے خیمہ میں احباب کے مشورہ سے دینی باتیں بھی کبھی سنی جاتی تھیں، ایک مرتبہ حضرت کے سامنے منی میں ہم نے پہلی بار بیان کیا تو بہت خوش ہوئے، اس کے بعد خود فرماتے تھے کہ بیان کرو، دعا کا بھی حکم فرماتے تھے، ایک بار فرمایا دعا کراؤ، لیکن اس وقت چوں کہ وہاں پر پاکستان کے علماء کرام بھی تشریف فرما تھے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بڑے لوگ ہیں بہتر یہ ہے کہ ان سے دعا کرالیا جائے، تو حضرت نے فرمایا کہ تم جیسا کہو، تمہاری جو رائے ہو۔

شفقتوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایہ تلے

یہ سب حضرتؒ کی شفقت اور محبت کی وجہ سے تھا، حضرتؒ کی مبارک زندگی کا ایک امتیازی وصف خوردوں پر شفقت ومحبت اور نوازش وکرم بھی تھا، اور بندہ نے حضرتؒ کی بے انتہاء شفقتیں اور عنایتیں دیکھی ہیں، بندہ مظاہر علوم پڑھنے کیلئے آیا تھا تو چوں کہ اسی جگہ یعنی مانی کلاں چوکیہ کھیتا سرائے سے پڑھ کر آیا تھا جو حضرتؒ کا بھی اول مادر علمی تھا حضرت بھی وہیں سے پڑھ کر آئے تھے، اور ہمارے حضرت مرشدی ومرشد امت مولانا الشاہ عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے بارے میں حضرت کے نام ایک خط میں تحریر فرمادیا تھا کہ ان کی خیر خواہی کرتے رہئیے گا، ان کی رہنمائی فرمائیے گا، الحمدللہ پھر حضرت نے ہمارے اوپر شفقت فرمائی۔

ہمارا داخلہ وغیرہ الحمدللہ ہوگیا، کتابیں سب مل گئیں، بہت عنایت دیکھی، نماز جمعہ ہم حضرت کے متصل

پڑھتے تھے، کبھی حضرت ہم کو بلاتے تھے، اپنے ہاتھ سے کھلاتے تھے، یہ ان کی شفقت ومحبت تھی، پھر اللہ پاک تعالیٰ شانہ نے توفیق عطا فرمائی کہ آج تقریباً بارہ تیرہ سال سے حضرت کے ساتھ ہی حج کرتے تھے، وہاں بھی آپ کی بے انتہاء شفقت ہوتی تھی۔

ابھی سال گزشتہ ۱۴۳۷ھ کے حج کا واقعہ ہے، منیٰ کے اندر خیمہ میں قیام تھا، ہم استنجاء وضوء سے فارغ ہونے کیلئے چلے گئے کہ وضوء کر کے تازہ دم ہو جائیں، اسی درمیان کوئی پھل وغیرہ آیا کھانے کیلئے، لوگ کھا رہے تھے، اتنے میں حضرتؒ نے فرمایا کہ منیر کہاں ہیں، میں نے ایک صاحب سے بتا دیا تھا کہ وضو کرنے جا رہا ہوں، اسلئے لوگوں نے حضرت کو بتلایا کہ وضوء کرنے گئے ہیں تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ان کا حصہ الگ رکھ دو، ہم وضوء کر کے آئے تو لوگوں نے کہا آپ کا حصہ رکھا ہے، اور جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ زیادہ ہوتا ہے، ہم نے پوچھا کہ سب نے کھا لیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہاں، سب نے کھا لیا ہے، تب ہم نے اپنا پورا حصہ کھایا، حضرتؒ کی عنایت وکرم ہے کہ پیٹھ پیچھے اتنی تعریف کیا کرتے تھے کہ ہم اس کو اپنی زبان سے بیان بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں کی ایک جماعت سہارنپور گئی، حضرت سے ملاقات کرنے آئی، تو حضرتؒ نے پوچھا کہ کہاں کی جماعت ہے؟ ان لوگوں نے کہا ضلع بستی، موضع چھتہی سے آئی ہے، ہمارے گاؤں کا نام چھتہی ہے، مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے، الحمد للہ تیرہ مساجد ہیں ابھی اس وقت ماشاء اللہ مدرسے بھی ہیں، تو چھتہی سن کر فرمایا کہ وہاں کے تو ہمارے مولوی منیر ہیں، ان کو جانتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ جی حضرت! وہ تو ہمارے یہاں کے بڑے اور سرپرست ہی ہیں، ہم ان کو کیوں نہیں جانیں گے، تو ان لوگوں نے بتلایا کہ اس وقت حضرتؒ تقریباً پندرہ منٹ تک مسلسل آپ کا تذکرہ فرماتے رہے اور اتنی باتیں فرمائیں کہ میں اپنی زبان سے ان کو کہہ بھی نہیں سکتا ہوں۔

یہ سن کر مجھ پر بہت اثر ہوا کہ ہمارے بڑوں کی شفقت وعنایت کتنی زیادہ اور بے پایاں ہے اور ہماری کیا حیثیت ہے، اللہ پاک کی ستاری کا معاملہ ہے، پڑھنے کے زمانہ میں میرا قیام دار جدید کے کمرہ میں تھا، اکیلے رہتا تھا، یکسوئی رہتی تھی، ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تھا اور زیادہ بیمار ہو گیا تھا، دار جدید کے نیچے ایک کمرہ میں ایک چارپائی بچھتی تھی، اسی کمرہ میں ہم نے دو سال گزارے ہیں تو جب ہماری طبیعت خراب ہو گئی تھی اس وقت حضرتؒ وہاں پر ہم کو دیکھنے کیلئے تشریف لائے اور دعا فرمائی اور اس وقت کے اعتبار سے دوا کیلئے ہم

کو دس روپیہ بھی عنایت فرمایا تھا۔

کتنی بار اپنے ہاتھوں سے ہم کو کھلایا ہے، لقمہ ہاتھ میں لے کر منھ میں رکھتے تھے، طالب علمی کے زمانہ میں ایسا ہوا کہ دیر ہوگئی، روز تو جگہ پر پہلے پہنچتے تھے مگر اس دن دیر ہوگئی تو دو تین صف کے بعد جگہ ملی تو حضرت نے فرمایا کہ منیر کیلئے یہاں جگہ چھوڑ دو، بہت سی باتیں ہیں جو حسب موقع یاد آتی رہتی ہیں۔

تمہارے یہاں آنے کو جی چاہتا ہے

حضرتؒ کی ایک مرتبہ طبیعت ناساز ہوئی، بیمار ہوگئے تو علاج کیلئے بمبئی تشریف لائے، ہمیں معلوم ہوا تو حضرت کو دیکھنے اور ملاقات کیلئے ہم بھی حاضر ہوئے، الحمد للہ علاج و معالجہ ہوا اور اللہ پاک کے فضل سے صحت ہوگئی، ہم حاضر ہوئے تو فرمایا کہ مولوی منیر! اور تو کہیں ہیں لیکن تمہارے یہاں آنے کو جی چاہتا ہے، چوں کہ حضرتؒ کی کمر میں تکلیف تھی اور ہمارے یہاں مسجد میں آنے پر چوبیس زینے چڑھنے پڑتے تھے، حضرت نے تو شفقت اور محبت میں فرمایا، لیکن ہم نے سوچا کہ حضرت نے محبت وشفقت میں فرمایا ہے اب اگر میں کہوں گا تو ضرور تشریف لائیں گے، لیکن اگر آئیں گے تو زینہ چڑھنے میں تکلیف ہوگی، اور اپنی راحت کیلئے بڑوں کو تکلیف دینا نہیں چاہئے، تو ہم یہ سوچ کر خاموش رہے، اگلے دن میرا وطن کا سفر تھا، کیوں کہ بچے سب وطن میں تھے، عصر سے پہلے میں مسجد کے پاس سے گزرا تو ہمارے مؤذن صاحب، جو، جونپور کے رہنے والے تھے، وہ تیزی سے آئے اور کہا کہ حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے ہیں، حضرت کے ساتھ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ماھی والے اور ان کا پورا قافلہ تھا، وہ سب آئے ہوئے تھے۔ اس وقت ہمارے ایک دوست ہیں، اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں، انہوں نے ہمارے لئے مغزیات کو پیس کر اور اس میں شکر وغیرہ ڈال کر پوری طرح پکا کر بھیج دیا تھا کہ آپ گھر پر نہیں ہیں، تو جب ناشتہ کرنا ہوگا حضرت اس میں سے ایک پیالہ کھا پی لیں گے، مقوی بھی ہے اور کوئی خاص فکر بھی نہیں کرنی پڑے گی، وہ گھر میں فریج میں رکھا ہوا تھا، میں نے اس کو ایسے ہی اٹھایا، سوچا کہ یہاں گھر پر کہاں لاؤں گا جگہ بھی تنگ ہے، اسلئے اس کو ایسے اٹھایا اور ہاتھ میں لے کر جلدی جلدی حضرت کے پاس پہونچا، ملاقات وزیارت ہوئی پھر جلدی سے دسترخوان لگایا اور حضرت اور مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا، کہ حضرت اسے نوش فرمالیجئے، ہم نے اس وقت جو لوگ حضرت کے ساتھ تھے ان سے پوچھا کہ حضرت کو کون سا بسکٹ

پسند ہے؟ تو کہا کہ گوڈ ڈے، پھر جلدی سے بسکٹ اور جوس منگایا اور عرض کیا کہ حضرت! چائے انشاء اللہ عصر بعد ہوگی، ابھی یہ جوس نوش فرمالیں، اس وقت خیریت دریافت فرماتے ہوئے پوچھا کہ گھر والے کیسے ہیں؟ خیریت سے ہیں؟ تو ہم نے عرض کیا کہ حضرت اس وقت وہ سب وطن میں ہیں، اب شفقت دیکھئے کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ میرے بچے یہاں نہیں ہیں، تو نثار بھائی جونپور مانی کلاں والے کو بلایا اور فرمایا کہ واپس چلیں گے، مطلب یہ تھا کہ بچے گھر پر نہیں ہیں اور کھانے پینے کا اہتمام کریں گے، اس پر شفقت میں فرمایا کہ ہم واپس چلیں گے۔

پہلے حج سے واپسی

حضرتؒ پہلے حج میں تشریف لے گئے، اکیلے تشریف لے گئے تھے، جب حج سے واپس ہوئے تو ایئر پورٹ پر اکیلے تشریف لائے تھے، پہچان کا وہاں کوئی نہیں ملا، ایک حاجی صاحب تھے انہوں نے کہا، آپ پریشان مت ہوئیے میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلئے، میرے گھر رات قیام فرمایئے، پریشان نہ ہوئیے، اس رات کے وقت میں آپ کہاں کسی کو تلاش کریں گے، بارہ بج رہے ہیں، اگلے دن آپ جہاں کہیں گے وہاں ہم آپ کو پہونچادیں گے، اس کے بعد ٹیکسی والے سے بات کی تو اس نے پوچھا کہ کدھر سے چلوں؟ اندھیری ہو کر یا کالینا ہو کر چلوں؟ کالینا سن کر حضرت نے فرمایا کہ کالینا؟ ہمارے مولوی منیر (حفظہ اللہ) وہیں رہتے ہیں، میں اس دن اس وقت اپنے مدرسین کو بلا کر، ان کی تعلیمی رپورٹ وغیرہ دیکھ کر انہیں تنخواہ دے کر فارغ ہوا تھا، رات بارہ بج کر کچھ منٹ ہوئے تھے، ان سب کام سے فارغ ہو کر آرام کرنے کے لئے کپڑے اتار ہی رہا تھا کہ ہمارے وہی مؤذن صاحب دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ حضرت شیخ یونس صاحبؒ تشریف لائے ہوئے ہیں، ہم سنتے ہی دوڑے ہوئے جلدی آئے، حضرت سے ملاقات ہوئی، اس وقت ہمارے گھر میں سے ان کی ایک رشتہ دار چچیری بہن لگتی ہیں وہاں گئی ہوئی تھیں، وہ اصرار کر رہی تھیں کہ ابھی رک جایئے ہم نے فون کیا کہ حضرت تشریف لائے ہوئے ہیں، ناشتہ جلدی کرانا ہے، تو گھر والے آئے، رات کو بارہ بج رہے تھے اس وقت جو بھی ہوسکا خدمت کیا پھر رات کو حضرت نے قیام کیا، صبح کو ان حضرات کو خبر کی گئی جو پالن پور کے احباب تھے، حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رمضان شریف میں خانقاہ میں جاتے تھے، ان سب کا نام حضرت نے ہی بتایا تھا، پھر وہ احباب آئے اور ظہر کے بعد حضرتؒ کو اپنے ساتھ لے کر گئے۔

عالی پور کا سفر

ایک مرتبہ گجرات کے عالیپور اور دوسرے علاقۂ گجرات کا دورہ تھا، مجھکو معلوم ہوا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں، تو ملاقات کیلئے ایئرپورٹ گیا، حضرت جب گاڑی میں بیٹھ گئے، گجرات جانے کیلئے تو فرمایا: مولوی منیر تمہارا انتظار رہے گا، گاڑی والے نے کہا کہ اب تو آپ کو آنا ہی پڑے گا، اسلئے مناسب ہے کہ گھر پر اطلاع فرمادیجئے اور گاڑی میں بیٹھ جایئے ورنہ بعد میں گاڑی کر کے وہ بھی رات میں آنا پڑے گا۔ خیر! میں نے گھر فون سے اطلاع کی اور حضرت کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات ہیں۔

عرفات میں دسترخوان پر کھانا کھانے بیٹھے، تو مولانا بدرالدین اجمل صاحب نے زور سے آواز دے کر کہا کہ مولانا منیر صاحب! حضرت آپ کو یاد فرما رہے ہیں، پھر قریب جا کر بیٹھا، کھانا کھانے کیلئے۔

تمہارے یہاں کھاؤں گا

۱۹۹۳ء کی بات ہے، ہم حج کیلئے گئے تھے، والدہ مرحومہ کے ساتھ تھے، مفتی حبیب کی والدہ بھی تھیں، شامیہ میں ہمارا قیام اوپر تھا، حضرت سے ملاقات ہوئی تو فرمایا جمعہ بعد کھانا تمہارے یہاں کھاؤں گا، ہم نے عرض کیا حضرت ٹھیک ہے، میں گیا، دو مرغی لایا، ہمارے گھر میں بولی تھیں کہ ہم خود ہی ذبح کریں گے، زندہ مرغی لایئے، میں دو مرغی زندہ لے آیا، جمعہ کا دن تھا، سب کو تیاری بھی کرنی رہتی ہے، خیر! گھر میں انہوں نے ذبح کیا، پکایا، جمعہ بعد حضرت اور حضرت کے ساتھ اور بھی دو چار احباب تھے، سب آئے، دسترخوان بچھایا، کھانا کھایا، اس کے بعد فرمایا بہت اچھا بنایا ہے، بہت اچھا بنایا ہے، کئی بار فرمایا، اور تعریف کی۔

ہمارے حضرت مرشدی مرشدِ امت مولانا عبدالحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ جب پہلی بار کالینا تشریف لائے تھے، چھیالس سال پہلے کی بات ہے ۱۹۷۲ء کی بات ہے، حضرت نے ہم کو بھیجا تھا، اس وقت ہماری

یہ مسجد کل چار صف کی تھی، بہت چھوٹی تھی، اس وقت ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، بیچ میں پردہ تھا، مشکل سے سات بائی دس کا رہا ہوگا، زیادہ سے زیادہ۔ اس میں خود ہی پردہ باندھ دیا اور کھانا کھانے کیلئے حضرتؒ وہاں بیٹھ گئے، ساتھ میں اور بھی ساتھی تھے وہ بھی بیٹھ گئے، ہم کھانا نیچے سے بڑھاتے گئے اور حضرت اور تمام احباب کھانا کھاتے رہے، کھانے سے فارغ ہوکر حضرتؒ نے فرمایا بہت اچھا ہے، بہت لذیذ ہے۔ ہمارے عبدالولی بھائی مرحوم جنھوں نے حضرتؒ کی سالہا سال خدمت کی ہے، ساتھ رہتے تھے، مجھ سے کہنے لگے کہ میں نے حضرت کو سینکڑوں جگہ کھلایا ہے لیکن حضرتؒ نے کبھی اتنی تعریف نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد میں نے گھر میں پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو کہا کہ ہم کھانا پکاتے وقت دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! یہ کھانا مہمان کو پسند آجائے، رغبت اور شوق سے کھالیں، اس لئے اللہ پاک اس میں لذت ڈال دیتے ہیں، اللہ پاک کا احسان ہے۔

ہمارے استاذ حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ پاک ان کا درجہ بلند فرمائے، ایک بار نومبر میں سہارنپور گیا تھا، ۲ ر نومبر کو شوری تھی، حضرت مولانا شاہد صاحب کا ایک مدرسہ ہے تحفیظ القرآن اس کی شوری تھی، میں یکم نومبر کو پہونچ گیا تھا، ۳ کو حکیم عثمان صاحب جو مدینہ پاک میں رہتے ہیں ان کے مدرسہ کا افتتاح تھا، میں نے سوچا کہ ۲ کو شوری ختم ہوجائے گی تو ۳ ر اور چار کو واپس آجاؤں گا، وہاں جاکر پہلے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا تھا اس لئے کہ حضرت میرے استاذ ہیں اور بھی استاذ ہیں حضرت مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم ہیں، لیکن وہ گھر رہتے ہیں، اسلئے میں پہلے حضرتؒ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔

خصوصی عنایت وتوجہ

میرے محلہ کا ایک بچہ وہاں پڑھتا ہے، میں نے اس سے کہا کہ دیکھو! حضرت اس وقت مشغول ہیں یا فارغ تشریف رکھتے ہیں، تو وہ طالب علم آیا کہنے لگا کہ حضرت یاد فرمارہے ہیں، میں نے کہا کہ شاید تم نے بتادیا ہوگا، خیر! میں حاضر ہوا خادم بیٹھے ہوئے تھے حضرت نے فرمایا، آم لاؤ، کاٹو، پھر پیالہ بھر کے میرے سامنے رکھا اور فرمایا، یہ سب تمہارے لئے ہے، سب کھاؤ، حضرت کی طرف سے تھا تو میں

نے بھی سب کھایا اور پورا کھایا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی سے توقع اور امید نہ رکھے، اور بغیر توقع اور امید کے آجائے تو انکار نہ کرے، مخلوق سے توقع و امید نہیں رکھے گا تو کوئی شکوہ وشکایت نہیں ہوگی، ساری شکایتیں امید اور توقع پر ہوتی ہیں، جب مخلوق سے امید نہیں رکھی تو شکایت وشکوہ نہیں کرے گا۔

جب توقع اٹھ گئی غالب پھر کیوں کسی سے گلہ کرے کوئی

تو وہ پورا آم میں نے کھایا، اللہ پاک بہت درجہ بلند فرمائیں، یہ سب شفقتیں حسب موقع یاد آتی ہیں

محبت بھرا طویل کلام

عرفات اور مزدلفہ میں تو مشغولی رہتی تھی لیکن اس کے علاوہ جب فارغ ہوتے تو حاضر ہوتا، حضرت وہاں کی باتیں دیر تک فرماتے، مولانا محمد یونس رندیرا فلاحی صاحب کہنے لگے حضرتؒ جب آپ کو پا جاتے تھے تو دیر تک وہاں کی پوربی زبان میں باتیں فرماتے ہیں، اس بار جب میں ملنے کیلئے حاضر ہوا تو جن صاحب کو دیکھنے کیلئے بھیجا تھا وہ باہر بیٹھ گئے میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت گفتگو فرمانے لگے، دیر تک ارشاد فرماتے رہے، جب میں حضرت کے پاس سے لوٹا تو وہ کہنے لگے کہ میں نے ٹائم دیکھا ڈھائی گھنٹہ تک حضرت آپ سے گفتگو فرماتے رہے، مجھے نہیں معلوم کہ حضرتؒ نے اتنی لمبی گفتگو کسی سے اکیلے میں فرمائی ہو۔

مجھے نہیں بھولنا

حج میں حضرتؒ نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو! مجھے نہیں بھولنا، لوگ بھول جاتے ہیں، تم مجھے نہیں بھولنا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں اپنے اساتذۂ کرام کیلئے نمبر وار قربانی کرتا ہوں، اکٹھے سب کیلئے قربانی کرنا مشکل ہے، لیکن ہر سال ایک ایک کر کے اساتذہ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں، الحمد للہ، اللہ پاک قبول فرمائیں۔

فکر آخرت اور بے چینی

ایک مرتبہ ایک صاحب نے زکوۃ کی رقم دے دی تھی اور حضرت کو بتایا نہیں تھا کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے، کوئی موقع آیا تو حضرت نے اسے خرچ کر دیا، وہ صاحب دوبارہ آئے اور تذکرہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ وہ رقم تو زکوۃ کی تھی، تو حضرت نے فرمایا کہ بتانا چاہئے تھا کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے، آپ نے بتایا نہیں، تب حضرت کی بے چینی دیکھئے کہ اس کے بعد کتنی رقمیں آئیں، حضرت نے ان سب کو زکوۃ کی مد میں خرچ کر دیا، اور فرمایا کہ کتنی رقمیں آتی ہیں، میں ان سب کو زکوۃ کی مد میں خرچ کر دیتا ہوں۔ ایک آدمی نے تو کہا کہ حضرت! میں آپ کی طرف سے پورا ادا کر دیتا ہوں، پچاس ہزار رقم تھی، کہا کہ میں آپ کی طرف سے ادا کر دیتا ہوں تاکہ آپ کے ذہن پر بوجھ نہ رہے، اس کے باوجود کئی بار رقم آئی اس کو زکوۃ کی مد میں خرچ کر دیتے، اللہ پاک درجہ بلند فرمائیں، اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائیں۔

ایک ہفتہ پہلے کا خواب

حضرتؒ کے انتقال سے ایک ہفتہ پہلے میں نے خواب دیکھا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، میں نے اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا، اس سال چوں کہ بڑے بڑے ارباب علم وفضل اکابر کا انتقال ہوا ہے، اس لئے میرے ذہن میں خیال آتا تھا کہ میرے متعلقین میں سے کون ہو سکتا ہے؟ ذہن میں یہ خیال رہتا تھا، مگر میں نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا تھا، جس دن صبح کو حضرتؒ کے انتقال کی خبر ملی اس دن فوراً ذہن منتقل ہوا کہ اس سے مراد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔

اس سے پہلے بھی ہمیں الحمدللہ حضرت حکیم الامتؒ کی دوبار خواب میں زیارت ہو چکی ہے، یہ تیسری زیارت تھی میں نے اس مرتبہ حضرت حکیم الامت کو بالکل تندرست حالت میں دیکھا، جیسے حضرت استاذیؒ کی شخصیت لحیم شحیم تھی، بالکل اسی طرح حضرت حکیم الامتؒ کو دیکھا کہ چارپائی پر لیٹے ہیں اور اس حالت میں انتقال ہو گیا، یہ اکابر سے نسبت اور تعلق کی بات ہے۔

شادی کے باب میں استخارہ

ایک مرتبہ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی جونپور میں حضرت تشریف رکھتے تھے، طلباء کرام تھے، کوئی خاص مجلس ہوگی وہاں فرمایا کہ بیٹو! ایک بار میں نے سوچا کہ شادی کرلوں، پھر خیال ہوا کہ کہیں میری مشغولی کی وجہ سے حق ادا نہ کر پاؤں گا، تو پھر شادی کیلئے استخارہ کرنا شروع کیا کہ پتہ نہیں زندگی کتنی ہوگی، کب تک ہوگی، معلوم نہیں، تو استخارہ میں پانچ بتایا گیا، اس سے میں سمجھا کہ پانچ سال زندہ رہوں گا پھر میرا انتقال ہوجائے گا، اب میں نے سوچا کہ جب میں پانچ سال میں مرجاؤں گا تو اس بیچاری کو کون دیکھے گا، پریشان ہوجائے گی، جب پانچ سال ہی زندہ رہنا ہے تو کیا شادی کروں، لیکن اب اس کی طرف پھر ذہن منتقل ہوا کہ نہیں اس سے مراد وہ پانچ باتیں تھیں جن کو اللہ پاک کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اس طرح سے وہ بات ذہن میں آئی اور موقع ختم ہوگیا۔

بڑوں کا حق ؎

نام نیکِ رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت برقرار

جانے والوں کے اچھے نام کو باقی رکھو، اللہ پاک تمہارے نام کو باقی رکھیں گے، تو بڑوں کا حق ہے، اسلئے حضرت کی شخصیت پر کچھ کام ہوجائے، ان کا حق ہے، جتنا ہوسکے اور جس سے بھی ہوسکے کرے، اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ قبول فرمائیں، نفع عطا فرمائیں۔

جاں نثار خادم

مولانا یونس راندیرا صاحب ترکیسر کے فارغ ہیں، ترکیسر کے رہنے والے، اب مدینہ پاک منتقل ہوگئے ہیں، وہ ماشاء اللہ بچپن سے ہی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لگ گئے، اور ماشاء اللہ ان کو خدمت کا بہت سلیقہ بھی ہے، حضرتؒ کی بہت خدمت کی ہے، حضرت کے قیام، ویزا، سفر وغیرہ اہم امور کی ماشاء اللہ بہت فکر کرتے تھے، حج کے زمانہ میں ساتھ رہتے، عرفات، منی، مزدلفہ، تمام جگہوں میں بہت خدمت کرتے تھے، اللہ پاک ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور قبول فرمائیں، ان کے تعلقات بھی ماشاء اللہ بہت

وسیع ہیں، وہاں زمزم ٹاور میں ٹھہرانے وغیرہ کا انتظام وہی کرتے تھے، حرم شریف کے بالکل قریب ہے، مجھ کو بھی اس میں قیام کرایا تھا، لوگوں نے اس میں کمرہ خرید لیا ہے، حضرتؒ کا وہیں قیام ہوتا تھا۔

سخاوت ودریا دلی

اللہ پاک کی شان ہے کہ میں عصر کے بعد حضرت کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو فرمایا کہ مغرب کی نماز حرم شریف میں پڑھنے کو جی چاہتا ہے، ہم سب حضرت کے ساتھ حرم شریف گئے، مغرب عشاء پڑھ کر نکلے، عشاء کے بعد میرا ایک صاحب سے ملاقات کا وعدہ تھا تو میں نے مولانا یونس صاحب رندیرا سے کہہ دیا تھا کہ حضرت دریافت فرمائیں تو عرض کردیں کہ ایک صاحب سے ملاقات کا وعدہ تھا میں جارہا ہوں، مولانا یونس صاحب نے بتایا کہ راستہ میں کئی بار دریافت فرمایا مولوی منیر چلے گئے، تو انہوں نے حضرت سے کہا کہ حضرت! ایک ضروری کام تھا اسلئے چلے گئے ہیں، ابھی آرہے ہیں، اللہ کا احسان ہے، اس وقت جدہ سے بھی کھانا آیا تھا اور مقامی لوگ بھی کھانا لائے تھے، مولانا اسماعیل سورتی وغیرہ سب لوگ تھے، اس وقت جدہ سے جو شخص آئے تھے انہوں نے ایک لاکھ ریال ہدیہ حضرت کو پیش کیا، میرے سامنے کی بات ہے، میرے سامنے پیش کیا تھا، یہاں کے حساب سے ۱۷ لاکھ ہوا، حضرت نے مولانا یونس رندیرا سے فرمایا: مولوی یونس! اسکو گنو، اور کچھ پہلے سے بھی لوگوں نے ہدیے پیش کئے تھے، ایک لاکھ تو صرف ایک شخص نے پیش کیا تھا، سب شمار کئے گئے، ایک لاکھ چھتیس یا چھبیس ہزار کے قریب تھے، مجھے اس وقت لاکھ سے اوپر کی تعداد پوری یاد نہیں ہے، خیر! اس پوری رقم کے متعلق فرمایا یہ سب تحفیظ القرآن کا جو نظام یہاں چلتا ہے اس میں خرچ کردو، اس میں سے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا، معمول یہی تھا، جب کوئی ہدیہ پیش کرتا تو اسی طرح کا معمول تھا۔

دینی ادارہ کی فکر

حضرت کے پاس ایک پرس تھا، اس میں روپے رکھے ہوئے تھے، مجھے بلایا، فرمایا، یہ صدقات وزکاۃ کے روپئے ہیں، تعداد چار ہزار یا اس سے زیادہ تھی، مجھے یاد نہیں ہے، وطن میں میرا مدرسہ چلتا ہے، فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ پاک اس ادارہ کو ترقی عطا فرمائیں، اور آگے تک پہونچائیں، یہ رقم اس مدرسہ کیلئے ہے۔

احوال عالم اور امت مسلمہ کی فکر اور خیر خواہی

اتنی عظیم علمی شان اور رتبہ کے ساتھ حضرت احوال عالم کی طرف متوجہ تھے، اس کی خبر رکھتے، امت مسلمہ کی حالت کی فکر اور اس کے ساتھ خیر خواہی فرماتے تھے، بہت شفقت کے ساتھ امت سے پیش آتے، امت کی فکر میں دوسروں کو بھی اس کی طرف متوجہ فرماتے، حافظ قرآن کو نوافل میں تلاوت کرنے کی خصوصی تاکید فرماتے، اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے خصوصیت سے استغفار کی کثرت پر عمومیت کے ساتھ متوجہ فرماتے، اصلاح کیلئے فکر مند رہتے۔

اپنے بڑوں اور اساتذہ کے ساتھ محبت

حضرت کے قریب رہنے والے، حضرت سے استفادہ کرنے والے، حضرت کی مجالس اور حلقۂ درس میں حاضر رہنے والے تمام حضرات کو اس کا مشاہدہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے محسنین، اکابر و مشائخ اور اپنے کرم فرما حضرات اساتذہ کرام کا بڑی محبت، عزت اور والہانہ انداز میں تذکرہ فرماتے تھے، جس سے ایک خاص محبت اور تعلق ظاہر ہوتا تھا، اور بعض اساتذہ کرام کا تو محبت کے ساتھ دوران سبق تذکرہ فرماتے تھے، خصوصاً اپنے مکرم استاذ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کا اور ہمارے حضرت اقدس الشاہ مولانا عبدالحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ کا تذکرہ فرماتے تھے۔

آپ کے مولانا یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ ہمارے حضرت اقدس الشاہ مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لائے، اس وقت حضرت استاذ مولانا محمد یونسؒ سے ملاقات کیلئے بھی تشریف لے گئے تھے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہاں چلے گئے تھے؟ تو میرے حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ کے مولانا محمد یونس صاحب سے ملنے، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ مولوی یونس (رحمۃ اللہ علیہ) تو تمہارے ہیں، اتنی محبت سے تمہارا نام لے لے کر قریب ہوتے گئے۔

دیکھئے! حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ آپ کا محبت کے ساتھ تذکرہ کرکے قریب ہوئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بڑی خصوصیت تھی، اسی سے اللہ پاک ترقی عطا فرماتے ہیں، اس لئے ہر ایک کیلئے یہ بات ہے، جو شخص اپنے محسنین کے ساتھ محبت کرے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو اللہ پاک اس کو ترقی عطا فرماتے ہیں۔

ہماری ذمہ داریاں

حضرتؒ کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد حضرت کے تمام متعلقین، ہم تمام تلامذہ، خلفاء، محبین ومریدین پر حق ہے کہ حضرت کی تعلیمات کو اپنائیں، ان تعلیمات کو عام کریں، ان کی کتابوں کو عام کرنے کی کوشش کریں، علمی اور عملی اچھا نمونہ پیش کرنے کی کوشش کریں۔

میری کتابوں کی تکمیل ہوجائے

حضرتؒ کی طبیعت ایک دو سال پہلے مدینہ پاک میں بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی، اس بیماری کے ایام میں بھی حاضری کی توفیق الحمدللہ مجھے بھی ملتی تھی، الحمدللہ طبیعت اچھی ہوگئی، حضرت ہندوستان تشریف لائے، طبیعت اچھی ہوجانے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضری کے مواقع ملتے رہے، ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے اس مرض میں اللہ پاک سے دو سال مزید مانگ لیا ہے میرا جی چاہتا ہے کہ میری کتابوں کی تکمیل ہوجائے، حضرتؒ کی اس بات کو ہم نے سہارنپور کے تعزیتی جلسہ میں بھی عرض کیا تھا۔

مال کی طرح اعمال کی تقسیم

اور اس وقت یہ بھی عرض کیا تھا کہ غم کے وقت میں صبر کرنا عبادت اور صبر کا آجانا عادت ہے، اس وقت اس جلسہ میں ہم سب موجود ہیں، اللہ پاک سبحانہ وتعالیٰ قبول فرمائیں، یہ سب محبت کی دلیل ہے، ایسے مواقع پر جیسے باپ کے انتقال کے بعد اولاد میراث میں باپ کے مال کو تقسیم کرتی ہے اسی طرح آج ہم لوگ حضرت کے انتقال کے بعد اعمال تقسیم کرلیں، حضرت کے متعلقین میں، تلامذہ میں ماشاءاللہ بہت

سے صاحب قلم ہیں، ماشاء اللہ، مضامین لکھتے ہیں، کتابیں تصنیف وتالیف کرتے ہیں، تو چوں کہ حضرت نے مجھ سے خود فرمایا تھا کہ میری خواہش ہے کہ میری کتابوں کی تکمیل ہو جائے اس لئے وہ حضرات یہ طے فرمالیں کہ حضرت کی کتابوں اور سوانح حیات کی ترتیب دیں گے، دروس کو تحقیق کر کے شائع کریں گے تاکہ حضرت کی تعلیمات عام ہو جائیں۔

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ کان لیث ابن سعد أفقہ من مالک، کہ حضرت لیث بن سعد، امام مالکؒ سے بھی بڑے فقیہ تھے، لیکن ان کا مسلک نہیں چل سکا اور امام مالک کا مسلک، مالکی مسلک چل پڑا، مستقل ایک مسلک ہے، کیوں؟ اس لئے کہ امام مالکؒ کو شاگرد مل گئے تھے، اور حضرت لیث بن سعدؒ کو شاگرد نہیں ملے، اسلئے ان کا مسلک نہیں چل سکا، تو الحمد للہ حضرتؒ کے بہت سے شاگرد ہیں، بخاری شریف پڑھاتے ہیں، کتابیں لکھتے ہیں، اگر ہمارے اس مجمع میں تشریف فرما حضرات اہل علم طے کرلیں کہ جو بھی جو کام کرسکتا ہے کرے گا، ہم اس کا ذمہ لے لیں تو انشاء اللہ کام آسان ہو جائے گا اور عام ہو جائے گا۔

سوانح کی ترتیب

آج کے اس تعزیتی جلسہ میں میرے بزرگو دوستو! ہم یہ طے کرلیں کہ حضرت کی سوانح بھی لکھی جائے، جانے والے کی سوانح حیات لکھنا چاہئے، ہم لوگ بیان میں حضرت کی باتیں، فضائل بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں، لیکن یہ باتیں بعد میں ختم ہو جائیں گی لوگ بھول جائیں گے اور سوانح حیات لکھی ہوئی باقی رہتی ہے، اس کی وجہ سے شخصیت کا تذکرہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو حضرت کی تعلیمات کا علمی اور عملی اچھا نمونہ پیش کرنے والا بنائیں، حضرتؒ کی خدمات کو قبول فرمائیں، درجات عالیات اعلی علیین میں مقربین کے ساتھ عطا فرمائیں۔ آمین۔

* * *

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ

مختصر تاثرات

مفتی مرغوب احمد لاجپوری
مقیم ڈیوزبری

شیخ الحدیث اور عالم اسلام کے عظیم محدث اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے اخص الخاص تلمیذ رشید و خلیفہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ کے حادثۂ جانکاہ کی خبر سنی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، اللھم اجرنا فی مصیبتنا و عوضنا خیرا منھا، للہ ما اخذ و لہ ما اعطی و کل شیئ عندہ بمقدار، ادعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا و علی ما فقدتم اجرا عظیما و جزیلا، ان العین تدمع و القلب یحزن و لا نقول الا ما یرضی ربنا۔

حضرت رحمہ اللہ کے سایۂ عاطفت کا سر سے اٹھ جانا یقینا عالم اسلام کے لئے نقصان عظیم ہے۔ اللہ تعالی حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

مرحوم کی دینی خدمات یقینا ان کے لئے ذخیرۂ آخرت ہیں، خصوصا جامعہ مظاہر علوم میں ایک طویل عرصہ تک مثالی و قابل رشک تدریسی خدمات اور خصوصا حدیث کی خدمت، جس سے نہ جانے کن کن حضرات نے استفادہ کیا، اور ان تلامذہ نے عالم میں کس کس طرح علمی و دینی خدمات انجام دیں اور دے رہے ہیں، یقینا یہ سب حضرت کے نامۂ اعمال میں ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ کی خدمت کی سعادت

راقم الحروف کو آٹھ مہینے مظاہر علوم میں رہنے اور چند کتابیں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، حضرت رحمہ اللہ سے شرف تلمذ تو حاصل نہیں ہوا، لیکن حضرت کے درس میں کئی مرتبہ شرکت کی سعادت ملی ہے۔ حضرت والا اس زمانہ میں عارضی طور پر کسی استاذ کے سفر حج کی وجہ سے ”شرح وقایہ پڑھاتے تھے، راقم اس میں شریک ہوتا تھا۔ سہارنپور کے قیام میں کئی مرتبہ میں نے کوشش کی کہ آپ کی خدمت کا موقع ملے، مگر میری کم عمری کی وجہ سے اس کی اجازت نہیں ملی، مگر راقم کے محسن بزرگ حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ (صاحب فتاوی رحیمیہ) کی صد سالہ اجلاس دیوبند کے سلسلہ میں سہارنپور بھی حاضری ہوئی تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا خصوصی اکرام فرمایا، اور باہر نکل کر استقبال کیا، اور اپنی مسند پر بٹھایا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے فرمایا: کسی طالب علم کے ذریعہ ”مرغوب“ کو بلوا لیجئے، وہ میرے گھر کا بچہ ہے اور حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کا پوتا ہے، اس پر حضرت رحمہ اللہ نے مجھے یاد فرمایا، اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی اس ناکارہ پر شفقت کو دیکھ کر اور حضرت مفتی صاحب کی سفارش پر مجھے روزانہ رات کو جس وقت اور طلبہ بھی ہوتے تھے حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی، اس طرح روزانہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری ہونے لگی، اور حضرت سے قرب کا موقع ملا، پھر ایک وقت وہ آیا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں کی صفائی کی خدمت راقم کے ذمہ لگائی۔ قلیل عرصہ قیام کے بعد تقریبا بیس سال تک حضرت شیخ رحمہ اللہ کی زیارت کا موقع نہ مل سکا، کہ اچانک مکہ معظمہ میں حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی رحمہ اللہ کے مکتبہ پر ملاقات ہوئی تو پہلی نظر میں نہ صرف پہچان لیا بلکہ نام بھی یاد تھا۔ حضرت رحمہ اللہ اس عاجز کو مزاحا ”مرغاب“ سے یاد فرماتے تھے، بعض مجلسوں میں بھی ”مرغاب میری کتابوں کی صفائی کرتا تھا“ سے حوصلہ افزائی وعزت افزائی فرمائی۔

حضرت رحمہ اللہ کے اوصاف

حضرت شیخ رحمہ اللہ بڑی صفات کے مالک اور بڑے کمالات کے حامل تھے، جس زمانہ میں راقم

مظاہر علوم میں تھا کبھی یاد نہیں پڑتا کہ حضرت رحمہ اللہ کی تکبیر تحریمہ فوت ہوئی ہو، بلکہ میں نے اس زمانہ میں حضرت کو مسجد میں کبھی چارزانو بیٹھتے ہوئے بھی نہیں دیکھا، بلکہ طلبہ اور نوجوانوں کو اس طرح بیٹھنے پر تادیب اور تنبیہ فرماتے۔ مطالعہ کا انہماک اسلاف کی یاد تازہ کردیتا تھا، چودھویں صدی کے مادی ماحول میں رہ کر حضرت نے قدیم بزرگوں کی سادہ زندگی کا عملی نمونہ امت کو دکھلا دیا، کہ آج بھی اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جن کی زندگی قابل اتباع ہے۔

حق گوئی اور مداہنت سے اجتناب

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی ایک نمایاں صفت دل کی صفائی بھی ہے۔ کس وقت کس کو کس طرح ڈانٹ دیں، کس پر برس پڑیں، مگر دل میں ذرا بھی کدورت نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ بھرے مجمع میں جن کو چاہا جو چاہا کہہ دیا، مگر سننے والوں نے نہ صرف برداشت کیا، بلکہ خوش دلی سے قبول بھی کیا۔ برطانیہ کے سفر میں راقم نے خود دیکھا کہ حضرت رحمہ اللہ نے بعض بزرگوں اور بڑوں کو اس طرح ڈانٹا کہ مجمع حیرت زدہ ہوجاتا اور سامعین پر ایک عجیب قسم کا سکوت طاری ہوجاتا، مگر بعد میں ان حضرات سے محبت سے ملتے، باتیں کرتے، کبھی کبھی مزاحیہ جملے بھی ارشاد فرماتے۔ گجرات کے سفر میں گجراتی پر تنقید آپ کے درس کا جزء لاینفک حصہ سمجھا جاتا تھا، بعض حضرات کو اس سے اختلاف بھی ہوا، اور انہوں نے ناگواری کا اظہار بھی فرمایا، جن کا انہیں ایک حد تک حق بھی تھا، مگر اکثر حضرات نے اسے مزاح سمجھ کر بشاشت قلب سے برداشت کیا۔ اور حضرت رحمہ اللہ نے خود بعض مجلسوں میں اس کا اظہار بھی فرمایا کہ: میری اس طرح کی تنقیدات محبت اور مزاح کی آئینہ دار ہیں، اس میں عداوت ونفرت وناراضگی کا شائبہ نہیں ہے۔ اسی صفائی قلب کا نتیجہ تھا جو دل میں ہوتا وہی زبان پر آجاتا، ایک صاحب ایک اردو کتاب لے کر پہنچے کہ حضرت آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے، حضرت نے اسی وقت کہہ دیا کہ: بھئی میں اردو کتاب کم ہی مطالعہ کرتا ہوں، اور واپس کردی، بظاہر تو اس مصنف کی ہتک تھی مگر حضرت رحمہ اللہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔

اس دور انحطاط میں حق گوئی کی صفت اہل علم سے مفقود ہوتی جارہی ہے، اہل مال سے تعلق کی وجہ سے ان کی کوتاہیوں پر نکیر کرنا یا ان کی اصلاح کرنا تقریباً ختم ہوگیا ہے، عمرہ وحج اور بیرون ممالک کے اسفار کے

شوق نے علماء کی جماعت میں ناقابل ذکر قسم کی مداہنت پیدا کردی ہے، جو اہل نظر پر مخفی نہیں۔ جبکہ مداہنت کی سزا حدیث پاک میں سخت بیان کی گئی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میری امت میں سے بروز قیامت اپنی اپنی قبروں سے کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جن کی صورتیں بندر اور سور کی سی ہوں گی (العیاذ باللہ) اور یہ اس لئے ہوگا کہ ان لوگوں نے اہل معصیت کو ان کی معصیت سے روکنے میں مداہنت (سستی) کی ہوگی، یعنی ان کو باوجود قدرت کے اس سے روکا نہ ہوگا۔ (در منثور ص ۳۰۲ ج ۲۔ روح المعانی۔ الیواقیت الغالیہ ص ۱۵۳ ج ۲)

مگر حضرت شیخ رحمہ اللہ اس کوتاہی سے بالکلیہ پاک تھے، انہیں نہ اہل مال کا مالی رعب اور نہ اہل منصب کے مناصب حق گوئی سے مرعوب کرسکے۔

حضرت رحمہ اللہ کی وفات سے ایک عظیم نقصان یہ بھی ہوا کہ اب علماء کی جماعت میں کوئی ان صفات کا حامل نظر نہیں آتا جو کسی بڑے سے بڑے کے سامنے بلا خوف لومۃ لائم فریضۂ حق ادا کرسکے، علماء، خلفاء، مبلغین، اور دینوی مناصب کے حاملین میں ڈاکٹر ہو یا وکیل، ہر ایک سے بروقت احقاق حق کا فریضہ ادا کردینا آپ کا قابل رشک وصف تھا۔ اب دور دور تک نظر دوڑانے سے بھی کوئی شخصیت اس صفت کی حامل نظر نہیں آتی۔ اسی وجہ سے مبلغین میں حد سے تجاوز کردینے والا غلو، تصوف میں انتہائی بگاڑ، علماء میں مرعوبیت، مدارس ومکاتب میں اقربا پروری اور ظلم وجور، الغرض ہر شعبہ میں کچھ استثناءات کے باوجود راہ حق سے اس قدر دوری کہ عقل تسلیم نہیں کرسکتی کہ کیا دین دار کہے جانے والا، مولوی وخلیفہ کی نسبت کا لیبل لگایا جانے والا طبقہ اس حد تک نیچے گرسکتا ہے۔ اللہ کرے جو اکابر اس وقت حیات ہیں- اللہ تعالی ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے اور ان کے فیوض سے امت مسلمہ کو مستفیض فرمائے- اور ان میں کچھ ان صفات کے حامل پیدا فرمادے۔ یہ باتیں ایک چھوٹے اور عام انسان کے قلم سے نہیں لکھی جانی چاہیے، مگر زبانیں خاموش ہیں اور قلم سست پڑ چکے ہیں، اس لئے بادل ناخواستہ چند سطریں لکھ دی گئیں ہیں، اللہ کرے مفید ہوں۔

آپ کا تقوی اور حصول تقوی کا طریقہ

تقوی وطہارت میں حضرت رحمہ اللہ اکابر کے نقش قدم پر تھے۔ چونکہ بچپن سے ہی صالحین کی صحبت میسر

تھی، اور حدیث پاک کی تدریس جس میں آخرت کے مناظر بکثرت بیان ہوئے ہیں کے مطالعہ نے آپ کو تقوی کے اعلی مقام پر پہنچادیا تھا۔ یہاں حضرت رحمہ اللہ کا ایک گرامی نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں جو آپ نے ایک صاحب کے اس سوال پر کہ ''تقوی کیسے حاصل ہوگا؟'' کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

تقوی و پرہیز اصلا قلب کی صفت ہے ''التقوی ھھنا و اشار الی صدرہ''۔ (مسند احمد ص ۲۵ ج ۵) خود قرآن کریم میں تقوی القلوب کا ذکر ہے، اور یہ کیفیت عادۃً غلبۂ خوف سے پیدا ہوتی ہے، جس کی تدبیر آخرت کے ہولناک مناظر کا بار بار پڑھنا اور ان میں تدبر کرنا ہے، اور اس کے علاوہ دوسری تدبیر اہل تقوی کی صحبت ہے۔ قال تعالی: {اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصّادقین}۔ صحبت صادقین کا حکم تحصیل تقوی ہی کے لئے دیا گیا ہے، اور صالحین سے مراد صادق الاقوال والافعال لوگ ہیں۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۴۰۰ ج ۲)

آپ ﷺ سے محبت

حدیث پاک کی تعلیم و تدریس اور مطالعہ کی برکت سے آپ ﷺ کی ذات اقدس سے خصوصی محبت تھی، آپ ﷺ کا ذکر خیر بڑے نرالے انداز میں اور محبت میں ڈوب کر فرماتے، بعض مرتبہ ذکر مبارک کے وقت آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے نام مکتوبات میں جو مدینہ منورہ لکھے جاتے تھے، سلام بھی بڑے والہانہ انداز میں پیش فرماتے، ایک گرامی نامہ میں الفاظ کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں، تحریر فرماتے ہیں: روضۂ اطہر علی ساکنہا الف الف صلوۃ و تحیۃ پر غلامانہ صلوۃ وسلام پیش فرما کر دعا کی درخواست کردیں ؎

وصلوۃ اللہ ازکاھا شذی
لم الماھا لمائ یتصل
تنزل دوما علی خیر الوری
مبدأ الکل غیاث المرتمل

(الیواقیت الغالیہ ص ۳۱۲ ج ۱)

علمی کمالات اور وسعت مطالعہ اور صرف وسعت نظر نہیں بلکہ مطالعہ میں گہرائی و گیرائی بھی مثالی

تھی، حضرت رحمہ اللہ کے مکتوبات اور دروس حدیث کی جو چند مجلدات شائع ہوئیں ان کے مطالعہ سے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے، اکابر اور اساتذہ بھی آپ سے علمی استفسار فرماتے اور اہم مسائل میں رجوع فرماتے۔ خصوصا احادیث کے تتبع اور تشریح میں بڑے بڑوں نے آپ کی طرف رجوع کیا، اور تسلی وتشفی بخش جواب پایا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے تو ایک سائل کو یہاں تک لکھ دیا کہ: آئندہ بھی حدیث پاک کے متعلق جو استفسار ہو مولانا محمد یونس صاحب مدرس مظاہر علوم سہارنپور سے براہ راست پوچھ لیں۔ (الیواقیت الغالیہ ص۴۰ ج۱)

”الیواقیت“ کے بارے میں چند باتیں

یہاں اس بات کا اظہار بھی مناسب ہے کہ کاش حضرت رحمہ اللہ کی زندگی میں آپ کی تقریر بخاری شریف پر کام مکمل ہوجاتا تو بہت بہتر ہوتا کہ حضرت کی نظر اس پر ہوجاتی، حضرت کا اپنا ایک خاص مزاج تھا، اس لئے ان کے شایان شان کام کی تکمیل کون کرسکتا تھا؟ اس لئے کام میں تاخیر در تاخیر ہوتی گئی، اور آپ کا وقت موعود آ گیا۔ اللہ کرے حضرت کے تلامذہ اس کام کی تکمیل پر خصوصی توجہ مبذول فرمائیں۔ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہم پورے مظاہر برادری اور حضرت کے تلامذہ کی طرف سے خصوصاً اور سارے ہی اہل علم کی طرف سے عموماً مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ موصوف نے حضرت رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری دور میں ”الیواقیت“ کی چار ضخیم جلدیں، اور ”نبراس الساری“ اور ”کتاب التوحید“ کے نام سے دو جلدیں مزید مکمل فرما کر قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے، اللہ تعالی موصوف کو اس کا بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

”الیواقیت الغالیہ“ تو اہل علم کے لئے خاصے کی چیز ہے، پچھلے چند سالوں میں جو اہم کتابیں امت کے علماء کی طرف سے لکھی گئیں ان میں یہ اپنی مثال آپ ہے، تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسمائے رجال، فقہ، عقائد اور تصوف وغیرہ کے اہم مضامین کی بہترین تحقیق اور دسیوں حوالے اس میں آ گئے ہیں، راقم کو الحمد للہ اس کے مطالعہ کی سعادت ملی ہے، جب اس کتاب کا تذکرہ چل پڑا تو ایک دو باتیں بطور جملہ معترضہ کے عرض کر دینا مناسب ہے:

(۱)...... حضرت سے ایک سوال کیا گیا کہ: ’’عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحة والمستمعة‘‘ اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے کس جگہ نقل کیا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے:

جواب:...... یہ حدیث ’’علل ابن ابی حاتم‘‘ جلد اول میں ہے، اس وقت وہ میرے پاس موجود نہیں ہے، اس لئے صفحہ لکھنے سے قاصر ہوں۔

(الیواقیت الغالیہ ص ۱۸۳ ج۱)

ترتیب کے وقت مکمل حوالہ صفحہ نمبر اور باب وغیرہ لکھ دیا جاتا تو بہتر ہوتا، امید ہے کہ آئندہ طباعت میں اس کمی کو دور کر دیا جائے گا۔

(۲)...... حضرت مولانا مفتی یحیٰ صاحب رحمہ اللہ نے سوال کیا کہ: ’’من امَّ قوماً وهم له كارهون‘‘ کہاں ہے؟

جواب...... قلت: اخرجه الحاكم في المستدرك: ثلاثة: لعنهم الله: من تقدم قوماً وهم له كارهون، وامرأة باتتْ وزوجُها عليها ساخط، ورجل سمع حي على الصلاة، حي على الفلاح فلَم يجِبْ))، كذافي الزواجر (۱/۱۵۱) لابن حجر المكي۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۱۸۸ ج۱)

راقم عرض کرتا ہے یہ حدیث تو ’’ترمذی شریف‘‘ میں الفاظ کے قدرے فرق کے ساتھ آئی ہے، اس لئے بجائے ’’مستدرک حاکم‘‘ کے ’’ترمذی شریف‘‘ کا حوالہ زیادہ موزوں ہوتا، اور ترتیب جدید میں حاشیہ میں اس کی تخریج کر دی جاتی تو زیادہ بہتر ہوتا۔

عن انس رضی اللہ عنه قال: لعن رسولُ الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة: رجل امَّ قوماً وهم له كارهون، وامرأة باتتْ وزوجُها عليها ساخط، ورجل سمع حي على الفلاح ثُمَّ لَم يُجِبْ))۔ (ترمذی ص ۸۲، باب ماجاء من امَّ قوما وهم له كارهون، كتاب الصلاة، رقم الحديث: ۳۵۸)

’’کنز العمال‘‘ میں یہ روایت تھوڑے سے الفاظ کے فرق سے آئی ہے: ’’لعن رسولُ الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة: رجل امَّ قوماً وهم له كارهون، وامرأة بات زوجُها عليها ساخط، ورجل سمع حي على الفلاح ولَم يُجِبْ))‘‘۔

(کنز العمال، المواعظ والرقائق والخطب والحکم، فصل فی الموعظة المخصوصة بالترغیبات رقم الحدیث: ۴۴۳۳۷)

تنعیم وحل سے عمرہ کے دلائل

(۳)......حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے تنعیم سے عمرہ کے ثبوت کے متعلق ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا کہ: حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مفتی اعظم پاکستان کا اشکال ہے کہ اہل حدیث تنعیم سے عمرہ کو بدعت کہتے ہیں، اور یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمرہ تو مجبوری کی وجہ سے تھا، ان کے علاوہ کسی اور کا عمرہ تنعیم سے ثابت نہیں۔ اس لئے کسی روایت میں تنعیم سے عمرہ کی تصریح آثار چاہے صحابہ ہی سے ہو ضرور لکھ کر بھیج دیں۔ اس کے جواب میں حضرت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ: کافی جد وجہد کے بعد کوئی روایت نہیں ملی نہ تو تقریری اور نہ ہی کسی صحابی کا اثر۔ حضرت مفتی محمود حسن صاحب (رحمہ اللہ) سے بھی پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ: میں نے اسے بہت تلاش کیا، لیکن کہیں کوئی روایت یا اثر نہیں ملا۔ حضرات محدثین امام بخاری وامام ترمذی رحمہما اللہ وغیرہ نے مستقل عمرۂ تنعیم کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے، اور امام دارمی (ص ۲۳۷) نے ''باب المیقات فی العمرة'' میں حضرت محرش کعبی کی روایت عمرۂ جعرانہ والی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت عمرۂ تنعیم والی ذکر فرمائی ہے، یہ سب اس بات کی مؤید ہیں کہ عمرۂ تنعیم میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر عمرۂ تنعیم بدعت ہوتا تو ائمہ حدیث اس کا باب کیوں منعقد کرتے؟ اور یہ کہنا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عذر کی بنا پر ایسا کیا تھا صحیح ہے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو بعد میں بھی جب حج کرتی تھیں تو حج کے بعد مکہ مکرمہ سے باہر جاتی تھیں اور احرام باندھ کر آ کر عمرہ کرتی تھیں۔ چنانچہ ''مؤطا'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی مرجانہ سے روایت ہے:

''کانت عائشة رضی اللہ عنها تعتمر بعد الحجّ من مکّة فی ذی الحجة ثم ترکت ذلک فکانت تخرج قبل هلال المُحَرَّم حتی تأتی الجُحفة فتقیم بها حتّی تری الهلال فاذا رأتِ الهلال اهلَّت بعمرة۔ (مؤطا امام مالک ص ۳۴۸، باب قطع التلبیة، کتاب الحج والعمرة، رقم الحدیث: ۱۰۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اگر عذر تھا تو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا اس وقت تھا ہمیشہ نہیں تھا، بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکہ سے نکل کر عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آ کر عمرہ کرنا جواز کی دلیل ہے، وکفی بھا قدوۃ۔ (الیواقیت الغالیۃ ص ۳۱۲ ج ۱)

راقم عرض کرتا ہے کہ اور آثار بھی منقول ہیں: ''مؤطا'' میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل بھی ''تنعیم'' سے عمرہ کا منقول ہے:

(۱)...... مالک عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ: انہ رأی عبداللہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ احرم بعمرۃ من التنعیم، الخ۔

(مؤطا امام مالک ص ۳۸۳، باب الرمل فی الطواف، کتاب الحج والعمرۃ، رقم الحدیث: ۱۱۳۰)

ترجمہ:...... حضرت عروہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ: انہوں نے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھا۔

(مؤطا امام مالک اردو ترجمہ وشرح، ص ۶۰۴ ج ۱)

اس لئے یہ کہنا کہ کسی اور صحابی سے تنعیم کا ثبوت نہیں درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی ایک مرسل روایت بھی مل گئی، جس میں صراحت سے تنعیم سے عمرہ کا حکم دیا گیا ہے:

(۲)...... عن ابن سیرین قال: وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لاھل مکۃ التنعیم۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۹، باب ما جاء فی الحج)

ترجمہ:...... حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے لئے تنعیم کو میقات مقرر فرمایا ہے۔

(۳)...... عن قتادۃ: عن سعید بن المسیب: فی الرجل یرید العمرۃ من مکۃ من أین یھلّ؟ قال: من التنعیم، الخ۔

ترجمہ:...... حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ: کوئی آدمی مکہ میں رہتے ہوئے عمرہ کا ارادہ کرے تو کہاں سے احرام باندھے؟ آپ نے

فرمایا: تنعیم سے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ج، باب فی الرجل یرید العمرة وھو بمکة من این یعتمر؟ کتاب الحج، رقم الحدیث:)

(۴)...... عن هشام بن عروة عن ابيه: انّ عائشة رضی اللہ عنها كانت تكون مكة فاذا أرادت أن تعتمر خرجت الى الجحفة، فاحرمت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ج، باب فی الرجل یرید العمرة وھو بمکة من این یعتمر؟، کتاب الحج، رقم الحدیث:)

ترجمہ:...... حضرت عروہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں ہوتیں، اور وہاں سے جب عمرہ کا ارادہ کرتیں تو جحفہ تشریف لے جاتیں اور وہاں سے احرام باندھتی تھیں۔

(۵)...... عن نافع: ان ابن عمر وابن الزبير رضی اللہ عنهما خرجا من مكة، حتى أتيا ذا الحليفة، فأحرما، ولم يدخلا المدينة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ج، باب فی الرجل یرید العمرة وھو بمکة من این یعتمر؟ کتاب الحج، رقم الحدیث:)

ترجمہ:...... حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ سے نکلے یہاں تک کہ ذوالحلیفہ پہنچے اور دونوں نے احرام باندھا اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوئے۔

(۶)...... عن ابن العبسة قال: سئل عمر رضی اللہ عنه عن العمرة من مكة من أين يعتمر؟ قال: ائت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه فأسأله، قال: فأتيته، فقال: من حين ابدأت، يعنی من ميقات ارضه، قال: فأتى عمر رضی اللہ عنه فأخبره فقال: ما أجدلک الا ما قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ج، باب فی الرجل یرید العمرة وھو بمکة من این یعتمر؟، کتاب الحج، رقم الحدیث:)

ترجمہ:...... حضرت ابن عبسہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ: مکہ

سے عمرہ کا ارادہ ہو تو احرام کہاں سے باندھے؟ آپ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو، تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: وہاں کی میقات سے، راوی کہتے ہیں کہ: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتوی بتلایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تیرے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتوی کے علاوہ کوئی فتوی نہیں پاتا۔

(۷)......عن ابی معن قال: قلت: لجابر بن زید وانا بمکة، من أین أحرم؟ ان شئت بمکة، فأراد ان یعتمر، فخرجا حتی اھلا من ذی الحیلفة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ج، باب فی الرجل یرید العمرۃ وھو بمکة من این یعتمر؟، کتاب الحج، رقم الحدیث:)

ترجمہ:......حضرت ابو معن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا اور میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ: میں کہاں سے احرام باندھوں؟ تو انہوں نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو مکہ سے، لیکن انہوں نے عمرہ کے بارے میں ارادہ کیا تھا، تو دونوں ذو الحلیفہ تک نکلے اور دونوں نے وہاں سے احرام باندھا۔

یہ سات آثار مزید تنعیم یا کسی اور حدود حرم سے باہر نکل کر احرام باندھنے کے نقل کئے گئے ہیں، امید ہے کہ حضرت مرتب مدظلہم آئندہ طباعت میں حاشیہ میں ان روایات کا اضافہ فرمائیں۔ خیر یہ چند باتیں تو بطور جملہ معترضہ کے آ گئیں۔

نو نصائح عالیہ

حضرت رحمہ اللہ سے ایک صاحب نے جبکہ وہ مدرسہ سے فراغت پر وطن جا رہے تھے، نصائح کی درخواست کی، اس پر حضرت رحمہ اللہ نے جو نصائح فرمائیں وہ بھی درج کرنے کے قابل ہیں، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

چند باتیں لکھتا ہوں جو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے پسند کرتا ہوں:

(۱):......تصحیح نیت واخلاص کا اہتمام۔

(۲):......اتباع سنت پر مداومت۔

(۳):......معاصی سے کلی اجتناب اور مواقع معاصی سے حتی الوسع دوری۔

(۴):......تعلیم دین سے اشتغال اور اشاعت دین کی مکمل فکر۔

(۵):......تبلیغ سے حتی الوسع ربط۔

(۶):......تزکیہ واصلاح کی غرض سے اہل اللہ سے تعلق اور ان کی ہدایات پر عمل۔

(۷):......اصلاح فیما بین المسلمین کا اہتمام اور منازعت سے کلی گریز،۔

(۸):......قدرے نوافل کا اہتمام۔

(۹):......اپنے اندر اللہ پاک کی محبت پیدا کرنے کی فکر۔

(الیواقیت الغالیہ ص ۳۹۳ ج ۲)

خواب کی تعبیر

خواب کی تعبیر کا علم محض اللہ کی دین ہے، بہت کم لوگ امت میں اس فن کے ماہر تسلیم کئے گئے ہیں، ہمارے اکابر دیوبند کو اللہ تعالی نے اس مشکل فن میں بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، حضرات اکابر علماء دیوبند کی سوانح اور حالات وملفوظات میں اس کے بکثرت واقعات موجود ہیں، کاش کوئی صاحب ذوق ان واقعات کو جمع کرے تو ایک دلچسپ اور مفید کتاب تیار ہو سکتی ہے، راقم نے کئی مرتبہ ارادہ کیا، مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت رحمہ اللہ نے بھی بعض خوابوں کی بڑی عمدہ اور دل لگتی تعبیر دی ہے، ایک صاحب کے چند خوابوں کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

تمہارے خواب مبارک ہیں، پانی میں تیرنا اور پار ہو جانا طالب کی ترقی اور کامیابی پر دلالت کرتا ہے، اوپر اڑنا بھی عروج وترقی ہے۔ عصا سنت ہے۔ خواب میں لاٹھی ملنا مبارک ہے، میکائیل علیہ السلام کی لاٹھی ہونا برکت فی الرزق کی طرف اشارہ ہے، چھوٹے بچے کا خواب میں ”انی عبد اللہ“ کہنا بھی اچھا ہے، میرا گمان یہ ہے کہ وہ تمہارا نفس ہے، مبارک ہو، اس کا شیخ کی گود میں کھیلنا یہ شیخ کی نگرانی وتربیت ہے۔ مراد تمہارے شیخ ہیں، حضور اکرم ﷺ کا کسی کو بوسہ لینا آپ کے رضا ومحبت کی علامت ہے۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۴۱۹ ج ۲)

تبلیغ وتعلیم، اور غلو کی اصلاح

حضرت رحمہ اللہ سہارنپور کے اس ماحول میں پڑھے، بڑھے، اور زندگی کے ایام گزارے، جہاں

دعوت وتبلیغ کی سرپرستی سب سے زیادہ کی گئی، اس لئے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کا تعلق سہارنپور سے رہا، آپ نے وہاں تدریسی خدمت بھی انجام دی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ سے خلافت ملی، اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ آپ کے بھتیجے ہیں، اس لئے حضرت شیخ رحمہ اللہ بھی دعوت وتبلیغ کے پورے طور پر حامی رہے، بعض مکتوبات میں دعوت کے ساتھ تعلق کی ترغیب بھی دی، مگر جہاں کوئی غلو یا قابل اصلاح بات سمجھی وہاں ہرگز مداہنت سے کام نہیں لیا، چنانچہ سوال: ''کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: پڑھنا اور پڑھانا دو نمبر پر ہے اور تبلیغی جماعت کا کام کرنا نمبر ایک پر ہے'' کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

تعلیم وتبلیغ دونوں ضروری ہیں، آپ مستقلاً تعلیمی کام کریں، جب تعطیل کے ایام ہوں تو تبلیغ کے لئے بھی سفر کر لیا کریں۔ اہل تبلیغ کا اصرار اور نمبر ایک اور دو کہنا ان کی اپنی سمجھ کے اعتبار سے ہے، علم کے بغیر تبلیغ محال ہے، اور علم کے لئے تعلیم ضروری ہے، صحابہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں علم بھی سیکھتے تھے، اور تبلیغ بھی کرتے تھے۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کے ساتھی اور اسی طرح وفد عبدالقیس جب آئے تو پہلے علم سیکھا اس کے بعد واپسی پر ان کو تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۳۹۶ ج ۲)

صوفیاء کا روایات حدیث میں کیوں اعتبار نہیں

صوفیاء کا روایات حدیث میں کیوں اعتبار نہیں؟ کا مکمل جواب قابل مطالعہ ہے، اس میں ایک بڑی عمدہ اصولی بات تحریر فرمائی کہ: ''اور بات تو یہ ہے کہ: ''لکل فن رجال'' صوفیاء کا قابل احترام ہونا سر آنکھوں پر، لیکن اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ جو ان کا فن نہیں ہے اس میں بھی ان کی بات تسلیم کی جائے۔ (الیواقیت الغالیہ ص ۱۲۹ ج ۱)

اللہ تعالیٰ حضرت کے ساتھ خصوصی لطف وکرم کا معاملہ فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آپ کی لغزشات کو مبدل بحسنات بنا کر اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے، اور امت مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائے، اور ہر طرح کی آزمائش سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

* * *

”بارہوی صدی ہجری میں جس طرح قرآنی علوم اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کو عطا فرمائے تھے، جس کو انہوں نے بہت سے مقامات پر بطورِ تحدیث نعمت کے بیان بھی فرمایا ہے، اس زمانہ میں حدیث کا علم حق تعالیٰ شانہٗ نے اسی طرح آپ کو عطا فرمایا ہے، جس کا آپ نے تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اظہار بھی فرمایا ہے، پھر آپ کی تحقیقات، روایت، درایت پر نقد اور متقدمین و متاخرین کی کتابوں پر بھرپور نقد و تبصرہ اور علامہ ابن حجر العسقلانیؒ جیسے جبل العلم فی الحدیث کے مسامحات کا تذکرہ، یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس نے پوری بصیرت، انہماک، عشق کے سوز، مجتہدانہ فراست کے ساتھ پورے ذخیرۂ حدیث کو کھنگال ڈالا ہو۔“

باب سوم

وفات حسرت آیات

” اصول شریعت سب کے ایک ہیں: توحید، رسالت، ملائکہ، کتاب، آخرت، جنت وجہنم کا یقین؛ لیکن کل ادیان شتی، مختلف، کسی کو کسی وقت کچھ دے دیا گیا، کسی کو کسی وقت کچھ دے دیا گیا، ہوتے ہوتے ایک ذات گرامی بھیجی گئی، وہ ذات پاک کچھ اس طرح کی رکھی گئی جو اپنی انفرادیت میں ایسا امتیازی مقام رکھتی ہے کہ لا یقاس ولا ینقاس، نہ کوئی قیاس کرسکتا ہے اور نہ وہ قیاس میں آسکتی ہے، تو ان کی ذات قیاس ورائے سے نہیں پہچانی جاسکتی ہے، وہ تو آئیڈیل بنا کے بھیجے گئے ہیں۔ اللہ میاں نے آخر میں بچا کے رکھا ہوتا ہے نا، جو چیزیں اچھی نہیں ہوتی ہیں وہ خرچ کرتے ہیں، اور جو بڑھیا چیز ہوتی ہے اس کو بچا کے رکھتے ہیں، بہت آخری موقع پر استعمال کرتے ہیں، اس کے بعد فیصلہ تام ہو جاتا ہے، یہی آخری آئیڈیل ہے، انھیں سے سب کو ناپنا ہوگا، قول ناپو، فعل ناپو، حال ناپو؛ بلکہ جسم کو بھی ناپ لو، نماز میں ایسے کھڑے ہو جاؤ وغیرہ۔ الغرض! جتنے انبیاء آئے تھے سب کے کمالاتِ متفرقہ آں ذات گرامی میں موجود تھے، سب کے جامع تھے، خود ہی فرمایا:

خیر کم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ “

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا شیخ محمد یونسؒ

چند یادیں، چند باتیں

ڈاکٹر عبدالقادر شمس قاسمی
سینئر سب ایڈیٹر روزنامہ راشٹریہ سہارا نئی دہلی

کچھ عبقری شخصیتیں جب دنیائے فانی سے کوچ کرتی ہیں تو زمانہ سوگوار ہوجاتا ہے اور عمومی حزن وملال کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، کچھ ایسی ہی کیفیت اس وقت عرب وعجم میں طاری ہوگئی جب 11؍جولائی 2017ء کو امیر المؤمنین فی الحدیث اور عالم اسلام کے عظیم ترین محدث حضرت مولانا شیخ محمد یونس شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی وفات کا سانحہ پیش آیا تھا۔ حضرت شیخ کے سانحہ ارتحال پر حزن وملال اور رنج والم کی عمومی کیفیت فطری تھی کیونکہ ان کے فیض سے بلاواسطہ یا بالواسطہ پورا عالم اسلام مستفید ہورہا تھا۔

حضرت شیخ سے عقیدت ومحبت اور ان کے تئیں وارفتگی کا اظہار تو ان کے جنازہ کے ساتھ چلنے والے قافلہ در قافلہ اور زبردست اژدہام سے بھی ہوا جب محض چند گھنٹوں کے وقفہ میں لاکھوں عقیدت مند نماز جنازہ میں شریک ہوکر عقیدت کے آنسو نچھاور کررہے تھے۔ راقم الحروف کی تو نماز جنازہ میں شرکت سے محرومی رہی مگر منظر کشی کرنے والوں نے لکھا کہ سہارنپور شہر میں اس دن انسانی سروں کا دور دور تک سیلاب نظر آرہا تھا، سب کے چہرے پر افسردگی اور آنکھیں نم تھیں جس سے حضرت شیخ کی مقبولیت، ان کے تئیں عقیدت اور احترام ظاہر ہورہا تھا۔ حضرت شیخ ہمارے درمیان نہیں رہے مگر ان کی علمی وتدریسی خدمات، زریں ملفوظات اور قیمتی پندونصائح سے دنیا مستفید ہوتی رہے گی۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی زندگی علم وعمل سے عبارت تھی، وہ ساری زندگی حدیث کی تعلیم و تدریس اور تفسیر ومعانی کے سمندر میں غوطہ زن رہی، لاکھوں رجال کار پیدا کئے اور سینکڑوں ایسے شاگردوں کی تربیت کی جو دنیا کے کونے کونے میں مسلمانوں کی عقیدت کا محور بنے ہوئے ہیں اور علم حدیث کی تعلیم و اشاعت میں مصروف ہیں۔ حضرت شیخ کے فیض یافتہ سینکڑوں مشاہیر علماء ایسے بھی ہیں جن کو اپنے اپنے خطہ میں بلند مقام حاصل ہے اور وہ دینی ودعوتی خدمات میں سرگرم عمل ہو کر اپنے عظیم استاذ کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ عرب وعجم کے مسلمہ امام الحدیث تھے۔ چنانچہ بہت سے عرب علماء نے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور بہت سے ایسے اساتذہ بھی تھے جنہوں نے محض نسبت حدیث کی خاطر حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر ایک عرصہ تک قیام کیا اور اکتساب فیض کرتے رہے۔ حضرت شیخ نے زائد از چالیس برس جامعہ مظاہر علوم میں تدریسی خدمات انجام دیں اور لاکھوں طلبہ واساتذہ کو فیض پہونچاتے رہے۔ حدیث کی مختلف کتابوں کے ساتھ ساتھ بخاری شریف کا ان کا درس نہایت قیمتی اور نرالا ہوا کرتا تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ بخاری شریف سے انہیں عشق ہے اور وہ ایک پل کے لئے بھی حدیث کی تدریس سے جدا ہونا نہیں چاہتے، چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ اخیر عمر میں جب متعدد باران پر مرض حاوی ہوا اور ڈاکٹروں کی سخت ممانعت کے بعد بھی وہ کوئی لمحہ حدیث کی تدریس کے بغیر نہیں رہنا چاہتے تھے، لہٰذا ان کی خواہش کے احترام میں ان کے خواب گاہ کو ہی دار الحدیث میں تبدیل کر دیا گیا اور شدید کمزوری اور نقاہت کے باوجود بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔

راقم الحروف کو نہ حضرت شیخ سے راست طور پر کسب فیض کا موقع ملا اور نہ کبھی زانوئے تلمذ تہہ کرنا نصیب ہوا، لیکن گذشتہ ایک دہائی کے دوران متعدد ملاقاتوں نے مجھے ان کا ایسا گرویدہ بنا دیا تھا کہ ہر آن یہ خواہش ہوتی کہ ملاقاتیں جلدی ہوں اور ان کے پاس دیر تک بیٹھنے کا موقع ملتا رہے۔ حضرت شیخ کی شہرت و عظمت کا پوری دنیا میں غلغلہ تھا کہ میں دار العلوم دیوبند میں 1984ء میں بحیثیت طالب علم داخل ہوا تھا، اسی دوران دار العلوم دیوبند میں منعقد ہونے والے ایک عظیم الشان اجلاس میں ان کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا، یہ پہلا موقع تھا جب میری آنکھوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ، حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سمیت حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ کو

پہلی بار دیکھا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت شیخ سے ایک معمر بزرگ اپنی عصا بغل میں دبائے معانقہ کرنا چاہتے تھے تبھی ان سے حضرت شیخ نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ آپ کی عصا میرے چشمے کو نہ نقصان پہونچا دے اس لیے پہلے عصا کو زمین پر رکھئے پھر معانقہ کیجئے۔ پہلی بار جب میں نے دیکھا تھا تو ان کے علمی جاہ وجلال اور رعب کی وجہ سے میں ان سے مصافہ کی بھی ہمت نہیں جٹا پایا تھا بس چند قدم کی دوری سے ان کو دیکھتا رہا۔ وجیہ چہرہ، صاف وشفاف لباس، داڑھی کچھ سفید اور کچھ کالی، آنکھوں پر خوبصورت سی عینک، سر پر سفید رومال، دمکتے ہوئے چہرے پر پوری بشاشت۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ کی علمی فتوحات، بے نظیر درس وتدریس اور غیر معمولی شہرت وعقیدت کے واقعات وتاثرات مختلف لوگوں کی زبانی سنتا رہا مگر ان سے ملاقات اور راہ ورسم بڑھانے کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوسکی یہاں تک کہ دو دہائی سے بھی زائد کا عرصہ گذر گیا۔ یہ 2006ء کی بات ہے کہ میری عملی زندگی کے رفیق اور دینی ودعوتی میدان میں کچھ کر گذرنے کے جذبات کے ساتھ ہم خیال وہم رکاب مولانا محمد عارف قاسمی نے اچانک یہ اطلاع دی کہ مانچسٹر انگلینڈ میں رہنے والے حاجی سلیمان پٹیل ہمارے وطن تشریف لارہے ہیں اور وہ وہاں پر ایک مسجد تعمیر کروانا چاہتے ہیں۔ حاجی سلیمان پٹیل نے خواہش ظاہر کی کہ مسجد کی سنگ بنیاد کی پہلی اینٹ پر حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب سے دعا کرالی جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب میرا تعلق حاجی سلیمان سے مضبوط ومستحکم ہوتا گیا تو اسی کے ساتھ ساتھ یہ راز بھی منکشف ہوتا چلا گیا کہ حاجی سلیمان پٹیل جن کو حضرت شیخ سے نہ شاگردی کی نسبت حاصل ہے اور نہ مریدی کی مگر وہ حضرت شیخ کی محبت وعقیدت میں گلے گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں، چنانچہ یہ دیکھ کر میرے اندر عقیدت کا ایک طوفان اٹھا اور یہ سبیل پیدا ہوئی کہ حاجی سلیمان پٹیل نے اپنے پیغام کے ساتھ مجھے سہارنپور بھیجا، میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت شیخ کے خصوصی مہمان خانہ میں کئی ملکی وغیر ملکی افراد اس خواہش کے ساتھ موجود ہیں کہ وہ حضرت شیخ کی مجلس میں بیٹھ کر اکتساب فیض کریں، کئی لوگ تو ایسے بھی تھے جن کو دو دن گذرنے کے بعد بھی حضرت شیخ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی تھی، یہ صورتحال دیکھ کر مجھے قدرے تردد پیدا ہوا تاہم ہمت جٹا کر میں نے ایک پرچہ حضرت شیخ کی خدمت میں بھجوایا، غیر متوقع طور پر مجھے فوراً طلب کیا گیا کیونکہ میری حاضری حاجی سلیمان پٹیل کے حوالے سے ہوئی تھی۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی حضرت شیخ نے مجھے بٹھایا،

خیریت دریافت کی اور میرا مکمل تعارف جانا۔ بھری مجلس میں وہ پوری طرح مجھ سے متوجہ تھے اور حاجی سلیمان پٹیل اور ان کے اہل خانہ کی خیرت دریافت فرمارہے تھے، جب میں نے انہیں یہ اطلاع دی کہ آپ کی دعا کی ہوئی اینٹ سے ضلع ارریہ کے ایک نہایت پسماندہ گاؤں بھدونہ میں مسجد کی سنگ بنیاد رکھ دی گئی ہے اور تعمیری مراحل بھی کافی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور اس مسجد کی تعمیر کی کفالت کرنے والی محترمہ راشدہ غفور، ان کے بیٹے حاجی خالد غفور اور خاص طور پر حاجی سلیمان پٹیل کے لئے دعائیں کیں اور مجلس میں موجود سبھی لوگوں سے دعاء کی درخواست کی۔ اس اولین تاریخی ملاقات کے بعد تو میری حضرت شیخ سے عقیدت ومحبت فزوں تر ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ حاجی سلیمان پٹیل سے بھی میری محبت دوبالا ہو چکی تھی۔

گنجینۂ علم ومعرفت اور علم وعقیدت کی ایک مشک بار مجلس جس میں حضرت شیخ محمد یونسؒ کے علمی ذوق سے بھی آگہی ہوتی تھی اور ان کے ورع وتقویٰ کے عرفان سے بھی فیض حاصل ہوا تھا، جس کی خوشبو میں اپنے ذہن ودماغ میں عرصہ تک محسوس کرتا رہا اور اسکی پوری منظر کشی میں نے جب ٹیلیفون پر حاجی سلیمان پٹیل سے کی تو وہ بے حد خوش ہوئے اور خوب دعائیں دی۔ اسی طرح مانچسٹر انگلینڈ میں مقیم نہایت مخلص ودیندار حاجی خالد غفور اور ان کی والدہ محترمہ راشدہ غفور کو بھی جب میں نے اطلاع دی کہ مسجد کی تعمیر سے حضرت شیخ بہت مسرور ہوئے تو اس کا اثر ان حضرات پر بھی پڑا، کچھ ہی دنوں بعد میں نے ایک ہاسپٹل کے پروجیکٹ سے حاجی سلیمان پٹیل کو آگاہ کیا جو میرا دیرینہ خواب تھا، ایک ایسا چھوٹا ہاسپٹل جو گاؤں کی سطح پر بلا تفریق مذہب وملت غریب وبے سہارا مریضوں کی اعانت کر سکے۔ ڈرتے ڈرتے اس پروجیکٹ کو میں نے حاجی سلیمان پٹیل کے سامنے پیش کیا اور حاجی خالد غفور کو بھی اس سے مطلع کر دیا، کچھ ہی دنوں کے بعد مجھے یہ مژدہ سنایا گیا کہ اس کا بجٹ بنایا جائے، اس وقت بھی مجھے اس پروجیکٹ کی منظوری پر شبہ تھا چنانچہ ڈرتے ڈرتے نہایت کم بجٹ کے لئے میں نے درخواست پیش کر دی اور جب مجھے حاجی سلیمان پٹیل اور حاجی خالد غفور نے اس کی تعمیر کی اجازت دے دی تو میری خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا، مگر ایک مرحلہ اور تھا۔ حاجی سلیمان پٹیل نے یہ حکم دیا کہ ہاسپٹل کی تعمیر سے پہلے میں حضرت شیخ محمد یونسؒ کی خدمت میں حاضری دوں اور ان کو ہاسپٹل کے مقاصد سے مطلع کروں، ان کی رضامندی اور سنگ بنیاد کی پہلی اینٹ پر ان کی دعا کے بعد ہی تعمیر شروع

کروں۔ یہ میرے لئے بڑا مشکل مرحلہ تھا کیونکہ دل میں بار بار یہ خدشہ آ جا رہا تھا کہ مسجد مدرسہ اور مکتب کی تعمیر کی حمایت کرنے والے حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ ہاسپٹل تعمیر کے لئے اجازت دیں گے یا نہیں۔ بہر حال خوف وخدشہ اور اندیشہ ہائے دور دراز کے ساتھ میں نے حضرت شیخ کے در پر حاضری دی، اس بار بھی حاجی سلیمان پٹیل کا حوالہ ہی کام آیا اور چند منٹوں میں ہی باریابی کی سعادت حاصل ہوئی، مجھے دیکھتے ہی حضرت شیخ پہچان گئے اور بے تکلفی سے خیریت دریافت کی، میں نے پہلی ملاقات میں ہی حضرت شیخ کو بتا چکا تھا کہ میں ایک اخبار سے وابستہ ہوں اور اسی کے ساتھ دینی، ملی وفلاحی سرگرمیوں کیلئے بہار کے ارریہ ضلع میں ایک ٹرسٹ بھی چلاتا ہوں، انہوں نے فوراً کہا کہ آج کل کے حالات پر اخبار والے کیا کر رہے ہیں- پھر وہاں پہلے سے موجود دو حضرات کو بیٹھنے کا حکم دیا اور میری جانب متوجہ ہوئے، میں نے ایک ہی سانس میں سب سے پہلے مسجد کی تکمیل کی خوشخبری دی تو وہ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں، پھر کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر میں نے انہیں بتایا کہ میں ایک ہاسپٹل قائم کرنا چاہتا ہوں جس کے لئے مجھے حاجی سلیمان پٹیل اور حاجی خالد غفور نے آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ کی اجازت سے یہ کام شروع کیا جاسکے۔ میری پوری بات سمجھنے کے بعد انہوں نے قدرے توقف کیا، یقین مانئے وہ لمحہ میرے لئے نہایت صبر آزما تھا، پھر حضرت شیخ گویا ہوئے اور فرمانے لگے کہ مدارس ومکاتب تو ہم نے بہت قائم کر لئے ہمیں اب ہاسپٹل اور رفاہ عامہ کی دوسری چیزوں پر بھی توجہ دینی چاہئے۔ میرے خدشات کے برعکس یہ باتیں سن کر میں اندر ہی اندر مسرور تھا اور خود اعتمادی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ بڑا کام ہے اس لئے میں حاجی خالد غفور اور حاجی سلیمان پٹیل کو مبارک باد دیتا ہوں اور آپ کو بھی۔ اس کے بعد میں نے ایک اینٹ حضرت کی خدمت میں پیش کی جس پر انہوں نے بہت ساری دعائیں پڑھیں اور کاغذ میں لپیٹ کر میرے حوالے کر دیا۔ اسی سفر میں جب میں نے حاجی سلیمان پٹیل کی جانب سے نذرانے کا ایک لفافہ پیش کیا تو دریافت فرمایا یہ کس کے لئے ہے، میرا جواب تھا کہ یہ آپ کی ذات کے لئے ہے، اس وقت انہیں کچھ تردد ہوا لیکن لفافہ قبول کرتے ہوئے اپنے خادم کو بلایا اور جامعہ مظاہر علوم کی رسید منگوائی، زیادہ تر رقم کی رسید کٹوا دی اور کچھ اپنے لئے رکھوا لیا۔

میری خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا، میں تیز قدموں سے باہر نکلا اور پوری تفصیلات بذریعہ ٹیلیفون حاجی سلیمان کو

بتادیا، اس کے بعد مختلف ہدیہ اور تحائف لے کر متعدد بار سہارنپور حاضری ہوتی رہی اور کئی بار میں اپنی دفتری مصروفیت کی وجہ سے سہارنپور کا سفر نہ کرسکا تو ہدیہ کی رقم سہارنپور میں اپنے مخلص دوست اور روزنامہ راشٹریہ سہارا کے مقامی نمائندہ محترم شاہد زبیری کے توسط سے حضرت شیخ کی خدمت میں بھجوایا۔ محترم شاہد زبیری صاحب بھی کہتے ہیں کہ میں شہر میں رہنے کے باوجود حضرت شیخ کے لطف وکرم سے محظوظ نہ ہوسکا تھا مگر آپ نے مجھے یہ موقع نصیب فرمایا کہ حضرت شیخ کی خدمت میں جاکر کچھ دیر علم وتصوف اور دین ومعرفت کی باتیں سن سکوں۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ کے بارے میں میں اکثر سنا کرتا تھا کہ وہ بہت جلالی ہیں، وہ زودرنج ہیں، وہ نہایت صفائی پسند ہیں، وہ کسی وقت بھی غصہ ہوجاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن راقم الحروف کا متعدد ملاقاتوں کے بعد یہ تجربہ رہا کہ وہ نرم خو، نرم مزاج اور نرم دل تھے۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں رہے مگر ان کی خالص دینی گفتگو، علمی مزاج اور دعوتی رجحان کی کئی یادیں میرے ساتھ ساتھ بے شمار علماء کے ذہنوں میں محفوظ ہیں، وہ بلاشبہ اپنے عہد کے امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، عظیم داعی اور حدیث نبوی کے ایسے شارح تھے جن کا ہم پلہ شاید ہی امت کو دوبارہ مل سکے۔

حضرت شیخ محمد یونسؒ برطانیہ کے سفر پر اکثر جایا کرتے تھے بلکہ آخری دو دہائی میں تو تقریباً ہر سال ان کا سفر ہوا کرتا تھا کیونکہ ان کے شاگردوں، عقیدت مندوں اور قدم بوسی کرنے والوں کی بہت بڑی تعداد برطانیہ میں آباد ہے۔ محترم حاجی سلیمان احمد جی پٹیل بتاتے ہیں کہ برطانیہ میں دین ودعوت کو عام کرنے اور وہاں دینی مزاج پیدا کرنے میں مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد یوسف متالاؒ کا بہت اہم رول رہا ہے، انہوں نے برطانیہ میں عالم اسلام کے مشہور علماء، فقہا اور اہل تصوف کو مدعو کیا اور یہ سلسلہ ان کا زندگی میں جاری رہا، چنانچہ انہوں نے پہلے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کو اپنے یہاں بلایا اور سیکڑوں لوگوں کو حضرت شیخ زکریاؒ سے فیض حاصل کرنے کا موقع فراہم کرایا، جب شیخ زکریاؒ کا وصال ہوگیا تو اس کے بعد وہ ہمیشہ حضرت شیخ محمد یونسؒ کو اپنے یہاں بلایا کرتے تھے۔

الحاج سلیمان پٹیل کے مطابق مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد اسماعیل منوبری بھی دارالعلوم بولٹن میں حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ کو بلایا کرتے تھے اور بعد کے دنوں میں تو ہر سال حضرت شیخ کو مدعو کرتے

تھے۔ جب حضرت مولانا اسماعیل منوبری کا انتقال ہوگیا تو ان کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالصمد صاحب حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ سے پروانہ وار محبت کرنے لگے اور ان کی بھی خواہش ہوتی کہ حضرت شیخ ان کے دار العلوم میں ہر سال تشریف لائیں۔

راقم الحروف کے مخلص جناب الحاج سلیمان حافظ احمد جی پٹیل نے حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ کے تعلق سے بہت سی باتیں شیئر کیں، ان کے بہت سے ملفوظات سنائے اور یوکے میں قیام کے دوران حضرت شیخ یونسؒ کی دینی سرگرمیوں سے واقف کراتے رہے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان کا حضرت مولانا محمد یوسف متالا سے بہت گہرا تعلق تھا جس کی وجہ سے ہی 1978ء میں ان کی ملاقات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے ہوئی تھی اور ان سے ہی بیعت تھے۔ حضرت مولانا یوسف متالا کے توسط سے ہی سلیمان پٹیل کی پہلی ملاقات 1999ء میں حضرت شیخ یونسؒ سے ہوئی۔ پھر تو راہ ورسم اور الفت وعقیدت کی ایک نئی دنیا آباد ہوتی چلی گئی۔ سلیمان چچا بتاتے ہیں کہ حضرت شیخؒ جب بھی یوکے آتے وہ ان کی مجلس میں اکثر موجود ہوا کرتے تھے۔ ان کے مطابق حضرت شیخ یونسؒ کو مولانا یوسف متالا کے بعد جن لوگوں سے زیادہ الفت وقربت تھی ان میں دار العلوم بری میں حضرت مولانا مفتی شبیر احمد اور مولانا عبدالرحیم سب سے زیادہ معروف ہیں، چنانچہ حضرت شیخ کے انتقال کے فوراً بعد یہ دونوں حضرات نماز جنازہ میں شرکت کے لیے سہارنپور پہنچ چکے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ کو دار العلوم بولٹن کے مہتمم مولانا عبدالصمد سے بھی بے حد محبت تھی۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ سے محبت کرنے والے اور ان سے عقیدت رکھنے والے برطانیہ میں بڑی تعداد میں تھے مگر پروانہ کی طرح اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ جناب الحاج سلیمان پٹیل سے بھی وہ بہت محبت کرتے تھے، چنانچہ ان کی خواہش مانچسٹر میں ان کے گھر تین دفعہ تشریف لے گئے اور دعائیں کیں۔ سلیمان چچا کے بیٹے محمد اور ان کی اہلیہ جویریہ کو بیعت کیا۔ جناب سلیمان چچا کہتے ہیں کہ اب حضرت شیخ اس دنیا میں نہیں رہے مگر ان کے معتمد علماء مثلاً حضرت مولانا مفتی شبیر احمد، مولانا عبدالصمد اور مولانا عبدالرحیم سے ان کا ربط وتعلق جاری رہے گا۔ دعا ہے کہ خالص دینی ودعوتی اور امور خیر کی بنیاد پر علماء اور عقیدت مندوں کے باہمی ربط وتعلق ہمیشہ استوار رہیں۔ آمین یا رب العالمین

* * *

جامعۃ القرأت کفلیتہ گجرات میں دورہ حدیث شریف کے افتتاح کے موقع پر

حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کا درس

پیش کش: حضرت اقدس مفتی عباس صاحب بسم اللہ
مرتب: مفتی دبیر عالم صاحب قاسمی

اس پروقار تقریب میں حضرت شیخؒ نے تمہیدی کلمات سے اپنے درس کا آغاز فرمایا:

امام محمد بن فتوح الحمیدی ایک عالم جمع بین الصحیحین کے مؤلف ہیں، اور شیخ الظاہریہ امام علماء الاعلام علامہ ابن حزم کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں:

لقاء الناس ليس يفيد شيئا
سوى الهذيان من قيل وقال
فاقلل من لقاء الناس إلا
لأخذ العلم أو إصلاح حال

لوگوں سے ملنا جلنا کوئی فائدہ نہیں کرے گا، یہ ملاقاتیں کم کرو، یا علم کے لیے جس کو سیکھنا ہو یا اصلاح حال کے لیے۔ یہ جلسے جلوس نام وری اور شہرت کے لیے نہ ہونا چاہیے، جلسے جلوس صرف تعارف کے لیے ہوں، یہ معلوم ہو جائے کہ: مدرسہ کیا ہے؟ پڑھاتے کیا ہیں؟ پڑھانے کا مقصد کیا ہے؟ ''الف، با، تا'' یہ تو مکتب کا مقصد، ''الف، با، تا'' کی گردان پوری ہوگئی تو اس کے بعد قرآنی مکتب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اور جب قرآن مکمل ہوگیا اب ایک نیا مدرسہ شروع ہوتا ہے جس میں احکام نبوت کی تعلیم دی جاتی ہے،

انھیں کے لیے یہ مدارس قائم ہوتے ہیں، اگر یہ نیت نہیں تو کچھ نہیں؛ نیت ہی میاں! ایسا جوہر ہے جس کے ذریعہ سے انسان ترقی کرتا ہے۔

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى وصل وسلم وبارك على حبيبنا المصطفى نبينا المرتضى إمام المتقين قائد الغر المحجلين خاتم النبيين صلى الله عليه وسلم تسليما قال الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالى إرحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء۔ رواه أبو داؤد والترمذي۔

یہ حدیث ''مسلسل بالاولیت'' کہلاتی ہے؛ کیوں کہ ہر شاگرد اپنے استاذ سے سب سے پہلے تا سفیان ابن عیینہ یہی حدیث سنتے ہیں، بحمد للہ یہ سلسلہ مسلسل چل رہا ہے۔ اللہ پاک جہاں کہیں لے جاتے ہیں، آغاز ہو یا اختتام، یہ حدیث سنا دی جاتی ہے؛ تا کہ طلباء اور حاضرین کا تسلسل قائم ہو جائے، اسی اقامتِ تسلسل کی نیت سے اس وقت یہ حدیث سنائی گئی، اور آپ کی نیت بھی اقامت التسلسل ہو؛ کیوں کہ اس کے اندر نبی کے ساتھ اتصال مضمر ہے، اور جو چیز وہاں تک پہنچ جاتی ہے وہ مستند ہو جاتی ہے، ہر فرمان غیر معتبر؛ لیکن محمد کا فرمان سب کا سب معتبر۔ {وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوى إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحى}، وہ اپنی طرف سے نہیں بولتے، جو بولتے ہیں وہ وحیٔ الٰہی ہے۔ آپ پوری تاریخ نبوت کا مطالعہ کر ڈالیں، کہیں ایک کلمہ ایسا نہیں ملے گا جہاں آپ اپنی مدح سرائی کرتے ہوں، ''مَیں نے یہ کیا، مَیں نے وہ کیا'' کبھی بھی نہیں کہتے ہیں، یہی علامت ہے {وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوى إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحى}۔ جنگ احد میں علی آئے، تلوار اٹھا کر فاطمہ کو پکڑا یا، .... دربار نبوت سے سخت گیر ہوئی، إن كنت أجدت القتال فقد أجاد أبو دجانة فلانا وفلانا إلخ اگر تم نے میدان کارزار میں اپنے ہاتھ کے جوہر دکھائے ہیں، فن کی واقفیت کا مظاہرہ کیا ہے تو تمھاری کیا خصوصیت ہے؟ حضرت ابودجانہ، سماک ابن خدشان انصاری ؓ نے بھی کیا، فلاں نے کیا، فلاں نے کیا۔ علی چپ ہو گئے، تعلیم دی گئی، تفاخر نہیں، شکریہ، ہر چیز میں شکریہ:

غم زندگی تیرا شکریہ
میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا

بچو! ہر چیز کا ایک معیار ہے، اور ہمارے لیے معیار ہے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی، انھیں سے صحیح پتہ چلے

گا، انھیں سے مستقیم کا پتہ چلے گا۔ من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد شریعت میں کوئی نئی بات داخل کرے گا مردود، تو اب اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ من أحدث في أمرنا کی جستجو کرنا پڑے گی، وہ جستجو کہاں سے پوری ہوگی؟ حضرت رسول اکرم ﷺ کی درگاہ سے پوری ہوگی، وہاں تو کتاب ہدایت دے دی گئی ہے، {إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمَ} قرآن ہدایت کے لیے اتارا گیا ہے اور وہ طریق ہدایت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور طریقِ ہدایت کیا ہے؟ قرآن نے اس کی طرف پہلے ہی توجہ دلائی ہے: {اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ} اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ دکھا، دو (۲) ہی لفظ ہیں: صراط، مستقیم؛ راستہ ہو اور سیدھا ہو۔ وہ راستہ کہاں سے معلوم ہوگا؟ دوسری جگہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں: {مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقاً} یہ ہیں منعم علیہم کی کمپنی، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ وہ طریق مستقیم کہاں سے ملے گا؟ اس کے لیے چار آئیڈیل ہیں، {مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ} انبیاء سب سے اعلیٰ قسم، ان کی کسی بات پر حرف رکھنے کی، حاشیہ لگانے کی کوئی گنجائش نہیں؛ کیوں؟ {وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحىٰ} وہ جو بولتے ہیں وہ اپنی نہیں بولتے وہ اللہ کی بولتے ہیں، تو وہاں تو کوئی سوال ہی نہیں ہوتا ہے، وہاں ایک حرکت دینے کا موقع نہیں ہے، اور نبیوں کی شریعت میں جو اختلاف ہے وہ تو ہم کو درگاہ نبوت سے پوچھنا پڑے گا؟ ارشاد ہوتا ہے: الأنبياء أولاد علات أنبیاء اولاد ہیں، اصل کے اعتبار سے ایک جگہ پہنچتے ہیں، اصول شریعت سب کے ایک ہیں: توحید، رسالت، ملائکہ، کتاب، آخرت، جنت و جہنم کا یقین؛ لیکن کل ادیان شتیٰ، مختلف، کسی کو کسی وقت کچھ دے دیا گیا، کسی کو کسی وقت کچھ دے دیا گیا، ہوتے ہوتے ایک ذات گرامی بھیجی گئی، وہ ذات پاک کچھ اس طرح کی رکھی گئی جو اپنی انفرادیت میں ایسا امتیازی مقام رکھتی ہے کہ لا يقاس ولا ينقاس، نہ کوئی قیاس کرسکتا ہے اور نہ وہ قیاس میں آسکتی ہے، تو ان کی ذات قیاس ورائے سے نہیں پہچانی جاسکتی ہے، وہ تو آئیڈیل بنا کے بھیجے گئے ہیں۔ اللہ میاں نے آخر میں بچا کے رکھا ہوتا ہے نا، جو چیزیں اچھی نہیں ہوتی ہیں وہ خرچ کرتے ہیں، اور جو بڑھیا چیز ہوتی ہے اس کو بچا کے رکھتے ہیں، بہت آخری موقع پر استعمال کرتے ہیں، اس کے بعد فیصلہ تام ہوجاتا ہے، یہی آخری آئیڈیل ہے، انھیں سے سب کو ناپنا ہوگا، قول ناپو، فعل ناپو، حال ناپو؛ بلکہ جسم کو بھی ناپ لو، نماز میں ایسے کھڑے ہوجاؤ وغیرہ۔ الغرض! جتنے انبیاء آئے

تھے سب کے کمالاتِ متفرقہ آں ذات گرامی میں موجود تھے، سب کے جامع تھے، خود ہی فرمایا: خیر کم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔

یہ جو خیر القرون قرنی کہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں، مولانا عبدالحی خان صاحب فرنگی محلیؒ نے بھی اس طرح نقل کر دیا؛ لیکن مولانا نے سوال کے جواب میں لکھا ہے؛ اس لیے وہاں سارے الفاظ کی تفتیش دشوار ہے، اور مولانا فیاض القلم تھے، بہت تیزی میں لکھتے تھے۔

تو حضور نے فرمادیا: خیر کم قرنی، تم میں سب سے افضل میرا قرن ہے، یعنی میں جس زمانے میں مبعوث ہوا ہوں وہ سب سے اعلیٰ وافضل واکمل قرن ہے۔ یہ تو حال کے اعتبار سے، ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم اس کے بعد، بعد والے ہیں، اس کے بعد، بعد والے ہیں۔ اب ماضی کے اعتبار سے بھی ہمیں ہدایت چاہیے: عن أبي هريرةؓ قال النبيﷺ بعثت من خير قرون بني آدم قرناً فقرناً حتىٰ كنت من القرن الذي كنت منه۔ (رواه البخاري) میں تمام قرون ماضیہ میں جو سب سے اعلیٰ قرن ہے اس میں بھیجا گیا ہوں؛ تو آپ کا قرن، محمدی قرن ماضی و مستقبل ہر اعتبار سے افضل ہے، اور جب یہ بات ہے تو آپ کا نمونہ سب سے اعلیٰ ہے، کوئی ایسا دوسرا نمونہ نہیں۔ اللہ علام الغیوب ہیں، ایک کتاب نازل کر دی جو اصول وفروع سب کو جامع ہے، اور اس کا نام کتاب مبین رکھ دیا، اور {إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ} فرمادیا، انسانِ کامل پر کتاب کامل نازل کی گئی۔

یہیں سے ایک بات سمجھ میں آئی کہ: انبیاء کی بعثت ہوتی ہے ہدایت کے لیے، اور جب ہدایت کے لیے سب ترتیب اعلیٰ اختیار کی گئی ہے، کتاب بھی اتار دی گئی ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی گئی، {إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ} تو اب کسی کتاب کی ضرورت نہیں، وہ محفوظ ہے، اس کے مندرجات محفوظ ہیں؛ اور احادیث اس کی تفسیر وتشریح ہیں، قرآن کہتا ہے: {لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ} ہم نے یہ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ما نزل إليهم کی تشریح کر دیں۔ تو یہ احادیث تشریح بیانِ کتابِ مبین ہے۔ جب یہ بات متعین ہو چکی تو اب اس کے بعد نئی نبوت کی کیا ضرورت ہے؟ نبوت تو ہدایت کے لیے ہوتی ہے، ہدایت کے لیے زبردست انتظام کر دیا گیا، آخری مرسل بھیج دیا گیا، سید المرسلین کو بھیجا گیا، امام النبیین، قائد الغر المحجلین، خاتم الأنبياء والمرسلين محمد ابن عبداللہ ﷺ کو بھیجا گیا، اب کسی

نبی کی ضرورت نہیں؛ اس لیے فرمادیا: {مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ} محمد کسی کے خاندانی باپ نہیں ہیں، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی، وہ تو خاتم النبیین، اللہ کے رسول یعنی ایمانی باپ ہیں۔ امت کے دو باپ ہیں: ایک باپ تو آدم ہیں جس سے نسب لگا ہوا ہے، دوسرے باپ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)، وہ ایمانی باپ ہیں، آپ آپ سے چلا ہے، جیسے سلسلہ نسب آدم سے چلا ہے اور ہم تک پہنچ گیا، ایسے ہی ایمان کا سلسلہ محمد سے چلا اور انھیں پر منتہی ہوتا ہے۔ تم کو اگر ایمان درکار ہے تو درگاہ محمدی میں پہنچنا پڑے گا، ایمان کی باتیں سمجھنی ہیں تو درگاہ محمدی میں کنڈا ہلانا پڑے گا، وہاں پہنچ کر معلومات معلوم کرنی ہوگی پھر آپ کو کچھ معلوم ہوگا۔

اس تقریر سے اللہ کی توفیق سے امید کی جاتی ہے کہ: حضور کی خاتمیت نبوت اپنی جگہ طبعی طور پر متعین ہے، سب سے اعلیٰ، سب سے اکمل۔ اور جب آپ سب سے اعلیٰ ہیں تو آپ کے بعد کوئی اَور آئے گا ہی نہیں، ضرورت ہی نہیں۔ اللہ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں: فعل الحكيم لا يخلو عن الحكمة، وہ انبیاء ورسل کا جو سلسلہ قائم فرماتے ہیں ہدایت دینے کے لیے، {إِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ} {إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ} {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ} یہ صراط مستقیم، یہ ہدایت سب محمد علیہ الصلاۃ والسلام پر پوری کردی گئی ہے، ان کو پورا طریق دے دیا گیا، اور اس طریق کی حفاظت کا ذمہ اس نے خود لے لی جس نے ہدایت کی کتاب اتاری تھی، اب اس کے بعد کسی نبوت کی ضرورت نہیں، اور جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ قرآن کا مکذب ہے، احادیث کی تردید کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: أنا آخر الأنبياء ومسجدي آخر المساجد، آپ فرماتے ہیں: ذهبت النبوة وبقيت المبشرة، نبوت ختم ہو چکی صرف بشارتیں باقی رہ گئیں۔ تو اب انبیاء کی از سر نو کوئی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے؛ کیوں کہ عہد نبوت اپنے کمال کو پہنچ چکا ہے، انسانِ کامل کو ہدایت کے لیے بھیج دیا گیا، اور قرآن آخری کتاب تھی جو ہدایت کا نسخہ تھی اس کو آخر میں نازل فرمادیا۔

تو بچو! جس پر (صٓ) لگ جائے وہ ہے معتبر، کیسے معلوم ہوگا (صٓ) لگا ہے یا نہیں؟ اس کے لیے آئیڈیل اور معیار ہے دو باتیں: ایک تو عمل کی صورت صحیح ہو، دوسرے عمل کا باطن صحیح ہو۔ عمل کی صورت کی صحت کے لیے نبی کا فرمان: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد ہے، ہماری شریعت میں کوئی

بات داخل کرے گا رد ہے، صورت مطابق ہو اور باطن صحیح ہو؛ إنما الأعمال بالنيات۔ جب یہ دو باتیں موجود ہوں گی: صورت سنت کے مطابق ہو اور باطن میں اللہ کی رضا مقصود ہو تو پھر وہ عمل مقبول ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں باتوں کو جاننے کے لیے نسبت کا جاننا ضروری ہے، آدمی طریق سنت کو حاصل کرے، اور وہ حاصل ہوگا حدیث کی درس گاہوں سے اور حدیث کے مجموعات سے، اور سب سے بڑا مجموعہ اور سب سے مستند کتاب ہمارے امام محمد ابن اسماعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے، انھوں نے جو لکھ دیا مستند، انھوں نے جو کچھ چھانٹ کر بیان کر دیا مستند ہے، وہ تو تھے ہی ماہر، درگاہ نبوت سے بھی ان پر (صؐ) لگ گیا۔

کسی نے خواب دیکھا، پوچھا: اللہ کے رسول! یہ محمد بن اسماعیل کی کتاب میں جو ہے ٹھیک ہے؟ فرمایا: ''سب ٹھیک ہے''۔ ہاں! یہ کتاب ہی عجیب وغریب ہے، تو امام بخاری رضی اللہ عنہ اس فن کے سب سے ماہر ہیں؛ اس لیے انھوں نے سب سے اعلیٰ کتاب لکھی۔ بخاری کون ہے؟ یہ ہیں ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل ابن بردزبہ الجعفی۔ ۱۹۴ھ میں فطر کے دن ظہر کے بعد ان کی ولادت ہوئی، یہی مستند ہے، جو خطیب وغیرہ سے منقول ہے اور محمد ابن خیزاشی نے اور بعض اَور نے لیلۃ الفطر لکھ دیا انداز ہے یہ تحریف ہے، بعد الفطر تحریف ہو کر لیلۃ الفطر ہو گیا، اور یہ غلط ہے، ہر بات کی توضیح ہوتی ہے لیکن غلط کی توضیح نہیں کی جاتی۔ بچپن ہی میں ان کی نگاہ چلی گئی تھی، ان کی والدہ صاحبہ نے ان کے لیے دعا کی، ''تاریخ بخارا'' میں لکھا ہے کہ: ان کی والدہ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو خواب میں دیکھا، ارشاد فرما رہے ہیں: ''رد اللہ بصرہ بکثرۃ دعائک''، صبح ہوئی تو امام بخاریؒ کی بینائی صحیح ہو گئی تھی۔ یہ شخص اسلام کا تو معجزہ تھا، ایسا کام لینا مقدر تھا جو سابقین ولاحقین میں عدیم الوجود تھا؛ اس لیے ان کی نگاہ کو لوٹایا گیا۔

امام بخاریؒ اس وقت کے عام ذوق کے مطابق درس گاہوں میں جانے لگے، ایک دن آنے والے کسی نے پوچھا: کم حفظت؟ یا کم کتبت؟ (تردد مجھ کو ہے) فرمایا: اثنتان، تو سننے والے نے فوراً ٹوکا، اثنان حدیثین کہنا چاہیے۔ امام تو بہت چھوٹی سی عمر کے تھے، اس کے بعد اَور ذرا بڑے ہوئے تو داخلی محدث وغیرہ کی مجلسوں میں جانے لگے، داخلی نے ایک دن سند پڑھی اور سند میں ذرا سی لغزش ہو گئی، امام بخاری نے ٹوکا کہ ابراہیم تو نہیں روایت کرتے فلاں سے، امام بخاری کے استاذ داخلی نے اندر جا کر دیکھا اور باہر آئے، اور پوچھا کہ: کیا صحیح ہے؟ بتا دیا، حضرت امام بخاریؒ سے قلم لے کر انھوں نے اصلاح کر دی۔

امام زبردست کثیر الحافظہ تھے، سب ساتھی لکھتے تھے اور امام لکھتے نہیں تھے، ساتھیوں نے کہا: کیا کر رہے ہو وقت ضائع کر کے؟ جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ: اب تک کتنی حدیثیں آپ لوگوں نے لکھی ہیں؟ پندرہ ہزار حدیثیں تھیں، امام نے سب اپنے حافظہ سے سنا دی؛ ساتھیوں نے امام سے سن کر اپنی احادیث کو درست کیا، جہاں جہاں تحریف تھی اس کو صحیح کیا۔ ان کے حفظ کے عجیب و غریب واقعات بار بار پیش آئے۔

اور لوگوں نے ان کی امامت کو تسلیم کیا، امام مسلم نے تسلیم کیا، ترمذی خاص شاگرد ہیں، اڑتیس روایتیں اپنی جامع میں لی ہیں، اور اس کے علاوہ امام نسائی بھی امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں، حافظ ابن حجر نے اس کی دلیل میں یہ پیش کیا ہے کہ امام نسائی نے اپنے شیوخ میں بخاری کا ذکر کیا ہے، اور فرمایا: **''ثقة مامون صاحب حدیث''**، نیز ابو عبداللہ ابن مندہ اصفہانی نے ''کتاب الایمان'' میں ایک جگہ ایک روایت نقل کی ہے بطریق نسائی عن البخاری۔ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ''نسائی کے سنن کبریٰ میں بہ طریق بخاری کئی روایتیں ہیں''، بڑی گستاخی معلوم ہوتی ہے اتنے بڑے آدمی پر نکتہ چینی کی جائے؛ لیکن مجھ کو نسائی کے سنن کبریٰ کے دو نسخوں کے مطالعہ کا موقع ملا، محمد ابن اسماعیل تو بہت آیا، البخاری کی تصریح نہیں آئی ہے؛ لہذا ابن حجر صاحبؒ کی بات کو مانوں گا نہیں۔

خیر امام بخاریؒ نے یہ کتاب خاص عوامل کے تحت تصنیف کی: اسحاق بن راہویہؒ نے ایک دن کہا: **لو صنفت کتابا صحیحا لسنن رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک دن انھوں نے خواب دیکھا کہ: نبی اکرمؐ تشریف فرما ہیں امام بخاریؒ جھگڑ رہے ہیں، معبر نے تعبیر دی: **أنت تذب الکذب عن حدیث رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ دو اسباب ہیں جن کی وجہ سے امام بخاریؒ نے یہ کتاب تصنیف فرمائی۔

اور اس تصنیف میں امام بخاریؒ نے بہت ہی ندرت اور جدت اختیار کی، قاضی ابن عربی تشریف لائے، لگے یہ بیان کرنے کہ: تصنیف کرنے والے کے اغراض و مقاصد مختلف ہوتے ہیں، کوئی کچھ سامنے رکھتا ہے کوئی کچھ اَور، سب سے اعلیٰ طریقہ امام مالکؒ کا ہے، مَیں چودھویں صدی کے اختتام اور پندرہویں صدی کے آغاز میں آیا، مَیں نے نوٹ کیا، امام بخاریؒ کا طریق سب سے اعلیٰ و اکمل ہے۔ آپ لوگ ہمارے امام کو سمجھتے نہیں، بس یوں ہی کہہ دیتے ہیں۔ جیسے اس باب پر پہنچ کر- جو پہلا ہی باب ہے بخاری کا- بہت سے لوگ اپنے اپنے طور پر تقریریں کرتے ہیں:

کوئی کہتا ہے: بخاری بدء الوحی کی کیفیت بتارہے ہیں۔

کوئی کہتا ہے: بدء الوحی مقصود نہیں ہے، وحی کی کیفیت بیان کی ہے۔

محمد ابن اسماعیل تیمی کہتے ہیں: لو كان كيف كان بدء الوحي وبدءه لكان أحسن لأنه تعرض لبيان كيفية الوحي لا لبيان كيفية بدء الوحي

اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ: مقصود مؤلف وحی کی عظمت وعصمت بیان کرنا ہے۔ یہ بات شیخ الہندؒ نے قدماء سے لی ہے، علامہ شمس الدین کرمانیؒ، علامہ سراج الدین بلقینیؒ نے ضمنی طور پر اس ترجمہ کے تحت کتاب کے آغاز کی یہی حکمت بیان کی، اور کہتے ہیں: چوں کہ تمام امور کی اصل جڑ اور بنیاد وحی ہے؛ اس لیے کتاب کا آغاز اس سے کیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ بہت ذہین آدمی ہیں، انھوں نے اس کے ساتھ ایک جملہ کا ٹانکہ لگادیا، کہتے ہیں: ''اصل میں وحی تمام کا سرچشمہ اور موقوف علیہ ہے؛ اس لیے ابتداء کتاب میں اس کی عصمت وعظمت کو ثابت کیا ہے؛ کیوں کہ جب وحی کی عظمت اوقع فی الذہن ہوجائے گی اس کے بعد جو کچھ آئے گا آدمی کا ذہن اس کو قبول کرے گا''۔

علامہ عبدالحقؒ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے: ''انعام الباری''، اور واقع میں اس میں بڑی ذہانت کی باتیں ہیں، یہاں پہنچ کر ارشاد فرمایا کہ: ''مقصود مصنف کتاب کی اوائل وبدایات کو بیان کرنا ہے''۔ ابتداء میں تو مَیں بھی یہی کہتا تھا، پھر مَیں نے اس سے رجوع کیا جیسا کہ میں آگے بتاؤں گا۔

حضرت مولانا زکریا صاحبؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم فرماتے تھے کہ: ''بخاری نے پوری کتاب میں لفظ ''کیف'' سے تیس ابواب ذکر کیے ہیں بالاصالۃ''۔ بالاصالۃ کا مطلب یہ ہے کہ: وہ ابواب جن کا آغاز کیف سے کیا، ضمناً بیچ میں کہیں کیف آ گیا اس کو شمار نہیں کیا گیا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ: ان سارے ابواب کے مندرجات کو دیکھنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ امام بخاریؒ نے لفظ کیف کا عرف مقصود رکھا ہے، اور جب روایات میں اختلاف ہو علماء کے درمیان تو امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کیف ذکر کیا۔

میری اپنی رائے ہے کہ: اختلاف کی طرف اشارہ کرنا مقاصد ضمنیہ کہلائے گا، ان کو مقاصد اصلیہ قرار دینا اور باب کے ابتدا ہی میں اس کو سامنے رکھ لینا بعید ہے، اور سب پر ایک اشکال ہے، بخاری نے یہ نہیں کہا: كيف كان بدء الوحي، اگر اتنا کہتے تو ''عظمة الوحي، عصمة الوحي، كيفية بدء الوحي،

كيفية الوحي"؛ ہر ایک کی تقریر اپنے طور پر کی جاسکتی تھی، بخاری نے تو اتنے پر اکتفاء نہیں کیا، کیا فرماتے ہیں؟ إلى رسول الله ﷺ، وحی کا آغاز اللہ کے رسول پر کیسے ہوا؟ معلوم ہوتا ہے یہاں نفسِ وحی مقصود نہیں "وحی الی الرسول" مقصود ہے۔ اب وحی الی الرسول سے مصنف کیا بتانا چاہتے ہیں؟ یہ ہے سوچنے کی چیز، مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: رسول اللہ کے نبی ہیں، ان پر وحی نازل ہوتی تھی، اس لیے آیت {إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَا} ذکر فرمائی، اور اس کا زبردست قرینہ یہ ہے کہ: یہ آیت شریفہ یہودیوں کی تردید میں نازل ہوئی، یہودی کہتے تھے: ماأنزل الله علىٰ بشر من بعد موسىٰ شيئا، موسیٰ کے بعد اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں فرمایا، اللہ نے اس کی تردید کی، دور فرمایا، {إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ} ہم نے آپ پر وحی نازل کی جیسے نوح پر، اس کے بعد سارے انبیاء پر نازل کی؛ لہذا جیسے وہ انزال وحی کی وجہ سے نبی تھے تم بھی نبی ہو۔ نبوت کو مستند فرمادیا قرآن کی آیت سے۔

اب احادیث کا مسئلہ آیا، امام بخاری تو امام بخاری ہیں، انھوں نے یہاں پہنچ کر بڑی ہی ذہانت کا ثبوت دیا، فرماتے ہیں: كيف كان بدء الوحي، حضور پر وحی کا نزول کیسے ہوا؟ لفظ کیف فارسی اور اردو میں حال بتانے کے لیے آتا ہے، کبھی زمان اور مکان بتانے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں؛ امام بخاریؒ نے پورے باب میں اس کو ملحوظ رکھا ہے اور حال زمان مکان سب کچھ بیان کیا، اسی طرح ابواب کی ترتیب میں بھی امام بخاریؒ نے زبردست ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔

سب سے پہلے نیت کی حدیث لائے؛ کیوں کہ وہ اصل بنیاد ہے، پھر اس کے بعد عائشہؓ کی حدیث لے آئے صلصلة اور تمثل في صورة الرجل کے سلسلہ میں، جو آپ کی نزول وحی کے وقت عام طبعی حالت ہوتی تھی، اس میں ابتداء بھی داخل ہے؛ پھر تین نمبر حدیث لاکر اس کو تھوڑا سا کھولا کہ: آغاز خواب سے ہوا تھا، اور اس میں آپ کے احوال ذکر کرکے آپ کے حالات عالیہ کی طرف توجہ دلادی؛ ابن عباس کی دو حدیثیں لاکر ایک سے "مکان وحی" اور دوسرے سے "زمانۂ وحی": رمضان کی تعیین کردی، پھر چھ نمبر حدیث لاکر اپنے خاندانی احوال طبعی حالات وغیرہ کو ذکر فرمادیا۔ یہاں پہنچ کر انسان امام بخاریؒ کے کمال کے سامنے سر جھکا لیتا ہے۔

یہ وہ نکتہ ہے جو اللہ نے اپنے اس بندے کے لیے محفوظ کر رکھا تھا۔ **والأصل من الله سبحانه فلله**

الحمد ثم للہ الحمد ثم للہ الحمد۔

اللہ! اس آغاز کو قبول فرما، کوتاہیوں کو معاف فرما، اور اختتام کو انجام صحیح تک پہنچائے، طلباء کو مستفیض فرما، اساتذہ کے لیے سہل فرما، مدرسہ کی حفاظت فرما، اہل مدارس کی نیتوں کو صحیح فرما، طلباء کو علم نافع عطا فرما، سب کو بلاد آفات سے محفوظ فرما، حاضرین کی جائز مرادوں کو پورا فرما، بیماروں کو صحت دے، تنگ دستوں کو فراخی دے، مسجونوں کو رہائی دے، مقروضوں کو سبکدوشی دے، بے اولادوں کو اولاد عطا فرما، نافرمانوں کو فرماں بردار بنا، اہل ضرورت کی تمام ضرورتیں غیب سے پوری فرما، اللہ سب کی جان، مال، عزت، آبرو کی حفاظت فرما۔ اللہ! مدرسہ کی حفاظت فرما، یہاں کے اطراف و مکان کی حفاظت فرما، یہاں کے رہنے والوں کی حفاظت فرما، اللہ! ہمارے ملک کی حفاظت فرما، اے اللہ! ملک کے بسنے والوں کی حفاظت فرما، اے اللہ! سب کی پریشانیوں کا خاتمہ فرما، اے اللہ! معاش کی پریشانی کو دور فرما، اے اللہ! کھانے پینے کی تنگی کو دور فرما، حکاموں کو غریبوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی توفیق عطا فرما، اللہ! سب کے لیے ہدایت کے دروازے کھول دے، سمجھ صحیح عطا فرما دے، اے اللہ! سب کو اپنے انجام کے درست کرنے کی فکر عطا فرما دے، اے اللہ! اے احکم الحاکمین! سب کو اپنے احکم الحاکمین کی طرف متوجہ ہونے کا ذریعہ بنا دے، اے اللہ! ہم سب حاضرین کے حق میں حاضری قبول فرما، ظاہری باطنی بیماریوں کو دور فرما، اپنی محبت عطا فرما، اپنی فرماں برداری عطا فرما، اپنی اطاعت نصیب فرما، اپنی رضا نصیب فرما، کوتاہیوں کو معاف فرما، غلطیوں کو معاف فرما، گناہوں کو معاف فرما، صغائر کبائر کو معاف فرما، درگزر کرنے والے! درگزر فرما، اے اللہ! ہم قصوروار ہیں، اپنے دل سے اقرار کرتے ہیں، اقرار کو قبول فرما، اپنے دربار سے معافی کا پروانہ نصیب فرما دے۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم وتب علینا إنک أنت التواب الرحیم۔

* * *

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری نوراللہ مرقدہٗ کے

مرض الوفات کے احوال

مولانا عبدالرحیم لمباڈا
استاذ دارالعلوم بری، یوکے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

حضرت مولانا محمد شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول رمضان المبارک کے شروع کے چند دن حرمین شریفین میں گذار اکر سہارنپور تشریف لائے۔ ماہ رمضان میں طبیعت اچھی رہی، الحمدللہ تمام روزے برابر رکھے تراویح مکمل پڑھی۔ تلاوت اور ذکر بالجہر کی مجلس کا اہتمام رہا۔ آخری عشرہ میں الحمدللہ ایک سودس ۱۱۰ر کے قریب علماء اور مریدین حضرت سے فیضیاب ہونے کے لئے حاضر ہوئے۔ عید کے روز طبیعت میں بشاشت تھی۔ حسب معمول حضرت پیر صاحب یعنی حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم ابن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ کے گھر تشریف لے گئے، اسی طرح شیخ عالم صاحب کے یہاں بھی تشریف لے گئے۔ عید کے بعد بھی مقامی دوست احباب کی آمد ورفت اور افاضہ واستفاضہ کا سلسلہ رہا، نئے طلبہ آنے شروع ہوئے۔ سات ۷ رشوال کو مدرسہ مظاہر علوم کی افتتاحی نشست رہی، اس درمیان قاری انیس صاحب نے حضرت شیخ سے اطلاعا عرض کیا کہ حضرت نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے اس لئے حضرت ناظم صاحب وغیرہم آپ کی خدمت میں آرہے ہیں یہ سن کر شیخ نے فرمایا کہ ہاشم مدرسہ والے آرہے ہیں ذرا یہاں اچھی سی چادریں بچھادو مولوی ہاشم کہنے لگے کہ حضرت یہ بھی نئی چادر ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اچھی والی

چادریں بچھادو، چنانچہ ناظم جامعہ مظاہر علوم حضرت اقدس مولانا سلمان صاحب دامت برکاتہم اساتذہ کے ساتھ افتتاحی نشست کے بعد سات آٹھ اساتذہ کو لے کر حضرت شیخ صاحب کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور سال نو کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے پتہ نہیں میں پڑھا سکوں گا یا نہیں۔" ناظم صاحب نے فرمایا "اجی آپ تو ہر سال یہی فرماتے ہیں ان شاء اللہ آپ دس سال اور جئیں گے اور پڑھاتے رہیں گے" حضرت مسکرادئے اور فرمایا "میں دس سال زندہ رہ کر کیا کروں گا، پھر کچھ مختصر نصیحت فرمائی جس میں والفتنۃ اشد من القتل آیت پڑھ کر فتنوں سے تحفظ کی تاکید فرمائی۔ اس کے بعد مختصر دومنٹ کی دعا فرمائی۔ قاری انیس صاحب جو صبح وشام حضرت کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ طبیعت اُسی دن سے گرنی شروع ہوگئی تھی۔

مفتی ہاشم (حضرت کے ہر وقت کے خادم) کا بیان ہے کہ جمعہ کا دن آیا تو حضرت نے غسل فرمایا اور حسب معمول سب سے پہلے مسجد تشریف لے گئے، دار جدید کی مسجد میں جمعہ کی نماز اُسی جگہ ادا فرماتے تھے جہاں قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا معتکف رہا کرتا تھا۔ حضرت پیر صاحب (مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم) کا معتکف بھی وہیں رہتا ہے اور حضرت پیر صاحب جمعہ پڑھنے کے لئے وہیں تشریف لے جاتے ہیں، محراب کی دائیں طرف کونہ میں دیوار کے ساتھ حضرت پیر صاحب اور ان کے برابر میں حضرت شیخ یونس صاحب جمعہ ادا فرماتے۔ اپنی زندگی کا آخری جمعہ بھی اسی طرح ادا فرمایا، لمبی نفلیں پڑھتے رہے پھر اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ جمعہ سے فراغت پر حضرت پیر صاحب سے ملاقات علیک سلیک کے بعد اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

نور محمد نامی ایک طالب علم لندن سے حضرت کی شرح بخاری "نبراس الساری" پر کام کرنے کی غرض سے سہارنپور آیا، شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی آمد کی غرض بیان کی، شیخ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "میرے یہاں کتاب پر کام کرنے کے لئے تو جہاد کرنا پڑتا ہے۔ تجھ سے ہو سکے گا؟" اُس نے عرض کیا ان شاء اللہ کوشش کروں گا' فرمایا "پیر سے کام شروع کریں گے ان شاء اللہ"۔

حضرت پر چونکہ غنودگی طاری رہتی تھی اس لئے خدام نے سوچا کہ ڈاکٹر کو بلایا جائے۔ سنیچر (ہفتہ) کے روز ڈاکٹر رضوان صاحب قاری ایوب صاحب کے بلانے پر تشریف لائے، بلڈ پریشر ٹیسٹ کیا، جو نارمل تھا،

پھراسی وقت حضرت سے خون اور پیشاب ٹیسٹ کی اجازت مانگی، اوراتوار کی صبح فجر کے متصلا بعد تشریف لائے اور خون و پیشاب لے گئے حضرت اس وقت ہشاش بشاش تھے خندہ پیشانی سے پیش آئے، ان کو بھی ناشتہ کرایا۔ اتوار شام کو غشی بڑھ گئی لیکن بات سمجھ رہے تھے، جواب بھی دیتے تھے اور کچھ کہنا ہوتا تو صاف الفاظ میں فرمادیتے۔

پیر کی صبح کو قاری انیس صاحب فجر کے بعد ذکر کی مجلس کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت کی حالت دیکھ کر فکر مند ہوئے اور اپنے احباب کو بلا کر حضرت کے پاس ذکر کے بعد سے لے کر تقریبا دس بجے تک بیٹھے رہے اور کوشش کی حضرت کچھ گفتگو فرماتے رہیں تاکہ کچھ بشاشت آئے۔

حضرت کے پاس کچھ لفافے تھے اس میں کچھ رقمیں رکھی ہوئیں تھیں، حضرت نے ان کو گنوایا تو دس ہزار پانچ سو بیس ۱۰۵۲۰ روپے نکلے۔ فرمایا ”اس مدرسہ میں دس ہزار دے آؤ“ اور ”پانچ سو بیس ۵۲۰ روپے انیس تم اپنے مکاتب کے لئے لے لو“ پھر دو خاص ملفوظ بیان فرمائے فرمایا ”استاد کے لئے زیادہ پٹائی کرنا حرام ہے۔ ایک طالب علم کی استاد نے اتنی پٹائی کی کہ پاؤں کالا ہوگیا اور رگیں مر گئیں، اگر شرعی قاضی ہوتا تو قصاص لیا جاتا“۔ پھر فرمایا ”کہ مریدوں کا بھی حق ہے شاگردوں کا بھی حق ہے ماتحتوں کا بھی حق ہے یہ حق بڑے اپنا سوچتے رہتے ہیں چھوٹوں کا نہیں سوچتے۔ دوسرا ملفوظ یہ فرمایا کہ ”برادری علاقہ خاندان کوئی چیز نہیں‘ وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا پڑھ کر فرمایا ”اللہ خود فرماتے ہیں کہ یہ سب صرف پہچان کے لئے ہے کوئی شخص پتہ معلوم کرنے آیا پتہ نہیں چل رہا ہے تو بتادیا کہ فلاں علاقہ کا ہے یہ مقصد ہے قرآن کا، فجر اور تکبیر مقصود نہیں ہے“ پھر ایک وجدانی کیفیت کے ساتھ فرمایا آگے دیکھو کیا فرماتے ہیں ”ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم “ اس کے بعد فرمایا ہاں صحابہ کرام کی اولاد اگر توجہ کرتی ہے تو خوب ترقی کرتی ہے کیونکہ ان کے آباء واجداد نے جو مجاہدے کئے اُس نسبت سے ترقی کر جاتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہمت اور توجہ کریں“۔

درحقیقت یہی دو باتیں حدیث شریف میں بھی وارد ہوئی ہیں ”الصلوۃ وماملکت ایمانکم “ اور ”لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الا بالتقویٰ“۔ شیخ صاحب کی بھی آخری دینی گفتگو یہی تھی، اس کے بعد تو کوئی ضرورت کی بات ہی فرمائی جیسے ”پانی لاؤ“ ”وضوء کرادو“ وغیرہ۔

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت خاموش ہو گئے۔ وہ سارا پیسہ جتنا وہاں تھا خرچ کرایا۔ ایک ہزار باقی رکھا اور فرمایا ایک ہزار میری ضرورت کے لئے کافی ہیں۔ پھر فرمایا "میں جمع کر کے کروں گا کیا؟ میں نے دوستوں کا لوگوں کا بہت کھا رکھا ہے میرے محسنین ہیں جن کا کھا رکھا ہے، ان کا تو دینا ہی دینا ہے۔ لہذا باقی رکھ کر فائدہ ہی کیا ہے؟"

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں کہ پھر تقریبا دس بجے ہم حضرت کے پاس سے اٹھے، میں نے ہاشم سے کہا کہ ابھی کچھ افاقہ ہے، اسی طرح طبیعت رہی تو اول وقت میں ظہر پڑھا کر حضرت کو لٹا دینا۔ ہاشم کہتے ہیں کہ حضرت اس کے بعد مطالعہ میں مشغول ہو گئے اور مسند احمد کے حاشیہ پر کچھ تحریر بھی فرمایا اور عجیب بات یہ ہے کہ مطالعہ کے وقت غنودگی والی کیفیت ختم ہو جاتی تھی پورے استحضار کے ساتھ کتاب دیکھتے جیسے ہی کتاب رکھی پھر غنودگی شروع ہو گئی۔ یہ حضرت کی زندگی کا آخری دن ہے جس میں مطالعہ فرما رہے ہیں **من المهد الی اللحد** کی صحیح تصویر یہی ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا "**مع المحبرة الی المقبرة**"۔

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ ظہر کے بعد پھر آیا تو دیکھا حضرت غنودگی میں ہیں اور نماز کی تیاری ہو رہی ہے، تین ساڑے تین کے قریب حضرت نے نماز کی نیت باندھی مگر پھر غنودگی والی کیفیت کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر عصر اور مغرب کے بعد حضرت کی طبیعت بالکل مضمحل ہو چکی تھی البتہ کبھی سیدھے بیٹھ جاتے کبھی ٹیک لگا کر بیٹھتے اور حضرت کی آنکھیں پلٹ چکی تھیں رعب والی آنکھیں نہیں رہی تھیں مردنی والی آنکھیں نظر آرہی تھیں جس سے خوف ہونے لگا تھا۔ بندہ عشاء کے وقت پھر چھوٹے بچے کے ساتھ آیا پھر آنکھیں دیکھیں تو بڑا عجیب انداز اور بہت دیر میں سر ہی اٹھا پائے۔ خدام کو ڈر بھی لگا کہ معاملہ کچھ اور ہو مگر چونکہ شیخ اس سے زیادہ خطرناک حالات سے دو چار ہو کر نکل آئے تھے اس لئے صحیح بات کا اندازہ نہ لگا سکے۔

ہاشم کا بیان ہے کہ رات خلاف معمول تقریباً نو بجے کے بعد تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا۔ پھر تقریباً دس بجے عشاء پڑھی اس درمیان بھی غنودگی والی کیفیت طاری رہی۔ عشاء سے فراغت کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک حضرت بیٹھے رہے، پھر کئی مرتبہ کہنے کے بعد حضرت لیٹ گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اٹھ کر بیٹھ گئے، آدھی رات کے بعد حضرت دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے تھے لیکن سیدھے نہیں ہو پا رہے تھے، کئی بار پانی طلب فرما کر نوش فرمایا، غنودگی کے ساتھ کھجلی بھی بہت ہو رہی تھی۔

فجر کے لئے عرض کیا کہ وقت ہوگیا وضوء کرادوں تو حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب کہ عشاء کے لئے عرض کرنے پر فرمایا تھا کہ ”کرادو! اور جلدی سے عشاء پڑھادو کیونکہ میرے وضوء کا کوئی بھروسہ نہیں“۔ فجر کے وقت غشی اس قدر ثقیل تھی کہ فجر ادا نہیں فرماسکے۔ قاری انیس صاحب کہتے ہیں کہ میں جب اپنے یہاں فجر سے فارغ ہوکر ذکر کے لئے حاضر ہوا تو کواڑ بند تھے اندر ہاشم اور حضرت تھے، میں نے سمجھا حضرت کو الجھن ہوگی اس لئے برآمدہ میں ہی ذکر کرلیا۔ بیس پچیس منٹ ذکر کے بعد اندر داخل ہوا تو عجیب کیفیت دیکھی کہ ایک پاؤں پیچھے کی طرف پھیلا ہوا دوسرا مڑا ہوا تھا اور حضرت کا پیٹ اور سینہ زمین سے لگا ہوا تھا جیسے کہیں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا ہے مرتے وقت کبھی گال زمین پر رگڑ رہے ہیں کبھی ماتھا زمین پر رگڑ رہے ہیں، حضرت کچھ فرما رہے تھے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا شاید اللہ کے حضور میں الحاح وزاری فرمارہے تھے۔ بندہ نے ہاشم سے کہا ”حالت بہت خطرناک معلوم ہورہی ہے۔۔۔ حضرت کو لٹا دیتے ہیں“ ہمت کرکے حضرت کو لٹادیا، ہوش تو تھا نہیں مگر لٹانے پر لیٹ گئے۔ ہم نے سوچا کہ حضرت سوجائیں تو بہت اچھا ہے تھوڑا آرام ہوجائے۔

ہاشم کا بیان ہے کہ حضرت بہت گہری نیند میں چلے گئے، آٹھ بجے کے قریب حضرت کے خراٹے لینے سے ہم مطمئن ہوگئے کہ حضرت کو آرام آگیا۔ جب خراٹے بند ہوگئے تب گھبرا کر مفتی صالح وغیرہ کو بلایا انہوں نے مدرسہ کے ڈاکٹر کو بلایا اُس نے چیک کرکے کہا کہ سانس بھی ہے اور نبض بھی ہے، بلڈ پریشر بھی ٹھیک ہے مگر بے ہوشی اور حالت کی نزاکت دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا کہ حضرت کو فوراً آئی سی یو ICU میں لے جاؤ۔ ہسپتال پہنچ کر وہاں کے ڈاکٹر نے ساری مشین لگائیں اور چیک کرنے کے بعد کہا کہ حضرت کا تو وصال ہوگیا ہے۔ قاری انیس صاحب کا اندازہ ہے کہ وہ صبح کو غشی والی کیفیت تھی وہی نزاع کی حالت تھی اور حضرت نے اُس کے کچھ دیر بعد اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان لله ما اخذ و له ما أعطى و كل عنده باجل مسمى۔ اللهم اجرنا في مصيبتنا هذه وأخلف لنا خير أمنها - اللهم اغفر لشيخنا وارحمه وعافه واعف عنه ووسع مدخله واكرم نزله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس - اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة - اللهم افتح له مفسحاً في جنة عدن يارب العالمين - اللهم جازه بالحسنات احسانا و

بالسئیات عفواً وغفراناً- اللھم أبدلہ داراً خیراً من دارہ واھلاً خیراً من اھلہ- اللھم اغفر لنا ولہ یارب العالمین- اللھم لا تحرمنا أجرہ ولا تفتنا بعدہ۔

حضرت والا کا سانحہ ارتحال بروز منگل ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء کو پیش آیا۔ انتقال کی خبر نہایت تیزی سے پھیل گئی۔ دور دور سے لوگ آخری دیدار کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ایسے ایسے لوگ حاضر ہوئے جنہوں نے حضرت کا نام بھی نہیں سنا ہوگا، صرف یہ جان کر کہ سہارنپور میں ایک بزرگ کا انتقال ہوا ہے جنازہ میں شرکت کے لئے امنڈ آئے۔ پولیس نے بہترین سیکورٹی فراہم کی، فوج کو بھی حفاظت کی غرض سے حاضر ہونا پڑا، غیر مسلموں نے بھی اپنی دکانیں بند کردیں اور راستہ میں آنے والے مہمانوں کے لئے وضو کا پانی اور پینے کا پانی فراہم کیا۔

مقامی حضرات کا بیان ہے کہ سہارنپور میں ایسا جنازہ کبھی نہیں دیکھا اور شاید کبھی دیکھ بھی نہ پائے۔ واقعی حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے ایسی ہی کشش عطا فرمائی تھی کہ ان کی حیات میں بھی باوجود ان کی ڈانٹ ڈپٹ کے لوگ جوق در جوق ان کی طرف کھینچے جاتے تھے اور وفات کے بعد بھی اسی طرح کھینچے چلے آئے۔

حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت تھی کہ اگر انڈیا میں انتقال ہو تو ان کو ناظم صاحب (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ) کے پہلو میں دفن کیا جائے، اس کے لئے کوشش کی گئی۔ اللہ نے اس میں کامیابی نصیب فرمائی اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برابر میں قبر تیار ہوگئی۔ شیخ کی وصیت تھی کہ ایک سادہ غلاف کعبہ کا چند انگل کے بقدر چھوٹا سا ٹکڑا اور روضہ شریفہ کی کچھ مٹی ایک بکس میں ہے، اس کو بھی ساتھ دفن کیا جائے۔ خادم کو بروقت یاد آگیا اور اس کو تلاش کرکے حضرت کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تدفین میں شامل کیا گیا۔

نماز جنازہ حضرت اقدس پیر صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ شیخ مرحوم اور حضرت پیر صاحب میں آپس میں بے حد محبت تھی۔ عید کے روز تو ملاقات کرنے کے لئے گھر تشریف لے گئے اور جمعہ کو بھی ملاقات ہوئی تھی۔ اب حضرت پیر صاحب آپ کا جنازہ پڑھا رہے تھے۔ شیخ صاحب عموماً ختم بخاری شریف پر حضرت پیر صاحب کو دعا کے لئے بلایا کرتے تھے اب حضرت پیر صاحب ان کے جنازہ پر دعا پڑھ رہے

تھے۔ پیر صاحب کی جنازہ پڑھانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی مگر ناظم صاحب (مولانا سلمان صاحب دامت برکاتہم) نے ہمت دلائی کہ ہم آپ کے پیچھے تکبیرات زور سے کہلوا دیں گے، تب حضرت پیر صاحب تیار ہوئے، اور انتہائی گریہ وبکاء کے ساتھ نماز پڑھائی۔

عصر کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی اور غروب آفتاب کے ساتھ یہ آفتاب علوم نبوت بھی سپرد خاک کر دیا گیا۔ جنازہ کی نماز میں بے حساب مخلوق تھی، کسی نے آٹھ سے دس لاکھ کا اندازہ لگایا کسی نے کم، بعض دوسرے اضلاع کے لوگ تو جنازہ میں پہنچ بھی نہیں سکے، صرف مقامی لوگوں کا اتنا بڑا مجمع ہو گیا۔ اللہ پاک شیخ مرحوم کے درجات بے حساب بلند فرمائے اور ان کی خدماتِ حدیث کا ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ تقریباً پچاس سال تک بخاری شریف کی خدمت کرتے رہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال یکم شوال کو ہوا تھا اور اس خادم بخاری کا انتقال ۱۶؍شوال کو ہوا۔ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سلفِ صالحین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ کچھ اعمال صالحہ کے بعد اس دنیا سے جائیں جیسے حج یا رمضان کے روزے وغیرہ۔

رمضان کے آخری عشرہ میں جو خدام حاضر ہوئے تھے ان میں سے ایک مولانا صاحب کا بیان ہے حضرت شیخ نے ان سے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کو خواب میں دیکھا شیخین میں سے ایک نے فرمایا” آؤ! جلدی آؤ بہت دیر ہو گئی اب کتنی دیر انتظار کراؤ گے۔ انتقال کے بعد ایک اور عالم دین نے دیکھا کہ شیخ مرحوم ایک چارپائی پر کسی بزرگ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں کے ہاتھ میں شربت کا گلاس ہے جس کو نوش فرما رہے ہیں۔ ایک اور خادم نے دیکھا کہ آپ اپنے حجرہ میں تشریف فرما ہیں چہرہ بہت نورانی اور گلاب کے پھول کی طرح خوبصورت ہے۔ اللہ پاک حضرت کی قبر مبارک کو تاحد نظر کشادہ فرمائے۔ جنت کے باغات میں سے ایک بہترین باغ بنائے۔ حضرت کو ان کی قبر میں بے حد سکون اور آرام نصیب فرمائے۔ حضرت کے درجات بے حساب بلند فرمائے حضرت کے تمام خدام ومتعلقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بحرمة سید المرسلین وصلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الی یوم الدن۔

***

استاذ محترم، حضرت شیخ محمد یونسؒ

کچھ یادیں، کچھ باتیں

خالد انور پورنوی المظاہری

حضرت شیخ سے مشہور، استاذ محترم، شیخ العرب والعجم مولانا محمد یونس صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اب اس دنیا میں نہیں رہے، یہ خبر سنی تو دلوں میں ایک کہرام سا مچ گیا، کانوں کو یقین نہ آیا، لیکن جب تحقیق کی تو پتہ چلا یہ خبر سچ ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون

وہ 2004ء کا سال تھا، جب ہم مظاہر علوم سہارنپور میں بخاری اور مسلم شریف ان سے پڑھتے تھے، کیا غضب کا حافظہ تھا ان کا، ایک ایک حدیث پر کلام کرتے تو لگتا باران رحمت کا خاص نزول ہو رہا ہے، بات صرف لکھنے کی حد تک نہیں، وہ حقیقت میں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے محدث تھے، حدیث اور فن حدیث میں وہ امام وقت تھے، اور جرح وتعدیل میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، جو بولدیتے پتھر کی لکیر ثابت ہوتی، ہاں ساتھیوں میں ہم لوگ اکثر تذکرہ کرتے "اس بڑھاپے میں ان کا یہ عالم ہے تو جوانی میں کیا عالم رہا ہوگا۔

وہ جب کسی حدیث پر کلام کرتے بڑے بڑے محدثین کے اقوال نقل کرتے، اور اس روانی سے بیان کرتے :ایسا لگتا کتاب ان کے سامنے کھلی ہوئی ہے، مگر وہ خود بھی اپنی رائے رکھتے، اور پوری مضبوطی سے رکھتے، مجال نہیں تھا کہ کوئی ان کے سامنے ٹک جاتا، علامہ ابن حجرؒ جیسے محدثین کی رائے نقل کرنے کے بعد جب کہتے: "چچا جی سنئے، کہاں جارہے ہیں! تب سمجھ جاتے اب ان کی بھی کھچائی ہونے والی ہے، وہ جرح وتعدیل کے بھی امام تھے، اس لئے بڑے سلیقہ سے جرح کرتے تھے، مگر جو بھی بولتے حدیثِ رسولؐ کی روشنی میں، اِدھر اُدھر کی تاویلوں سے وہ بہت بچتے تھے، مگر اقوال رسولؐ کی روشنی میں جو بات حق بجانب سمجھتے، یا راجح اور اولیٰ وافضل سمجھتے تھے، اسے برملا بیان کردیتے تھے، انہوں نے کئی مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے خلاف امام شافعیؒ کے مسلک کو ترجیح دی

ہے، بعض مسئلہ میں کہتے: بچو کبھی اس پر بھی عمل کرلو! اس لئے کہ یہ اللہ کے رسولؐ کی حدیث ہے۔

ویسے تو عربی سوم سے فضیلت تک مکمل تعلیم ہم نے مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی ہے، اسی لئے مظاہر علوم سہارنپور کے شعبہ افتاء کے صدر مفتی اور طحاوی شریف کے ہمارے معزز اور قابل قدر استاذ جناب مفتی مقصود صاحب کہتے تھے: خالد تم پکے مظاہری ہو" اور حقیقت میں جو کچھ بھی سیکھا اور پڑھا ہے اسی ادارہ کا دین ہے، مگر یہ بھی سچ ہے کہ جن دنوں میں دورہ حدیث میں تھا، بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ کے شعبہ مناظرہ کا ناظم بھی تھا، اس لئے ذہنی طور پر متشدد بھی تھا، (حالانکہ اب معاملہ بالکل برعکس ہے) بخاری اور مسلم شریف کے درس میں حضرت شیخؒ کی بعض باتیں احناف کے خلاف سنتا تو من من میں غصہ بھی ہوتا تھا، مگر ظاہر ہے ہماری اوقات ہی کیا تھی کہ سوال پوچھ لیں، یہاں تو حال یہ تھا کہ سالوں سال حدیث کا درس دینے کے بعد حدیث پڑھنے کیلئے حضرت شیخؒ کی شاگردی اختیار کرنا لوگ اپنے لئے فخر وکمال سمجھتے تھے، مگر ہم تو طالب علم تھے، جو ابھی چلنا ہی سیکھ رہے تھے، ہاں! مگر الٹی، سیدھی باتیں سوچنا طالب علموں کی شان بھی ہوتی ہے، ہم بھی سوچتے تھے، کئی بار تو ایسا بھی ہوا کہ شروحات دیکھ کر اور دوسرے اساتذہ کی تقریریں سن کر تکرار و مذاکرہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس خوب بھڑاس نکالتے، حضرت شیخؒ نے ایسا کہا، حالانکہ ایسا ہونا چاہئے، مگر حضرت شیخؒ کی شخصیت اور عظمت تو اصل میں اس وقت سمجھ میں آئی جبکہ فراغت کے بعد کئی سال درس وتدریس میں مشغول رہا کہ واقعی حضرت شیخؒ صرف محدث نہیں، اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث تھے، جس کا اقرار ہند وعرب کے علاوہ بڑے بڑے مشائخ نے بھی کیا ہے۔

پھر تو دل میں ایک شوق پیدا ہوا، اور یہ جنون کی حد تک تھا کہ حضرت شیخؒ کے پاس جاکر ایک سال پھر سے بخاری اور مسلم شریف پڑھوں، جامعہ مظاہر علوم میں جاکر پھر سے دورہ حدیث کا طالب علم بن جاؤں؛ مگر ظاہر ہے یہ کام ہم جیسوں کے لئے اتنا آسان نہیں تھا، اور وہ نہیں ہوسکا، مگر ہاں خواب میں کئی بار ہم نے حضرت شیخؒ کی زیارت کی، کتاب کھلی ہوئی ہے اور میں ان کے سامنے بیٹھا ہوں۔ اس کا ذکر ہم نے اپنے بعض دوستوں سے بھی کیا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، اور درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

وہ شاعر نہیں تھے، مگر علامہ اقبالؒ کے اشعار خوب پڑھتے تھے اور کہتے دیکھو کوئی ولی بول رہا ہے، دوسرے پسندیدہ اشعار بھی وقتاً فوقتاً بولتے رہتے تھے، ہاں درس میں کسی موقع پر ایک شعر کئی بار حضرت نے سنایا تھا وہ مجھے یاد ہے۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم بزم وقار وتمکیں
وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

حضرت شیخؒ کی عمر جب پانچ سال دس ماہ کی تھی، ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا تھا، اس لئے نانی اماں نے ان کی پرورش کی، درس میں اپنی نانی اماں کا بھی خوب تذکرہ کرتے تھے، ان سے جڑے بہت ساری یادیں بڑی دلچسپی سے بیان کرتے تھے، حضرت شیخ اکثر بیمار رہتے تھے، اور اسی لئے انہوں نے شادی کی ہمت ہی نہیں کی، مگر مزاحیہ انداز میں کہتے: میں چار شادی کرونگا، ایک بہار میں، ایک بنگال میں ، ایک گجرات میں، ایک یوپی میں ۔۔۔۔ ہم سب دل دل میں بہت ہنستے۔ ہم طلبہ کے بیچ یہ بات مشہور تھی بخاری شریف سے ہی انہوں نے شادی کرلی ہے اور بات بھی واقعۃً ایسی ہی تھی، اس لئے کہ یہی ان کی زندگی تھی، یہی کل کائنات، بخاری شریف جس پایہ کی کتاب ہے، یقیناً حضرت شیخ ہی کیلئے وہ موزوں تھی، کتابوں سے حد درجہ انہیں عشق تھا، ان کا کمرہ کیا تھا، ایک لائبریری؛ جس میں دنیا بھر کی کتابیں موجود تھیں، یہی ان کی زندگی تھی، اور یہی قیمتی اثاثہ، نہ انہیں دنیا سے کوئی مطلب تھا اور نہ وہ دنیا کے جھمیلوں سے واقف تھے، وہ ولی کامل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، اس لئے دنیا انہیں جھک کر سلام کرتی تھی۔

درس میں حضرت شیخ جب ''بچو'' بولتے تھے، بڑا اچھا لگتا تھا، اتنا شفقت اور پیار بھرا لفظ آج کان سننے کو ترس رہا ہے، ''بہاری'' کا لفظ بھی خوب استعمال کرتے تھے، اور یقیناً بہاری طلبہ سے غایت درجہ محبت کی بات تھی کہ بہار کے طلبہ کو بار بار اس کے صوبہ کے نام سے پکارتے تھے، اور اس انتساب کا تذکرہ کرتے تھے، ''بنگالی'' لفظ کا بھی خوب ذکر کرتے تھے، ایک دن سنانے لگے: کہ ایک بنگالی آیا اور کہنے لگا: حضرت! میں نے آپ کے لئے بادام کا ستو لایا ہے، میں نے کہا: بادام کا، کہا: ہاں، گھر سے آپ کے لئے حضرت! حضرت شیخ نے کہا: لاؤ؛ لے کر آیا تو وہ چنے کا ستو تھا'' یہ واقعہ سناتے جاتے تھے اور ہنستے جاتے تھے، پھر کہنے لگے: اصل میں بنگال میں چنا کو بادام کہا جاتا ہے۔

مختلف عوارض اور بیماریوں کے ساتھ ان پر سحر اور جادو کا بھی اثر تھا، کبھی کبھی پڑھاتے ہوئے گھبرا جاتے، وہ دیکھو چھپکلی، وہ بلی، مارو نا اس کو، ایک دن پڑھاتے ہوئے کہنے لگے: ''بچو پنکھا زور سے جھلو (چونکہ ان کے درس میں ہاتھ پنکھا ہی استعمال ہوتا تھا، بجلی پنکھا سے طبیعت حضرت کی بگڑنے لگتی تھی) پھر فرمایا: ''ایسا لگا کہ آگ کا گولہ بدن پر کسی نے ڈال دیا، ہم لوگ یقیناً حضرت شیخ کی پریشانی کو دیکھتے اور سمجھتے تھے، اور دل ہی دل میں احساس ہوتا تھا؛ لیکن کر کیا سکتے تھے، دنیا بھر سے کئی عامل آئے، مگر ایک ہی صورت تھی اس سحر کے ختم ہونے کی کہ جس نے جادو کیا ہے انہیں جان سے مار دیا جائے، مگر حضرت شیخ اس

کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے، وہ تو اس کیلئے بھی تیار نہیں ہوئے کہ ان کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہونچے، کیا خوب تھے صبر کرنے والے، زباں پر حرف شکایت کبھی نہیں لائے۔

وہ بہت ہی سادہ؛ مگر نفاست پسند انسان تھے، بڑے ہی صاف، ستھرہ رہنے والے، طہارت اور پاکی کا حد درجہ خیال رکھتے تھے، عطر بہت زیادہ استعمال کرتے تھے، جب کسی راستہ میں عطر کی خوشبو محسوس ہوتی تو سمجھ جاتے کہ حضرت شیخؒ اس راستہ سے گذرے ہونگے، وہ بہت ہی نازک مزاج تھے، مجال نہیں تھا کہ ہر شخص بحیثیت خادم ان کے پاس ٹک جاتا، مگر جنہوں نے بھی ان کی خدمت کی، ان کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا، اسی لئے مظاہر علوم سہارنپور کے بڑے بڑے اساتذہ عصر کے بعد ان کی مجلس میں بیٹھتے تھے، اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرتے تھے۔

حضرت شیخؒ انفرادی شخصیت کے مالک تھے، وہ محدث تو تھے ہی، محقق بھی تھے، فقہ کے کسی مسئلہ پر تقریبا ۳۵/ ایسی کتابوں کا انہوں نے حوالہ پیش کیا، جس کا نام تک ہم نے نہیں سنا تھا، اور کہنے لگے: پتہ نہیں بعد کے لوگوں نے کیسے لکھ دیا، ان کی ایک ایک بات بطور سند اور دلیل کے نقل کی جاتی تھی، چونکہ بلا تحقیق و ثبوت کے وہ کچھ بھی نہیں بولتے تھے، چالیس سال سے زائد عرصہ تک بخاری شریف کا درس دینے کے بعد سخت بیماری، علالت و نقاہت اور کمزوری میں بھی وہ کتاب کا مطالعہ ضرور کرتے اور پھر درس دیتے، حقیقت میں وہ دنیائے علم کے ایک ایسے بے تاج بادشاہ تھے جن کے بارے میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں ؎

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

وہ دنیا سے دور رہتے، مگر دنیا دوڑ کر ان کے قدموں میں گرتی تھی، مگر عالم یہ ہے کہ جو کچھ بھی آتا اسے غریبوں اور فقیروں میں خرچ کر دیتے تھے، کل کیلئے انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں، نہ اس کیلئے کچھ پیسے جمع کئے، ہاں شاگردوں کو یہ بات ضرور کہتے تھے: بچو! میرے جانے کے بعد میری طرف سے صدقہ کرتے رہنا، یقینا وہ توکل علی اللہ کے عملی پیکر تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

* * *

سلطنتِ علم وفضل کا حکمراں جاتا رہا

مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی
محدث ومدیر جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

گذشتہ ماہِ شوال ۱۴۳۸ھ کی ۱۶ رتاریخ کو دستِ قدرت نے ہماری بداعمالیوں کے سبب ایک ایسی شخصیت ہم سے چھین لی جن کے انفاس کی گرمی سے کاروانِ علم وفضل کو حرارت میسر آتی تھی، یقین ومعرفت کی یہ ایسی روشن شمع تھی جہاں تعلیم وتزکیہ کے پروانے دیوانہ وار جمع رہتے تھے، یہ رئیس المحدثین استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یونس جون پوری قدس سرہ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی ذات والا صفات تھی جنہیں بلاخوف تردید اس زمانہ کا امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاسکتا ہے، قسام ازل نے انہیں ممتاز صفات کا حامل بنایا تھا، وہ بچپن ہی سے نیک طبیعت، پاکیزہ دل، زیرک وفطین اور قوی الحفظ واقع ہوئے تھے، اوصاف وکمالات کے انہیں خطوط پر آپ کی شخصیت پروان چڑھی، پھر علم وعمل کی جامع شخصیات نے انہیں اپنی زلفوں کا اسیر بنا کر چھوڑا اور وہ اہل نظر بزرگوں کی زود اثر صحبت وتاثیر سے باکمال فرد ٹھہرے۔

یادش بخیر! اس خاکسار نے استاذ العلماء حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہی علیہ الرحمہ کے گھر پر ساٹھ کی دہائی میں آنکھیں کھولیں پھر جب ہوش وتیقظ کی دہلیز پر قدم رکھا تو اپنے پورے گھر کو علماء وصلحاء کا قدرداں پایا، والد گرامی مرتبت حضرت قاری صاحب قدس سرہ کو اسلاف واکابر سے چونکہ قلبی لگاؤ تھا جس کا اثر یہ دیکھا کہ دیوبند وسہارنپور کے کبار علماء ومحدثین بکثرت گھر پر تشریف لاتے اور دعاؤں سے نوازتے، ان اعلامِ امت میں ریحانۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے تو حضرت

والد بزرگوار ٹوٹ کر محبت فرماتے تھے، خود حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ اس تعلق کے زندگی بھر قدرداں رہے، کبھی گنگوہ تشریف لاتے تو قیام وطعام کے زیادہ تر مراحل یہیں گھر پر طے ہوتے جس کا تذکرہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنی دلچسپ تصنیف ''آپ بیتی'' میں بھی کیا ہے، بہرکیف حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ان کے نام اور کام سے گھر کا ہر فرد مانوس تھا اور جب وہ گھر تشریف لاتے تو ہمارے یہاں عید کا سا منظر ہوتا جو بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، اب یہ فطری امر تھا کہ شیخ کے تذکروں سے گھر کی مجلس گرم ہوتی تو آپ کے ارشد تلامذہ اور خلفاء کا بھی ذکر خیر چل نکلتا، یاد آتا ہے کہ انہیں گھریلو مجالس کی برکت سے حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی علمی شخصیت سے کان آشنا ہوئے جو بلاشبہ علم وعمل سے بے رغبتی کے اس دور میں قطب زماں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا علیہ الرحمہ کے سچے جانشین اور ان کی عالی روحانی نسبتوں کے امین تھے، مظاہر علوم کے اکابر علماء بالخصوص فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین اجراڑویؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے فیضانِ تعلیم وتربیت نے حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ کی شخصیت میں جامعیت کی شان پیدا کردی تھی اور وہ سلف صالحین کا نمونہ نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں درس حدیث کا ایسا ملکہ دیا تھا کہ اس باب میں وہ اپنے اقران پر فائق وممتاز تھے، ان کی ساری زندگی علوم اسلامیہ اور احادیث نبویہ کی اشاعت وحفاظت میں گذری، بالخصوص احادیث کے ذخیرہ پر جو اطلاع تام آپ کو حاصل تھی اس میں کوئی دوسری شخصیت آپ کے ہم پلہ نظر نہیں آتی اس حوالہ سے بھی وہ بلند مقام پر فائز تھے، یہ بھی حسن اتفاق ہی کہا جائے گا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی طرح آپ کو بھی درس حدیث کا ایک طویل زمانی رقبہ یعنی نصف صدی سے زائد مدت تک وقیع خدمت کا موقعہ ملا، علم حدیث سے اس قدر گہری وابستگی اور عشق کی حد تک لگاؤ کہ تجرد کی حالت میں ہی ساری زندگی گذار دی۔

ظاہری علوم وفنون کی تحصیل کے ساتھ ہی حضرت مولانا محمد یونسؒ نے باطنی احوال کو بھی خوب نکھارا تھا اسی لئے انہوں نے اپنے پیش رو اساتذہ ومحدثین کی طرح تصوف وسلوک کے مدارج بھی طے کئے، انجذاب الی اللہ اور معرفت ربانی کی سوزش نے انہیں اس وقت تک بے چین کئے رکھا جب تک وہ سلوک واحسان کی حامل خدارسیدہ ہستیوں سے وابستہ ہوکر مسائل تصرف کے رازدار نہیں ہوگئے اور شریعت

وطریقت کی مطلوبہ صفات نے ان کی سرد انگیٹھی کو گرما نہیں دیا، اس طریق میں حضرت شیخ مہاجر مدنی اور حضرت شاہ مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری رحمہم اللہ نے آپ کی دستگیری فرمائی اور روحانی نسبتیں ان کے اندر منتقل فرمادیں، چنانچہ ان بزرگ شخصیات کی صحبت وتاثیر نے انہیں اہل معرفت کی صف میں بھی کھڑا کردیا تھا اور وہ تشنہ کامانِ علم ومعرفت کو فیض یاب فرماتے تھے، واقف کار جانتے ہیں کہ حضرت مولانا مرحوم اوراد ووظائف کی بھرپور پابندی کے ساتھ ذکر جہری کے خوگر تھے، فجر کے بعد ذکر وتسبیحات کا آپ کا یہ مبارک عمل زندگی کے آخری سانس تک جاری رہا مگر تاسف کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ آج ہماری دینی درس گاہوں میں باطنی اسباق کی وہ تابندہ روایتیں ماند پڑ رہی ہیں جن کی تحصیل نے انہیں مدرسوں کی چہار دیواری سے شبلی وجنید جیسے اہل قلوب امت کو دئے تھے جنہوں نے قریب کے زمانہ میں بھی ملت کی دینی وفکری قیادت فرمائی اور مردوں کی مسیحائی اس انداز سے کی کہ خیر القرون کی یادیں تازہ ہوگئیں ؎

وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی
جنہیں فضول سمجھ کر بجھا دیا تم نے

لہذا ہمیں اپنے ان اکابر کی مثالی زندگی سے سبق لینے اور ان کے صالح طرز عمل کو حرز جاں بنانے کی ضرورت ہے کہ اسی سے تعمیر حیات، تہذیب نفس اور کردار وعمل کی ترقی وتاثیر مشروط ہے، حضرت شیخ مولانا محمد یونسؒ کی زندگی بھی علم وعمل کا حسین مجموعہ تھی، درسِ حدیث کی طرح ان کی مجالس بھی علم وتحقیق سے سجی رہتی، اگر طبیعت منشرح ہوتی اور سائل کوئی معقول بات دریافت کرلیتا تو علم کے اس بحر بے کنار میں تموج پیدا ہوجاتا اور شاعر کی زبان میں یہ منظر ہوتا کہ ؎

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

متقدمین ومتاخرین علماء ومحدثین کے اقوال وآراء پر حضرت مرحوم کی ثاقب نظری نے ان میں اجتہادی شان پیدا کردی تھی، بایں سبب آپ پر محدثانہ رنگ غالب تھا لیکن اس کے باوصف تمام اعلام امت، اعیان وافاضل اور فقہاء ومتکلمین کا غایت درجے احترام ملحوظ خاطر رکھتے تھے، بعض چیزوں میں مستقل رائے رکھنے کے باوجود ان پر اصرار تھا نہ اشتہار، جس سے حضرت کی متصلب فی الدین طبیعت کا عرفان ہوتا ہے۔

آپ کی بافیض شخصیت کے کتنے ہی تابندہ عناوین ہیں جن پر ارباب قلم شرح وبسط سے طبع آزمائی کریں گے یہ کوتاہ قلم تو اپنے ان بے ربط سطور سے حضرت کے عرفانی وروحانی ذوق کا مکرر تذکرہ کرتے ہوئے عرض رساں ہے کہ ہمیں اپنے ان اکابر کی طرح حال وقال ہر دو پر متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اسی سے نفع رسانی کی راہیں بھی آسان ہوتی ہیں، اس پس منظر میں مرشدی وسندی رئیس العارفین حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاپگڈھیؒ کا ایک شعر ہمارے حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ غالباً اسی جذبہ کے تحت پڑھا کرتے تھے ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ محبت گم ہو دستارِ فضیلت میں

بندہ راقم الحروف اُس دعاء وتمنا کے ساتھ رخصت ہوتا ہے، آپ بھی اس دُعاء پر آمین کہیں ؎

بخش دے مولیٰ ہمارے شیخ کی ہر چوک کو
جو ذکر میں زندہ رہا اور ذکر میں جاتا رہا

***

ہائے کیا ہوگا امیر کارواں! تیرے بغیر

قاری مرغوب الرحمن سہارنپوری

شوال ۱۴۳۸ھ کی ۱۶/رویں اور جولائی ۲۰۱۷ء کی ۱۱/رویں تاریخ تھی منگل کا دن تھا، گھڑی تقریباً صبح کے نو بجا رہی تھی، جب امیر المومنین فی الحدیث، فقیہ نبیل، عظیم محقق، بے مثال بزرگ، استاذ مکرم، مخدوم و محترم حضرت مولانا محمد یونس جونپوری (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) نے آخری سانس لی، انا اللہ وانا الیہ راجعون، ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطی و کل شیء باجل مسمی!۔ اپنے شاگردوں، مریدوں اور متوسلین و منتسبین کو حالت یتیمی میں چھوڑ کر چلے گئے۔ فرحمۃ اللہ واسعۃ ۔

ایک آسرا تھا دید کا باقی سو مٹ گیا!

ہزاروں دلوں نے بے ساختہ کہا ؏

ہائے کیا ہوگا امیر کارواں! تیرے بغیر

حضرت شیخ اپنے علمی و فکری، تعلیمی و تربیتی انداز، وسیع معلومات، عمیق تحقیقات، کردار مومنانہ، جذبۂ قلندرانہ، ذوق خدائی و لذت آشنائی، عشق مصطفائی و محبت مجتبائی میں یکتائے زمن تھے۔ آپ کی تعزیت کرنے والا، آپ پر لکھنے والا، آپ کی شخصیت پر بولنے والا، ششدر و حیران رہ جاتا ہے کہ آغاز کہاں سے کیا جائے، یہی حال میرا بھی ہے، متنوع کمالات میں سے ہر کمال، دل و دماغ اور قلم کو اپنی طرف کھینچتا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ احساس بھی ستاتا ہے کہ کہاں میری آڑی ترچھی لکیریں، اور کہاں ہمارے حضرت کی شخصیت ....چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل

ایک وجہ یہ بھی ہے جس کو حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ (۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۲ئ) نے تحریر فرمایا ''کسی ایسی شخصیت کے اوصاف وکمالات کے بارے میں قلم اٹھانا، جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا خاص اجتبائی معاملہ ہو، یوں بھی بہت ہی نازک اور کٹھن مرحلہ ہے کہ ناواقف قارئین کو مبالغہ آرائی کا گمان گزرتا ہے، اور اہل نظر کو سطحیت، کوتاہ بیانی اور مرتبہ ناشناسی کی شکایت رہتی ہے۔ (شخصیات وتاثرات، ۱/ ۱۹۸)

بس اپنے بڑوں کے حکم کی بجا آوری میں کچھ یادیں اور کچھ باتیں سپرد قرطاس کرنے لگا ہوں یہ سوچ کر کہ حقیر کی کوئی تحریر حضرتؒ کی شایان شان نہیں ہوسکتی اور نہ ہم اس کے مکلف ہیں، بلکہ اس بات کے مکلف ہیں کہ جیسے تیسے بن پڑے اپنے جذبات عقیدت ومحبت کا اظہار کریں، اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے پیش تر مناسب سمجھتا ہوں کہ بزرگوں کی زبان اقدس سے نکلے گہر یہاں بکھیر دوں، جن کا ایک ایک لفظ سند کا درجہ رکھتا ہے، اور ایک ایک تحریر مبالغہ آرائی سے پاک ہوتی ہے۔ حضرت لدھیانوی شہیدؒ ہی نے اپنے مخدوم مکرم اور مربی محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ (۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء) کی صفات و کمالات کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا تھا وہ پیش خدمت ہے: ''حق تعالیٰ شانہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو اس قدر ظاہری وباطنی کمالات سے نوازا اور اتنی خوبیوں سے آراستہ فرمایا تھا کہ نہ تو ان کا صحیح ادراک ہوسکتا ہے نہ ان کے لیے مناسب الفاظ وتعبیرات مل سکتی ہیں، عام لوگ انھیں اخباری اصطلاح میں بس ایک ''ممتاز عالم دین اور عظیم رہنمائے ملت'' کی حیثیت سے جانتے تھے، عرب دنیا ان کی عربیت، فصاحت وبلاغت اور وسعت معلومات کا لوہا مانتی تھی، اہل علم ان کے فضل وکمال ان کے زہد وتقویٰ ان کے اخلاص وعزیمت اور ان کی شہامت ونجابت کے معترف تھے.................. اہل زیغ، ملاحدہ وزنادقہ ان کے ضرب ید اللٰہی سے لرزاں تھے، طلبہ ان کے حدیثی، تفسیری، فقہی وکلامی معارف وافادات پر سر دھنتے تھے، احباب ان کے حسن صورت، حسن سیرت، حسن مصاحبت، حسن معاشرت، حسن تکلم اور حسن تبسم پر گرویدہ تھے، مگر سچی بات یہ ہے کہ ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہ ہا است بتان را کہ نام نیست

حضرت قدس سرہ کی ایک ایک ادا اپنے اندر ''بسیار شیوہ ہا'' رکھتی، ان کی ایک ایک جنبش لب بجلیاں گراتی تھی، ان کا ایک ایک نقش پا جادہ استقامت کی نشاندہی کرتا تھا۔

حضرت قدس سرہ علم کا خزانہ تھے، عمل کا نمونہ تھے، عاقل وفہیم تھے، ذکی ولبیب تھے، عابد وزاہد تھے، متقی وپرہیزگار تھے، جری وبہادر تھے، نڈر، حق گو، فیاض اور سخی تھے، انہیں جو کچھ ملا تھا موہبت خداوندی سے ملا تھا، اوران کے تنہا وجود میں اس قدر فوق العادت اوصاف وکمالات قدرت نے جمع کردیئے تھے کہ ایک بڑی جماعت پر تقسیم کردیئے جائیں تو محاسن سے مالا مال ہوجائے۔ (ماہنامہ بینات کراچی بنوری نمبر، ۸۰۷-۸)

اسی کے ساتھ ساتھ احقر حضرت مولانا منظور نعمانیؒ (۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) کے الفاظ مستعار لے کر کسی قدر تبدیلی کے ساتھ عرض کرتا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں ''یوں تو اس وقت (حضرت شیخ کی مظاہر علوم کے زمانہ طالب علمی میں) مظاہر علوم کے سبھی بڑے اساتذہ باکمال، اپنے اپنے فن کے امام اور صلاح وتقویٰ اور تعلق باللہ میں بھی صاحب مقام تھے، لیکن ان میں اس وقت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ (۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء) کا خاص الخاص مقام تھا، جنہوں نے نہیں دیکھا وہ غالباً یہ تصور بھی نہیں کرسکیں گے کہ چودھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں اس شان کا بھی کوئی متبحر عالم ہوسکتا ہے۔ ان کی (حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ-۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۳ء) علمی جلالت کا کچھ اندازہ ان کے معاصر اور قرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (۱۳۹۶ھ/ ۱۹۴۹ء) کی اس شہادت سے کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنی جلیل القدر تصنیف ''فتح الملہم شرح صحیح مسلم'' میں ایک جگہ ان الفاظ میں ادا کی ہے۔ (مندرجہ ذیل خوبیاں ہمیں اپنے حضرت شیخ میں بھی نظر آتی تھی، اس لیے یہ اقتباس پیش خدمت کررہے ہیں، ایک اور اہم وجہ یہ بھی ہے کہ علامہ کشمیریؒ کے لائق شاگرد حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب بجنوریؒ نے فرمایا حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا علم مولانا یونس صاحب کی طرف منتقل ہوا ہے):

الشیخ التقی النقی الذی لم تر العیون مثلہ، ولم یر ہو مثل نفسہ ولو کان فی سالف الزمان، لکان لہ شان فی طبقۃ اہل العلم عظیم۔ (۱/ ۳۳۵)

''وہ صاحب تقویٰ اور پاک سیرت شیخ جس کی کوئی دوسری مثال لوگوں کی آنکھوں نے نہیں دیکھی اور خود اس نے بھی اپنی کوئی مثال نہیں دیکھی اور اگر وہ پچھلے دور میں ہوئے ہوتے تو طبقہ اہل علم میں ان کی بڑی

عظیم شان ہوتی“۔

جن اصحاب نظر نے ممدوح کو کچھ مدت تک قریب سے دیکھا، ان سب کا احساس یہی ہوگا کہ وہ علوم دین کے بحر ذخار اور ورع وتقویٰ کے لحاظ سے ان خاصان خدا میں سے تھے، جن کی من جانب اللہ منکرات و معصیات سے حفاظت فرمائی جاتی ہے.......... صورت بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی حسین وجمیل اور معصومانہ بنائی تھی کہ دیکھنے والے بے ساختہ کہہ اٹھیں ”ان ھذا الا ملک کریم“۔ (تحدیث نعمت: ص: ۳۳)

بہر حال حضرت میں بہت سی صفات ستودہ اور عادات محمودہ تھیں جن میں سے ایک اعلیٰ اور عمدہ صفت سادگی اور عاجزی وانکساری بھی تھی، آپ تصنع اور بناوٹ سے کوسوں دور تھے، اور آپ کے یہاں کرّ وفر نام کی کوئی چیز نہ تھی، اتنے اونچے درجہ اور مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود اپنی غربت وغیرہ کے واقعات برملا اور بلا جھجک سنایا کرتے تھے، ایک مرتبہ دوران درس اپنی غربت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”بچو! کپڑے دھونے کو صابن کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے، جہاں طلبہ کپڑے دھوتے، تو اس سے آگے جا کر بیٹھ جاتا، ان کے کپڑوں سے صابن کا جو پانی آتا اس سے کپڑے دھوتا“۔

حضرت شیخ کی زندگی عبدیت وفنائیت اور بے نفسی وکسر نفسی کا مرقع تھی، اور ایک خاص عادت یہ تھی کہ اپنے متوسلین ومریدین اور متعلمین ومنتسبین سے معافی مانگتے، یہ صفت آج کے دور میں نظر نہیں آتی بلکہ عنقا ہوگئی، بعض مرتبہ اتنی عاجزی وانکساری سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے کہ دیکھنے والوں کو یہ احساس ہوتا کہ معافی مانگنے والا مرید وشاگرد ہے حالانکہ ہوتا اس کے برعکس تھا، ذرا ذرا سی چھوٹی چھوٹی باتوں پر معافی مانگتے، ایک مرتبہ خود اپنے شاگرد وخادم کے بارے میں فرمایا کہ اس کی چپل پر میری چپل رکھی گئی تو میں نے اس کو بلا کر معافی مانگی، اس واقعہ سے جہاں آپ کی سادگی وانکساری کا پتہ چلتا ہے وہیں فکر آخرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ایک شاعر نے کہا ہے ؎

لکھنؤ میں نہیں نفاست اب

لیکن دوسری طرف حضرت شیخ نظافت ونفاست کا حسین مرقع تھے۔ لباس، خوراک اور طرز بود وباش کا سلیقہ وقرینہ اتنا متاثر کن ہوتا کہ آدمی اس کے سحر میں جکڑ جاتا، آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر نقل وحرکت میں حسن و جمال کی چمک اور نفاست ونظافت کی جھلک تھی، گویا آپ ان کا حسین سنگم تھے، اور ”ان اللہ جمیل یحب

الجمال'' (مسلم:۱۳۱) کا نمایاں مظہر تھے۔ کتابوں کی حفاظت اور استعمال کا اونچا ذوق تھا، سالوں آپ کے استعمال میں آنے والی کتاب ایسی صاف ستھری ہوتی گویا کہ نئی ہے، ابھی استعمال ہی نہیں ہوئی، نہ کتاب کھولنے کے نشان اور نہ انگلی لگنے کے۔

بعض حضرات کو سادگی اور نفاست میں تضاد لگتا ہے لیکن ایسا نہیں اس کے لیے حضرت تھانویؒ (۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) کی تحریر پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں کہ ''بعض لوگ شاید بذاذت (حدیث میں ہے، البذاذة من الایمان) (ابوداؤد:۴۱۶۱) کے یہ معنیٰ سمجھ جائیں کہ نہ صفائی ہو اور نہ نظافت ہو، بالکل میلی کچیلی حالت میں رہے، حالانکہ میلے پن سے بذاذت کا کوئی علاقہ نہیں۔ (خطبات حکیم الامت، ۱۳/ ۴۳)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسین الصوت اور جہیر الصوت بنایا تھا اور گفتگو کے سلیقہ سے بھی نوازا تھا آپ کی رس گھولتی آواز سے دارالحدیث گونج اٹھتا تھا، جب آپ کی طبیعت میں انبساط ونشاط ہوتا تو ایسا لگتا جیسے کوئی دریا بہہ رہا ہو، پس پردہ آپ کی کڑک آواز کو سننے والا یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کوئی ضعیف العمر شخص گویا ہے۔

بعض مرتبہ حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے کہ نہ میرے رشتہ دار ہیں، نہ میرے شہر میں ایسے تعلقات ہیں (کیونکہ آپ عوام میں نسبتاً گم نام لیکن حقیقتاً انتہائی نیک نام اور نیک کام تھے) پھر فرماتے ''میرے مرنے کے بعد میرے جنازہ میں کون آئے گا؟ لیکن جنازہ میں شرکت کرنے والوں نے دیکھا کہ ''کون'' نہیں بلکہ ''کون، کون'' آیا۔

خوبیاں رہتی ہیں زندہ، خوبیوں والا نہیں

ایک محتاط اندازہ کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تین لاکھ بتائی جاتی ہے، تاحد نگاہ لوگوں کے سر ہی سر نظر آرہے تھے، سہارنپور کا تاریخی قبرستان حاجی شاہ کمال کا وسیع وعریض میدان اپنی تنگدامنی کا شکوہ کررہا تھا، مجمع دیکھ کر مشہور حدیث ذہن میں گونج رہی تھی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی سے (خاص) محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل کو بلاکر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی محبت کرو، چنانچہ جبرئیل ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، تو اہل

سماء بھی محبت کرنے لگتے ہیں (حتی کہ) پھر اس کے لیے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (بخاری: ۳۲۰۹، مسلم: ۲۶۳۷)

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیے

اور آپ کی وفات کے روز شہر کے گلی، کوچوں، اور بازاروں کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر ذہن میں آ رہا تھا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ایک مرتبہ خاکسار بعد مغرب حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے خدام سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیوں آیا ہے؟ میں نے عرض کیا! ملاقات کے لیے، فرمایا! یہ ملاقات کا وقت نہیں، عصر کے بعد آنا، میں نے عرض کیا! عصر کے بعد موقع نہیں ملتا، شہری طالب علم ہوں، عصر کے بعد گھر چلا جاتا ہوں، اس پر حضرت خاموش رہے اور کچھ نصیحتیں فرمائیں، حضرت شیخ یونسؒ ہی کے الفاظ مستعار لے کر عرض کناں ہوں کہ ''یہ حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی''۔

بہت لگتا تھا دل محفل میں ان کی
وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے

باری تعالیٰ نے آپ کو فیاضی وسخاوت ایسی عطا فرمائی تھی کہ کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے، ایسے ہی دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی اس قدر عطا کی تھی کہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، چنانچہ حضرت شیخؒ کے شاگرد ومرید مولانا یعقوب دہلوی (سابق امام مسجد قبا مدینہ منورہ) نے فرمایا، ایک مرتبہ حضرت شیخؒ کے عرب شاگردوں نے اتنے تحائف وہدایا دیئے کہ دو تھیلے ریالوں سے بھر گئے، مدینہ منورہ سے واپسی پر حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ سارے ریال مدینہ منورہ ہی میں غرباء پر تقسیم کردو، میں نے عرض کیا کہ حضرت بقدر ضرورت اپنے لیے رکھ لیں، لیکن حضرت آمادہ نہیں ہوئے، اور ایک ایک ریال صدقہ کروا دیا، اور اپنا حال یہ تھا کہ واپسی پر مولانا سے فرمانے لگے کہ مجھے سو ریال اس شرط پر قرض دو کہ بعد میں مجھ سے واپس لوگے۔

ایسے ہی حضرت کے ایک شاگرد کو حضرت کے محبین نے ہزاروں ڈالر ہدیہ دیئے کہ حضرت تک

پہنچادینا، جب ان کی حضرت سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہوئی، اور وہ امانت حضرت کی خدمت میں پیش کی، تو فرمایا! میں کیا کروں گا، مسجد نبوی میں جو حفظ کی درسگاہیں لگتی ہیں ان کے طلبہ میں تقسیم کردو۔

اسی طرح وفات سے ایک دن قبل (پیرکو) ہدیہ کے لفافے کھلوائے تو کل رقم -/11,520 روپے نکلے، تو دس ہزار مدرسہ میں پانچ سوبیس روپے مکاتب کے لیے اور ایک ہزار روپے اپنے خرچ کے لیے رکھ لئے۔

بلا شبہ آپ فرمانِ نبوی ''**لاحسد إلافي اثنين رجل أتاه الله مالاً فسلطه على هلكته في الحق**''۔ (بخاری: ۷۳) ''دو آدمی قابل رشک ہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور پھر اسے خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہو'' کے مصداق تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عبقری الصفات شخصیت بنایا تھا کہ ایسے حضرات خال خال ہی پیدا ہوتے ہیں، آپ کو حافظہ وفہم اور ذکاوت وذہانت کی وہ دولت عطا کی تھی جو ہمارے کبار محدثین ومحققین اور علمائے مجتہدین کا طرۂ امتیاز تھا، خود ان کے ہمعصروں میں ان کی نظیر شاید ہی کوئی نظر آئے؟ کئی کئی صفحے کتابوں کے ایسے فرفر پڑھتے چلے جاتے کہ سننے والا عش عش کرتا رہ جاتا، بعض مرتبہ فرماتے یہ کتاب اتنے سال پہلے دیکھی تھی، بہت سے پیچیدہ اور گنجلک مسائل چٹکیوں میں حل فرما دیتے، زمانہ طالب علمی ہی سے حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا فرمایا تھا جس کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

حضرت شیخ جب جلالین پڑھتے تھے تو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین (۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ئ) نے طلبہ سے پوچھ لیا کہ فلاں دن جو میں نے تقریر کی تھی، وہ سناؤ، کیا تھی؟ سب طلبہ خاموش حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا، مولانا یونس صاحب نے من وعن وہ تقریر سنادی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ (۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) کو حدیث کا حوالہ درکار تھا متعدد علمائے کرام سے دریافت کیا لیکن معلوم نہ ہوسکا تو شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کو لکھا تو بڑے حضرت شیخ نے شیخ یونس کو تلاش حدیث کے لیے کہا تو چند گھنٹے میں حوالہ تلاش کردیا، تو بڑے حضرت شیخ نے حضرت مولانا علی میاںؒ کو لکھ کر بھیج دیا تو جب حضرت سہارنپور آئے، تو شیخ یونس صاحبؒ کی زیارت کے خواہش مند ہوئے، تو حضرت شیخؒ نے ان کو بلایا، اس وقت شیخ یونس ایک لنگی اور ایک پھٹے کرتے میں تھے، تو مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: میں مولانا یونس کو دیکھنا چاہتا ہوں، حضرت شیخؒ نے فرمایا: ''یہی تو مولانا یونس ہیں''۔

حضرت شیخ یونسؒ کا معمول یہ تھا کہ اخیر سال میں بعد مغرب بھی درس دیا کرتے تھے، اعلان ہوا کہ آج حضرت شیخ بعد مغرب سبق پڑھائیں گے، احقر کو معلوم نہ تھا کہ مغرب کے متصلاً بعد پڑھائیں گے، احقر سنتوں کے بعد دو نفل کی نیت باندھ بیٹھا، ایک ساتھی نے بتایا کہ شیخ صاحب سبق پڑھا رہے ہیں، احقر پہنچا تو ایک حدیث کی تلاوت ہو چکی تھی، بعد میں حضرت شیخ کے حجرہ شریفہ میں کتاب لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا! ایک حدیث کا سماع چھوٹ گیا، وہ پڑھنا چاہتا ہوں، حضرت نے فرمایا! میں بیمار رہتا تھا، ناغہ ہو جاتی، پورا سماع تو نہ ہو سکا، البتہ اجازت حاصل ہے، پھر فرمایا! کوئی اور حدیث نہیں چھوٹی؟ عرض کیا! نہیں بس یہی ایک حدیث چھوٹی ہے، فرمایا! چل پڑھ، ایک جگہ غلطی آئی تو فرمایا! یہ حدیث اتنی مرتبہ آچکی، پھر اس میں سے چند جگہوں کی نشاندہی فرمائی ؎

اب تو یہ دیوانگی جانے کہاں لے جائے گی
جب تیری یاد آئے گی ہم کو بہت تڑپائے گی

چند سال قبل ایک طالب علم نے عبارت پڑھتے ہوئے ''مروان'' کے ساتھ رضی اللہ عنہ پڑھ دیا تو فرمایا! بیس سال پہلے بھی ایک طالب علم نے یہ غلطی کی تھی۔

ہمارے حضرت شیخ کو مطالعہ اور کتب بینی کا عجیب اور عمدہ شوق تھا، ان کو مطالعہ اور تحقیق میں بے پناہ لذت ملتی تھی اور بے تکان مطالعہ فرماتے، مطالعہ کے تعلق سے متقدمین کے متعلق جو کچھ سنا اور پڑھا، وہ حضرت شیخ میں خوب خوب ظاہر تھا، اور غالباً حضرت شیخؒ کے ذہن میں ان کے پیر و مرشد اور شیخ حضرت ناظم صاحبؒ (مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) کے یہ اشعار گونجتے رہتے ہوں ؎

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشم دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ

اتنے انہماک سے مطالعہ فرماتے کہ بعض مرتبہ مچھر وغیرہ کافی دیر بیٹھا رہتا اور کاٹتا لیکن آپ کے مطالعہ میں خلل نہ آتا، اسی طرح کوئی ملاقاتی آتا اور سلام وغیرہ نہ کرتا تو آپ کو پتہ ہی نہ چلتا، اور زبان حال

سے فرماتے ع

فمحبوبی من الدنیا کتابی

بعض مرتبہ بیس بیس گھنٹے بے تکان مطالعہ فرماتے، تحقیق وجستجو کی لگن کا حال یہ تھا کہ ایک لفظ تلاش کرنے کے لیے مسند احمد کا چار مرتبہ مطالعہ فرمایا۔

عاشق مطالعہ کے مطالعہ کا سلسلہ لقائے الٰہی تک جاری رہا، آپ نے پیر کے روز بھی مطالعہ فرمایا اور حاشیہ چڑھایا، **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**۔

ہمارے اسلاف واکابر اور بزرگان دین میں حزم واحتیاط اور ورع وتقوی کا جو پہلو نظر آتا تھا وہ حضرت شیخ میں بھی خوب جھلکتا تھا، اس کے بے شمار واقعات ہیں، چند ایک واقعات سپرد قرطاس ہیں۔

خود فرماتے ہیں کہ ”لوگ صدقہ کے پیسے دے جاتے ہیں کہ کسی کو دے دینا، بعض مرتبہ وہ ذاتی پیسوں میں مل جاتے ہیں تو میں سارے پیسے (اپنے بھی اور صدقہ کے بھی) صدقہ کر دیتا ہوں۔

حضرت شیخ کے لائق فائق شاگرد حضرت مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڑ) فرماتے ہیں کہ کوئی صاحب حضرت کو پچیس ہزار روپے دے کر گئے، چار ماہ بعد بتایا کہ حضرت! وہ زکوۃ کی رقم تھی، حضرت نے فرمایا میں نے تو وہ رقم مہمانوں میں خرچ کر دی، پھر اس کے بعد رقم نکالنی شروع کی، خود میرے ہاتھ سے ڈھائی لاکھ روپے دلوا چکے اور کل تقریباً چھ لاکھ روپے دلوا چکے، لیکن پھر بھی فرماتے ہیں کہ ”مجھے اطمینان نہیں ہو رہا“۔

ایک مرتبہ کسی سرکاری افسر (غالباً ایم، پی) کی گاڑی میں بٹھا دیا گیا، حضرت کو پتہ نہ چلا کہ سرکاری گاڑی ہے، جب آگے چل کر ہارن بجا تو فوراً فرمایا! مجھے اس گاڑی سے اتارو، اتر کر پیچھے عام گاڑی میں جلوہ افروز ہوئے۔

ہمارے حضرت شیخ کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ اپنی مادر علمی، اساتذہ کرام اور محبین ومحسنین کے احسان شناس اور قدرداں رہے اور زندگی بھر ان کے احسان چکاتے رہے، اور ساتھ ہی معترف بھی رہے، اپنی مادر علمی مظاہر علوم کو برابر رقم اور قیمتی کتابوں کے ارمغان سے نوازتے رہے۔

حضرت نے اپنا مکان (واقع اسلام آباد) مادر علمی مظاہر علوم وقف کو وقف کر دیا، اسی طرح ایک بڑی

زمین جو کہ بیہٹ (سہارنپور کا ایک قصبہ) میں واقع ہے مدرسہ کو عنایت فرمادی، اور سرکاری کارروائی کے لیے خود بنفس نفیس بیہٹ تحصیل تشریف لے گئے، اور گھنٹوں وہاں موجود رہے، اور جبیں پر کوئی شکن نہیں بلکہ پوری بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ جلوہ افروز رہے۔

اسی طرح جب حضرت شیخؒ دار الطلبہ قدیم میں رہتے تھے تو ایک صاحب (غالباً استاذ) نے ان کو بلاکر ایک امرود عنایت فرمایا، اس احسان کا بدلہ حضرت شیخؒ نے یہ دیا، خود فرماتے ہیں کہ میں ان کے لیے ہر جمعہ کو دوسو روپئے ایصال ثواب کرتا ہوں ۔

ہم درد و غم گسار وہ مخلص بلا کا تھا
اک شخص میرے عہد میں پیغمبروں سا تھا

آپ میں قابل قدر اور قابل اتباع وعمل وصف یہ تھا کہ آپ کی اساتذہ کرام اور مادر علمی سے لازوال محبت وعقیدت اور وابستگی ووفاداری قابل دید بھی تھی اور قابل داد بھی، آپ نے اپنے اساتذہ عظام کی باتوں پر ایسا عمل کرکے دکھایا گویا کہ ''پتھر کی لکیر'' جس کا اندازہ نیچے کے واقعات سے ہی ہوسکتا ہے۔

ایک مرتبہ عصر کے بعد آپ اپنے ساتھی کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جارہے تھے پیچھے سے آپ کے استاد حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب فیض آبادیؒ تشریف لائے اور زور سے فرمایا، یہ کیا ہے؟ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے آج تک کسی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نہیں چلا۔

جب آپ بیمار ہوئے تو حضرت ناظم صاحبؒ اور حضرت شیخؒ کا گھر جانے کا مشورہ دینا اور پھر استاذ و شاگرد کے سوال وجواب اور اس پر قابل تعریف عمل کرکے دکھانے کا واقعہ تو مشہور ہے۔

دوران درس اور مجلس اپنے اساتذہ کرام خصوصاً مولانا ضیاء الحق صاحبؒ اور حضرت ناظم صاحبؒ کا نام نامی اسم گرامی عقیدت ومحبت کے سمندر میں غوطہ لگا کر لیتے تھے، بلکہ ایک مرتبہ حضرت ناظم صاحبؒ کے تعلق سے فرمایا! عالم اسباب میں اس مقام کی توفیق حضرت ناظم صاحب کی برکت ودعا سے ہوئی ہے، ایک مرتبہ فرمایا! شرح حدیث حضرت ناظم صاحبؒ کی برکت سے ہی کھلی ہے۔

حضرت شیخؒ میں ایک وصف اور جوہر جو آپ کو اپنے ہمعصروں اور دیگر اکابرین سے ممتاز کرتا تھا وہ یہ کہ آپ جہاں اپنے چھوٹوں کے نور نظر اور حد درجہ معتمد علیہ تھے وہیں آپ اپنے ہمعصروں، اساتذہ کرام اور

بزرگان عظام کے صرف منظور نظر ہی نہ تھے بلکہ وہ حضرات آپ پر بے پناہ اعتماد و اعتبار کرتے تھے، شاید اس کی اہم وجہ تحقیق و جستجو، حقائق اشیاء تک پہنچنا، معاملہ کی تہہ تک رسائی، قوت استدلال، وسیع النظری اور دقیق العلمی آپ کی فطری جبلت اور عجیب و غریب خصوصیت و عادت تھی، جس کی وجہ سے وہ کسی کے خوف وخطر کو خاطر میں نہ لاتے، ذیل کے واقعات سے ہمارے قارئین کو ان باتوں کا اندازہ ہوگا۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جب ''کوکب الدری'' اور ''لامع الداری'' پر کام فرما رہے تھے تو حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے فرمایا! کوئی آدمی دو، جو مجھے حوالے تلاش کر کے دے دیا کرے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا، ''یونس کام کا آدمی ہے'' اور شیخ یونس سے فرمایا! حضرت شیخ کی عصر بعد کی مجلس میں جانا۔

یہ بات بھی مشہور ہے کہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے ایک تحریر میں یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو مجھ سے آگے ہو گے (یہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی) شیخ یونسؒ نے دوران درس فرمایا ''یہ حضرت شیخ کی ذرہ نوازی تھی''۔ شیخ زکریاؒ کا آپ سے علمی خطوط کے جوابات لکھوانا اور حضرات اکابر کا آپ سے علمی مراجعت فرمانا، اس پر شاہد عدل ہے۔

حضرت ناظم صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا ''ایک وقت آئے گا جب تمہاری بات اور تمہارا کلام حجت ہوگا'' دنیا جہاں والوں نے دیکھا کہ آپ کی یہ پیشین گوئی ہو بہو صادق آئی۔

تقریباً نصف صدی تک علم حدیث میں اشتغال رکھنے والے عظیم محدث حضرت مولانا سلیم اللہ خانصاحب جلال آبادیؒ (۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء) نے مختلف امور تحریر کرنے کے بعد فرمایا! (ان) امور میں عموماً شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کا اتباع کیا ہے۔ (کشف الباری، ۱/۵۸)

بدء الوحی کے ترجمۃ الباب میں حضرت کی رائے کو اہتمام سے بیان فرمایا۔ (دیکھئے کشف الباری، ۱/۲۱۹)

سرپرستی بھی اکابر کی تجھے حاصل رہی
شفقت احباب بھی تیری طرف مائل رہی

حضرت شیخ یونسؒ کو اللہ تعالیٰ نے متنوع خصوصیات و مزایا سے نوازا تھا، اکثر حضرات آپ کو صرف علم و تحقیق کے میدان کا شہسوار سمجھتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کے ساتھ عمل سے بھی نوازا تھا، علم کے ساتھ

ساتھ آپ کا بنیادی طور پر تصوف وسلوک اور احسان سے بھی گہرا اور اٹوٹ رشتہ تھا، قحط الرجال کے اس دور میں حضرت کا وجود اللہ تعالیٰ کی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھا ؎

قحط الرجال کے اس دور میں تیرے بے آسرا سپوت کہاں جائیں

کبھی کبھی دوران درس وجد طاری ہوتا تو حق جل مجدہ کا نام نامی اسم گرامی اتنی عظمت وعقیدت اور محبت وحلاوت سے لیتے کہ سننے والوں پر بھی وجد اور سکینت طاری ہوجاتی اور مجمع پر سکتہ چھا جاتا۔

انتقال سے ایک روز قبل اپنے ایک مرید باصفا.......... سے پوچھا کتنی دیر ذکر کرتے ہو؟ ان کے بتلانے پر فرمایا! ڈیڑھ گھنٹہ ذکر کرتا ہوں، حقیقی اور مخلصانہ عشق الٰہی کا ہی نتیجہ تھا کہ کئی مرتبہ خواب میں خالق حقیقی کی زیارت سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح خاتم النبیین، غرۃ المحجلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ولگاؤ اور وارفتگی حد درجہ تھی، خود بھی خوب خوب سنت پر عمل کا اہتمام فرماتے اگر خادم، اول بائیں پاؤں میں چپل پہنانے کے لیے پیر میں ڈالتا تو پاؤں کھینچ لیتے اور ڈانٹتے، موقع پاتے تو چپت بھی رسید فرمادیتے، اور جابجا طلبۂ عزیز اور متوسلین کو سنت رسول پر عمل کی تلقین اور تاکید کرتے اور زبان حال سے فرماتے ؎

اسوہ خیر الوری اپنایئے
اس میں مضمر ہیں فضائل انگنت

دورانِ درس ومجلس آپ کا نام آتا تو نام نامی اسم گرامی کے ساتھ عقیدت ومحبت سے درود شریف کا خوب اہتمام فرماتے، اپنے اکابر کی طرح دینی غیرت وحمیت میں صلابت واستقامت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، کسی کو خلاف سنت عمل کرتے دیکھتے تو فوراً بلا جھجک ٹوک دیتے ؎

قبروں میں نہیں ان کو کتابوں میں اتارو
یہ لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں

اسی دینی غیرت وحمیت کے تحت سہارنپور میں ۲۸ رفروری ۲۰۰۶ء بروز منگل کو واقع ہونے والے تاریخی احتجاجی جلسہ میں شرکت فرمائی، حالانکہ آپ کا مزاج جلسے جلوس میں شرکت کا نہیں تھا، اور آپ نے عشق رسول میں ڈوبی ہوئی پرجوش، پرسوز، اور مدبرانہ تقریر فرما کر یہ بتلا دیا کہ ؎

گستاخ نبی کو بتلادو کہ غیرت مسلم زندہ ہے

حضرت شیخ نے بخاری شریف کے کئی مسائل خواب مبارک میں خود معلم انسانیت شارح الحدیث حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حل فرمائے، ایسے ہی بہت سے مسائل آپ نے نجوم ہدایت، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے حل فرمائے۔ فجزاھم اللہ احسن الحزاء۔

آپ کے ساتھ ''امیر المومنین فی الحدیث'' کا جو لاحقہ لگا ہوا ہے یہ لقب کسی ایرے غیرے نتھو خیرے نے نہیں دیا بلکہ خود شارع علیہ السلام سید المحدثین حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، واقعہ یہ ہوا کہ شیخ صفوان بن عدنان داؤدی (معلم حدیث شریف، مسجد نبوی) نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمائی اور دریافت کیا! اس وقت حدیث کے باب میں امیر المومنین کون ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا! محمد یونس جونپوری، شیخ صفوان اس سے قبل آپ کو جانتے نہ تھے، اس کے بعد آپ کو تلاش کرتے رہے، ایک مرتبہ معلوم ہوا، شیخ یونس جونپوری، مدینۃ النبی تشریف لائے ہوئے ہیں، ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئے، اور اپنا خواب بیان فرمایا، حضرت شیخ خواب سن کر رو پڑے، اس کے بعد شیخ صفوان نے آپ سے بخاری و مسلم وغیرہ پڑھی۔

اخیر عمر میں آپ نے ایسا قیمتی کارنامہ انجام دیا جو آپ کی ساری مبارک و متبرک خدمات کے لیے ''ختام مسک'' کے طور پر یاد رکھا جائے گا، یعنی ''نبراس الساری الی ریاض البخاری'' کی ترتیب وتالیف ۔

حشر تک نام تیرا یاد کرے گی دنیا
تیری خدمات پر تا حشر مرے گی دنیا

اس کے علاوہ بھی آپ کی دیگر مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف وتالیفات ہیں۔

الیواقیت الغالیہ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیہ (۴ جلدیں) نوادر الحدیث، الفوائد فی عوالی الاسانید وغوالی الفوائد، مقدمہ بخاری، مقدمہ ابوداؤد، مقدمہ مشکوۃ، ارشاد القاصد الی ما تکرر فی البخاری باسناد واحد، جزء حیات الانبیاء، جزء المحراب، جزء معراج، جزء قرأت، جزء رفع الیدین، تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث، تخریج احادیث اصول الشاشی، نوادر الفقہ، مقدمہ ہدایہ، کتاب التوحید فی رد الجہمیہ، سوانح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بہر حال آپ کی جامع کمالات شخصیت سے متعلق یادگاروں، باتوں اور واقعات کے علاوہ نجی یادیں بھی اتنی ہیں کہ ان سب کو قلم بند کر دیا جائے تو نہ تو طبیعت ہی سیر ہوگی اور نہ ان کا حق ادا ہوگا، حقیقت یہ ہے ؏

خوبیاں لاکھوں بھری ہیں آپ کی تصویر میں

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

حق تعالیٰ شانہ آپ کی قابل اتباع باتوں پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے ؎

ٹوٹ کر سورج گرا، کرنیں پریشان ہوگئیں
دفن اک لمحے میں جانے کتنی صدیاں ہوگئیں
گھٹائیں ابرِ رحمت کی تیری تربت پہ چھا جائیں
فرشتے اور حوریں آ کے تجھ پر پھول برسائیں

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ داراً خیراً من دارہ واھلاً خیراً من اھلہ وادخلہ الجنۃ ونجہ من النار، واعذہ من عذاب القبر۔

* * *

حزن وملال کا سال

مولانا ندیم الواجدی

مدیر ماہ نامہ ترجمانِ دیوبند، انڈیا

سیرت، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں عام الحزن کا ذکر ملتا ہے، ابھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ ہی میں تشریف فرما تھے، قریش مکہ کے ظلم وستم کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جا رہا تھا کہ ہجرت سے تین سال پیشتر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو محبوب ہستیوں نے داغِ مفارقت دیا، ان میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفق چچا حضرت ابو طالب تھے، جنہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے عزیز بھتیجے کا سگی اولاد سے بڑھ کر خیال رکھا، اس کے اور زمانہ کے ظلم وستم کے درمیان چٹان بن کر کھڑے رہے، دُوسری شخصیت اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تھی جنہوں نے اپنی جان ومال سے چمنِ اسلام کی آب یاری کی اور جب تک زندہ رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کے غمِ کائنات اور فکرِ حیات سے بے نیاز رکھا، اِتفاق سے یہ دونوں شخصیتیں یکے بعد دیگرے دنیا سے چلی گئیں، قدرتی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی جدائی کا بہت زیادہ دکھ محسوس کیا، یہاں تک کہ آپ نے ان دونوں کی وفات کے سال کو رنج وغم کا سال قرار دے کر دنیائے انسانیت کو ایک نئے لفظ سے آشنا کیا، اس وقت سے جب لوگ کسی برس اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں پے بہ پے حادثات سے دوچار ہوتے ہیں تو اسے ''عامُ الحزن'' کہتے ہیں، ۲۰۱۷ء کا سال بھی مدارس کے طلبہ وعلماء کے لیے حزن وملال کا سال ہے، کیوں کہ اس سال کئی اہم علمی شخصیتوں نے راہِ آخرت کی مسافرت اختیار کر لی ہے۔

جانا سب کو ہے، کسی کا وقت رحیل آچکا، کوئی اذنِ سفر کے اِنتظار میں ہے، یہ دنیا آنے جانے والوں سے

اسی طرح آباد رہے گی، بالآخر فنا ہوجائے گی، بعض جانے والے محفلِ ہست وبود سے کچھ اس طرح خاموشی کے ساتھ اٹھ کر چل دیتے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی، نہ ان کی یاد میں کوئی آنکھ اشک بار ہوتی ہے، نہ کوئی دل بے قرار ہوتا ہے، بعض لوگ اس طرح رخصت ہوتے ہیں کہ ان کی جدائی کے غم سے آنکھیں ہی نہیں دل بھی روتے ہیں، ان کی وفات کی خبر خرمنِ ہستی پر صاعقہ بن کر گرتی ہے اور دور دور تک لوگ اس کا اثر محسوس کرتے ہیں، کسی کا آفتابِ زندگی مشرق میں غروب ہوتا ہے تو مغرب میں تاریکی چھاجاتی ہے، شمال میں ڈوبتا ہے تو جنوب میں اس کا اثر دکھائی دیتا ہے، یہ رنج اس وقت اور گہرا ہوجاتا ہے جب جانے والوں کا تعلق علم وعمل کی دنیا سے ہو، موت العالِم موت العالَم (عالِم کی موت عالَم کی موت ہے) کی صحیح تفسیر اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب کہیں کسی افق میں کوئی آفتابِ علم غروب ہوتا ہے، موت ایک تلخ سچائی ہے اور ہر ذی نفس کو اس سچائی کا سامنا کرنا ہے، جو لوگ رخصت ہوئے ہیں انہیں جلد یا بہ دیر رخصت ہونا ہی تھا، مگر ان حضرات کے جانے سے جہاں یہ غم ہے کہ یہ لوگ علم وعرفان کی محفلوں سے دفعتاً اُٹھ کر چلے گئے وہاں یہ غم بھی ہے کہ ان کے جانے سے جو جگہیں خالی ہورہی ہیں ان کو پُر کرنے والا کوئی نہیں ہے، اس لیے ہر ایسا حادثہ وفات غمًّا بغمٍّ کی تفسیر بن کر رونما ہوتا ہے، بعض مرتبہ یہ خیال آتا ہے کہ کہیں یہ وہ دور تو نہیں آگیا جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: **یذهب الصالحون الاول فالاول ویبقی حفالة کحفالة الشعیر او التمر لا یبالیهم الله بالة.** (بخاری رقم الحدیث: ٦٠٧٠) (نیک لوگ یکے بعد دیگرے اُٹھتے چلے جائیں گے اور جو یا کھجور کے کباڑ کی طرح بے کار لوگ باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ کو ذرا پرواہ نہ ہوگی)۔

سال رواں میں متعدد اہل علم اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں، ان میں بہت سے علم وعمل کی دنیا میں شہرتِ دوام کے حامل تھے، دار العلوم دیوبند کے ایک بڑے استاذ کا ایک مقولہ پورے سال سے گردش میں ہے، اور ان دنوں کچھ زیادہ ہی وہ مقولہ نوکِ قلم پر بھی ہے اور نوکِ زبان پر بھی کہ یہ سال علماء کی وفات کا سال ہے، نہ جانے مولانا موصوف نے کس جذبے کے عالم میں یہ بات کہہ دی کہ واقعتاً یہ سال علماء کی وفات کا سال بن گیا، اللہ سے دُعا ہے کہ وہ حضرات علماء کرام کی عمروں میں برکت عطا فرمائے کہ ان کے وجود سے علم کی دنیا میں رونقیں قائم ہیں۔

وفات العلماء کا یہ غم انگیز سلسلہ حضرت مولانا شیخ عبد الحق اعظمیؒ کے سانحۂ ارتحال سے شروع ہوا، موصوف دار العلوم دیوبند میں شیخ ثانی کے منصب پر فائز تھے اور بخاری شریف کی دوسری جلد کا درس دیا

کرتے تھے، عابدِ شب زندہ دار، سادگی کے پیکر، متواضع اور منکسر المزاج، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے شاگردِ رشید اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے مجازِ بیعت۔ نوے (۹۰) برس کی عمر پائی، جسمانی عوارض کے باوجود آخر وقت تک درس وتدریس سے وابستہ رہے جو چھ دہائیوں کو محیط تھا، دوسرا حادثہ کراچی پاکستان میں پیش آیا، دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فرزند شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے تلمیذ حضرت مولانا سلیم اللہ خان تقسیم ہند کے بعد لوہاری ضلع مظفر نگر یوپی سے ہجرت کرکے پاکستان چلے گئے تھے، کچھ عرصہ تک مختلف مدارس سے وابستہ رہے، پھر جامعہ فاروقیہ کی بنیاد ڈالی، جو اب پاکستان کے بڑے جامعات میں شمار کیا جاتا ہے، ہزاروں شاگرد دنیا بھر کے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے بہت سے شاگرد شہرت کے آسمان پر آفتاب وماہتاب بن کر چمک رہے ہیں، پاکستان میں فکر دیوبند سے وابستہ مدارس کی تنظیم ''وفاق المدارس العربیہ'' کے صدر تھے، مولانا کا شمار پاکستان کے ممتاز، جید اور باثر علماء میں ہوتا تھا، مدارس کی روایات کا تحفظ ان کا مشن تھا، ایک لمبے عرصے تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے، ان کے شاگردوں نے یہ درس کتابی شکل میں جمع کیا ہے، ''کشف الباری'' کے نام سے بیس جلدیں چھپ چکی ہیں، اور کئی ہنوز زیر طبع ہیں، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے کشف الباری کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس پائے کی کتاب اُردو میں تو کیا عربی میں بھی موجود نہیں ہے، مولانا سلیم اللہ خانؒ نے ۱۶/ جنوری ۲۰۱۷ء کو کراچی میں وفات پائی اور وہیں جامعہ فاروقیہ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

مولانا عبدالحفیظ مکیؒ انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے امیر تھے، مدینہ منورہ کے ایک قدیم مدرسے میں بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے شاگرد بھی تھے اور ان کے خلیفہ مجاز بھی، نہایت متحرک اور فعال شخصیت تھے، علوم دینیہ کے فروغ کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل رہا کرتے تھے، دعوتی سفر پر افریقہ میں تھے کہ ۱۸/ جنوری ۲۰۱۷ء کو وقت موعود آپہنچا، نمازِ جنازہ مسجد نبوی میں ادا کی گئی اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔

مولانا ریاست علی بجنوریؒ کا شمار بھی دارالعلوم دیوبند کے ممتاز علماء اور فضلاء میں کیا جاتا ہے، حضرت شیخ فخر الدین مرادآبادیؒ کے شاگرد تھے، بلکہ یہ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ وہ اپنے استاذ کے علوم ومعارف کے امین اور ترجمان تھے، کئی سال تک اپنے استاذ کے درس بخاری میں شریک رہے، اور ان کے دروس ضبط

تحریر میں لاتے رہے، جو ایضاح البخاری کے نام سے دس جلدوں میں چھپ چکے ہیں، اور ابھی ان کی طباعت کا سلسلہ جاری ہے، مولانا ریاست علی بجنوریؒ دار العلوم دیوبند میں اُستاذِ حدیث تھے، بہترین مدرس، اُردو کے شگفتہ نثر نگار، قادر الکلام شاعر، باغ و بہار طبیعت کے حامل، مہمان نوازی میں بے مثال، فکر وتدبر اور اصابت رائے میں بے نظیر، مولانا کے مفاخر میں یہ بات شامل ہے بلکہ سرفہرست ہے کہ وہ ترانہ دار العلوم کے خالق ہیں، افسوس ۲۰/مئی ۲۰۱۷ء کو ہم سے جدا ہو گئے۔

مولانا نسیم احمد غازیؒ مظاہر علوم سہارنپور کے فیض یافتہ تھے اور عرصۂ دراز سے مراد آباد کے معروف ادارے جامع الہدیٰ میں بخاری شریف پڑھا رہے تھے، مفتی مظفر حسین سہارن پوریؒ سے اجازتِ بیعت حاصل تھی، اچھے معلم، ماہر مدرّس، شعلہ بیان مقرر، سنجیدہ مصنف اور محقق، بہترین شاعر، حق گو حق پسند، کئی کتابیں لکھیں، افسوس مولانا بھی چند روز قبل ۸/جولائی ۲۰۱۷ء کو وفات پا گئے۔

اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی شیخ یونس جونپوریؒ تھے، جن کی وفات کا حادثہ کل ۱۱/جولائی ۲۰۱۷ء کی صبح کو سہارن پور میں پیش آیا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے شاگرد، خلیفہ مجاز اور مظاہر علوم میں ان کے جانشین تھے، چالیس سال تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے، حدیث پر بڑی عمیق نظر تھی، اس پائے کا محدث کوئی دوسرا نظر نہیں آتا، وہ بجا طور پر ہمارے زمانہ کے امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، فن حدیث میں ان کے تحریری مباحث ”الیواقیت الغالیہ“ کے نام سے کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں، حال ہی میں ”نبراس الساری الی ریاض البخاری“ کے نام سے بخاری شریف پر ان کی تحقیقات کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہوا ہے۔

نام تو اور بھی کئی ہیں، اور ان میں بعض نام نہایت اہم بھی ہیں مگر راقم نے پانچ بزرگوں کا اس لیے انتخاب کیا ہے کہ ان میں کئی باتیں قدرِ مشترک کے طور پر پائی جاتی ہیں، مدارس سے مکمل وابستگی، علوم دینیہ کی اشاعت میں پورا انہماک، زندگی کے آخری لمحات تک درس دینے کا مشغلہ، بخاری شریف کے ساتھ حد درجہ شغف، بلاواسطہ شاگردوں کا عدد ہزاروں سے اور بالواسطہ شاگردوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز، علوم حدیث کی تحریری خدمت، یہ وہ خصوصیات ہیں جو ان بزرگوں کو علم و عمل کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رکھیں گی، اور آنے والی نسلیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کو سعادت تصور کریں گی۔

***

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس مظاہری جونپوریؒ اور حضرت مولانا قاری حسین صاحب قاسمی

تیری جدائی پہ اے جانے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں

مفتی شمیم احمد الحسینی قاسمی
صدر جمعیۃ علماء شہر بنارس

میں فقط خاک ہوں مگر نام محمد سے ہے نسبت میری
بس یہی رشتہ ھے جو میری اوقات بدل دیتا دے

اپنے بچپن سے ھی والد صاحبؒ (حضرت مولانا حافظ قاری حسین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب کاپی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ العزیز کے خطوط بڑی تعداد میں کثرت سے دیکھتا رہا۔ ان کے خطوط میں ایک جاذبیت محسوس کرتا رہا جس سے والد صاحبؒ کی محبت وعقیدت کا ظاہر ہونا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کا انتہائی مشفقانہ مؤدبانہ جواب دیکھ کر دونوں حضرات کے باہمی ربط و تعلق کو محسوس کرتا تھا۔

میری عمر تقریباً آٹھ سال تھی میں دیکھتا تھا کہ جب کوئی شخص والد صاحبؒ سے خیریت دریافت کرتا تو اس طرح جواب دیتے اللہ کا شکر ھے مالک کا کرم ھے آقا کا احسان ہے اور شیخ کی دعا ھے۔ (اور شیخ سے مراد حضرت شیخ الحدیثؒ ہوتے)

والدہ محترمہ فرمایا کرتی تھی کہ تمہارے والد کو اپنے شیخ سے اس قدر محبت تھی کہ اپنے سب بچے بچیوں کو حضرت شیخ الحدیثؒ کا چبایا ہوا کھجور پیدائش کے وقت چسایا ھے۔ اور سارے بچوں کے نام بھی شیخ کے ہی

تجویز کردہ ہیں۔

رات کے اخیر حصہ میں والد صاحب کی کچھ مغیبات میں گفتگو ہوتی یہ راز صرف والدہ کو معلوم تھا۔ کہتی ہیں کہ ایک روز کسی نے آ کر کہا کہ چلئے تو والد صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت شیخ بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ روزانہ کی طرح والدہ نے توجہ نہیں دی صبح کو جب جگایا تو دیکھا کہ والد صاحب انتقال کر چکے تھے حقیقتاً وہ اس شعر کا مصداق تھے۔

ہم رکھتے ہیں تعلق تو نبھاتے ہیں عمر بھر
ہم بدلا نہیں کرتے یار بھی پیار بھی

خط و کتابت کے ذریعہ دعا کی درخواست

الغرض حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ والد صاحبؒ کی محبت و عقیدت کا جذبہ دیکھ کر جب میں نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ اور حدیث شریف کی پہلی کتاب ''مؤطا امام محمدؒ'' کو شروع کیا تو سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو خط لکھا۔ اور دعا کی درخواست کی اور مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری اور قائم مقام حضرت شیخ الحدیثؒ پیر جی حضرت مولانا طلحہ صاحب مظاہری کو خط لکھا اور سب کی دعا حاصل کی۔ حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحبؒ نے جو مشفقانہ و مربیانہ عنایت نامہ اپنے دست شفقت سے دعاؤں کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ آج بندہ حضرت موصوف کے بارے میں کچھ تحریر کر رہا ہے۔

دار العلوم دیوبند سے مظاہر العلوم میں حاضری اور حضرت شیخ کی زیارت

جب دار العلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا تو شیخ کی زیارت کو مظاہر العلوم پہنچا ملاقات کے بعد فرمانے لگے کہ تمہارے والد حضرت شیخ سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور تحقیق و جستجو کا مزاج رکھتے تھے حضرت شیخ سے استفسار کرتے تھے۔ جب بھی حدیث کی تحقیق کے بارے میں سوال ہوتا تو حضرت شیخؒ میرے پاس بھیج دیا کرتے تھے بعد میں تمہارے والد میرے پاس ہی سوال بھیجتے تھے۔ جس میں سے ہم نے بہت سے

سوالات کا حل ہم نے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ اور والد صاحب کے انتقال کو دریافت کیا جو اوپر لکھ چکا ہوں حضرت کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ زمین کے تاروں سے ایک ستارہ فلک کے تاروں میں جا چکا ہے۔ تو میرے خوابیدہ آنسوؤں کو او! جانے والے جگا چکا ہے

گھر کے بھائی بہنوں کے حالات کو پوچھا اور دعاؤں سے نوازا احادیث مسلسلات کی اجازت بھی عطا فرمائی۔ ایام طالب علمی میں کبھی کبھی حاضر ہوتا تھا۔ ابھی سال بھر پہلے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو جو نصیحت فرمائی تو جی میں آیا کہ اسکو ریکارڈ بھی کرلیں تاکہ کبھی کبھی آواز کو سن طبیعت کو سرور پہونچایا جاسکے۔ آج حضرت کی عدم موجودگی میں ان قیمتی لمحات کو یاد کرکے دعا گو ہوں کہ اللہ جل شانہ حضرت کو اپنے خاص جوار رحمت اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

تری لحد پر خدا کی رحمت تیرے جسد پر سلام پہونچے
مگر تیری مرگ ناگہاں کا یقیں نہیں ھے یقیں نہیں ہے

حضرت شیخ الحدیث سے محبت وعقیدت اور دنیا سے بے رغبتی

چونکہ حضرت شیخ نے شادی نہیں کی تھی اولاد نہ ہونے کے سبب طلبہ عزیز کو اولاد سے بھی زیادہ پیار دیتے تھے۔ جب کوئی طلبہ حافظ قرآن ہوتا تو اور زیادہ محبت فرماتے تھے۔

میں نے بچپن میں جس طرح والد صاحبؒ کو حضرت شیخ الحدیثؒ سے والہانہ تعلق اور محبت کرتے ہوئے دیکھا آج اسی طرح حضرت شیخ کی زندگی بھی دیکھ رہا ہوں کہ پچاس سالہ زندگی ایک ھی چہار دیواری میں گزار دی صرف اسلئے کہ میرے شیخ نے یہاں بٹھایا ھے۔ یقینا دونوں شیخ آج اپنی ملاقات پر مسرور ہو رہے ہونگے۔

اے فرشتہ اجل! کیا خوب تیری پسند ہے
پھول تو نے وہ چنا جو گلشن کو ویراں کردیا

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے تربیت یافتہ افراد واشخاص حب دنیا، حب متاع، منصب واقتدار، حرص وطمع، دھن ودولت کی لالچ سے یکسر خالی ھیں فکر آخرت، استحضار اعمال، ذکر وتسبیحات،

اوراد و وظائف میں مشغول رہنا ان کی طبیعت میں ودیعت کر چکا ہے۔ ایسے تو بہت لوگ ہیں تاھم دو شخصیت کو بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

ایک تو والد صاحبؒ کہ اپنے والد اور دادا کی قربانیوں کا ثمرہ اپنا خاندانی ادارہ صرف حضرت شیخ الحدیثؒ کے ارشاد پر بغیر کسی مزاحمت اور قیل وقال کے چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور اپنی زندگی کو راہ فی سبیل اللہ کیلئے وقف کر دیا۔

دوسرے حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب ھیں کہ جو کچھ آیا سب راہ خدا میں تقسیم کر دیا یہاں تک کہ انتقال سے ایک دن قبل جبکہ آپ کی طبیعت علیل بھی ھے پانچ سو روپیہ چھوڑ کر کہ اس سے کام چل جائیگا دس ھزار کی رقم بھی مدرسہ میں جمع کر دیا یہ یقیناً اس دور کے شیخ الحدیث اور مہتمم حضرات کیلئے بڑی موعظت و نصیحت کی بات ھے۔ جو اپنی اور اپنی اولاد کی فکر زیادہ اور قوم و ادارہ کی فکر کم کرتے نظر آتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

آنکھیں بھی دھڑکنوں کی زباں بولنے لگی
اوجھل ہوا ایک شیخ تو کہرام مچ گیا

* * *

شیخ الحدیث

وہ کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

مفتی محمد ساجد کھجناوری
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۶ ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ ر جولائی ۲۰۱۷ء بروز سہ شنبہ کو تعلیم وتربیت کی شہرۂ آفاق مرکزی درسگاہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جون پوری رحمہ اللہ کے حادثۂ رحلت نے عالم اسلام کو عموماً اور برصغیر کے دینی وعلمی حلقوں کو خصوصاً جس طرح سوگوار چھوڑا ہے اس کی کسک دیر اور دور تک محسوس کی جاتی رہے گی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اس دور قحط الرجال میں جب کہ علم وفضل کی سلطنتیں زوال پذیر ہیں اور قلم وکتاب کا بھرم جن بسا غنیمت بافیض شخصیات کے وجود سے قائم ہے اس حال میں سوئے آخرت رواں دواں ہیں کہ ان کی جگہ لینے والا کوئی فردِ فرید دور دور تک نظر نہیں آتا، رواں سال کے ماہ وایام پر ہی نظر ڈال لیجئے کہ آسمانِ علم کے کیسے کیسے نجوم وکواکب ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئے جبکہ یہ وہ آفتاب وماہتاب تھے جن کی ضوفشانی سے ایک جہان روشن تھا، انسانی عظمت وشرافت کے یہ وہ سنہرے کردار تھے، جو اگرچہ پس مرگ بھی درخشاں ہی رہیں گے مگر ان کے وجود باجود سے تو ہم سدا کیلئے محروم ہی ہو گئے ہیں۔ ان یارانِ فضل وکمال کی فہرست یوں تو خاصی طویل ہوگئی ہے لیکن اگر بہت اختصار سے کام لیں تو استاذ محترم حضرت مولانا عبد الحق اعظمیؒ، شارح بخاری حضرت مولانا سلیم اللہ خان، مرتب ایضاح البخاری حضرت مولانا ریاست علی بجنوری اور جامع منقول ومعقول حضرت مولانا نسیم احمد غازی کو سرفہرست ہی شمار کیا جائے گا۔

افسوس کہ شیخ مولانا محمد یونس کی وفات حسرت آیات نے تو محرومیوں کے اس سلسلہ کو دراز سے دراز تر کر دیا ہے، محدث باکمال حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ ان زمانہ ساز ہستیوں میں سے تھے جن کے دمِ فیض سے ایک جہان آباد رہتا ہے، خلقِ خدا ان سے استفادہ کرتی ہے تو بزم یقین ان کی حرارت ایمانی سے گرم رہتی ہے، مصدرِ فیاض نے مولانا مرحوم میں ایسے کمالات رکھ چھوڑے تھے کہ ان کی ساری زندگی میراثِ علم کی حفاظت و تقسیم کیلئے ہی وقف ہو کر رہ گئی تھی، انہوں نے اپنی حیات عزیز کی اسی سے زائد بہاریں دیکھیں مگر ان کی ہر صبح و شام علم حدیث کے حلقے سجانے میں صرف ہوئی ۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

ان کے حال وقال کو دیکھ کر لگتا تھا کہ انسانی انجمنوں کا یہ فرشتہ صفت آدمی صرف رب کائنات کی خوشنودی پانے کیلئے ہی اس قدر بے چین رہتا ہے، اللہ جل وعلا نے علم حدیث کے اس خادم کو اپنی خاص نعمتوں سے بہرہ ور کیا تھا، ان کے اندر کمالِ استغنا، زہد وقناعت، صبر واستقامت اور توکل وتبتل کی نرالی شان ہویدا تھی، مسند درسِ حدیث پر براجمان ہوتے تو عسقلانی، قسطلانی اور کرمانی کی یادیں تازہ کر دیتے، حفظ واتقان میں بھی اللہ نے انہیں طاق بنایا تھا، اسی لئے آپ کے مرشد وباکمال استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو جب اپنے بعض تصنیفی کاموں کیلئے ایک علمی مشیر اور رجل رشید کی ضرورت درپیش ہوئی تو آپ کے محسن ومربی اور شفیق استاذ فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ سابق ناظم مظاہر علوم نے مولانا محمد یونسؒ کا نام نامی اس وقیع خدمت کیلئے موزوں قرار دیا، پھر دنیا نے دیکھا کہ مولانا مرحوم اس اہم کام کیلئے کس قدر مفید ثابت ہوئے کہ خود برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ نے اپنی گراں بہا تصنیف میں نہ صرف ان پر اعتماد فرمایا ہے بلکہ ان کی آراء بھی نقل فرمائی ہیں، حضرت مولانا محمد یونسؒ کی یہ خوش بختی بھی قابل ذکر ہے کہ انہیں ایسے باکمال اور روشن ضمیر اساتذہ ملے جو علم وعمل اور شریعت وطریقت کے حسین سنگم تھے، چنانچہ آپ کے اساتذۂ ذی شان میں حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوریؒ، حضرت مولانا ضیاء الحقؒ، حضرت مولانا میر احمد کاندھلویؒ، حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رامپوریؒ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں، جبکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین

اجراڑویؒ تو آپ کے صرف استاذ ہی نہیں بلکہ آپ کی علمی شخصیت کی تعمیر وتشکیل میں بنیادی کردار ادا کرنے والے تھے، اسی لئے اگر جامعہ مظاہر علوم میں برائے تدریس آپ کا تقرر حضرت مفتی صاحب مرحوم کا دوررس فیصلہ تھا تو شیخ الحدیث جیسے باوقار منصب پر جلوہ افروزی حضرت شیخ محمد زکریا قدس سرہ کا حسن انتخاب تھا، مؤخرالذکر ان دونوں بزرگوں نے شیخ مولانا محمد یونسؒ کے ظاہر وباطن پر جو گہرے نقوش چھوڑے تھے ان کے اخلاص وبرکت نے مولانا کے اندرون میں کمالات کے موتی ٹانک دئے تھے۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات والی کہاوت بھی آپ پر خوب صادق آتی ہے، چنانچہ ابتداء ہی حضرت شیخ زکریاؒ کو اپنے اس چہیتے شاگرد کے اندر آثار فیروزمندی نظر آنے لگے تھے، ان کا یہ وجدانِ قلبی تھا کہ شیخ مولانا یونسؒ کو قادر مطلق کی توفیق سے علم حدیث کی طویل زمانی خدمت کا موقع فراہم ہوگا اور وہ اپنے زمانہ کے امیر المؤمنین فی الحدیث کہلائیں گے، چنانچہ اپنے ایک تاریخی اور یادگار خط میں جو انہوں نے شیخ مولانا یونسؒ کے نام ۲۳ ررجب ۱۳۸۷ھ کو ارقام فرمایا ہے لکھتے ہیں:

”ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے اور اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیس واں سال ہے اور تدریس حدیث کا سینتالیس واں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہوؤ گے (اس پرچے کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں اور چالیس سال بعد پڑھیں)“۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید، شیخ نے از راہِ دُعا وتمنا مولانا محمد یونس صاحب کے آئندہ پچاس سالہ تدریسی سفر کا جو عندیہ دیا تھا وہ حرف بحرف ثابت ہوا، کوئی شبہ نہیں کہ حضرت مولانا محمد یونس جون پوریؒ نے اس شان سے درس حدیث دیا کہ بخارا وسمرقند کی یادیں تازہ ہوگئیں اور شمع حدیث کے پروانے دیوانہ وار آپ کے اردگرد جمع رہتے، چنانچہ نہ صرف ہندو پاک بنگلا دیش کے طلبہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا، بلکہ افریقہ امریکا اور یورپی ممالک کے علاوہ شام ومصر اور خلیجی ریاستوں کے بے شمار جویان علم نے آپ کے دامن فیض سے استفادہ کیا، بلاد عرب کے نامور اساتذہ حدیث تو آپ کے سامنے زانوئے تلمذ کو سعادت سے تعبیر کرتے تھے، حضرت مرحوم جس حجرہ میں مقیم تھے وہ نہ صرف طالبین وسالکین کا مرکز تھا بلکہ علم کا ایسا سدابہار چمنستان تھا جہاں کتابوں کی شکل میں انواع واقسام کے پھول مسکراتے رہتے تھے،

دارالحدیث کے علاوہ حضرت شیخ کا یہی دارالمطالعہ تھا اور یہیں قیام وقعود کا پاکیزہ عمل بھی، شیخ کی تمام تر دلچسپیوں کا واحد مرکز بس کتب بینی ہی رہا، کسی شاعر نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا ہوگا ؎

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

اسی لئے چشم فلک نے بھی دیکھا کہ شیخ نے ہزاروں نادر ونایاب کتابوں سے پٹے اپنے اسی حجرہ میں بالآخر جان جانِ آفریں کے حوالہ کردی، تغمدہ اللّٰہ بغفرانہ وادخلہ فسیخ جناتہ۔

آخر کون جانتا تھا کہ شیراز ہند کہلانے والے جون پور یوپی کے کھیتا سرائے مضافات میں ۲۵/رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ایک معمولی گھرانے میں جنم لینے والا یہ خوش نصیب بچہ آسمان علم پر آفتاب بن کے چمکے گا، جس کے فضل وکمال کا شہرہ دنیا بھر کے ملکوں میں پھیل جائے گا، بلکہ قلم وکتاب کے رسیا اور دھنی اسے سروں پر بٹھائیں گے، اس کے نخرے برداشت کریں گے، اللہ کے لئے اس سے محبت کا رشتہ قائم کریں گے جس کے جلو میں سکونِ قلب ونظر ہی میسر آئے گا، مگر وہ دنیا سے اس طرح گریزاں رہے گا کہ زمانہ میں اس کے استغنا وقلندری کی مثال دی جائے گی، آج اس کی رحلت پذیری پر ہر کوئی ماتم کناں ہے، مظاہر علوم کے دیوار ودر، اس کے مکیں ومکاں کس کرب سے دوچار ہورہے ہوں گے، اس کا ادراک تو ہر دانا وبینا کر ہی رہا ہوگا خود جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ بھی غم کی تصویر بن گیا جس کے ارباب تدریس وتنظیم سے حضرت شیخ کو بایں معنی تعلق خاطر تھا کہ آپ کے ارشد تلامذہ بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوری کے ذریعہ آپ ہی کی ودیعت کردہ امانت (علم حدیث) طلبۂ حدیث کے سینوں میں منتقل کرنے میں بفضل اللہ نہ صرف نیک نام ہیں بلکہ آپ کے خوابوں اور امیدوں کی تعبیر بھی فراہم کررہے ہیں دراصل جملہ معترضہ کے طور پر ہی سہی عرض کردینا مناسب ہوگا کہ شیخ یہاں کی تعلیم وتربیت اور حسنِ انتظام سے بڑے مطمئن رہا کرتے تھے، بعض مرتبہ اپنی مجالس میں فرماتے کہ دارالعلوم، مظاہر علوم کے بعد اگر دورۂ حدیث پڑھنا ہو تو گنگوہ اس کیلئے مناسب جگہ ہے، کبھی فرماتے بچو! اگر درس حدیث پڑھنا ہو تو گنگوہ جا کر مولوی وسیم احمد سے پڑھ لینا۔

جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا کہ جامعہ میں آپ کا حادثۂ رحلت غیر معمولی شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا،

جامعہ کے روحِ رواں اور آپ کے عقیدت کیش حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی نے مشہور محدث حضرت امام شعبہؒ کے انتقال پر ان کے ایک معاصر کا یہ تاریخی تعزیتی جملہ مات الحدیث بموت شبۃ مستعار لیتے ہوئے فرمایا کہ آج یہ جملہ حضرت مولانا محمد یونسؒ کی رحلت پر بار بار دل کو رلا رہا ہے، واقعی حضرت شیخ کے انتقال سے حدیث کے غلغلوں سے آباد و شاداب ایک بزم سونی ہوگئی ہے کہ اب کوئی دوسرا شیخ یونس آسانی سے پیدا نہ ہوگا، اللہ ان کی مغفرت کاملہ فرمائے آمین۔

حضرت مولانا کی کن کن خوبیوں کو قرطاس کے سینہ پر سجایا جائے ان کے چہرے بشرے پر انوارِ حدیث نمایاں نظر آتے تھے، عشق الٰہی اور محبت رسول سے وہ ہر آن مغلوب دکھائی پڑتے تھے، اسی لئے واردین وزائرین کو بطور نصیحت تلاوتِ قرآن کی کثرت اور درود شریف کی تسبیحات پر بہت ارتکاز فرماتے تھے، کوئی انہیں دیکھے تو اللہ یاد آتا آخرت کا استحضار بڑھ جاتا اور اپنے اندرون کو ٹٹولنے کی بھی ترغیب ملتی تھی، حضرت کی مجالس میں حاضری کے تو کئی مواقع ملے لیکن دو تین بار کی ملاقات ہمیشہ ذہن پر نقش رہے گی، ابھی دو سال قبل ۲۰۱۵ء دسمبر کے اوسط عشرہ میں ملک کی خفیہ ایجنسیوں کو اس ناچیز کی طرف سے گمراہ کیا گیا تو انجام کار بندہ کو ایک ہفتہ کیلئے باعزت تحویل وتفتیش کے مرحلہ سے گذرنا پڑا اور ورسن کا یہ سلسلہ دراز ہو سکتا تھا مگر نصرت الٰہی قدم بوس رہی اور سچائی کا ہی بول بالا ہوا کہ جلد ہی رہائی نصیب ہوگئی، بہر حال یہ تفصیلی داستان پھر کسی وقت قلم بند کرونگا

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

خیر اس حادثۂ نامرضیہ کے بعد جب جامعہ مظاہر علوم کے سابق استاذ مولانا مفتی محمد رضوان میرٹھی کی تحریک ومعیت میں شیخ کی عدالت میں پیشی ہوئی مفتی رضوان کی حضرت شیخ سے خاصی بے تکلفی وانسیت تھی تو اولاً ہی میرے بارے میں پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے مختصر تعارف کے ساتھ ہی مذکورہ واقعہ بھی ذکر کر دیا یہ سنتے ہی شیخ مکمل متوجہ ہو گئے تأسف بھرے لہجہ میں گویا ہوئے کہ انہوں نے کوئی تکلیف تو نہیں دی، پھر ساری تفصیل سن کر فرمایا ایسا لگتا ہے ہم لوگ مکی دور سے گذر رہے ہیں، بچو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ بعد ازاں شیخ نے اپنے ذوق کے مطابق بعض کبار محدثین کا تذکرہ چھیڑ دیا اور خاص کیفیات کے ساتھ ان کے دلچسپ واقعات سنائے۔

ایک دوسری مجلس میں بندہ نے کویت میں مقیم ممتاز عالم دین شیخ بدر الحسن القاسمی سابق مدیر الداعی دارالعلوم دیوبند اور آپ کے قلم سے شیخ کی تحسین وتوصیف پر مبنی ایک تحریر کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ہاں میری ان سے دید شنید ہے، لیکن انہوں نے میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان کا حسن ظن ہے اس کے بعد کہنے لگے کہ میں تو اللہ سے بس فضل کی دعا کرتا ہوں اب یہ یقین ہو چلا ہے کہ اسی سے بیڑہ پار ہوگا۔

ایک موقعہ پر جبکہ طبیعت میں کافی انشراح تھا فرمانے لگے بھائی ہم کسی زیادہ پڑھے لکھے گھر کے تو تھے نہیں اور کوئی نسبت بھی نہیں تھی جو کچھ کام آتی بس پڑھنے کیلئے آگئے تھے، اللہ غریق رحمت کرے حضرت مفتی مظفر حسین مرحوم کو وہ بڑے محسن تھے میرے، پھر اپنا ایک واقعہ سناتے ہوئے بولے کہ ایک بار گھر سے پندرہ یا بیس روپیہ کا منی آرڈر فارم آیا تو میں نے مفتی مظفر حسینؒ سے اس کا ذکر کر دیا انہوں نے فرمایا کہ ان پیسوں سے تو مشکوٰۃ خرید لے میں نے ایسا ہی کیا جب میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا تو متفق علیہ وغیرہ اصطلاحات پر نظر پڑی میں سوچنے لگا کیا ہے اس کا مطلب؟ بچو! اس طرح بہت سی باتیں سامنے آتیں تو میں جواب تلاش کرتا، اس طرح علم حدیث سے مناسبت ہونے لگی، پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور حضرت مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ کے تعلق سے اظہار ممنونیت فرمانے لگے، آہ! کیا پتہ تھا کہ حضرت شیخ سے یہ آخری ملاقات ہو رہی ہے اے کاش معلوم ہوتا تو کچھ اور لمحات اس بخاری زماں کی مجلس میں گذار دیتے۔

بہت لگتا تھا دل صحبت میں ان کی
کہ اپنی ذات میں وہ ایک انجمن تھے

بارِالٰہ امام بخاری ومسلم کے اس سچے جانشین اور عاشق حدیث رسول ﷺ کی بال بال مغفرت فرما اور انہیں بہشت بریں کی غیر محدود نعمتوں سے مالا مال فرما آمین۔

***

ایسا کہاں سے لائیں تجھ سا کہیں جسے!

ادارہ

تصور کیجئے۔ ایک ایسے مدرسہ کا جو آج کے ماحول کے سامانی راحت و آرام سے ماوراء، اسباب تعیش کا خیال، نہ آرام طلبی کا واہمہ، سامان خورد و نوش کی جانب للچائی نظر اور نہ دنیا و مافیہا کی رنگ رلیوں کا تصور۔ چند کمروں پر مشتمل دار الاقامہ جو اکثر محنتی و جفاکش اور حصول علم میں پورا انہماک و اشتغال رکھنے والے ہونہار طلباء کی اقامت گاہ اسی کے مابین صاحب فضل و کمال، تقویٰ و طہارت، صدق و صفا اور متانت و سنجیدگی کے پیکر، اساتذہ کرام کی باوقار قیام گاہیں بھی، ایک جانب دفتر اہتمام غرض کہ پورا نظام و ماحول، تقشف کے لبادے میں ملبوس مگر جلالت و تمکنت کے اوج ثریاؔ کا پرتو، ایسے پرکیف اور پاکیزہ ماحول میں پڑھنے والے طلباء میں ایک طالب علم انتہائی منفرد و جداگانہ طرز زندگی کا حامل اور انوکھی وضع والا بھی ہے ذہانت و ذکاوت میں ممتاز اور تقوی طہارت میں بھی منفرد، اساتذہ کرام کا بے پناہ منظور نظر، سیر و تفریح کا شوق نہ کھیل کود کی طرف طبیعت مائل، کتابوں کا مطالعہ، اسباق کا انہماک ہی اس کا سب سے عظیم ترین شغف ہے مزاج کی پاکیزگی فکر کی بلندی نے طبیعت کو ایسا شیقل بنا دیا ہے کہ دنیا و مافیہا کی جانب ذرہ برابر بھی رجحان نہیں، اور پھر پیہم بیمار بلکہ ضعف و نقاہت نے کبھی کبھی تو اس قدر لاغر بنا دیا ہے کہ اس ہونہار اور جبین وقت پر تاریخ بنکر ابھرنے والے طالب علم کی اسباق میں حاضری محال سی ہوگئی ہے کیسے خلوص کے پیکر تھے وہ اساتذہ جو اکیلے اس طالب علم کی عدم موجودگی میں سبق پڑھانے میں روکھا پن سا محسوس کرتے تھے یہ ذکر ہے اتر پردیش کے ضلع جونپور کے قصبہ مانی کلاں مدرسہ ضیاالعلوم کا جس کے روح رواں حضرت شیخ زکریا نور اللہ مرقدہٗ کے

پروردہ اوران کے نورانی فیوض وبرکات کے امین حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوری اور یہ ہونہار طالب علم جو اپنے زمانۂ طالب علمی میں کئی کئی مہینے بیمار رہتا مگر پھر بھی اعلی نمبرات سے کامیاب ہوتا، کسے معلوم تھا کہ وقت کے محدثین کبار اس کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے پر فخر محسوس کیا کریں گے، اور وقت کے بڑے بڑے قلندروں کی اصلاح اس کے دربار سے ہوا کریگی۔

جی۔ یہ ذکر ہے اور ہلکا سا خاکہ ہے حضرت العلام شیخ مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ کا، جنکو اب مدظلہ العالی کے بجائے رحمۃ اللہ علیہ اور دامت برکاتہم کے بجائے نور اللہ مرقدہ جیسے الفاظ لکھتے ہوئے قلم کا سینہ فگار ہے آنکھیں اشک بار اور قلب وجگر چھلنی۔ ہائے افسوس کیسی المناک گھڑی تھی اور کیسا ہوکا سا عالم تھا مؤرخہ ۱۴؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل کو صبح نو بجکر بیس منٹ پر یہ خبر صاعقہ کانوں سے ٹکرائی کہ حضرت العلام شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب دنیا فانی سے رحلت فرما چکے، حقیقت ہے یہ کہ سب کو جانا ہے اس کا سب کو یقین بھی ہے اور مشاہدہ بھی اور ہمارے حضرت شیخ تو کافی دنوں سے بیمار بھی تھے، ضعف ونقاہت بھی تھی عمر کا تقاضا بھی تھا رہ رہ کر خیال بھی آتا تھا کہ اب حضرت شیخ غالباً چند دنوں کے مہمان ہیں دو سال قبل بھی گردے کا شدید عارضہ پیش آیا مگر کرشماتی طور پر خداوند تعالی نے آپ کو اپنے فضل سے جب صحت عطا فرمائی تو فرزندان اسلام نے ایک طبعی خوشی محسوس کی۔ آپ کے چلے جانے سے اس قدر احساس ہوگا، ملت اسلامیہ کے قلب وجگر پر یہ سانحہ ایک کاری زخم لگائیگا جس کی کسک مدت تک محسوس ہوتی رہیگی اس کا کسی کو قطعاً احساس نہ تھا۔

یہ زبان وقلم یقیناً اس لائق تو نہیں کہ اس محدث اعظم کا ذکر اس گندی زبان سے کیا جائے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ پر اخبارات ورسائل نمبرات اور خصوصی شمارے شائع کرینگے، بڑے بڑے انشاء پرداز ادیب اپنے اپنے جداگانہ اسلوب اور مختلف لب ولہجہ میں حضرت العلامؒ کو خراج عقیدت پیش کریں گے ان تمام ادباء کی عظیم ترین تحریرات کے سامنے ان حقیر نقوش کی کوئی حیثیت نہیں لیکن ان خوشہ چینوں اور خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل ہونے کی سعی وکوشش میں مضائقہ ہی کیا ہے۔

۱۹۹۹ء میں دوران سبق ایک مرتبہ حضرت العلام نے گلوگیر آواز میں فرمایا بچو! جس سال میں مظاہر علوم سے فارغ ہوا اور سالانہ امتحان ختم ہوا تو تمام احباب نے پورے زور وشور کے ساتھ گھر جانے کی

تیاریاں کی، سامان باندھ رہے ہیں، رکشوں میں سامان لادا جا رہا ہے، اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا احاطہ شام تک خالی ہو گیا میں سوچتا رہا میں کہاں جاؤں یہی سوچتے سوچتے شام ہو گئی کرائے کے پیسے بھی پاس نہیں تھے سوچا کل جاؤں گا آج رات میں حضرت ناظم صاحب اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر آخری بار ان حضرات سے ملاقات کرلوں چنانچہ اسی خیال سے عشاء کی نماز دفتر کی مسجد میں پڑھی اور خیال تھا کہ عشاء کے بعد دونوں حضرات سے آخری ملاقات کرلوں اور صبح اللہ تبارک وتعالیٰ کرایہ کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام فرما دیں گے تو کل چلا جاؤں گا، عشاء کی نماز کا جیسے ہی سلام پھیرا تو میرے دائیں جانب یہ دونوں مقدس نفوس حضرت ناظم صاحب اور حضرت شیخ اسی صف میں موجود تھے ان کے چہرے پر نظر پڑی تو اس خیال سے کہ اب میں ان حضرات سے جدا ہو جاؤں گا، اور پسماندگی اور افلاس کے سایہ میں پلے مجھ جیسے ناتواں کو شاید اب دوبارہ ان حضرات کی زیارت کی توفیق نصیب نہ ہوگی چونکہ میرے پاس واپس آنے کے کرایہ کے پیسے کہاں سے آئینگے، اسی خیال سے دل میں ایک ہوک سی اٹھی اور اندر اندر ہچکی بندھ گئی ملاقات کے بجائے جلدی سے فوراً اپنے کمرے میں آیا اور لحاف اوڑھ کر لیٹ گیا اور نہ جانے کب تک روتا رہا اور نہ معلوم کب نیند آئی ہوگی صبح فجر کے بعد ایک صاحب نے اطلاع دی ''یونس'' تمہارا مظاہر علوم میں تقرر ہو گیا ہے یہ واقعہ دہراتے ہوئے حضرت العلام شیخ نور اللہ مرقدہ پر اس وقت بھی وہی گریہ طاری تھا، مظاہر علوم کے وہ اکابر کتنے مخلص تھے اور ان حضرات کا یہ فیصلہ یقیناً بڑا ہی تاریخی فیصلہ تھا وہ ساعت کتنی مبارک تھی جب مظاہر علوم کی مسند حدیث کی یہ مبارک مسند آپ کے سپرد فرمائی تھی۔

آپ نے پوری دیانت داری اور انہماک کے ساتھ اس گراں بار اور جلیل القدر منصب عظیمہ کی ذمہ داری کو ادا فرمایا، چشم فلک نے بڑے بڑے محدثین، فقہائے عظام کو دیکھا ہے اور تاریخ نے انکی مبارک یادوں کے عظیم سرمایہ کو ایک مقدس امانت کے طور پر اپنے سینے میں محفوظ کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں، امت کے ان سپوتوں پر جنہوں نے اپنی زندگیاں حدیث وقرآن کی تعلیم وترویج میں صرف فرما دی اور دنیا کیلئے علم وعمل اور عشق ومحبت کی ایک لازوال سدا بہار قیمتی متاع چھوڑ گئے اور قابل فخر سنہری تاریخ رقم کر گئے۔

محدثین کی وہ پاک باز جماعت جن کے نفوس قدسیہ کی بدولت ہی آج ہم اس عظیم میراث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور خوشہ چیں ہیں یہ بالواسطہ طور پر ان اکابر کی محنت وسوز وگداز ہی کا تو اثر ہوگا جس

نے گاؤں دیہات کے ایک نوجوان کو محنت ومحبت کی بھٹی میں تپا کر ایک باوقار شیخ الحدیث بنادیا۔

جس کے دربار میں ہر وقت جلال وتمکنت کا ایک عجیب وغریب سماں رہتا تھا جہاں داخل ہونے سے قبل ہر کسی کو اس عاشق رسول، محدث اعظم کا پاسِ ادب کا احساس غالب رہتا ہو، وقت کے سکندروں اور قلندروں کو بھی اپنے آپ کو سنبھالنا پڑتا ہو، مجلس کا سناٹا قابل دید ہوتا اور انوار وبرکات کی رم جھم رجھم بارش کی خنکی ہر قلب وجگر محسوس کرتا، معصیات کی کثافتوں میں لتھڑے ہوئے قلوب بھی آن واحد میں شیقل ہو کر آمادۂ اطاعت ہو جاتے آپ نہ صرف یہ کہ برصغیر کے بلکہ پورے عالم میں فن حدیث میں مرجع وسند کی حیثیت رکھتے تھے اہل عرب کے بڑے بڑے شیوخ بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے پر فخر محسوس کرتے اور کئی کئی مہینوں تک سہارنپور میں قیام فرما کر آپ سے بخاری شریف پڑھتے تھے، حج کے سفر کے مواقع پر آپکی قیام گاہ پر شیوخ عرب کا تانتا لگا رہتا، حرمین شریف کے اساتذہ کبار بھی آپ سے حدیث کی سند واجازت لینے کیلئے انتہائی متواضع انداز میں تشریف لاتے اور اسکو اپنے لئے سرمایۂ افتخار تصور کرتے اس سے بڑھ کر آپ کے مقام رفعت وبلندی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ خود صاحب شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ صفوان کے خواب کے مطابق آپ کو اس وقت کے اعتبار سے امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ شرح حدیث پر بلا کسی تامل وتردد کے نقد فرمادیا کرتے تھے، صاحب فتح الباری جن کے دسترخوان علم کے تمام طالبان علم ونبوت خوشہ چیں ہیں اور حضرت والا بھی آپ سے زندگی بھر استفادہ فرماتے رہے۔

ایک موقع پر بہت انشراح کے ساتھ حافظ ابن حجرؒ، صاحب فتح الباری، کے بارے میں فرمایا کہ بڑے میاں سے فتح الباری میں متعدد مقامات پر زہول ہوا ہے میں جب بھی فتح الباری کا مطالعہ کرتا ہوں اور ان مقامات سے گزرتا ہوں تو طبیعت اٹک کر رہ جاتی ہے، ایک بار سوچا کہ حافظ صاحب کو جن جن مقامات پر زہول ہوا ہے ان کو ضبط تحریر کروں اسی خیال سے کام شروع کیا، کچھ ہی کام ہو پایا تھا بڑے میاں (حافظ ابن حجرؒ) خواب میں آگئے اور فرمانے لگے کیا کر رہے ہو میں نے اس روز سے کام بند کر دیا ظاہر بات ہے یہ جرأت ہر کس وناکس کا کام نہیں۔

غرض کہ آپ اس مقام بلندی پر فائز تھے جہاں مسالک ومشارب سے اوپر اٹھکر اپنے اجتہاد پر عمل کی

اجازت دے دی جاتی ہے جو لوگ آپ کو غیر مقلدیت کا طعنہ دیا کرتے تھے یا تو ان کو آپ کی رفعت و بلندی کا اندازہ نہیں تھا یا علم کارواں سے ان کو واسطہ نہ تھا۔ دوران سبق آپ پر جلال و تمکنت کا ایک جداگانہ اثر ہوا کرتا تھا جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے مظاہر علوم میں طالب علمی کے زمانے میں جب ہم سال ہفتم کے طالب علم تھے تو احباب و رفقاء و ملازمین سے سنا کرتے تھے کہ حضرت شیخ کی دوران۔ سبق کبھی کبھی چیخ نکل جاتی ہے اس وقت اتنا شعور نہ تھا لیکن اس مالک کا شکر ہے ہم نے دورہ کے سال خود اس کا مشاہدہ کیا مسلم شریف کے سبق میں جب آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات والی حدیث کا اپنے مخصوص انداز میں ترجمہ کرنے لگے کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید بخار تھا اور آپ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسجد میں تشریف لا رہے تھے اس حال میں کہ آپ کے قدمین مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے، جس وقت حضرت شیخ ان الفاظ پر پہنچے تو اتنی زور سے آپ کی چیخ بلند ہوئی کہ محسوس ہوتا تھا کے دارالحدیث کی دیواروں میں شگاف آجائے گا تمام طلباء ہمہ تن گوش اور متوجہ ہوئے تو آپ سر جھکائے عجب انداز میں بیٹھے تھے، دراصل یہ آپ پر وجد کی کیفیات طاری ہوا کرتی تھی جس کو آپ حد درجہ دبانا چاہتے مگر جب آپ کا وجد حد سے تجاوز کرتا تو دوسروں کو بھی اس کی رمق محسوس ہو جایا کرتی تھی، یہ اس شخصیت کو ذات خداوند تعالیٰ کے دربار سے عشق رسول ﷺ کی گہرائی کا وافر حصہ ملا تھا، جس نے حدیث نبوی ﷺ کے بحر ذخار میں غواصی کی لذت حاصل کی ہو اور اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہو، یہاں تک کہ رشتہ زوجیت سے بھی صرف اور صرف اسی وجہ سے دور رہے کہ بیوی بچوں کا شور وغل میرے مطالعہ حدیث میں مانع ہوا کریگا بہت سے حضرات کو اپنے مخصوص انداز میں اس موضوع پر تبصرہ کرتے دیکھا اور سنا ہے، مگر تعزیتی پروگرام میں مظاہر علوم کی مسجد میں اس حقیقت کو بہتر انداز میں منکشف کیا ہے آپ کے خادم خاص بلکہ عاشق زار حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب نے فرمایا کہ ہمارے حضرت شیخ نے صرف اور صرف علم کی خاطر شادی نہ کی تھی اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے جو محبوبیت و مقبولیت حاصل تھی اس کا صحیح اندازہ لوگوں کو آپ کی رحلت کے بعد آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والی انسانیت کے ٹھاٹیں مارتے سمندر سے معلوم ہوا۔

اس محدث اعظم کا جنازہ مظاہر علوم دار جدید کے عقبی دروازے سے جیسے ہی اٹھا اور اٹھانے والے

انتظامیہ کے لوگ جنہوں نے نماز عصر جماعت سے قبل ہی اپنی جماعت کر کے ادا کرلی تھی ان کی تدبیر بھی کارگر نہ ہوسکی، سوچا تھا کہ جب لوگ نماز میں مشغول ہوں تو جنازہ لیکر چلے جائیں، لیکن کیا ہوا تاریخ اس منظر کو اپنے سنہرے حروف کو اپنے سینے میں محفوظ کریگی انسانوں کا امڈتا سیلاب جو ہر لحظہ بڑھتا ہی نظر آرہا تھا اور تمام گلیوں، چوراہوں پر انسانی سر ہی سر نظر آرہے تھے مظاہر علوم کے ہر سمت کی گلیوں وکشادہ سڑکوں کے تمام رستے بالکل مسدود تھے ہر آنکھ نمناک اور ہر قلب مغموم نظر آرہا تھا آج مظاہر علوم کے قرب وجوار ہی کی نہیں بلکہ جامع مسجد تک کے راستے اپنی تنگی کا شکوہ ضرور کررہے تھے مگر آنے والے افراد کی راہوں میں دیدہ ودل نچھاور کئے ہوئے تھے، اخبارات ورسائل نے اگلے روز جو سرخیاں لگائیں، وہ کچھ اس انداز کی تھی، ''ایک چراغ اور بجھا'' ''شیخ یونس جون پوری کی رحلت'' محدث اعظم شیخ یونس صاحب دار فانی کی طرف، 'حضرت العلام نہ رہے' اخبارات ورسائل کے محدود اندازے کے مطابق دس لاکھ افراد نے آپکے جنازے میں شرکت فرمائی ہے ہر کسی کی زبان پر تھا کہ بڑے بڑے شاہان مملکت اور شیوخ اساتذہ کبار کو دنیائے فانی سے اٹھتے دیکھا ہے، مگر آپ کا تو انداز ہی جداگانہ تھا۔

مظاہر علوم کے درو بام بھی ماتم کناں تھے اور ذرہ ذرہ اداسی وغمناکی کی تصویر بنا ہوا تھا اور دیدہ پھاڑ پھاڑ کر کفِ افسوس ملتے ہوئے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا، گویا کہ آواز آرہی تھی لو اب اٹھ چلا ہے میرا وہ عاشق زار بھی جو میرا بھی محب تھا اور میرے سپوتوں کا نہ صرف منظور نظر بلکہ انکی تمناؤں وآرزؤں کا ملجا وماوا بھی۔

مظاہر علوم اور اس کے اکابر سے جو پیمانِ وفا باندھا تھا، الحمدللہ ثم الحمدللہ وہ سو فیصد پورا ہوا اور زندگی بھر مظاہر علوم کی مسند حدیث سے فن حدیث پر گلکاریاں کرتے کرتے وہ محدث اعظم اپنے رب حقیقی سے جاملا اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند سے بلندتر فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے۔ آمین یارب العالمین

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

***

آہ! دنیا ایک عظیم محدث سے محروم ہوگئی!

مفتی محمد صادق حسین قاسمی
کریم نگر مدیر ماہنامہ الاصلاح کریم نگر

گزشتہ چند مہینوں سے اکابر علماء کی رحلت ملتِ اسلامیہ کو اداس و غمگین کر رکھی ہے۔ یکے بعد دیگر علم و عمل کے آفتاب غروب ہو رہے ہیں، اور اپنی جدائی کے داغ سے دل و جان کو بے قرار کئے جا رہے ہیں، وہ لوگ رخصت ہو رہے ہیں کہ جن کے وجود کے تصور ہی سے دل کو اطمینان و سکون کی دولت نصیب ہوتی ہے، جن کی موجودگی برکتوں اور رحمتوں کے ظہور کا سبب ہوتی ہے، جن کی دعاؤں اور شبانہ روز کی فکروں سے ملتِ اسلامیہ کے بہت سے مسائل غیر محسوس طور پر حل ہوتے ہیں، جو انسانیت کی بھلائی اور فلاح کے لئے دن رات تڑپتے ہیں اور اپنا خونِ جگر لگا کر گلشنِ اسلام کی آبیاری کرتے ہیں، جن کی باتوں میں، قیمتی نصیحتوں میں پیچیدہ گتھیاں سلجھتی ہیں اور الجھنیں دور ہوتی ہیں، جن سے فیض پانے والوں میں طلباء بھی ہوتے ہیں اور علماء بھی، اساتذہ بھی ہوتے ہیں اور مصنفین بھی، مریدین بھی ہوتے ہیں اور عوام و خاص بھی۔ چناں چہ اس وقت ملتِ اسلامیہ جن کی وفات کے غم سے مغموم اور جن کی جدائی و رحلت سے شدید تکلیف میں ہے وہ ہے عالم اسلام کے عظیم محدث، یگانۂ روزگار شخصیت، بے مثال محقق، مصلح و مربی حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ، شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی وفات حسرتِ آیات۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں ہر انسان ایک دن مرنے کے لئے ہی آتا ہے، یہاں کسی کو ثبات نہیں ہے، یہ دنیا فانی ہے اور انسانوں کو بھی فنا کے گھاٹ اترنا ہے، لیکن ان جیسے اکابر کے چلے جانے سے عالم سوگوار ہو جاتا ہے، اور علمی دنیا بالخصوص ایک عظیم نعمت کے لٹ جانے کے ناقابل تلافی نقصان کے صدمے

سے دوچار ہو جاتی ہے۔ حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کی شخصیت نہایت ہی عظیم تھی، بلاشبہ آپ کا شمار عالمِ اسلام کے عظیم محدثین میں ہوتا تھا۔ علمِ حدیث میں آپ کی شخصیت بہت بلند مقام و مرتبہ رکھتی تھی۔ آپ حدیثِ رسول کی عظیم الشان خدمت انجام دیتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ حدیثِ رسول ﷺ جن کی صبح و شام کی مصروفیت رہی، اور علمِ حدیث کے گراں قدر موتی لٹاتے ہوئے اور پیارے آقا ﷺ کے ارشادات کی تشریح و تفہیم کرتے ہوئے اپنی زندگی کو مکمل کیا۔ آپ اپنے عظیم المرتبت استاذ، محدث جلیل، شیخ وقت، مصنف و مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ کے مایہ ناز شاگرد، علوم کے امین اور مسندِ حدیث کے جانشین تھے۔ بے شمار طالبانِ علومِ نبوت نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا، اور اس وقت پوری دنیا میں آپ کے خوشہ چینوں کا دائرہ پھیلا ہوا بلکہ آپ کے شاگردوں کا شمار بھی اس وقت کے عظیم اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں گزار دی، اور علمِ حدیث کے مشتاق دور دور سے آپ سے استفادہ کے لئے چلے آتے اور آپ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر شرفِ تلمیذیت حاصل کرتے۔ آپ کی شخصیت سے علمی دنیا میں رونق اور بہار تھی، آپ کا وجود اہلِ علم کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ تھا۔

علمِ حدیث میں آپ کی محدثانہ شان پر آپ کے عظیم شاگرد، محقق و مصنف حضرت مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب (جنھوں نے آپ کے قیمتی علمی، حدیثی، فقہی اور تحقیقی شہ پاروں کو دو مختلف کتابوں ''نوادر الحدیث'' اور ''نوادر الفقہ'' کے نام سے ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔) میں لکھتے ہیں کہ: استاذی و مخدومی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) اللہ تعالی کے ان خوش نصیب بندوں میں ہیں جن کی پوری زندگی اشتغال بالحدیث اور فنِ حدیث شریف کی خدمت میں گزری، آپ کے علمی تبحر اور فنِ حدیث سے حقیقی مناسبت اور گہری واقفیت پر کبار علماء و مشائخ اور اساتذۂ حدیث کو پورا اعتماد تھا، چناں چہ کسی حدیث کے متن یا سند اور راوی کے متعلق کوئی اشکال پیش آتا، یا کسی حدیث کی تحقیق پیش نظر ہوتی یا اصول حدیث کے کسی مسئلہ میں کوئی پیچیدگی سامنے آتی تو کبار علماء مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا عبید اللہ صاحبؒ مرکز نظام الدین، مولانا عمر صاحب پالن پوری، مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی جیسی اہم شخصیات بھی آپ کی طرف رجوع فرماتیں۔ آپ کے استاذ و شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو تو آپ کی فنِ حدیث شریف سے گہری مناسبت اور واقفیت کا اس درجہ اعتماد تھا کہ بکثرت روایات اور سند کی بابت تحقیق و جستجو کا امر فرماتے تھے اور خود آپ کے پاس فنِ حدیث کے سلسلہ میں جو خطوط آتے انھیں حضرت شیخ کے حوالہ

فرمادیتے تھے۔" (نوادر الحدیث: ۲۹) ملک کے عظیم فقیہ وعالم دین حضرت مولانا عتیق احمد بستوی مدظلہ حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "برصغیر کے دینی مدارس کے حلقہ میں ایک نمایاں ترین شخصیت حضرت مولانا محمد یونس صاحب (شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور انڈیا) کی ہے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسلامی علوم (خصوصاً علم حدیث) کے لئے وقف کردی، علمی انہماک اور فنائیت نے انہیں امام نوویؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ کی طرح ازدواجی زندگی گزارنے کی بھی اجازت نہیں دی، ان کے استاذ وشیخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے بھی ان کے علمی وعملی کمالات کو دیکھ کر نوجوانی ہی میں انہیں اپنی جگہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز کیا تھا، موصوف نے عمر عزیز کا تمام تر حصہ اسلامی علوم خصوصاً کی تدریس اور مطالعہ میں گزارا۔ (نوادر الفقہ: ۲۳)

حضرت شیخ یونس صاحبؒ کا مقام ومرتبہ تو بہت بلند ہے، یہ چند سطریں آپ کے تعارف اور خدمات کے تذکرہ کے لئے نہیں لکھی جارہی ہیں، بلکہ یہ سطریں ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم محسن کی جدائی کے احساس میں لکھی جارہی ہے جس نے اپنی زندگی کا مقصد علم دین کی نشر واشاعت کو بنایا تھا، اور حدیثِ رسول ﷺ کی تبلیغ وتدریس کو بنایا تھا، تاکہ ہم بھی ان کی زندگی سے کچھ سیکھیں اور جذبہ علم وعمل کو تازہ کریں، جن کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں کا ٹھاٹیں مارتا مجمع شریک رہا ہو، اللہ کے یہاں ان کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا؟ جب لوگ دیوانہ وار ان کی عقیدت ومحبت میں دوڑے چلے آئے ہوں تو ان کی خدمات کا کیا صلہ پروردگارِ عالم دے گا؟ آخر یہ کیسے عظیم انسان تھے کہ ریا ونمود سے کوسوں دور، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ علم کی امانت کو نسلوں تک منتقل کرنے کے لئے اپنی پوری عمر کھپادیا، اپنی جوانی وبڑھاپا کو لگادیا، بیماری وکمزوری کے باوجود ہر وقت مہمانانِ رسول، طالبانِ علومِ نبوت کو سیراب کرنے اور ان کے دامن کو علم سے بھرنے کے لئے فکر مند رہتے؟

حضرت شیخ یونس صاحبؒ نے کن قربانیوں کے ساتھ علمِ دین کو حاصل کیا اس کا ایک مختصر تذکرہ خود آپ کے بیان کئے ہوئے واقعہ سے ملاحظہ فرمایئے، تاکہ آج کے اس دور میں جہاں تحصیل علم کی تمام تر سہولتیں فراہم ہونے کے باوجود مزاجوں کا بگاڑ اور ذوق وشوق کا فقدان محرومی کا باعث بن رہا ہے۔ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں: میں مسلسل بیمار رہا، مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ وبخار ہوگیا اور منہ سے خون آگیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ: جب تو

بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا۔ میں نے عرض کیا جواب تک یاد ہے کہ: حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مرجاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ: بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟ میں نے عرض کیا اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ: حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا۔ اس پر حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ "پھر پڑا رہ" یہ ہے حضرت قدس سرہ سے پہلی بات چیت، اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے، اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہو جاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے، انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ کو اپنی بیماری کا خط لکھا، مولانا نے جواباً لکھا کہ یہ کیسا یقین ہے کہ "خون پھیپھڑے سے آیا ہے؟" اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہو گیا، لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔ یہ بات اور بھی لکھ دوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی، کبھی کبھی دارالحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا درس سنتا اور سوچا کرتا تھا کہ نامعلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا، اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی، لیکن سب فضل و کرم ہے۔"

آپ کا مختصر سوانحی خاکہ اس طرح ہے: ولادت: 25/ رجب 1355ھ مطابق/ اکتوبر 1937ء کو کھیتا سرائے، ضلع جونپور، اتر پردیش میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں حاصل کی۔ 1377ھ میں مظاہر علوم میں داخل ہوئے، 1380ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی۔ 1381ھ میں مظاہر علوم میں بحیثیت معین مدرس تقرر ہوا۔ 1388ھ میں بخاری شریف کی تدریس کا آغاز فرمایا۔ اس دوران آپ نے شرح وقایہ، قطبی، مقامات، ہدایہ، اصول الشاشی، مختصر المعانی، نور الانوار، ابوداؤد، نسائی، مسلم، ابن ماجہ کی تدریس کا فریضہ انجام دیا، اور تادمِ آخر بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ 11/ جولائی 2017ء، 16/ شوال 1438ھ بروز منگل صبح نو بجے کے قریب آپ کا انتقال ہوا۔ اور لاکھوں کے مجمع نے آپ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حاجی کمال شاہ قبرستان، سہارنپور میں سپردِ لحد کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، آپ کے فیض کو جاری رکھے، اور آپ کی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

***

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

مولانا محمد عفان منصور پوری
خادم جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ

محدث دوراں، اپنے فن کے امام، عالم بے بدل اور صحیح معنوں میں فنافی العلم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نور اللہ مرقدہٗ وبرد اللہ مضجعہ نظام قدرت کے مطابق ہزار ہا ہزار تشنگانِ علوم کو اپنے چشمۂ فیاض سے سیراب کرنے کے بعد ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل اپنے رب سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ میں شریک علماء وعوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حضرت شیخ کے مقبول عند اللہ وعند الناس ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔ ماضی قریب میں حضرت فدائے ملت علیہ الرحمہ کے بعد سب سے زیادہ مجمع شیخ کے جنازے میں ہی دیکھنے کو ملا۔

واقعہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کو رضاء الٰہی کے حصول کی خاطر تج دیتا ہے پروردگار بھی اس کو ایسا چمکاتا ہے کہ دنیا رشک کرتی رہ جاتی ہے۔ آپ نے تحصیل علم اور پھر تبلیغ وتشریح دین کے لیے اپنے آپ کو ایسا وقف کیا کہ پھر دوسری چیزوں کی طرف مڑ کر بھی تو نہ دیکھا، جب بھی آپ کے حجرے میں جانے کا اتفاق ہوا مطالعہ میں منہمک، کتابوں پر جھکے ہوئے، کچھ لکھتے ہوئے، لکھاتے ہوئے یا علمی گفتگو کرتے ہوئے پایا۔

زبان حال سے آپ یہی کہتے رہے:

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

خلاقِ عالم نے آپ کو ایک ایسی پُرکشش، بارعب اور جاذبِ نظر شخصیت کا حامل بنایا تھا کہ جو دیکھے دیکھتا ہی رہ جائے، شناسا اور جان پہچان کے لوگ تو مرعوب اور متأثر ہوتے ہی تھے، اَنجان لوگوں کی نگاہ بھی جب چہرہ پر پڑتی تو ایک دوسرے کی جانب سوالیہ نگاہ ڈالتے اور معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ ذات والا صفات کون ہیں؟ زیارت وملاقات کرکے دعا لینا اپنے لیے سعادت تصور کرتے۔

علمی قابلیت، تدریسی لیاقت، تحقیقی صلاحیت اور عملی مقبولیت آپ کی مسلّم تھی، مزاجاً اگرچہ بالکل نرالے، بہت نازک اور صاف گو واقع ہوئے تھے، جو محسوس کرتے اُس کو فوراً بغرضِ اصلاح زبان پر لے آتے، چاہے مخاطب کو اچھا لگے یا برا! لیکن اُن کا یہی انداز دوسروں سے ممتاز کرنے والا اور لوگوں کی گرویدگی کا سبب بن جاتا تھا۔

طالبِ علمی کے زمانے ہی سے حضرت شیخ کی خدمت میں گاہے بگاہے حاضری ہوتی رہتی، حد درجہ تعلق کا معاملہ فرماتے، بڑی بشاشت کے ساتھ گفتگو فرماتے، تنبیہ بھی کرتے اور نصیحتیں بھی فرماتے، ایک مرتبہ فرمایا: ''مطالعہ بڑی گہرائی و گیرائی کے ساتھ کیا کرو سرسری اور کام چلاؤ مطالعہ کا مزاج مت بناؤ ورنہ سہل پسندی کے عادی بن جاؤ گے۔''

ایک مرتبہ حاضری ہوئی معمول کے مطابق مطالعہ میں مشغول تھے، احقر سلام کرکے بیٹھ گیا، آپ نے ہلکے سے جواب دیا اور سر نیچے کئے کئے پوچھا کون؟ میں نے کہا: ''عفان'' کچھ دیر بعد سر اُٹھایا اور بہت تڑک کر بولے ''چل بدبودار کہیں کے'' کس نے تیرا یہ نام رکھا ہے۔ احقر سہم گیا اور عرض کیا حضرت! نام میں کیا خرابی ہے؟ فرمایا: ''جا! دیکھ لغت میں ''عفن'' مادہ کے کیا معنی ہیں؟ احقر نے عرض کیا: ''حضرت عفان میں تو ''الف نون'' زائد ہے، مادہ کا نہیں ہے۔ اس کا مادہ تو ''عفت'' ہے جس کے معنی ''پاک دامنی'' کے ہیں۔ یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا ''اپنا نام صحیح کرنے کے لیے جس کو چاہو زائد مان لو''، پھر فرمایا: ''تیری تحقیق صحیح ہے میں تو دیکھ رہا تھا کہ تو اپنے نام کی حقیقت سے بھی واقف ہے یا نہیں''۔

۱۹۹۹ء میں ختم مسلسلات کے موقع پر مظاہر علوم جانا ہوا اور حضرت کے درس میں شرکت کا موقع ملا، احقر کی خوش نصیبی اور حضرت کی توجہ کہ شروع ہی میں فرمایا: ''چل عفان؛ تیز پڑھ'' پھر تو مسلسلات کا معتدبہ حصہ پڑھنے کا موقع ملا۔

اگلے سال پھر ملاقات ہوئی، فرمایا کہ اس سال تو مسلسلات میں نہیں آیا، احقر نے عرض کیا: ''حضرت میں تو پچھلے سال پڑھ چکا'' تو خاموش ہو گئے۔ حضرت کے اس سوال کی وجہ سے آئندہ سال پھر ختم میں شرکت کے لیے حاضری ہوئی، تو غایت شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر عبارت خوانی کا حکم فرمایا۔

مدینہ منورہ میں ایک موقع پر حضرت والد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ساتھ کھانا کھایا، دیر تک بیٹھنا ہوا، چلتے وقت والد صاحب کو مخاطب کر کے احقر کے سلسلے میں فرمانے لگے ''اس احمق سے کہا تھا کہ ایک سال میرے پاس رہ لے، اس نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔''

کئی سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مسجد نبوی کے قدیم حصہ میں حضرت کے ساتھ نماز مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ فرض سے فارغ ہونے کے بعد سنتوں میں قراءت طویل ہوگئی، سلام پھیرنے کے بعد حضرت شیخ نے پوچھا: ''اتنی دیر تک سنتوں میں تم نے کیا پڑھا؟'' میں نے عرض کیا: ''حضرت بالترتیب قرآن کی تلاوت کی۔'' فرمایا: ''سنتیں مختصر پڑھا کرو، فجر ومغرب کی سنتوں میں سورۂ کافرون، اور سورۂ اخلاص یا اس کے بقدر تلاوت بہتر ہے اور یہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول رہا ہے۔ ہاں! نوافل میں جتنی قراءت کرنا چاہو کرو کوئی تحدید نہیں ہے۔

تین سال پہلے کی بات ہے مسجد نبوی میں حضرت سے ملاقات ہوئی فرمایا: ''عشاء کے بعد میرے کمرے پہ آنا'' احقر نے پوچھا: ''حضرت کہاں قیام ہے؟'' آپ کے خادم مولانا یونس صاحب گجراتی نے پتہ بتادیا ''باب مجیدی'' کے سامنے ''بن لادن'' کی عمارت میں حضرت کا قیام تھا، احقر عشاء کے بعد قیام گاہ پہنچ گیا، بہت سے لوگ موجود تھے، کچھ عرب علماء بھی تھے جن سے حضرت بات چیت کر رہے تھے، کچھ دیر میں وہ لوگ چلے گئے تو کھانے کے لیے دسترخوان لگایا گیا، اپنے قریب بٹھا کر کھلایا، بڑی خاطر مدارات کی، خدام لقمہ بنا بنا کر آپ کے منہ میں ڈال رہے تھے جو چیز پسند آتی فرماتے: ''اِس کی پلیٹ میں بھی نکالو'' کھانے کے بعد دیر تک روکے رکھا۔ احقر نے ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو فرمایا: ''کیا جلدی پڑی ہے، چلے جانا'' حضرت مدنی علیہ الرحمہ اور دیگر بزرگانِ دین اور اپنے ابتدائی اُساتذہ کے واقعات واَحوال سناتے رہے۔ جب نیند کا غلبہ ہونے لگا تو جانے کی اجازت دی۔ چلتے وقت بہت شاندار عطر کی بڑی شیشی اور کئی عربی کتب عنایت فرمائیں اور بڑی محبت سے ارشاد فرمایا ''روز آجایا کر''۔

حضرت مدنی علیہ الرحمہ سے عقیدت

بہت کم ایسا ہوا کہ شیخ کی خدمت میں جانا ہوا ہو اور آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا تذکرہ دیر تک بڑی والہانہ عقیدت کے ساتھ نہ کیا ہو۔

بارہا یہ فرمایا کہ سب سے پہلے جس شخصیت کی عظمت و بزرگی کی دھاک میرے دل پر بیٹھی وہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی شخصیت تھی۔ اپنے بچپن کے واقعات سنایا کرتے تھے کہ ہمارے علاقہ میں جب ایک مرتبہ حضرت مدنی علیہ الرحمہ تشریف لائے تو پورا گاؤں اور آس پاس کا علاقہ حضرت کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑا، بڑا مجمع بیعت ہوا اور لوگوں کی گرویدگی اور فدائیت قابل دید تھی، مرد تو مرد عورتیں اور بچے بھی مسرور اور نئے کپڑوں میں ملبوس دکھائی دے رہے تھے، مانو عید کا سا سماں تھا، علاقہ کے لوگوں میں کسی شخصیت کی آمد پر یہ جوش وخروش ووارفتگی میں نے شعور سنبھالنے کے بعد پہلی مرتبہ دیکھی تھی، اسی دن سے حضرت مدنی علیہ الرحمہ کی عظمت کا سکہ ایسا بیٹھا کہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ ان واقعات کو ایسی محبت اور عقیدت کے ساتھ ذکر فرماتے کہ بارہا آواز بھرّا جاتی اور سننے والوں کی آنکھیں بھی بھیگ جاتیں۔

وفات سے ایک ہفتہ قبل ۹ رشوال ۱۴۳۸ھ بروز پیر بعد نمازِ مغرب برادر بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری کی معیت میں مظاہر علوم سہارن پور میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری ہوئی، ضعف وکمزوری کے باوجود بڑے تپاک سے ملے، مختلف نصیحتیں فرمائیں، بڑے دلچسپ انداز میں اپنے اساتذہ اور حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے واقعات ذکر کئے۔ حسن اتفاق کہ احقر نے اس مجلس کی گفتگو کو ٹیپ کرلیا، جس کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

فرمایا: ’’تمہارے نانا کی برکتیں بھی عجیب تھیں، میں گزر رہا تھا گجرات میں ایک گاؤں سے، وہاں کے آدھے لوگ حضرت سے مرید ہوگئے؛ سب سنی ہیں، اور دوسرے آدھے نہیں مرید ہوئے؛ سب بدعتی رہے۔ عجیب بات تھی جتنے مخالف تھے کانگریس کے حضرت کے حق میں سب ٹھیک تھے۔ حضرت میں کیا خوبی تھی؛ کیوں نہیں بولتا تھا کوئی؟ یہ ان کا اخلاص تھا۔ یہ سب باتیں ابا سے میں نے صراحتاً سنی ہیں۔

ہمارے ماموں تو حضرت کے اتنے معتقد تھے کہ جب آپ جیل چلے گئے تو بہت متاثر ہوئے اور کہنے

لگے ’’انگریز لوگ ڈبہ میں بند کر کے حضرت کو بھیج دیئے‘‘ ایک دن ماموں نے کہا: ’’جانت ہے کا ہے مولانا مدنی کو مولانا مدنی کہت ہیں، اٹھارہ سال اپنی داڑھی سے حضور کی قبر کا جھاڑو دہن ہیں‘‘۔ پتہ نہیں کہاں سے سنا ہوگا؟ ہم چھوٹے چھوٹے تھے۔ اتنا معتقد حضرت مدنی کے کہ کوئی حد نہیں۔ یہ بھی حضرت کی برکت تھی کہ سب اختلافات حضرت پر آ کر آخیر میں ختم ہوگئے تھے۔ نہ وہاں لیگ کا جھگڑا تھا نہ کانگریس کا مولانا مدنی جدھر ہیں وہی ٹھیک ہے۔

فرمایا: تیرے نانا میں وہ خوبی تھی کہ جس کی وجہ سے دنیا اُن کو مانتی تھی، حد سے زیادہ اخلاص ان کے اندر پایا جاتا تھا۔ کسی سکھ کی طرف سے کان پور میں ایک شکایت ہوئی مولانا مدنی کی کہ یہ نماز فجر کی قنوت میں ’’والسک والمشرکین‘ کہتے ہیں تو کلکٹر نے کہہ دیا وہ فوق القانون ہیں، مطلب یہ کہ سب ڈرتے تھے اُن سے، وہاں کسی کی چلتی ہی نہیں تھی؛ کیوں کہ سب نے دیکھا اور سنا تھا کہ انگریز فوج کے سامنے اسٹیج پر شیروانی کا گریبان کھول کر کون چڑھا تھا؟

ان کی قوتِ باطنیہ بہت زیادہ قوی تھی، کوئی سر نہیں اُٹھاتا تھا۔ انوار کریم کہتے تھے کہ حضرت کی گاڑی میرٹھ میں فسادیوں نے گھیر لی۔ حضرت مراقب تھے، کسی نے کہا حضرت گاڑی گھر گئی ہے۔ فرمایا ’’آئیں‘‘ پھر کسی نے کہا: حضرت لوگوں نے گاڑی کا گھیراؤ کر لیا ہے۔ تو انوار کے الفاظ ہیں: حضرت نے دروازہ کھولا اور فرمایا: ’’میں ہوں حسین احمد، آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ یہ کہنا تھا کہ سب بھاگ گئے‘‘۔

فرمایا: میں نے ایک مرتبہ حضرت اقدس شیخ سے پوچھا کہ حضرت اقدس تھانویؒ اور حضرت اقدس مدنیؒ میں کیسا اختلاف تھا؟ فرمایا: اُن بزرگوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں تھا، چھٹ بھیوں نے اڑا رکھا تھا۔ حقیقت یہی تھی۔ کسی نے حضرت اقدس تھانویؒ کے ایک مرید کے بارے میں لکھا کہ ان کی کتاب نہیں چلی۔ حضرت مدنیؒ نے جواباً لکھا: ’’انھوں نے اپنے پیر حضرت اقدس تھانویؒ کی بے ادبی کی ہے، یہ اس کا نتیجہ ہے‘‘۔

فرمایا: حضرت بہت محقق آدمی تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان میں بہت برکت رکھی تھی۔ یہ خاص چیز تھی حضرت اقدس مدنی اور حضرت اقدس رائے پوریؒ میں اس آخری زمانہ میں، بس ان دو بزرگوں پر اختتام ہوجاتا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان میں نفس نہیں تھا۔ اس کی پہچان کیا ہے؟ اُن کے یہاں یہ نہیں تھا کہ سلمان آیا تو رعایت کر دی، عفان آیا تو رعایت کر دی، دوسرا گیا تو نہیں کی، یہ انھیں دو بزرگوں کی خصوصیت

تھی۔ خاندان وانداں کی رعایت کچھ نہیں جو سچی اور صحیح بات تھی وہ کہہ دی۔

فرمایا: سال کے اخیر تک جب تک حضرت بول سکتے تھے خود ہی عبارت پڑھتے تھے، شیخ فرماتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے کہ قسطلانی سے متن پڑھتے تھے اور مسلسل پڑھتے چلے جاتے تھے۔ قسطلانی کی تخصیص کیوں کی تھی؟ حضرت کی رائے یہ تھی کہ یہ دونوں شرحوں "عمدۃ القاری" اور "فتح الباری" کے اصل مضمون کا اجتماع ہے۔ یہ کیسے راز معلوم ہوا؟ شیخ نے پوچھا تھا حضرت مدنیؒ سے جب کہ آپ نوعمر تھے اور تدریس بخاری کا آغاز تھا، تو حضرت مدنیؒ نے یہ سبب بتایا تھا، میں نے زبانی یہ لفظ حضرت شیخؒ سے سنا ہے۔ پھر ہنستے ہوئے فرمایا: "جانا لائق! میں نے یہ راز کھول دیا۔"

بچوں کی تربیت

بھائی صاحب (مفتی محمد سلمان صاحب) نے عرض کیا: "حضرت! ان بچوں کے لیے دعا فرما دیجئے (ساتھ میں بھائی صاحب کے دو فرزند حافظ محمد عمر سلمہ، حافظ محمد عدی سلمہ اور فقیر زادہ محمد ہشام سلمہ تھے)

فرمایا: 'سختی، بالکل مت کرنا اور غفلت بھی نہ کرنا۔ تعلیم کے باب میں ہماری نانی صبح جیسے ہی ہمیں دیکھتیں بڑے زور سے کہتیں "مدرسہ جاؤ"۔ باپ تو کرے نرمی اور ماں کرے سختی یا اس کا الٹا ہو۔ جیسے حافظ عبدالحئ علیہ الرحمہ گھر والے چھوٹا کمپنی کو ڈراتے تب کہتے "اَبا آوت ہیں" یہ لفظ سنتے ہی پورا گھرانا ٹوٹ پڑتا تھا اُن پر، اُن کا رعب بے انتہاء تھا، اُن کا ہر نواسہ نواسی، پوتا، پوتی، نیز بیٹا، بیٹی سب سات سال میں حافظ ہوگئے، صرف دو بچے تھے جو گیارہ سال میں ہوئے۔ یہ کمال ہی تھا معلوم نہیں کہاں سے وہ درک فرما لیتے تھے کہ اس کے لیے تسہیل کا کیا طریقہ ہے۔ دیگر حافظ جی صاحبان کی طرح زیادہ نہیں مارتے تھے۔ میں نے اُن سے قاعدہ بغدادی پڑھا تھا، دو دن سبق نہیں سنایا جو سبق نہیں سناتا تھا پیٹا جاتا تھا۔ میں چھ سال کا تھا، فرمایا: ہاتھ پھیلاؤ، دوسرا پھیلاؤ بس ایسے مارا کہ ہاتھ گرم ہوگیا۔ اور گرم ہو کے ٹھنڈا ہوگیا۔ یعنی بچہ کو احساس تو ہوجاتا تھا مار کا؛ لیکن وہ احساس باقی نہیں رہتا تھا، نشان وغیرہ تو پڑتا ہی نہیں تھا۔

یہ تمہارے نانا جان سے بیعت تھے، اور بہت آگے نکل گئے تھے۔ جب جنازہ اُٹھا تو لوگوں کا ہجوم بے حساب تھا، بانس پہ بانس باندھے جا رہے تھے اور لوگوں کو کاندھا نہیں مل پا رہا تھا۔

حضرت کا یہ جملہ تھا کہ ”میں پتھر کو بھی پڑھا دوں“ پورا علاقہ حافظ ہو گیا تھا اور پورا علاقہ اُمڈ پڑا تھا۔ ہم لوگ نہیں گئے، اگر جاتے تو چل جاتے، ایسی زبردست برکت دی تھی۔ لیکن تمہارے نانا کی برکت کیا تھی؟ یہ بہت بڑے عامل بھی تھے حافظ عبدالحیٔ، کوئی کیس بھی ناکام نہیں ہوا سحر کا ہو یا جن کا؛ لیکن مولانا حسین احمد مدنیؒ کے دست مبارک میں ہاتھ دیا اور فوراً سب چھوڑ دیا۔ جنوں کی جماعت سے عہد لیا جو اُن کے قبضے میں تھے، نیک بچوں کو نہ ستانا قسم لی اور انھیں چھوڑ دیا۔

بصیرتِ علمی

حضرت شیخ کے ناصحانہ جملے بڑے نپے تلے اور جامع ہوا کرتے تھے، زبان بڑی شستہ وشائستہ اور انداز بڑا دل پذیر تھا، حافظہ تو غضب کا تھا، مختلف کتابوں کی عربی عبارات ازبر تھیں، استشہاد کے طور پر کوئی عبارت پیش کرتے، تو ایسا محسوس ہوتا جیسے کتاب سامنے ہو یا ابھی دیکھ کر آئے ہوں، عربی زبان کا بھی بآسانی تکلم فرماتے اور اپنے عرب شاگردوں اور استفادہ کرنے والے علماء کو دیر تک عربی زبان میں سمجھاتے رہتے۔

فن حدیث تو آپ کا میدان تھا ہی؛ لیکن فقہ وفتاویٰ تفسیر واُصول تفسیر اور دیگر علوم شرعیہ میں بھی آپ کو رسوخ وکمال حاصل تھا۔ حدیث وفقہ، تفسیر وسیرت کے سلسلہ میں مختلف علمی سوالات کے جو بصیرت افروز تحقیقی جوابات آپ نے قلمبند فرمائے ہیں، اس سے آپ کے وسعت علمی، تبحر اور عمق کا اندازہ ہوتا ہے۔ خود فرماتے تھے کہ جب میں شرح وقایہ پڑھاتا تھا جو تدریس کا دوسرا سال تھا، جب سے میں نے جوابات لکھنے شروع کیے ہیں۔ علمی جوابات کا یہ ذخیرہ ”نوادر الحدیث“ اور ”نوادر فقہ“ اور ”الیواقیت الغالیہ“ کی شکل میں مرتب ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے، جسے مولانا محمد ایوب سورتی اور مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی نے حضرت ہی کی ایماء پر مرتب فرمایا ہے۔

آخری ملاقات میں حضرت شیخ نے برادر محترم مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری سے غالباً اسی مجموعہ کی جانب اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”میرے فتاویٰ ایک بار دیکھ ڈالنا اگر زندگی میں کوئی کمی سامنے آ جائے گی تو اُس کو ممکن حد تک صحیح کیا جاسکتا ہے۔“ یہ آپ کی تواضع اور کسرشان نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی ضمن میں دوسری تحریرات کے سلسلہ میں فرمایا: ”تراجم پر جو لکھا گیا وہ مذہب نہیں ہے یعنی ہم نے

کسی مذہب کی اس میں رعایت نہیں کی، کتاب کے اندر جو کچھ ہے بس اس کی ایضاح وتفصیل ہے؛ تاکہ پڑھتے وقت الجھن طاری نہ ہو۔ اس بات کو سامنے رکھنا کہ حنفیت کی رعایت نہیں کی فلاں کی نہیں کی، درست نہیں، کسی کی بھی نہیں کی، ہم نے صرف مؤلف کی رعایت کی ہے۔

پھر فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے کے بارے میں جو تفصیل لانی چاہئے تھی باقاعدہ طریقہ پر لائی گئی ہے؛ تاکہ تم جیسے بدعتی صوفیوں اور نالائقوں کی تردید ہوجائے''۔

یہ کہہ کر مسکرائے اور فرمایا: ''تم لوگ تو بدعتی نہیں ہو، یہ تو مزہ لینے کے لیے خواہ مخواہ کی چٹنی لگادی'' پھر بڑے درد کے ساتھ فرمایا: ''تمھارے نانا جان کی کوئی اولاد بدعتی نہیں ہے، وہ تو جہاں سے گزر جاتے تھے بدعت کا خاتمہ ہوجاتا تھا''۔

تواضعانہ شان

ہم تو یہ سوچ کر گئے تھے کہ اگر حضرت شیخ سے فقط زیارت وملاقات اور مصافحہ ہوجائے گا تو بھی کافی ہوگا اور جانے کے بعد شروع میں لگ بھی ایسا ہی رہا تھا، ہم جب حجرے میں داخل ہوئے، تو آپ مصلیٰ پر تشریف فرما تھے، اور نوافل میں مشغول تھے، اور قریب میں بیٹھے ہوئے خادم پنکھا جھل رہے تھے۔ تقریباً دس منٹ تک ہم خاموش بیٹھے دیکھتے رہے، اس کے بعد آپ نے پوچھا کون ہے؟ تب تعارف ہوا۔ رفتہ رفتہ بشاشت آئی اور پھر سلسلہ کلام کافی دراز ہوگیا۔

اخیر میں رخصت کرتے وقت خلافِ معمول فرمایا: ''کبھی ڈانٹا کہا سنا ہو معاف کرنا، معاملہ صاف ہونا چاہئے، میں چاہتا ہوں ایسے جاؤں کہ کسی کا مطالبہ میرے سر نہ رہے''۔

کیا معلوم تھا کہ حضرت اب محض ایک ہفتہ کے مہمان ہیں، اور یہ وہ آخری جملے ہیں جو آپ کی مبارک زبان سے سنے جا رہے ہیں۔

اللہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی قبر کو بقعۂ نور بنائے اور اُمتِ مسلمہ خاص طور پر مظاہر علوم کو آپ کا نعم البدل عطاء فرمائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، جو دنیا کے لیے نہیں جیتے؛ بلکہ آخرت کے لیے جینے کا ہنر جانتے ہیں، دنیا کی ساری دولتیں آپ کے قدموں میں تھیں؛

لیکن اس کی طرف التفات ذرہ برابر بھی محسوس نہیں ہوتا تھا، سہارن پور میں جو ذاتی مکان تھا اُس میں رہنے کی نوبت بھی نہ آئی اور اُسے مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے نام وقف کر دیا، اور ذمہ دارانِ مدرسہ نے بھی اس کی ایسی قدر دانی کی کہ اس میں ''مدرسۃ الشیخ یونس لتحفیظ القرآن الکریم'' کے نام سے حفظ قرآن کا ایک شعبہ قائم فرما دیا، جس نے شیخ مرحوم کے لیے صدقات جاریہ میں ایک عظیم نام کا اضافہ کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔ وأسکنہ فسیح جنانہ مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین، وحسن أولٰئک رفیقًا۔

* * *

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

مولانا فضیل احمد ناصری قاسمی
استاذ جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند

رمضان کی طویل رخصت گزار کر جمعہ ہی کو دیوبند پہنچا ہوں، ہمارے جامعہ میں داخلے کی کارروائیاں جاری ہیں، لکھنے کا موقع بالکل بھی نہیں مل پا رہا، اس دوران علمی شخصیات کی رحلت کی خبریں موصول ہوتی رہیں اور دل و دماغ کی دنیا زیروزبر کرتی رہیں، اور پھر 11 جولائی بروز منگل 2017ء کو عالمِ اسلام کے عظیم ترین محدث، امیر المؤمنین فی الحدیث، شیخ العالم محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری کے وصال کا سانحہ بھی پیش آ گیا- انا للہ وانا الیہ راجعون-

شیخ کی شخصیت اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھی، وہ جس پائے کے محدث تھے، اس کی نظیر موجودہ دور میں شاذ و نادر ہی ملتی ہے، ان کی عظمت و عبقریت اور علمی جلال و جمال کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے بعد انہوں نے ہی اس کی مسند شیخ الحدیثی کو رونق بخشی، وہ بھی حضرت شیخ الحدیثؒ کے حکم و ارشاد پر، پھر اس پر طرہ یہ کہ اس مسند کا وقار بڑھایا ہی، گرنے کیا دیتے! میں نے اپنی طالب علمی کے دور میں بھی یہی سنا تھا کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑے محدث یہی ہیں، اس وقت ہندوستان میں بڑی بڑی علمی ہستیاں تھیں، ان کے باوجود علما اور طلبہ کی زبان پر ان کی عظمت کے چرچے رہے، اب تو قحط الرجال کا دور ہے، ممتاز مصنفین اور علوم اسلامیہ کے ماہرین ایک ایک کر کے اٹھتے چلے گئے، ان کی انفرادیت میں اب کون سا شک رہ گیا تھا؟ مجھے ان سے

مسلسلات پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔

طالب علمی کے زمانے میں کسی استاذ کی عظمت کا دل میں بیٹھ جانا اور بات ہے اور تدریسی دور میں جا گزینی کارِ دیگر۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی جلالت شان کا سکہ یوں تو طلبِ علم کے وقت ہی بیٹھ چکا تھا، مگر ان کی عبقریت اس وقت مزید آشکارا ہوئی جب ان کی کتاب "الیواقیت الغالیہ" میرے مطالعے میں آئی، یہ کتاب ان کی محدثانہ بلندی کو بیان کر دینے کے لیے کافی ہے، علم حدیث پر ان کی دستگاہ اور ذخیرۂ احادیث پر ان کی عمیق نظر کا ہی کمال تھا کہ احادیث پر حکم لگانے میں انہیں کوئی تامل نہ ہوتا، اہلِ علم کو ان کی تحقیقات پر کامل اعتماد تھا، وہ جو کہہ دیتے، پتھر کی لکیر ہوتی، اس کے ساتھ ہی وہ ایسے حنفی تھے کہ متعدد مقامات پر شوافع کی مضبوطی کا برملا اعتراف کر دیتے۔

وہ علمائے عزاب" میں سے تھے، یعنی وہ علماء، جنہوں نے شادی نہیں کی، لوگوں میں اس کی کئی وجہیں بیان کی گئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ نکاح کرنے کی پوزیشن خود میں نہیں پاتے تھے، اس لیے الگ ہی رہے، اپنی اولاد نہ ہونے کا انہیں بڑا قلق رہتا تھا۔

حضرتؒ کی وفات پر تعزیت کے لیے مظاہر علوم حاضری

کسی بھی مسلمان کی وفات کے بعد متعلقین کی تعزیت کرنا پیغمبر علیہ السلام کی سنت ہے، اسی سنت کی ادائیگی کے لیے جامعہ امام محمد انور شاہؒ، دیوبند نے اپنے چند اساتذہ پر مشتمل ایک وفد جامعہ مظاہر علوم روانہ کیا، جس میں اساتذۂ حدیث محترم مولانا عبدالرشید بستوی، مولانا صغیر احمد پرتاپ گڑھی، مفتی نوید احمد دیوبندی زید مجدہم اور احقر فضیل احمد ناصری شامل تھے، وفد نو بجے روانہ ہوا اور ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد جامعہ مظاہر علوم پہونچ گیا۔

اداس اداس فضائیں

مظاہر علوم پہلے بھی جا چکا تھا، طالب علمی کے دور میں تو بارہا، تدریسی دور میں بھی متعدد مرتبہ جب آیا، ایک مسرت، ایک سکون اور ایک کیف محسوس کیا، یہاں کا نظام بہت زوردار ہے، ہر شعبہ منظم اور ہر دفتر

متحرک، میرے کئی احباب یہاں مدرّس ہیں، پھر دیوبند اور سہارن پور کا جو روحانی رشتہ ہے، اس نے کبھی بھی اجنبیت محسوس ہونے نہیں دی، ہر بار ایک بہار آفریں احساس "لے کر واپس لوٹا، لیکن آج حالت دگرگوں تھی، اداس اداس ہوائیں، رنجیدہ فضائیں، سڑکیں روتی ہوئیں، گلیاں نوحہ کرتی ہوئیں، در ودیوار ماتم کناں، درس گاہیں سنسان دارالاقامے ویران، دارالحدیث سینہ کوبی اور گریباں چاکی میں مبتلا، حالاں کہ بھیڑ بھاڑ تھی، تعزیت کرنے والوں کا ہجوم تھا، مہمان لگاتار آرہے تھے، ہر طرف گفتگو تھی، اظہارِ خیال تھا، مگر اس کے باوجود لگتا یہی تھا کہ ایک خوف ناک سناٹا ہے، روش روش نالش، کوچہ کوچہ نالہ-

ناظم صاحب سے ملاقات

وفد کا منصوبہ یہ تھا کہ تعزیتی ملاقات حضرت مولانا سیّد محمد سلمان صاحب سہارن پوری کے علاوہ حضرت مولانا سیّد محمد شاہد سہارن پوری سے بھی کی جائے، مگر جوں ہی قدیم عمارت کے احاطے میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ امینِ عام حضرت مولانا سیّد محمد شاہد صاحب یہاں تشریف نہیں رکھتے، ابھی راستے میں ہیں، گجرات کے سفر سے واپسی کر رہے ہیں، چناں چہ ہم نے دارالاہتمام کا رخ کیا، یہاں ناظمِ جامعہ حضرت مولانا سیّد محمد سلمان صاحب تشریف فرما تھے، دیکھا کہ آب دِیدہ ہیں، پلکیں بھیگی ہوئیں، رنج وغم چہرے بشرے سے عیاں- وفد نے انہیں سے تعزیتی کلمات کہے اور رئیس الجامعہ حضرت مولانا سیّد احمد خضر شاہ کشمیری دامت برکاتہم کا تعزیتی مکتوب پیش کیا، یہ مکتوب شیخ مرحوم کے لیے زبردست خراجِ تحسین پر مشتمل تھا-

مولانا سیّد محمد شاہد سہارن پوری اور مولانا سیّد محمد سلمان صاحب کا اشارتی تعارف ناآشنا قارئین کے لیے عرض ہے کہ حضرت مولانا سیّد محمد شاہد صاحب سہارنپوری دام ظلہ مولانا حکیم سیّد محمد الیاس صاحب (جو پرسوں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے) کے صاحب زادے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کے نواسے ہیں، جامعہ مظاہر علوم جدید کے امینِ عام (جنرل سکریٹری) اور کرتا دھرتا، حضرت شیخ الحدیثؒ کی کئی کتابوں پر انہوں نے کام کیا ہے-

حضرت مولانا سیّد محمد سلمان سہارن پوری دام ظلہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے داماد اور مظاہر علوم کے ناظم ہیں، دورۂ حدیث کی بعض اہم کتابیں بھی ان سے متعلق، مجھے ان کی دست بوسی کا بارہا موقع ملا ہے،

حافظہ بلا کا، جسے ایک بار ذہن میں بٹھالیں تو بیس برس بعد بھی تازہ، حاضر دماغی اور برق طبعی بے مثال، وقت پر اپنے فرائض انجام دینے میں مثالی، شیخ یونس صاحبؒ کے انتقال کے اگلے دن بھی سارے دفاتر کھلے ہوئے، اساتذہ اور ملازمین سارے کے سارے مستعد، خود وہ بھی کاموں کے نمٹارے میں مصروف ومگن، تعزیت والوں سے ملاقاتیں بھی ہیں اور دفتری امور کی انجام دہی بھی، لمبے تڑنگے، بڑا سا سر، بیضوی چہرہ، بھاری بھرکم جسم، سادگی اور بے تکلفی، کہنے لگے کہ شیخ یونسؒ مجھ سے پانچ سال بڑے تھے، عمر پچھتر سے نکلنے کو مائل، صحت قابلِ رشک، گھٹنوں سے معذور ہیں، خود ہی کہنے لگے کہ کہیں کوئی نقاہت نہیں، بس چلنا پھرنا دشوار ہے، جہاں بیٹھ گئے، بیٹھ گئے۔

شیخ صاحب بیمار تھے، مگر اتنے بھی نہیں

ناظم صاحب نے ہمیں بتایا کہ شیخ یونس صاحب مرحوم بیمار تو ضرور تھے، مگر بیماری قطعی ایسی نہیں تھی کہ کھٹکا سا لگ جائے، اس سے زیادہ سنگین حالت تو مدینہ منورہ میں تھی، جب وہ وینٹی لیٹر پر تھے، چناں چہ موت کی افواہ بھی اُڑادی گئی تھی، یہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں تھا، ہاں اتنا ضرور تھا کہ دانے پانی سے بے رغبتی کے سبب نقاہت غالب تھی، اسی نقاہت کے باعث ایک دو دنوں سے کچھ غنودگی کی کیفیت رہتی، حالت ایسی نہیں تھی کہ آدمی گھبرا جائے، لیکن اچانک حالت بگڑی، اور بگڑی تو ایسی کہ ہسپتال تک جاتے جاتے راہ میں ہی دم توڑ دیا، ان کی رخصتی بے شان وگمان رہی۔

مظاہر علوم کے بعض اساتذہ سے ملاقات

صبح کے گیارہ بج چکے تھے، میر کارواں محترم مولانا عبدالرشید بستوی صاحب کا مشورہ ہوا کہ اب مولانا خالد سعید مبارک پوری صاحب سے ملاقات کر کے دیوبند روانگی کی جائے، مولانا خالد سعید صاحب مجھ سے ایک سال سابق ہیں، پتلے دبلے اور طالب علم نما"، دیکھ کر کوئی بھی انہیں مدرّس" نہیں کہہ سکتا، حد درجہ متواضع اور خلیق ومہمان نواز، 1997 میں دارالعلوم سے فراغت پائی، مظاہر سے انہوں نے تخصص فی الحدیث بھی کیا، اب وہ مظاہر میں کامیاب مدرس ہیں، تخصص فی الحدیث کے بطور خاص ذمہ دار ہیں، وہیں مولانا قمر الہدیٰ خلیل

آبادی سے بھی علیک سلیک ہوا، یہ بھی دارالعلوم کے فاضل اور مجھ سے ایک سال پہلے ہی دارالعلوم سے فراغت یافتہ، عربی شستہ اور رواں لکھتے ہیں، عربی ماہنامہ المظاہر " کے نائب مدیر اور عملاً سبھی کچھ، اردو ماہنامہ مظاہر علوم" کے مدیر مولانا عبداللہ خالد صاحب خیرآبادی بھی ٹکرا گئے، دو چار باتیں ان سے بھی ہوئیں۔

شیخ یونس صاحبؒ کی تحریری خدمات

میرا مزاج استفسارانہ ہے، میں کہیں بھی جاؤں، معلومات کی تحصیل کے لیے سوالات زیادہ کرتا ہوں اور بولنے کی کوشش کم سے کم، حضرت مرحوم کی تصنیفات سے متعلق کچھ معلومات پہلے سے میرے پاس تھی، میں چاہ رہا تھا کہ ان میں اضافہ ہو جائے، لیکن بس برائے نام ہی اضافہ ہوا، شیخ تصنیف وتالیف کے آدمی ہی نہیں تھے، مطالعہ اور صرف مطالعہ، اس سے آگے بڑھے تو تدریس، بس اللہ اللہ خیر سلا، اپنی یادداشت کے لیے حواشی کے عنوان سے قلم ضرور چلا کرتا، ان کی دو تالیفات میرے علم میں تھیں، ایک تو "**الیواقیت الغالیہ فی الاحادیث العالیہ**" اور دوسری "**نبراس الساری الی ریاض البخاری**... "الیواقیت کی چار جلدیں منظرعام پر آ چکی ہیں، جنہیں گجرات کے مولانا ایوب سورتی نے مرتب کیا ہے، یہ چاروں جلدیں علمِ حدیث سے شغف رکھنے والوں کے لیے بیش بہا خزانہ ہیں، انہیں پڑھ کر حضرت کی دقیقہ رسی اور علومِ حدیث میں یکتائی پر حیران ہو جانا پڑتا ہے، نبراس کی ایک ہی جلد آئی ہے، یہ عربی میں ہے، بخاری پر وقیع اور جامع تعلیق، حضرت کی عادت تھی کہ وہ بخاری پر اپنے حواشی چڑھایا کرتے، بہت سا حصہ مکمل کر چکے تھے، کچھ رہ گیا تھا، اس کی تکمیل کے لیے ان کی خواہش تھی کہ موت ایک دو سال کے لیے مزید ٹل جائے، مگر کیا کہا جائے:

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

عرب و عجم کے مسلمہ امام الحدیث

دنیا بڑی بے رحم اور زود فراموش ہے، یہاں سست رووں، کم عیاروں، بے استعدادوں کو خاطر میں نہیں لایا جاتا، دنیا کو منوانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ خوشنودیِ رب کے ساتھ کتب بینی کو اپنی زندگی بنالی جائے، شیخ نے وہی کیا، طالب علمی سے لے کر مدرّسی اور پھر شیخ الحدیثی تک اس روش پر قائم رہے، روحانیت کی ترقی کے ساتھ علمیت بھی بڑھتی رہی، بڑے بڑے نوابغ اور جبال العلم کی کیمیا اثر نگاہیں ان پر پڑتی رہیں، نتیجہ یہ

کہ تدریس کی ابتدا میں ہی ان کی اہمیت مانی جانے لگی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی طرف سے ان کی جانشینی ان کی علمیت اور اعترافِ کمال کی برہانِ قاطع ہے، حضرت شیخ الحدیث کو اپنے اس شاگرد کی علمی نظر پر ایسا اعتماد تھا کہ اپنی کتاب الابواب والتراجم" میں ان کی رائے بھی درج کی گئی، غور کیجیے! جن کی کتابوں میں ابن حجر جیسے امامِ فن کی آرا شامل ہوں، وہاں شیخ یونس صاحبؒ کی آراء کا درج ہونا کتنی بڑی بات ہو سکتی ہے، سچ کہیے تو شیخ کو حضرت شیخ الحدیث نے ہی پہچانا، بنایا، سنوارا اور امامت حدیث کی راہ چلائی، آج کل ان کا ایک خط گردش میں ہے کہ چالیس سال بعد اسے کھول کر پڑھنا، جتنا وقت میں نے بخاری پڑھائی، اگر تم وہاں تک پہونچ گئے تو مجھ سے آگے ہو گئے، قلندر ہر چہ گوید، دیدہ گوید، شیخ الحدیث صاحب کی پیش گوئی درست نکلی، شیخ صاحب نے پچاس سال نہ صرف یہ کہ بخاری پڑھائی، بلکہ علم حدیث کے مسلمہ امام بن گئے، احادیث پر اطلاع، رجال کے احوال سے واقفیت، درجاتِ احادیث پر شاہانہ نگاہ ان کی وجہِ امتیاز بنی رہی، روایت حدیث میں اس دور میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، علومِ اسلامیہ کے ماہرین جانتے ہیں کہ علم حدیث کتنا پیچیدہ اور نازک فن ہے، یہ بھول بھلیاں کی ایک لامحدود دنیا ہے، علمِ حدیث کا مشکل ترین موضوع فنِ اسماء الرجال ہے، راویوں کی اتنی بڑی تعداد یہاں خیمہ زن ہے کہ درست تعداد کوئی بتا بھی نہیں سکتا، ان کے ذاتی احوال، ان کی حدیثی شان، ان کے معیارات پر جچا تلا تبصرہ وہی کر سکتا ہے، جس نے اس دنیا میں خود کو گم کر دیا ہو اور اس کی رگ وپے میں خون کی طرح دوڑا ہو، شیخ صاحب کی کہانی کچھ اس سے جدا نہیں ہے۔

ان کی وفات پر عجم نے جو کہا، وہ کوئی تعجب انگیز نہیں، عرب کا تبصرہ زیادہ مسرت بخش ہے، عرب نے انہیں "**شیخ الھند**" جیسا عظیم خطاب دیا، یہ ایسا خطاب ہے جو اس سے قبل حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ ہی کو ملا تھا۔ افسوس کہ وہ کوہِ نور" بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا۔

حق گوئی اور ایثار

شیخ صاحب کے مزاج میں اکابر کا رنگ تھا، حق گوئی وبے باکی میں اپنی مثال آپ تھے، بڑے سے بڑے مال دار سے بھی مرعوب تو کیا ہوتے، انہیں ڈانٹ پھٹکار کر شرمندہ ہی کر دیتے، حق گوئی اور ایثار کی

ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا، شریک وفد محترم مولانا صغیر احمد پرتاپ گڑھی زید مجدہم نے بتایا کہ اختلافِ مظاہرِ علوم کے دوران شیخ صاحب کے کمرے پر تالہ چڑھا دیا گیا، یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس پر "جامعہ مظاہر علوم (وقف)" کا قبضہ ہو چکا ہے، یہ کمرہ گراں بہا کتابوں اور نادر و کم یاب علمی ذخائر سے بھرا پڑا تھا، اس میں کچھ ڈالر بھی تھے، شیخ صاحب پر اس قبضہ کا برا اثر تھا، بڑے مایوس اور ملول تھے، اس مایوسی پر اس وقت مزید دوبالا ہو جاتی، جب کوئی بتانے والا انہیں بتاتا کہ اس کمرے کے ساتھ کافی چھیڑ چھاڑ ہو رہی ہے، کتابیں اٹھا اٹھا کر مظاہر وقف کے کتب خانے میں منتقل ہو رہی ہیں، لیکن تقریباً ڈیڑھ دہائی کے بعد ان کے پاس اس کمرے کی چابی ان کے سپرد کر دی گئی تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا، کمرے کی جانب بڑھے بلکہ لپکے اور تپاک سے اسے کھولا تو چونک کر رہ گئے، دیکھا کہ ساری کتابیں اسی ترتیب پر ہیں، جس پر میں نے رکھا تھا، ڈالر بھی جوں کے توں موجود، پھر طلبہ سے کہا: بچو! گواہ رہنا! مجھے غلط اطلاعات مل رہی تھیں، اسی لیے بدگمان تھا، اب کوئی بدگمانی نہیں ہے، پھر شیخ نے اپنے کمرے کی آدھی کتابیں "جامعہ مظاہر علوم (قدیم)" کو وقف کر دیں۔

جنازے کی عرفاتی بھیڑ

یہ میری بڑی محرومی ہے کہ میں ان کے جنازے میں حاضر نہ ہو سکا، اس کی قدرے تلافی تعزیت والے دن ان کے مقبرے پر حاضری سے بھی ہو سکتی تھی، مگر برساتی ماحول نے سر دست اس کی بھی اجازت نہیں دی، ہاں دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب گھر بیٹھے بٹھائے بھی ہو سکتا ہے، فی الحال اسی پر اکتفا کرنا پڑا، بعضوں کی ولایت اور خدا سے خصوصی رابطہ بعد از مرگ ظاہر ہوتا ہے، حضرت بھی انہیں میں سے تھے، ان کی علمی عظمت اور حدیثی تفوق کے تو سبھی قائل تھے، عرب و عجم، حل و حرم سب ان کی نکتہ دانی کے معترف بلکہ فدائی تھے، بڑے بڑے مسند نشینوں کو ان کے سامنے دوزانو بیٹھے ہم نے دیکھا ہے، سوشل میڈیا کے دور میں ان کی نادر و نایاب تصویریں اور ویڈیو ہر مداح تک پہونچ چکی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ذاتی طور پر حضرت کے تعلق سے بڑا تاثر اپنے اندر پاتا تھا، ان کی وفات کے وہ تاثر ان مٹ سا ہو گیا ہے، اس قدر بھیڑ کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں، سر ہی سر، درمیان والوں کو نہ ابتدا معلوم، نہ انتہا کی خبر، بعض اخبارات نے

دس لاکھ تک کی خبر شائع کی، اگر چہ یہ خالص مبالغہ اور بلا وجہ کا اطراء مادح ہے، صحیح بات یہ ہے کہ سوا یا ڈیڑھ لاکھ کے آس پاس کا مجمع موجود تھا، کسی عالم ومحدث کی وفات پر اتنے بڑے مجمع کا جٹ جانا اپنے آپ میں تاریخی لمحہ ہے۔

پچھلی تین دہائیوں میں بڑی شخصیات اٹھیں، جو اپنے وقت کے عظیم محدث، فخر روزگار مصنف، مایۂ ناز انشاپرداز، علومِ اسلامیہ کے گلِ سرسبد اور لغت حجازی کے قارون تھے، سب کے جنازے پر عوام وخواص کا ایک سیلاب امڈا، مگر حضرت شیخ کے جنازے کی تعداد ان سب پر حاوی رہی، ایسا لگتا ہے کہ فرشتوں کی بڑی تعداد بھی جنازہ پڑھنے اتر آئی ہے۔ اتنی بڑی تعداد کی جنازے میں شرکت قدرت کی طرف سے گویا ان کی عظمت وعنداللہ مقبولیت کا اشتہار تھی۔

جانے والے پر رونا دھونا عام سی بات ہے، لیکن یہی جانے والا بڑا ہو تو خلا محسوس ہونا فطری بات ہے، اور جب جانے والا عبقری ہو تو اس کا خلا صدیوں تک محسوس ہونا بھی لازمی بات ہے، شیخ کی رحلت ایک ایسا ہی سانحہ ہے کہ علمی دنیا ان کی کمی محسوس کرتی رہے گی، شیخ صحرائے علوم اسلامیہ کے ایسے قیس تھے، جن کی روانگی نے سب کو رلا دیا ہے، اب تو ہر طرف ویرانی ہے، گریہ ہے، آہ ونالہ ہے، بقول غالب دہلوی:

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اداس ہے

آج علمی بزم ایک بار پھر سونی ہوگئی، یہ سناٹا طویل رہے گا اور شاید صدیوں تک اس کا اثر باقی رہے، اللہ انہیں غریقِ رحمت فرمائے اور اپنی شایانِ شان اجر جزیل عطا فرمائے:

جان کر منجملہ خاصانِ مے خانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

* * *

ذکرِ شیخ

بروفات حسرتِ آیات

استاذ الاساتذہ فخر المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد یونس صاحب مظاہری جونپوری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

محمد قاسم لوہاروی
مبلغ جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع شاملی (یوپی)

دین و ملت کے مجاہد مرد مومن باوقار = پیکر صدق و صفا تھے نیک طینت بردبار
اللہ اللہ کیا خبر وحشت اثر ہم نے سنی = سینہ چھلنی ہوگیا ہے آنکھ بھی نم ہوگئی
حضرت علامہؒ یونس چل بسے سوئے عدم = علم وحکمت کے خزانے سے ہوئے محروم ہم
ہوگیا ہے علم و فن کا نیّرِ اعظم غروب = یاالٰہی بخش دے مرحوم کے سارے ذنوب
مدتوں دنیا رہی سیراب فیضان و کرم = بارشِ لطف وکرم اب تھم گئی ہے یک قلم
جس کے دم سے تھیں بہارِ جاوداں کی رونقیں = اٹھ گیا ہے کون لیکر گلستاں کی رونقیں
اب کہاں سے لائیں گے وہ پیکرِ علم وعمل = کب ملے گا امت مرحوم کو نعم البدل

دلِ پریشاں، عقل حیراں، چاک داماں کیا کہیں = لٹ گیا ہے اب خوشی کا ساز وسامان کیا کہیں
ایک شمعِ مہر و الفت آج بے شک بجھ گئی = ایک عالم چل بسا ہے موت عالم کی ہوئی
یاد میں ان کی تڑپتے ہی رہیں گے ہم سبھی = ہے یہ ناممکن کہ ان کو بھول جائیں ہم کبھی
موت کی آغوش میں اعلیٰ محدث سوگیا = آدمی کا ذکر کیا خود آسماں بھی رودیا
بجھ گئی شمعِ فروزاں فق ہوا رنگ بہار = ہوگئی تقدیر پھر اکبار ظلمت کا شکار
جان ودل سے دعائے خیر اب کرتے ہیں ہم = جنت الفردوس میں داخل ہوں شیخ محترم
کون لیکر چل دیا یوسف کو اس بازار سے = سسکیاں سنتا ہے قاسمؔ ہر در و دیوار سے
شیخ کے مرقد کو یا رب نور سے معمور کر = خلد میں یارب بہاروں سے اسے بھرپور کر

ان کی تصنیفات قاسمؔ بادۂ جمشید ہیں
اور دنیا میں ابھی وہ زندہ جاوید ہیں

* * *

شان ہے جس کی نرالی

پیشکش: ظفر اقبال مدنی

شان ہے جس کی نرالی، شیخ یونس آپ ہیں
آج جس کی ذات عالی، شیخ یونس آپ ہیں

کس زباں میں کروں تعریف حضرت کی بیاں
آپ کی ہستی تو خود ہی ہے زمانے پر عیاں

صاحبِ کشف وکرامت اور بزرگوں کا نشاں
اب جو ہے شانِ مظاہر، شیخ یونس آپ ہیں

شیخ کے قدموں میں دنیا ہے پڑی دیکھو مگر
پھر بھی حضرت شیخ یونس دنیا سے ہیں بے خبر

اب جدائی شیخ سے ہوتی ہے، روتا ہے جگر
شفقتیں جس کی ہیں ہم پر، شیخ یونس آپ ہیں

شیخ یونس کی نصیحت میٹھی، کیا گفتار ہے
سنبل و بلبل چنبیلی اور کیا عطار ہے

درس میں رحمت برستی اور کیا انوار ہیں
جو مقامِ مجتہد پر شیخ یونس آپ ہیں

***

تعزیتی بیانات

امیر المومنین فی الحدیث حضرت مولانا شیخ محمد یونس جونپوری کے سانحہ ارتحال پر برصغیر ہند و پاک اور عالم اسلام کے علماء کرام، دانشوران قوم وملت نے اظہار تعزیت پیش کرتے ہوئے رنج وغم کا اظہار کیا، دار العلوم دیوبند، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ مظاہر علوم، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، جمعیۃ علماء ہند اور دیگر مدارس اسلامیہ اور ملی تنظیموں کے علاوہ خطیب الاسلام مولانا محمد سالم قاسمی، مدبر اسلام مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مفتی ابو القاسم نعمانی، حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا سید ارشد مدنی، قاری سید محمد عثمان منصور پوری، جنرل سکریٹری مولانا محمود مدنی، دار العلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا محمد سفیان قاسمی، دار العلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا غلام محمد وستانوی، رکن پارلیمنٹ مولانا بدر الدین اجمل، آل انڈیا ملی کونسل کے قومی صدر مولانا عبد اللہ مغیثی، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے امین عام مولانا سید شاہد الحسنی جیسے ملک کے نامور علماء کرام نے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے انتقال کو عظیم علمی خسارہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ شیخ یونس جیسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

مدبر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

لکھنو: 12/جولائی 2017 (فکر وخبر نیوز) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث، محدث جلیل مولانا محمد یونس جونپوری کے انتقال پر آج دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس میں ناظم ندوۃ العلماء لکھنو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا محمد یونس عظیم محدث اور باکمال استاد تھے جنہوں نے ان کو اس عظیم مشن کے لیے تیار کیا، حضرت شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔

انہوں نے اپنی توجہ خاص سے مولانا محمد یونس کو یگانہ روزگار بنادیا تھا اور اپنی زندگی میں ان کو شیخ الحدیث کا منصب ان کے حوالہ کیا۔ مولانا نے مزید کہا کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے مولانا محمد یونس کا تعلق بہت گہرا تھا جو قابل قدر بھی ہے اور قابلِ فخر بھی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے، اسی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مولانا یونس کا تعلق جونپور سے تھا اور جونپور اور اس کے اطراف میں مولانا کے خانوادہ کے ایک بزرگ مولانا امین نصیر آبادی کی دعوتی کوششوں کا زبردست اثر ہے گویا مولانا بھی انہیں کا نتیجہ تھے۔ مہتمم دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی نے کہا کہ مولانا محمد یونس سچے عاشق رسول تھے، علم حدیث سے ان کا تعلق ایسا اٹوٹ تھا کہ وہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا، صحت وتندرستی بلکہ بیماری کے زمانہ میں بھی اس کو باقی رکھا اور اسی تعلق میں وہ دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی کی مجلسوں کے حاضر باش اور معتمد علیہ تھے، تربیت اور معرفت الٰہی حضرت شیخ سے حاصل کیا اور خلافت بھی حاصل کی، بخاری شریف کا اکثر حصہ انہیں یاد تھا اور محدثین کے اقوال بھی انہیں ازبر تھے، بغیر کتاب دیکھے ان کو سنا دیا کرتے تھے، حضرت شیخ سے علم حدیث سیکھا اور اس کا حق ادا کیا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاد حدیث مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے کہا کہ مولانا محمد یونس جونپوری کا علم حدیث میں کوئی ثانی نہیں، وہ علم حدیث میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، ان کے درس کی نمایاں خوبی نکتہ آفرینی ہے، وہ حدیث کی ایسی تشریح فرماتے تھے کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، ان کی اسناد حدیث بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں، انہوں نے تصنیفات کی لمبی فہرست تو نہیں چھوڑی لیکن اپنے پیچھے شاگردوں کا ایسا گروہ چھوڑا جو روحانی اولاد کے قائم مقام ہے۔ مولانا کا علمی خاندان مدرسہ اور اس کے افراد تھے، حضرت مولانا شیخ محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا مفتی قاری محمد ریاض مظاہری کی تلاوت سے جلسہ کا آغاز ہوا اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی دعاء پر اختتام پذیر ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا سید محمد واضح رشید ندوی، مولانا شمس الحق ندوی، مولانا مفتی عتیق احمد بستوی قاسمی، مولانا محمد عمیس ندوی، مولانا حسب اللہ ندوی، مولانا محمود حسن حسنی ندوی، مولانا عبدالرشید راجستھانی ندوی، مولانا ڈاکٹر محمد فرمان ندوی، مولانا عبداللہ مخدومی ندوی اور دیگر اساتذہ وکارکنانِ دارالعلوم وجمیع طلباء موجود تھے۔

حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی سہارنپوری

جامعہ مظاہر علوم کے امین عام حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی مظاہری نے حضرت شیخ کے انتقال کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور کہا کہ مرحوم کے دل کی ہر دھڑکن مظاہر علوم کی تھی، ان کا ہر سانس ادارہ کا تحفظ اور تشخص تھا، عشق رسول میں مدینہ منورہ جانے کو بے قرار رہتے تھے اور دربار الٰہی میں حاضری کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک حدیث نبوی کی خدمت کرنے والے شیخ حافظ حدیث تھے، ان کے ہزاروں تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور علم دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ کے انتقال کو عظیم علمی خسارہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ شیخ یونس جیسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

شیخ الحدیث مولانا شیخ محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ شیخ مرحوم کے انتقال کی خبر ملتے ہی دار جدید پہنچے، جہاں انہوں نے حضرت کا آخری دیدار کیا۔ انہوں نے فرمایا حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوری نے شوال 1377ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا، 1380ھ میں دورہ سے فراغت یہیں سے حاصل کی، 1381ھ مظاہر علوم میں معین مدرس مقرر ہوئے اور شوال 1388ھ میں مظاہر علوم میں شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ یہ اندوہناک خبر دار العلوم ندوۃ العلماء اور اس کے اساتذہ وطلبا کے لیے سخت صدمہ کا باعث ہے۔ اللہ شیخ کو غریق رحمت کرے۔ ندوۃ العلماء کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھی حادثہ فاجعہ پر سخت رنج وغم کا اظہار کیا۔ علاوہ ازیں مسلم فنڈ دیوبند کے جنرل منیجر مولانا حسیب صدیقی، دار العلوم زکریا دیوبند کے مہتمم مفتی شریف خان قاسمی، نائب مہتمم مولانا ابوالکلام قاسمی، جامعہ امام محمد

انور شاہ کے مہتمم مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی، ممتاز عالم دین مولانا ندیم الواجدی، جامعۃ الشیخ حسین احمد مدنی کے مہتمم مولانا مزمل علی قاسمی، جمعیۃ علماء اتر پردیش کے صدر مولانا متین الحق اسامہ قاسمی، عالمی روحانی تحریک کے سربراہ مولانا حسن الہاشمی، نامور قلمکار مولانا نسیم اختر شاہ قیصر، صدائے حق گنگوہ کے ایڈیٹر مفتی ساجد کھجناوری نے بھی شیخ محمد یونس مرحوم کے انتقال پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم کے انتقال سے جو علمی خلا پیدا ہوا ہے اسے جلد پُر نہیں کیا جا سکتا، اللہ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

دار العلوم وقف دیوبند

ایشیاء کی عظیم دینی درسگاہ دار العلوم وقف دیوبند میں حضرت کی وفات کی اطلاع ملتے ہی تعزیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر موجود تمام اساتذہ اور ذمہ داران ادارہ نے ایصالِ ثواب اور دعاء کا اہتمام کیا۔ اس موقع پر دار العلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا محمد سفیان قاسمی نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث کی رحلت خصوصاً علمی حلقوں کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف علمی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے وہیں دوسری طرف ہم اپنے مشفق ومربی اور کرم فرما سرپرست سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

حضرت شیخ کے انتقال پر ایک تعزیتی نشست دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں منعقد ہوئی، جس میں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمن قاسمی نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ حضرت شیخ یونس علم حدیث میں درجہ کمال پر فائز تھے، اللہ نے انہیں علم حدیث شریف پر بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، جس کی وجہ سے ان کو پورے ملک میں فن حدیث کے تعلق سے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ قحط الرجال کے اس دور میں ایسے نابغۂ روزگار محدث کا اٹھ جانا یقیناً ایک بڑا علمی سانحہ ہے۔ نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے فرمایا کہ شیخ یونس صاحب نور اللہ مرقدہ اس وقت دنیا کے گنے چنے محدثین میں سے تھے، شیخ مصطفی اعظمی کے بعد محدثین میں ان کا نام لیا جاتا تھا، حضرت شیخ یونس صاحب متن اور سند حدیث دونوں پر عبور رکھتے تھے۔ مفتی

صاحب نے حضرت شیخ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ۱۳۸۸ھ سے بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، جس سے ان کی مقبولیت اور محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

جمعیۃ علماء مہاراشٹر

جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے صدر مولانا مستقیم احسن اعظمی نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا ہے کہ ابھی دار العلوم دیوبند کے شیخ ثانی حضرت مولانا عبد الحق اعظمیؒ، استاد حدیث مولانا ریاست علی بجنوریؒ اور جامع مسجد مراد آباد کے شیخ الحدیث مولانا نسیم رحمہم اللہ کا غم تازہ ہی تھا کہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری کی رحلت ملت کے لئے عموماً اور مدارس عربیہ کے لئے خصوصاً حد درجہ باعث رنج و غم ہے۔ جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے جنرل سکریٹری مولانا حلیم اللہ قاسمی نے حضرت شیخ کے سانحہ ارتحال پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے جمعیۃ علماء کی تمام یونٹوں کے ذمہ داران، معاونین اور ائمہ مساجد سے مولانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کی درخواست کی ہے۔ جمعیۃ علماء مہاراشٹر کے صدر مولانا حافظ محمد ندیم صدیقی اور مولانا ذاکر قاسمی نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت کی رحلت موت العالم موت العالم کے مترادف ہے حضرت شیخ کے وصال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے، اس کا پر ہونا مشکل ہے۔ جمعیۃ علماء یوپی کے صدر مولانا زبیر احمد قاسمی نے اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔

جمعیۃ علماء ہند

جمعیۃ علماء ہند کے صدر محترم امیر الہند مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری اور جنرل سکریٹری مولانا محمود مدنی نے اپنے تعزیتی بیان میں جامعہ مظاہر العلوم جدید کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری، مولانا اسمٰعیل بدات مدینۃ المنورہ اور مولانا نسیم غازی شیخ الحدیث جامع الہدیٰ مراد آباد وغیرہ کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ ان شخصیات نے ساری زندگی علم حدیث وفقہ کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کے سانحہ ارتحال سے علمی میدان میں ایک بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے۔ صدر جمعیۃ علماء ہند نے کہا کہ مولانا یونس اور مولانا اسمٰعیل بدات دونوں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے اجل

خلفاء میں سے تھے اور دونوں شخصیات نے علم حدیث کی بڑی خدمت انجام دی ہیں، مولانا یونس جونپوری، حضرت شیخ کے بعد سے تادم آخر مظاہر العلوم میں بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، ان کی تصنیف ''نبراس الساری الی ریاض البخاری'' تشنگان علوم کے لئے کافی مفید کتاب ہے۔ حضرت مولانا یونس، نیک، متقی اور سادگی کے پیکر تھے، انھوں نے للّٰہیت اور بے نفسی کے ساتھ دین کی خدمت انجام دی۔ آج ان کے وصال کی خبر موصول ہوتے ہی جمعیۃ علماء ہند کا وفد سہارن پور کے لیے روانہ ہوا اور نماز جنازہ میں شرکت کی، نیز جامعہ مظاہر العلوم پہنچ کر جمعیۃ علماء ہند کی جانب سے تعزیت پیش کیا۔ وفد میں مولانا حکیم الدین قاسمی سکریٹری جمعیۃ علماء ہند، مولانا معز الدین احمد ناظم امارت شرعیہ ہند، مولانا سالم جامعی، مولانا کلیم الدین قاسمی، مولانا یسین قاسمی، حاجی محمد عارف اور شمیم احمد شریک تھے۔ مولانا منصور پوری اور مولانا مدنی نے ان شخصیات کے وصال پر لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے جماعتی احباب، ارباب مدارس، متعلقین ومتوسلین سے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کے اہتمام کی اپیل کی ہے۔

جامعہ مظاہر علوم (وقف)

عالمی شہرت کے حامل دینی تعلیمی ادارہ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور میں کل ۱۶؍جولائی ۲۰۱۷ء بعد نماز مغرب دفتر مدرسہ مظاہر علوم (وقف) میں حضرت مولانا محمد یونس کی حیات اور خدمات پر اہم اجلاس منعقد ہوا۔ مدرسہ کے استاذ حدیث مولانا محمد ریاض الحسن نے حضرت شیخ کے حالات تفصیل سے بیان کئے، انہوں نے کہا کہ قحط الرجال کے اس دور میں حضرت شیخ الحدیث واقعی امیر المومنین فی الحدیث تھے، انہوں نے کہا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے احادیث کا سمجھنا ضروری ہے اور حضرت پورے ذخیرۂ حدیث کو سمجھے ہوئے تھے، مولانا نے کہا کہ حضرت شیخ کو اپنی مادر علمی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور سے بے انتہا محبت تھی، اسی محبت اور تعلق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے شہر میں موجود اپنا بیش قیمت دومنزلہ مکان مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کو تحریری طور پر وقف فرمایا، اسی بہٹ کے علاقہ میں لائق کاشت آراضی بھی مدرسہ کو وقف فرمائی اور وقتاً فوقتاً خطیر رقوم اور کتابیں مدرسہ میں بھیجتے رہے۔

حضرت مولانا محمد اسلام الحق اسعدی نے اپنے خطاب میں حضرت شیخ یونس کے طالب علمی کے حالات

بیان کئے اور کہا کہ مولانا نہایت ہی محنتی، جفاکش طالب علم تھے، ان کی محنت کا نتیجہ تھا کہ جس دن مولانا محمد یونس سبق میں نہیں ہوتے تھے تو حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسینؒ سبق نہیں پڑھاتے تھے۔

مولانا قاری عاشق الٰہی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ نے شیخ یونس صاحب کی خدمات حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آج برصغیر میں جہاں کوئی کامیاب محدث یا استاذ حدیث یا شیخ الحدیث موجود ہے وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ حضرت شیخ کے تلامذہ میں سے ہے۔ قاری سعید احمد ناظم مدرسہ ہدی للعالمین ہلال پور سہارنپور نے حضرت شیخ کی بزرگی، متقیانہ زندگی، کشف وکرامات کے اہم واقعات بتائے اور سامعین کو متاثر کیا۔ مفتی محمد احسان رشیدی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ نے حضرت شیخ سے اپنی عقیدت، اکابر جامعہ اشرف العلوم رشیدی سے تعلق پر روشنی ڈالی۔

جامعہ اسلامیہ ریڑھی کے مہتمم مولانا محمد اختر قاسمی نے حضرت شیخ الحدیث کی علم حدیث پر گہرائی وگیرائی، عشق رسول اور زندگی کے بے مثال مخفی واقعات بیان فرمائے اور کہا کہ سچائی یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد یونس اپنی مثال آپ تھے۔ فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ اور اپنے تمام اساتذہ سے بے انتہا محبت تھی۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد سعیدی ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) نے اعلان کرایا کہ بہت جلد مدرسہ کے ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم کا ''شیخ الحدیث نمبر'' شائع کیا جائے گا۔

مغرب کے بعد سے رات دس بجے تک چلنے والے اس پروگرام میں مولانا محمد انعام اللہ خلیفہ حضرت شیخ محمد یونس، مولانا محمد واصف مظاہری المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور، مفتی محمد ساجد کھجناوری مدیر تحریر صدائے حق گنگوہ، مفتی محمد اسرار اور قاری صلاح الدین اساتذۂ دار جدید، مولانا غیور احمد دہلی، قاری زبیر احمد کرمی ناظم مدرسہ احیاء العلوم دبنی والا، مولانا عبدالمالک مغیثی مہتمم جامعہ رحمت گھگرولی اور بہت سے مدارس کے علماء اور ذمہ داران نے شرکت کی۔ قاری محمد عاقل اختر کی تلاوت کلام پاک محمد لقمان عثمانی کی نعت شریف، مولانا محمد ریاض الحسن کی نظامت اور مولانا محمد اختر قاسمی کی دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

امین ملت مفتی محفوظ الرحمن عثمانی

علوم نبوی کے شارح، علم حدیث کے پیکر اور عالم اسلامی کے داعی امام المحدثین حضرت مولانا شیخ محمد

زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی جانشین، عالم اسلام کے داعی، امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل کی صحیح بخاری کے ترجمان اور دنیا کے مقبول ترین استاذ حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ آج دارفانی سے دار آخرت کی جانب کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

امین ملت حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمن عثمانی بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار نے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت کا انتقال ایک عظیم علمی خسارہ، ناقابل تلافی نقصان اور پوری علمی دنیا کیلئے اندوہناک خبر ہے، حضرت کا درس بخاری پوری دنیا میں لاثانی تھا، تشریح حدیث کی مثال دنیا بھر میں بے نظیر تھی جب آپ پڑھاتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اپنے سینے سے علوم شاگردوں کے سینے میں منتقل کر رہے ہیں، آپ نے چھ دہائی تک سہارنپور میں علم حدیث کی گتھیاں سلجھائی ہیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی علمی جانشیں ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ حضرت کا وطن جونپور ہے، وہیں کے مانی کلاں محلہ میں مولانا ضیاء صاحب سے آپ نے کافیہ تک تعلیم حاصل کی اور مولانا ضیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی سرپرستی اور تربیت کی، آپ کے والد گرامی مرحوم شبیر احمد انجینئر تھے۔

حضرت شیخ کے انتقال پر مشہور عالم دین مفتی محفوظ الرحمن عثمانی نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت اسلاف کی عظیم یادگار، بخاری شریف کے بے مثال شارح اور مرکز علم وعمل تھے، آپ کی ذات سراپا نورانی وروحانی تھی، انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ کے انتقال سے پوری دنیا میں آپ کے پھیلے ہزاروں شاگرد سوگوار ہیں اور خود کو یتیم محسوس کر رہے ہیں۔

مفتی محفوظ الرحمن عثمانی نے کہا کہ غم کی اس گھڑی میں ہم حضرت مولانا عاقل صاحب مظاہری صدر المدرسین جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا محمد سلمان مظاہری دامت برکاتہم ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور حضرت شیخ زکریا کے علوم ومعارف کے امین مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد شاہد سہارنپوری امین عام جامعہ مظاہر علوم سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور حضرت کی بلندی درجات کیلئے دعا گو ہیں۔

رفتہ رفتہ اٹھ رہی ہیں ہستیاں بے نظیر
دل کا شاد بڑھتا جارہاہے پیہم اضطراب

جمعیۃ علماء برطانیہ

جمعیۃ علماء برطانیہ وسوادِ اعظم اہلسنت والجماعت اور ختم نبوت فورم یورپ کے قائدین امام اہلسنت حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود، مولانا سید اسد میاں شیرازی، مولانا قاری عبدالرشید، مولانا محمد اکرم، مفتی فیض الرحمن، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد بلال مظاہری، مفتی محمد تقی اور دیگر نے اپنے مشترکہ تعزیتی بیان میں کہا کہ شیخ محمد یونس جونپوری مرحوم کی ساری زندگی علوم نبوت سیکھنے سکھانے اور نور نبوت کے بانٹنے میں گزری۔

علامہ خالد محمود نے مانچسٹر میں تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس اپنے استاد و مرشد شیخ محمد زکریا رحمہ اللہ کے صحیح معنوں میں جانشین اور ان کے علم و عمل کے حقیقی وارث تھے۔ بولٹن میں تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا سید اسد میاں نے کہا کہ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا شیخ محمد یونس جونپوری کی اچانک وفات سے بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے اور علمی وروحانی اعتبار سے امت مسلمہ کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے، یہ ایسا خلاء ہے جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا۔ بری میں دعائے مغفرت کی مجلس میں شیخ محمد بلال نے کہا کہ میرے استاذ محترم شیخ محمد یونس رحمہ اللہ کو علم حدیث پر خصوصی مہارت حاصل تھی۔ اولڈھم میں تعزیتی ریفرنس سے خطاب میں مولانا قاری عبدالرشید نے کہا کہ علمی اعتبار سے شیخ محمد یونس ایک کامل اور کامیاب ترین استاد و شیخ الحدیث تھے۔ مفتی فیض الرحمن نے سٹی جامع مسجد مانچسٹر میں تعزیتی اجلاس سے خطاب میں کہا کہ شیخ یونس رحمہ اللہ نے ساری علمی وروحانی دولت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالی سے حاصل کی تھی۔

ان کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ شیخ کی وفات کے بعد ان کی مسند حدیث پر براجمان ہوئے اور آخری وقت تک بخاری شریف کی دونوں جلدوں کا درس دیتے رہے آپ کے جنازہ کی نماز میں مسلمانوں کی تعداد کا دس لاکھ سے تجاوز کر جانا ان کی عوامی مقبولیت اور لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مفتی محمد تقی نے کہا کہ ہزاروں لاکھوں علماء وصلحاء ساری دنیا میں شیخ محمد یونس کا صدقہ جاریہ ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کا نعم البدل امت کو عطا فرمائے۔

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ

لاہور (پ ر) عالم اسلام کی عظیم علمی وروحانی شخصیت جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور (ہندوستان) کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری اور مدینہ منورہ میں مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی کے خلیفہ مجاز مولانا محمد اسماعیل بدات کی وفات پر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی امیر فضیلۃ الشیخ مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ (مکہ مکرمہ)، مرکزی نائب امیر فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالرؤف مکی (مکہ مکرمہ) اور مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج (مدینہ منورہ) مسجد الحرام بیت اللہ کے مدرس مولانا محمد مکی حجازی، مولانا عمر عبدالحفیظ مکی، مولانا محمد الیاس چنیوٹی ایم پی اے، مولانا قاری محمد رفیق وجھوی، اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم، نائب مہتمم مولانا قاری ارشد عبید، ناظم حافظ اسعد عبید، حافظ اجود عبید، مولانا زبیر حسن، حافظ خالد حسن، مولانا محمد اکرم کاشمیری، پروفیسر مولانا محمد یوسف خان، مولانا فہیم الحسن تھانوی، مولانا مجیب الرحمن انقلابی نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ایک ہی دن میں عالم اسلام کی دو عظیم علمی شخصیات اور شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندہلویؒ کے دو نامور خلفاء کا دنیا سے چلے جانا دینی وعلمی حلقوں میں بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ دونوں شخصیات علم وعمل کے پیکر اپنے مرشد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تربیت اور علم وعمل کی جیتی جاگتی تصویر تھی انہوں نے کہا کہ مولانا محمد یونس جونپوریؒ سے انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے سابق مرکزی عالمی امیر فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی اور دیگر نامور دینی وروحانی شخصیات نے علم دین سیکھا اور پوری دنیا میں پھیلایا انہوں نے کہا کہ ان دونوں شخصیات کی تمام زندگی دین اسلام کی اشاعت، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ، دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس میں گذری انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

مکہ مکرمہ: جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا یونس جونپوری کے انتقال پر انٹرنیشنل ختم نبوت کے نائب امیر ملک عبدالرؤف ابن عبدالحفیظ مکی نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مولانا طویل عرصے سے مظاہر العلوم کے شیخ الحدیث تھے اور آخر عمر تک صحیح بخاری پڑھاتے رہے۔ دینی علوم میں مولانا

کی خدمات عظیم ہیں۔ وہ مہاجر مدنی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے شاگرد خاص تھے۔ ملک عمر عبد العزیز مکی اور ملک معاذ مکی نے بھی اظہار تعزیت وعقیدت کیا۔

مدرسہ عربیہ امدادیہ خانقاہ بنارس

بنارس: محدث کبیر حضرت العلامہ مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے انتقال پر ملال کی خبر جیسے ہی ملی مدرسہ عربیہ امدادیہ خانقاہ بنارس میں غم واندوہ کی لہر پھیل گئی اس موقع پر تعزیتی پیغام میں حضرت مولانا سید احمد نصر بنارسی مہتمم مدرسہ عربیہ امدادیہ خانقاہ بنارس نے کہا کہ شیخ محمد یونس صاحب صرف میرے ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں لاکھوں تلامزہ کے استاد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ اپنی زندگی انتہائی قابل رشک طریقے پر گزار کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے آپ شیخ العرب والعجم تھے اللہ پاک نے آپ سے حدیث کی وہ خدمات لی ہیں جسکی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملیگی انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو حضرت مولانا شیخ محمد یونس جونپوریؒ نے بام عروج پر پہونچایا آپکی شخصیت محتاج تعارف نہیں تھی ہر کوئی آپکی شخصیت کا قائل تھا اللہ تبارک وتعالی حضرت شیخ الحدیث کو غریق رحمت کرے اور آپ کے تمام پسماندگان اور متوسلین کو صبر جمیل عطاء فرمائے آمین

خدمت خلق ٹرسٹ انڈیا

نئی دہلی: برصغیر کے ممتاز عالم دین، محدث کبیر اور جامعہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی وفات حسرت آیات کو عالم اسلام اور علمی ودینی حلقوں کے لیے عظیم خسارہ قرار دیتے ہوئے مشہور رفاہی تنظیم خدمت خلق ٹرسٹ انڈیا کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی (سینئر سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب دہلی) نے کہا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی جس کا ہر ہر ورق خدمت حدیث پاک اور خدمت دین کا شاہد ہے، ایسی نابغہ روزگار خالص علمی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے بعد

حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوریؒ کی ذات گرامی کو ہی بلاشبہ بڑی شہرت وعظمت ملی۔ آپ کو دیکھ کر ہر دل میں اسلاف واکابر کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ ڈاکٹر قاسمی نے کہا کہ صرف جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ کی خدمات کئی دہائیوں پر محیط ہے، اس کے علاوہ دنیا بھر میں آپ کی دینی، دعوتی، اصلاحی اور علمی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ایک اہم خوبی یہ بھی تھی کہ جس سادگی اور خاموشی کے ساتھ آپ نے ملت اسلامیہ کی علمی رہنمائی فرمائی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خدمت خلق ٹرسٹ انڈیا کی طرف سے جامعہ مظاہر علوم سے اظہار تعزیت پیش کرنے والوں میں مولانا رضوان الحق قاسمی، نیاز الحق، مولانا حسان جامی، انتظار الحق، ماسٹر تقی الرحمن، محمد ثاقب، محمد نور عین، حافظ محمد ضیاء الدین، حافظ نظام الدین، احتشام جامی شامل ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ ایک کرشمائی شخصیت

(احمد رضا کی ایک جذباتی رپورٹ)

گزشتہ دنوں سہارنپور والوں کے ساتھ جو المناک واقعہ پیش آیا اسکو اپنی سوچ اور عقل سے لفظ بہ لفظ بیان کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں سچ یہی ہے کہ ہم نے بھی اپنی ۴۵ سالہ زندگی کے دوران ایسی موت اور پھر موت کا دکھ نہیں دیکھا کہ جو ہم نے ماہر علوم، فخر شریعت اور ملت کے بزرگ کے خطاب سے سرفراز شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ کے انتقال پر ملال کے وقت اپنی نظروں سے قلم بند کیا جامعہ مظاہر علوم جدید میں حدیث پاک کے قابل قدر استاد گزشتہ پچاس سالوں سے لگاتار مظاہر علوم کے طلبہ کو حدیث کا درس دینے کا ریکارڈ قائم کرنیوالے متقی، پرہیزگار، ماہر علوم اور محدث وقت اور بزرگ ملت شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ اب اس دنیائے فانی سے اسی سال کی عمر میں ہم سبھی سے رخصت ہوگئے آپکی رحلت کی خبر سنکر ابھی تک لاکھوں لوگ آپکی تعزیت کیلئے جامعہ مظاہر علوم پہنچے آپکی رحلت کی خبر سے ہر کوئی غم زدہ نظر آیا ہر کوئی اپنے عظیم استاد حدیث مولانا محمد یونسؒ کے آخری دیدار کرنیکو بیچین تھا صبح نو بجے سے شام پانچ بجے تک ضلع کی چاروں حدود کاروں، ٹیمپو، بسوں اور موٹر سائیکلوں کے ساتھ ساتھ پیدل چلنے والے لوگوں کی بھیڑ سے جام ہوچکی تھیں ہر کوئی مدرسہ کی جانب دوڑتا نظر آرہا تھا کمشنری کے سبھی افسران، فورسیز کے سیکڑوں دستے پریشان تھے کہ یہ

آج ضلع میں کیا ہوگیا کہ ہر سو ہجوم ہی ہجوم دوڑ رہا ہے سروں کے علاوہ باقی کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا ایس ایس پی، کلکٹر اور دیگر افسران بھی اپنی عقل پر ملال کرتے نظر آئے کسی کو بھی یہ یقین نہیں تھا کہ اپنے شیخ سے کمشنری کے عوام اس قدر محبت رکھتے ہیں کہ موت کی خبر سنکر دوڑ پڑیں گے بعد نماز عصر مدرسہ ہی میں نماز جنازہ ادا کی گئی تو شہر کے چاروں جانب اس وقت ہجوم ہی ہجوم تھا تدفین کے بارہ گھنٹہ بعد تک لوگ آپکی قبر کو مٹی دینے کیلئے لگاتار آتے ہوئے دیکھے گئے بعد نماز فجر بھی ہزاروں لوگ قبرستان میں موجود تھے اللہ ایسی موت سبھی کو نصیب فرمائے ایسا جذبہ ایسی محبت آج کے دور میں خوابی بات ہے مگر ہم نے جو بھی دیکھا وہ سچ ہی لکھا ہے ایسے تھے ہمارے بزرگ ملت شیخ محمد یونسؒ؟

بعد نماز جمعہ آج جامع مسجد گھنٹہ گھر کے امام وخطیب قاری عقیل الرحمٰن نے شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ اور مولانا نسیم غازیؒ کی موت پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے دونوں بزرگ علماء کرام کیلئے بعد ذکر ایصال ثواب کیا نیز اپنے بیش قیمتی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بزرگوں کی موت سے قوم اور ملک وملت کو جو خسارہ ہوتا ہے اسکا بیان کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے عالموں کی اپنی حیثیت اور اللہ سے قربت ہوتی ہے اسکا اندازہ صرف اور صرف صاحب کشف لوگ ہی جانتے اور تسلیم کرتے ہیں شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ کے ہم عصر اور بے تکلف عقیدت مند قاری عقیل الرحمٰن نے حضرت کے انتقال پر ملال کی خبر پر اپنی خصوصی گفتگو کے دوران فرمایا کہ بزرگ عالم دین، فخر شریعت اور بزرگ ملت شیخ الحدیث مولانا محمد یونسؒ ملک کے ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ایک عظیم ماہر علوم، استاد حدیث، صاحب کشف، دین اور دنیاوی علم کے ماہر خالص دینی شخصیت کے مالک تھے آپنے اپنے قیمتی اور ناقابل فراموش علم سے درس اور تدریس کے ذریعہ ملک وملت اور عالم اسلام کی جس قدر بے مثال خدمات انجام دیں ہیں انکا ثانی نہیں، خطیب قاری عقیل الرحمٰن نے اسی سالہ بزرگ ملت مولانا محمد یونسؒ کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ شیخ محمد یونسؒ حضرت شیخ مولانا اسعد اللہؒ اور مولانا شیخ محمد زکریاؒ کے خاص خلیفہ تسلیم کئے جاتے تھے، قاری عقیل نے کہا کہ مولانا محمد یونسؒ کی دینی خدمات کی اس قدر طویل فہرست ہے کہ جسکا لکھ پانا بہت مشکل ہے ہاں یہ کہنا ہی کافی ہے کہ آپ کی شخصیت زندہ جاوید قطب کی حیثیت کے مثل تھی آپ کی دینی اور شرعی خدمات کو وطن عزیز ہی نہیں بلکہ عالم اسلام اور غیر مذہب کے علماء بھی تسلیم کرتے ہیں! جنازہ میں سات لاکھ سے زائد افراد کے ایک وقت موجود رہنے اور

چاروں سرحدیں ہجوم کی بھیڑ سے بند ہوجانیکے نتیجہ میں بعد نماز عشاء تک اپنے شیخ کے دیدار سے محروم ایک لاکھ سے زائد لوگ مایوس دیکھے گئے دیر رات بعد نماز فجر علاقہ کے لوگوں اور صفائی ملازمین نے تین ہزار کے قریب چپل جوتے سڑکوں سے لاوارث حالت میں پڑے ہوئے اٹھائے کیونکہ انتظامیہ نے جان بوجھ کر ہجوم کے ساتھ کسی بھی طرح کا رابطہ اس لئے نہیں رکھا کہ بھیڑ دوپہر بعد ہی سے بے قابو تھی اسکو قابو کرنا انتظامیہ اور فورس کے بس کی بات نہ تھی اللہ کے فضل وکرم سے بعد نماز فجر کمشنری کے حالات خود بہ خود معمول پر لوٹ آئے یہ ہے ایک ولی اور متقی ہستی کی موت کا غم اور انسے عقیدت رکھنے والوں کا دل کو چھو لینے والا دردناک منظر تھا جسکا بیان اب بہت مشکل ہے اسمیں کوئی دورائے نہیں کہ شیخ محمد یونسؒ کی ہستی کوئی معمولی نوعیت کی حامل نہیں تھی بلکہ آپکا سلسلہ سیدھا مدینہ سے جڑا تھا آپ ایک کرشمائی شخصیت کے علمبردار تھے، قاری عقیل نے بتایا کہ حضرت شیخ محمد یونسؒ مدینہ میں اپنی تدفین چاہتے تھے آپ نے ہم سے کتنی ہی مرتبہ اس خواہش کا ذکر بھی کیا تھا مگر وقت آخر مظاہر علوم کی انتظامیہ ہی کو فیصلہ لینا تھا جو انتظامیہ نے بہتر جانا کیا۔

* * *

لاکھوں محبین کا خراج عقیدت

پندرہویں صدی کے امیر المؤمنین فی الحدیث

شیخ محمد یونس جونپوریؒ کے جنازہ میں ایک اندازہ کے مطابق دس لاکھ افراد شریک تھے۔

تصویر میں لوگوں کے ہجوم کا ایک منظر۔

تاریخ وفات: ۱۶؍شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷

تعزیت نامہ: مدبر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

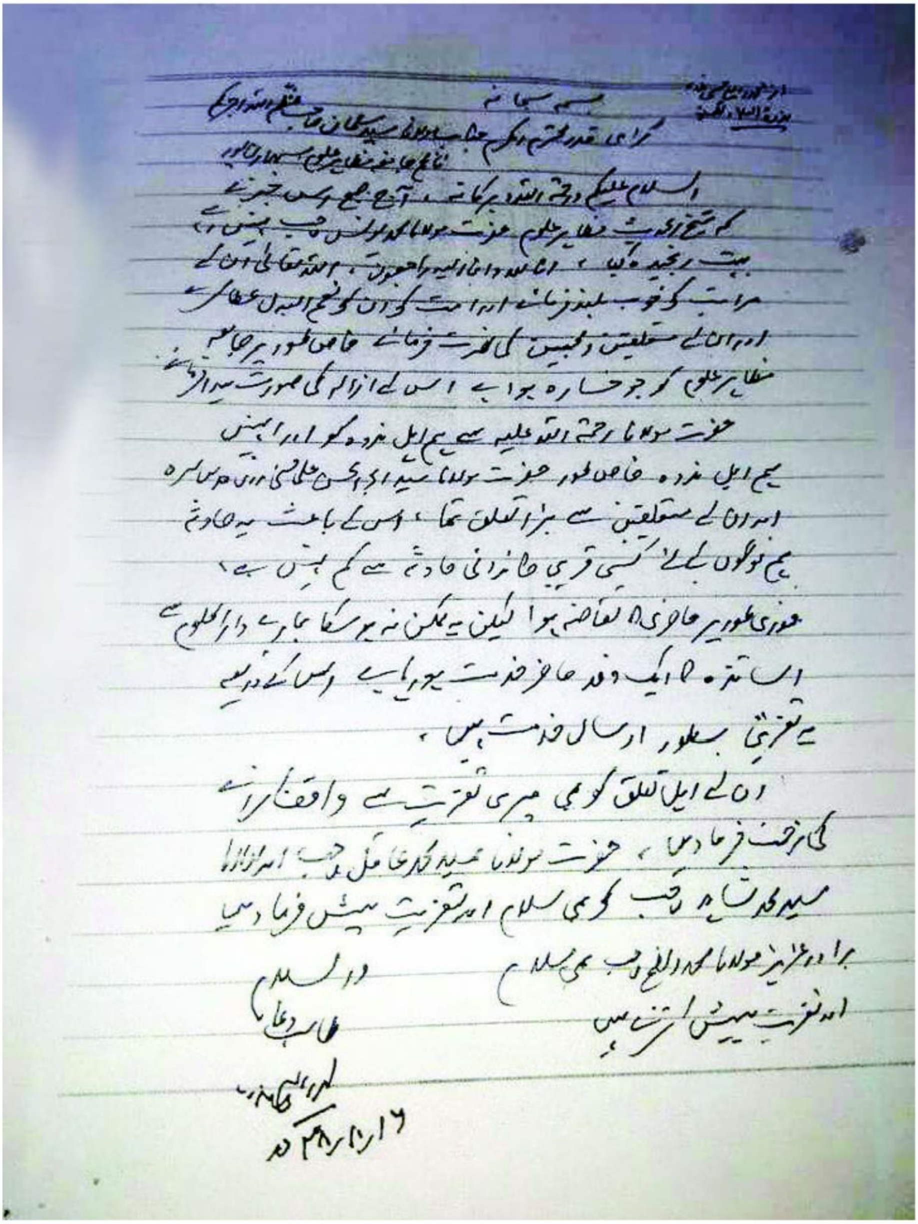

از محمد رابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسمہ سبحانہ

گرامی قدر محترم و مکرم جناب مولانا سید سلمان صاحب عظم اللہ اجرکم
ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج صبح اس خبر نے کہ شیخ الحدیث مظاہر علوم حضرت مولانا محمد یونس صاحب نہیں رہے بہت رنجیدہ کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالی ان کے درجات کو خوب بلند فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور ان کے متعلقین ومحبین کی نصرت فرمائے خاص طور پر جامعہ مظاہر علوم کو جو خسارہ ہوا ہے اس کے ازالہ کی صورت پیدا فرمائے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ہم اہل ندوہ کو اور انہیں ہم اہل ندوہ خاص طور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی اور ان کے متعلقین سے بڑا تعلق تھا، اس کے باعث یہ حادثہ ہم لوگوں کے لئے کسی قریبی خاندانی حادثہ سے کم نہیں ہے، فوری طور پر حاضری کا تقاضہ ہوا لیکن یہ ممکن نہ ہوسکا ہمارے دار العلوم سے اساتذہ کا ایک وفد حاضر خدمت ہو رہا ہے اس کے ذریعہ یہ تعزیتی سطور ارسال خدمت ہیں۔

ان کے اہل تعلق کو بھی میری تعزیت سے واقف کرانے کی زحمت فرما دیں، حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب اور مولانا سید محمد شاہد صاحب کو بھی سلام اور تعزیت پیش فرما دیں

برادر عزیز مولانا محمد واضح صاحب بھی سلام اور تعزیت پیش کرتے ہیں

والسلام
طالب دعا
محمد رابع حسنی ندوی
۱۶/۱۰/۳۸ھ

Darul-Uloom Nadwat-ul-Ulama
P. O. Box 93, Lucknow-226007 (INDIA)
Phones: 2741272 (G.House) 2740151. Fax 2741231, 2741221
e-mail: Nadwa@sancharnet.in

دار العلوم لندوة العلماء
ص، ب، ۹۳، لکناؤ، الهند

Date.............................. Ref..............................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سانحۂ ارتحال
حضرت مولانا محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

اچانک یہ اندوہناک خبر دار العلوم ندوۃ العلماء اور اسکے اساتذہ وطلبہ کیلئے سخت صدمے کا باعث بنی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب (رحمہ اللہ) کی وفات ہوگئی اچانک بعد نماز فجر خراب ہوگئی۔ فوراً ہی اسپتال منتقل کئے گئے لیکن وقت موعود آچکا تھا اور ۹ بجے وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون

ندوۃ العلماء کے ناظم عام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی اور جملہ ذمہ داران حادثہ پر سخت رنج وغم کا اظہار کیا اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا۔ اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے بعض اساتذۂ کرام کو سہارنپور روانہ فرمایا تاکہ وہ نمائندہ طور پر شریک جنازہ ہو سکیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء کے حلقائے تعلیم وتربیت اور مختلف شعبوں کی طرف سے حادثہ پر اظہار افسوس کیا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سعید الرحمن الاعظمی

۱۷/ شوال ۱۴۳۸ھ
۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء

مدیر (پرنسپل)

دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجامعۃ الاسلامیۃ دار العلوم وقف دیوبند الہند
DARUL - ULOOM WAQF DEOBAND -247554 (U.P.) INDIA

التاریخ ____________

الرقم ____________

حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی انتہائی غم انگیز خبر ارباب دارالعلوم وقف دیوبند کے لئے شدید صدمہ کا باعث تھی، فوری طور پر سب سے پہلے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا جس میں تمام اساتذہ و اراکین ادارہ شریک رہے۔

حقیقت واقعہ تو یہ ہے کہ اس دنیا میں دوام کسی کو حاصل نہیں ہے جانا تو ہر ایک کو ہے لیکن صدمات وفات میں فرق ہے۔ موت اگر کسی کے آنگن میں آئے تو صدمہ ایک گھر کو پہنچتا ہے، لیکن فرشتۂ اجل کسی نابغۂ روزگار شخصیت اور عالم کبیر جس کی فیض رسانی سے ایک زمانہ سیراب ہو رہا ہو، کے دروازے پر دستک دیدے تو اس صدمہ میں پوری قوم یکساں طور پر شامل ہوتی ہے، تمام صاحبان بصیرت اس حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی رحلت کی نوعیت بھی کچھ ایسی ہی ہے جس کی وفات سے ملک و بیرون ملک کے تمام دینی و علمی حلقوں میں شدید صدمہ محسوس کیا گیا ہے۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے حادثے کو علمی حلقے کا بڑا نقصان قرار دیتے ہوئے مشیت ربانی کی حکمت بتاتے ہوئے اساتذہ کو صبر کی تلقین اور اپنے اکابرین رحمہم اللہ کے لئے دائماً و معمولاً ایصال ثواب کے اہتمام کی نصیحت فرمائی۔

ذات حق جل مجدہ کی بارگاہ میں ہم تمام ہی ارباب ادارہ دست بہ دعا ہیں کہ حق تعالیٰ حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم سے سرفراز فرمائے اور ہم اخلاف کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے سرفراز فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین

محمد سفیان قاسمی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
۱۶؍ شوال المعظم ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

فقهاء للتدريب
والاستشارات

(عزاء ودعاء في وفاة العلامة/ محمد يونس الجونفوري رحمه الله)

فضيلة الشيخ السيد/ محمد شاهد الحسني السهارنفوري -حفظه الله-

أصحاب الفضيلة المدرسون في مدرسة مظاهر العلوم - سهارنفور -حفظهم الله-

طلاب العلم في مدرسة مظاهر العلوم - سهارنفور وغيرها -وفقهم الله-

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، أما بعد:

فقد بلغنا خبر وفاة الشيخ العالم المحدّث الناسك الزاهد بقية السلف شيخنا/ **محمد يونس الجونفوري** -رحمه الله- فإنا لله وإنا إليه راجعون، وأحسن الله عزاءكم وجبر مصيبتكم وغفر للفقيد وتغمده برحمته ورضوانه وأسكنه الفردوس الأعلى من الجنة، وعوّض المسلمين خيرًا.

اللّٰهُمَّ اجزه عن طلاب العلم خير الجزاء، اللّٰهُمَّ عوّض المسلمين عامة وطلاب العلم في مظاهر العلوم خاصة، اللّٰهُمَّ اغفر له وارحمه، وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد، آمين. والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

أخوكم/ عامر بهجت (المدرس بالمسجد النبوي ورئيس مكتب فقهاء للتعليم الفقهي)

المدينة المنورة - بتاريخ ١٧/١٠/١٤٣٨هـ

THE INQUILAB
انقلاب
قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف (اقبال)

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری کا انتقال

دیدار کیلئے ۲ کلومیٹر لمبی قطار لگ گئی، ہزاروں سوگواروں کے درمیان حاجی شاہ کمال قبرستان میں تدفین ہوئی، جنازہ میں شرکت کیلئے قرب وجوار کے اضلاع کے علاوہ ملک کے مختلف گوشوں سے لوگ سہارنپور پہنچے

سہارنپور: مظاہر علوم کے دار جدید میں مرحوم مولانا محمد یونس جونپوری کا آخری دیدار کرتے ہوئے سوگوار، دوسری تصویر میں مولانا محمد یونس جونپور کا فائل فوٹو (تصویر: انقلاب)

سہارنپور (شبیر شاد) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث، عظیم محدث، بے مثال بزرگ، عالم دین اور احادیث کے حافظ مولانا محمد یونس جونپوری نے آج یہاں ۸۳ ربرس کی عمر میں آخری سانس لی۔ ان کے انتقال کی خبر ملک اور بیرون ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ نماز جنازہ بعد نماز عصر مولانا طلحہ نے ادا کرائی، بعد ازیں ہزاروں سوگواروں کے درمیان تدفین قبرستان حاجی شاہ کمال میں ہوئی۔ آج صبح بعد نماز فجر شیخ الحدیث مولانا شیخ یونس کی طبیعت کافی ست ہوگئی تھی، ارباب مدرسہ نے سہارنپور کے مشہور اسپتال میڈی گرام میں داخل کرایا، جہاں شیخ صاحب نے صبح ساڑھے نو بجے آخری سانس لی۔ شیخ مرحوم کے انتقال کی خبر ملتے ہی حضرت کے آخری دیدار کے لئے ہزاروں افراد کچھ ہی دیر بعد دار جدید پہنچ گئے، آخری دیدار کرنے والوں کی تھوڑی ہی دیر میں تقریباً ۲ کلومیٹر لمبی قطار لگ گئی۔ ملک و بیرون ملک سے نامور علماء اور اکابرین کے تعزیتی پیغامات موصول ہونا شروع ہو گئے۔ جامعہ مظاہر علوم کے امین مولانا سید شاہد الحسنی نے گجرات سے انقلاب کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے شیخ مرحوم کے انتقال کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور کہا کہ مرحوم کے دل کی ہر دھڑکن مظاہر علوم کی تھی، ان کا ہر سانس ادارہ کا تحفظ اور تشخص تھا، عشق رسول میں مدینہ منورہ جانے کو بے قرار رہتے تھے اور عشق الٰہی میں بیت اللہ کی حاضری کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک حدیث نبوی کی خدمت کرنے والے شیخ مرحوم حافظ حدیث تھے، ان کے ہزاروں تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور علم دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا شیخ محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ شیخ مرحوم کے انتقال کی خبر ملتے ہی دار جدید پہنچے، جہاں انہوں نے حضرت کا آخری دیدار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوری نے شوال ۱۳۷۷ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا، ۱۳۸۰ھ میں دورہ سے فراغت یہیں سے حاصل کی۔ ۱۳۸۱ھ مظاہر علوم میں معین مدرس مقرر ہوئے اور شوال ۱۳۸۸ھ میں مظاہر علوم میں شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو کھیتا سرائے ضلع جونپور میں ہوئی تھی، پانچ سال دس ماہ میں والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، عربی تعلیم کی ابتدا ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں ضلع جونپور میں ہوئی، فارسی سے لے کر نورالانوار تک کی کتابیں وہیں پڑھیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے بیعت وخلافت سے سرفراز تھے، مناظر اسلام ناظم مدرسہ مظاہر علوم مولانا شاہ اسعد اللہ کی جانب سے بھی اجازت بیعت حاصل تھی۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے قرب وجوار کے اضلاع کے علاوہ ملک کے مختلف گوشوں سے لوگوں کی کثیر تعداد سہارنپور پہنچی، پہلے دار جدید میں نماز جنازہ کی بات ہوئی تھی لیکن دوپہر تک پہنچنے والی بھیڑ کو دیکھتے ہوئے حاجی کمال شاہ قبرستان میں ہی تدفین سے قبل نماز جنازہ ادا کی گئی۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپور کے جنازہ میں تقریباً ۳ لاکھ لوگ پہنچے، پنجاب، ہماچل پردیش، اتراکھنڈ، مہاراشٹر اور کئی صوبوں کے مدارس کے ذمہ داران، ہزاروں طلبہ نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ (باقی وطن پر)

(باقی وطن پر)

صفحہ اوّل کا بقیہ: جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری کا انتقال

جنازہ میں شریک اہم شخصیات: مولانا بدرالدین اجمل ممبر پارلیمنٹ آسام، مولانا محمد سعد کاندھلوی، دارالعلوم دیوبند کے مفتی ابوالقاسم نعمانی، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مفتی راشد اعظمی، مولانا شوکت بستوی، مولانا عبدالخالق سنبھلی، مولانا نسیم بارہ بنکوی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا زین الدین قاسمی (دارالعلوم وقف دیوبند)، مفتی سلمان منصور پوری، مفتی شہر مرادآباد، مولانا محمد طاہر رائے پور، مفتی ساجد کھجاوری، مفتی محمد صالح، مولانا راشد قاری، معاز، مولانا جعفر مظاہری، جمعیۃ علماء ہند (محمود مدنی) دہلی کے وفد میں قاری محمد عثمان منصور پوری،، مولانا حکیم الدین، مولانا محمد یاسین قاسمی، حاجی محمد عارف شمیم احمد، گنگوہ مدرسہ کے مولانا محمد سلمان گنگوہی، مولانا ابوالحسن مظاہری، مفتی محمد احسان، ڈاکٹر عبدالملک رسولپوری، مفتی جامعہ رحمت گھگھرولی وفد کے ساتھ پہنچے۔

THE INQUILAB
انقلاب
قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف (اقبالؔ)
قائم شدہ ۱۹۳۸ء۔ بانی: عبدالحمید انصاری مرحوم

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کی وفات سے ہریانہ وپنجاب اور ہماچل کے علمی حلقوں میں غم کی لہر

پانی پت (ڈاکٹر محمد آصف) مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کی وفات سے ہریانہ وپنجاب اور ہماچل کے علمی حلقوں میں غم کی لہر ہے۔ مدارس ومساجد میں قرآن خوانی کرکے ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے اور بڑے اداروں میں تعزیتی مجالس کا بھی انعقاد عمل میں آرہا ہے۔ آمدہ اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ خانقاہ بوڑیہ میں واردین وصادرین کو خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن حضرت حافظ حسین احمد قادری مجددی نے کہا ہر دور میں علم حدیث کے ماہرین وناقدین اور اصحاب بصیرت رہے ہیں، چنانچہ مظاہر کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے اپنی زندگی میں ہی شیخ یونس کے نام ایک والا نامہ لکھ کر کامل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے بخاری شریف کا درس آپ کے حوالہ کردیا تھا، انھوں نے کہا بخاری شریف کا درس معیار فضل وکمال ہی نہیں بلکہ علم وفضل اور تقدیس وپاکیزگی کا بھی امین سمجھا جاتا ہے، انھوں نے کہا شیخ یونس علم حدیث میں اس حد تک ید طولیٰ رکھتے تھے کہ نہ صرف ہند بلکہ بیرون ہند پوری دنیا میں آپ کو علم حدیث کا استاد اور ماہر سمجھا جاتا تھا، چنانچہ علمائے عرب بھی شیخ یونس سے حدیث کی سند حاصل کرنے میں فخر محسوس کیا کرتے تھے، انھوں نے کہا شیخ کو بچپنے سے ہی علم حدیث کے ساتھ اشتغال تھا، طلبا ان کا درس بڑے انہماک سے سنا کرتے تھے۔ مولانا محمد عارف قاسمی اور مولانا صادق ندوی نے کہا شیخ کا علمی رُتبہ بچپن سے ہی ظاہر ہوگیا تھا کہ ۱۰ برس کی عمر میں امام کی غیر موجودگی میں اہل بستی نے اُن سے جمعہ کا خطبہ پڑھوایا، نماز کسی دوسرے نے پڑھائی، انھوں نے کہا شیخ کی ابتدائی عربی تعلیم قصبہ مانی کلاں کے مدرسہ ضیاء العلوم میں ہوئی ۱۳۷۷ ہجری میں شیخ یونس نے مظاہر علوم میں داخلہ لیا ۱۳۸۱ھ ہجری میں شیخ مظاہر علوم میں معین مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۸۸ ہجری میں شیخ الحدیث کے منصوب پر فائز ہوئے۔ اس حادثۂ فاجعہ پر تنظیم ائمہ کے صدر مولانا محمد اصغر قاسمی اور جنرل سکریٹری الحاج مولانا محمد رمضان نے گہرے دُکھ کا اظہار کیا اور کہا شیخ یونس کی موت یقیناً عالم کی موت ہے، یہ ایسی موت ہے جس پر چرندو پرند بھی غم میں ہیں، انھوں نے کہا شیخ یونس کے رگ وپے میں کامل طریقہ سے سنت نبوی حلول وسرایت کیے ہوئے تھی۔ جمعیۃ علمائے ہند ہریانہ وپنجاب کے جنرل سکریٹری مولانا شکیل قاسمی نے کہا آج قحط الرجال کا دور ہے، ایسے میں شیخ جیسے ماہر فن کم ہی پیدا ہوتے ہیں، حدیث کے متن اور سند پر انھیں جو عبور حاصل تھا اور پھر جس طرح مرحوم حدیث کے پیچیدہ مسائل کو حل کرتے، وہ انھیں کا حصہ تھا۔ ادارہ اصلاح الفکر کے چیرمین مولانا ممتاز قاسمی نے کہا شیخ کی موت اُن پر ایک طرح سے بجلی بن کر گری ہے، یکبارگی تو باشندگان ہماچل کو یقین سا ہی نہیں ہوا تھا کہ یہ عظیم محدث اس دار فانی سے چل بسا ہے، مگر موت کو کون ٹال سکتا ہے۔ خانقاہ بوڑیہ کے ترجمان مفتی محمد ناصر نے فون پر انقلاب سے کہا کہ ایسا پایہ کا محدث اور ایسا عالم باکمال اب شاید پیدا نہ ہو ویسے اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ جب چاہے، جو چاہے، پیدا کرسکتا ہے۔ اُدھر مدرسہ مخدوم العلوم پانی پت اور ہریانہ وقف بورڈ کے صدر دفتر انبالہ میں بھی خصوصی مجالس کا انعقاد عمل میں آیا، جہاں مفتی محمد شرافت مفتاحی اور مولانا عابد سیف اللہ نیز مولانا نسیم ندوی نے کہا شیخ الحدیث کی موت ہم سب کے لیے صدمہ کی بات ہے۔ دریں اثنا ہریانہ وقف بورڈ کے ایڈمنسٹریٹیو آفیسر امتیاز خضر نے کہا اس عظیم سانحہ نے ملک کو علم حدیث کے لحاظ سے یتیم کردیا ہے۔ انبالہ میں تعزیتی مجلس جناب عبدالسمیع انصاری کی دعاء پر اختتام پذیر ہوئی۔ دوسری طرف سونی پت کے جامعہ رفیعہ للبنات میں مولانا جمشید علی ندوی نے تعزیتی مجلس میں حاضرین کو شیخ کے احوال سے روشناس کرایا۔ تعزیت کنندگان میں اقبال خان، ایاز محمود، عظمت خان، اسرائیل خان، حافظ ابراہیم، مولانا عمران مجددی، مولانا عرفان، مولانا جاوید وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

شیخ محمد یونس جونپوری شیخ الجامعہ مظاہر العلوم سہارنپوری کے انتقال پر تعزیتی مجلس

جامعہ عربیہ مظاہر العلوم کے دو لائق وفائق فرزندان علمی وپیکر عملی محدث کبیر حضرت اقدس شیخ محمد یونس جونپوری شیخ الجامعہ مظاہر العلوم سہارنپور ومحدث جلیل مولانا نسیم احمد غازی مظاہری کا وصال علمی وادبی اور ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ علمائے کرام ومشائخ عظام کے لیے مشعل راہ ومینارۂ نور تھے۔ صدیاں بھی ان حضرات کی علمی ومذہبی خدمات کو فراموش نہیں کرپائیں گی۔ لمحہ فکریہ یہ باور کرارہا ہے کہ عالی مقام صاحب وقار کی جو مسند خالی ہورہی ہے اس کا پر ہونا محال ہی نہیں دشوار تر ہوگیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار مدرسہ راہ نجات میں منعقدہ تعزیتی مجلس میں کل ہند تحریک قومی اتحاد کے قومی صدر مولانا سلطان احمد قاسمی، جمعیۃ علما صوبہ دہلی کے سکریٹری نے مشترکہ طور پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کیا۔ مرحومین محدثین کے لیے بلندی درجات کے لیے دعا وایصال ثواب کیا گیا۔ جامعہ جمیل الرشاد اونی ومدرسہ راہ نجات کے اراکین وطلبہ بطور خاص شریک رہے۔ اہم شرکا میں قاری محمد راشد میرٹھی، مفتی مظفر حسین جامعی، حافظ محمد احسان گنگوہی، حافظ عبدالواحد راہی، حافظ محمد راہی وغیرہ نام شامل ہیں۔

حضرت مولانا شیخ محمد یونسؒ کا انتقال عظیم علمی خسارہ

حضرت مولانا شیخ محمد یونس، مرجع خلائق اور طالبان علم وعمل کے لیے بے مثال مشعل راہ: سید ارشد مدنی

مولانا سید ارشد مدنی

نئی دہلی (پریس ریلیز) حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث کے ساتھ مرجع خلائق اور طالبان علم وعمل کے لئے بے مثال مشعل راہ تھے شیخ یونس حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے تلمیذ رشید اور معتمد خاص تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا کاندھلویؒ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے اپنی مسند پر شیخ یونس صاحب کو بیٹھایا شیخ یونس اس مسند پر اپنی رحلت تک متمکن رہے اور درس بخاری شریف اور دیگر علوم وفنون سے ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی رحلت علمی دنیا کا زبردست نقصان اور خسارہ ہے جس کی تلافی مشکل ہے۔ ان خیالات کا اظہار صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا سید ارشد مدنی استاد دارالعلوم دیوبند نے شیخ یونس صاحب کے انتقال پر ملال پر اپنے گہرے رنج وصدمہ کے ساتھ کیا۔ صدر جمعیۃ علماء ہند نے شیخ یونسؒ کے روحانی، علمی پسماندگان، اور وابستگان مظاہر علوم سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کے حق میں دعاء مغفرت کی اور بارگاہ رب العزت میں ترقی درجات کی دعاء کی ہے اور وابستگان، جماعتی رفقاء اور ارباب مدارس اور دینی حلقوں سے شیخ یونس مرحوم کے لئے دعاء مغفرت، ترقی درجات اور زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کی اپیل کی ہے۔

مرنے والا گیا داستاں رہ گئی صرف یاد غم بے کراں رہ گئی: مفتی محفوظ الرحمن عثمانی

مفتی محفوظ الرحمن عثمانی

علوم نبوی کے شارح، علم حدیث کے پیکر اور عالم اسلامی کے داعی امام المحدثین حضرت مولانا شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ کے علمی جانشین، عالم اسلام کے داعی، امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل کی صحیح بخاری کے ترجمان اور دنیا کے مقبول ترین استاذ حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ آج دار فانی سے دار آخرت کی جانب کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مفتی محفوظ الرحمن عثمانی نے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت کا انتقال ایک عظیم علمی خسارہ، ناقابل تلافی نقصان اور پوری علمی دنیا کیلئے غم بھری خبر ہے، حضرت کا درس بخاری پوری دنیا میں لاثانی تھا تشریح حدیث کی مثال دنیا بھر میں بے نظیر تھی جب آپ پڑھاتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اپنے سینے سے علوم شاگردوں کے سینے میں منتقل کررہے ہیں، آپ نے چھ دہائی تک سہارنپور میں علمی حدیث کی گتھیاں سلجھائی ہے۔

تم کیا گئے کہ دن گئے بہار کے: مولانا کبیر الدین فاران

دنیائے اسلام کے عظیم علمی اور روحانی شخصیت محدث جلیل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ جونپوری آج صبح میڈی گرام ہوسپٹل سہارنپور میں اپنے محبوب حقیقی کو جاں سپرد فرماگئے۔ حادثے کی خبر ملتے ہی مدرسہ قادریہ مسرّ والا (ہماچل پردیش) کے اساتذہ وطلباء کرام نے ایصال ثواب کا اہتمام، رفع درجات، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور ملت اسلامیہ کے لئے نعم البدل کی دعائیں کی مدرسہ قادریہ کے ناظم مولانا کبیر الدین فاران نے بتایا کہ اللہ نے انکو انگنت خوبیوں اور صفات محمودہ سے مالا مال فرمایا تھا وہ بیک وقت جملہ علوم وفنون کے ماہر تھے بطور خاص علم حدیث سے انکی روحانی اور جسمانی وابستگی تھی بخاری شریف سے ان کا والہانہ لگاؤ تھا وہ حق وخلوص کا دمکتا ہوا ہیرا حق پرستی کا بے میل وبے مثل آئینہ ہمیں تنہا چھوڑ گئے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کی رحلت علمی حلقوں کے لئے ایک بڑا سانحہ

دارالعلوم وقف میں منعقدہ تعزیتی نشست میں مولانا محمد سفیان قاسمی کا اظہار خیال، جامعہ رحمت کے طلبہ واساتذہ نے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی

دیوبند رسہارنپور (فیروز خان رشبیر شاد) مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث، نامور محدث مولانا محمد یونس کی رحلت سے پوری علمی فضا مغموم ہوگئی۔ ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم وقف دیوبند میں مولانا کی وفات کی اطلاع ملتے ہی تعزیتی نشست کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر موجود تمام اساتذہ اور ذمہ داران ادارہ نے ایصال ثواب اور دعا کا اہتمام کیا۔ مجلس سے خطاب کرتے ہوئے دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا محمد سفیان قاسمی نے کہا کہ شیخ الحدیث کی رحلت خصوصاً علمی حلقوں کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف علمی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے وہیں دوسری طرف ہم اپنے مشفق ومربی اور کرم فرما سرپرست سے بھی محروم ہوگئے ہیں۔ یقیناً آپ کی وفات عالم اسلام کے لئے ناقابل تلافی خسارہ ہے، بس مشیت ایزدی اور قضائے الٰہی کے آگے سر جھکانا ہی ہمارا فریضہ ہے۔ حق تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، متعلقین ولواحقین، تلامذہ وخلفاء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ دارالعلوم زکریا کے مہتمم مولانا مفتی شریف خان قاسمی نے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کی رحلت پر اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی رحلت دینی حلقوں کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے۔ مسلم فنڈ ٹرسٹ دیوبند کے منیجر مولانا حسیب صدیقی اور مدنی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے چیف کنٹرولر ڈاکٹر نواز دیوبندی نے کہا کہ مولانا کی وفات سے دینی علمی حلقوں میں مشکل سے پر ہونے والا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی علم دین کے لئے وقف کررکھی تھی۔ اس موقع پر مسلم فنڈ ٹرسٹ اور مدنی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم زکریا، معہد انور، مدنی دارالعلوم، مدرسہ اصغریہ، دارالعلوم فاروقیہ، دارالعلوم اشرفیہ، جامعۃ الشیخ حسین احمد المدنی اور جامعۃ الہامیہ للبنات نے تعزیتی نشستوں، ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

جامعۃ الرحمۃ
Jamia Rahmat
جامعہ رحمت کے طلبہ واساتذہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہوئے (تصویر: انقلاب)

سہارنپور: جامعہ رحمت گھگرولی ضلع سہارنپور میں طلبہ واساتذہ نے ایشیا کے عظیم محدث مظاہر العلوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کے انتقال پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے لیے ایصال ثواب کی ایک مجلس منعقد کی اور شیخ الحدیثؒ کے لئے دعائے مغفرت کا اہتمام کیا۔ اس المناک موقع پر آل انڈیا ملی کونسل کے قومی صدر وجامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ، ضلع میرٹھ کے مہتمم مولانا محمد عبداللہ مغیثی اور ان کے فرزند مولانا ڈاکٹر عبدالمالک مغیثی ضلع صدر آل انڈیا ملی کونسل سہارنپور و یونٹ آل انڈیا ملی کونسل ضلع وشہر سہارنپور ومہتمم جامعہ رحمت نیز ان کے تمام متعلقین، محبین اور عام مسلمین سے دعائے مغفرت کی اپیل کی ہے۔

ڈاکٹر عبدالمالک مغیثی نے کہا کہ ایشیا کے عظیم محدث مظاہر العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس ہم سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ یوں تو اللہ رب العزت کا حتمی فیصلہ ہے کہ "کل نفسٍ ذائقۃ الموت" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، کسی ذی روح کو اس فرار ممکن نہیں، ساری طاقتیں اس کا دفاع کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر آج اس حقیقت سے ایک ایسی ذات دوچار ہوئی کہ الفاظ جذبات کے آگے دست بستہ کھڑے ہوئے اپنی تنگی کا اعتراف کرتے نہیں تھک رہے ہیں اور جذبات ہیں کہ آنسوؤں کے سمندر کو ایسے دھکیلے جارہے ہیں جیسے کوئی سیلاب خس وخاشاک کو بہائے لئے چلا جاتا ہے۔

Hindustan Express
ہندوستان ایکسپریس

جامعہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کی رحلت

محدث عصر کے انتقال پر دینی اداروں وملی حلقوں میں غم کی لہر، نماز جنازہ میں ایک لاکھ سے زائد افراد کی شرکت

سہارنپور۔ (صالح اختر) یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ عالم اسلام کی عظیم شخصیت جامعہ مظاہر علوم کے مایہ ناز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس مدظلہ عالی گذشتہ روز اپنے مالک حقیقی سے جاملے (انا للہ وانا الیہ راجعون) حضرت کی عمر تقریبا83 سال تھی۔ صبح بعد نماز فجر سینے میں درد کی شکایت ہونے پر انہیں دہلی روڈ پر واقع میڈیگرام اسپتال میں داخل کرایا جہاں ڈاکٹروں نے حضرت کو بچانے کی پوری کوشش کی مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے حضرت سب کو چھوڑتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ مرحوم کے انتقال کی خبر پورے ضلع کے علاوہ قرب وجوار کے اضلاع میں بجلی کی طرح پھیلی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں افراد مظاہر علوم حضرت کی زیارت کیلئے پہنچنا شروع ہوگئے۔ حضرت کا جنازہ اسی دارالحدیث کے باہر رکھا تھا، جہاں حضرت تقریبا45 سال تک بخاری شریف کا درس دیا۔ حضرت شیخ الحدیث کی زیارت کیلئے ہر طرف فرزندان توحید کا ہجوم نظر آرہا تھا حضرت شیخ الحدیث کی نماز جنازہ بعد نماز عصر قبرستان حاجی شاہ کمال صاحب کے وسیع میدان میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ مدظلہ عالی عرف پیر صاحب نے ادا کرائی۔ نماز جنازہ اور دفن میں قرب جوار کے علاوہ پورے ملک کے علاقہ سے آئے دینی مدارس کے ذمہ داران کے علاوہ ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید نے شرکت کی۔ فرزندان توحید نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ شرکت کی۔ قبرستان حاجی شاہ کمال میں چاروں طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آرہا تھا۔ مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب نے ہندوستان ایکسپریس کو بتایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس عالم اسلام میں اپنا عظیم مقام رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں ضلع جونپور میں حاصل کی۔ 1377 ہجری میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا اور 1380 ہجری میں فراغت حاصل کی فراغت کے بعد 1381 ہجری میں مدرسہ مظاہر علوم میں معین مدرس بنائے گئے۔ محمد سلمان صاحب کے مطابق حضرت شیخ الحدیث نے 45 سال تک مظاہر علوم میں حدیث پاک کی مشہور کتاب بخاری شریف کا درس دیا۔ مظاہر علوم میں تقریبا سا 60 سال تک درس وتدریس کی خدمات انجام دی۔ حضرت مولانا محمد یونس مدظلہ عالی نے اپنے استاذ خطیب وقت حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم سے 1399 ہجری میں بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کے شاگردوں کی تعداد ملک وبیرون ملک ایک لاکھ سے زائد ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں، جہاں دینی مدرسہ یا دینی ادارہ ہو اور وہاں شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کے شاگرد درس وتدریس کی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔ حضرت کا انتقال ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ ہے خداوند قدوس حضرت کی مغفرت فرما کر انہیں اپنا قرب نصیب فرمائے۔ حضرت شیخ الحدیث کے انتقال پر ملال پر ملک وبیرون ملک سے تعزیتی میٹنگوں اور تعزیتی پیغامات موصول ہونے شروع ہوگئے ہیں سہارنپور کے ہزاروں مدارس ومکتب میں حضرت کیلئے ایصال ثوب کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس کی وفات پر تعزیتی میٹنگوں کا سلسلہ جاری

مدرسہ سراج العلوم، مدرسہ اشرف المدارس وغیرہ میں تعزیتی جلسہ منعقد

سہارنپور۔ (صالح اختر) عالم اسلام کی عظیم دینی وعلمی شخصیت مظاہر علوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر دینی مدارس اور ملی اداروں میں تعزیتی میٹنگوں اور جلسوں کا سلسلہ جاری ہے مدرسہ سراج العلوم فتح پور میں تعزیتی جلسہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد یونس مدظلہ العالی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا گیا شیخ الحدیث علوم دینیہ کے بحر بیکراں تھے حدیث کا درس دینے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا 45 سال تک مظاہر علوم میں درس حدیث دیا پوری زندگی علوم دینیہ کیلئے وقف کردی۔ خداوند کریم مرحوم کو مغفرت فرمائے آمین۔ میٹنگ میں مولانا اسماعیل مدنی، خلیفہ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نسیم غازی، شیخ الحدیث جامع الہدیٰ کے انتقال پر بھی تعزیت کی گئی میٹنگ میں مفتی عبداللہ قاسمی نے کہا وہ تینوں حضرات کا انتقال عالم اسلام کیلئے عظیم خسارہ ہے مدرسہ کے سرپرست حکیم محمد عثمان مقیم حال مدینہ کی ہدایت پر تعزیتی تجویز مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ مولانا سید محمد سلمان، امین عام مولانا سید محمد شاہد الحسنی، صدر مدرس مولانا محمد عاقل کی خدمت میں پیش کر کے اظہار تعزیت کیا گیا مدرسہ کے مہتمم مولانا ایاض احمد مظاہری کی دعا کے بعد تعزیتی میٹنگ ختم ہوئی مدرسہ مولانا حسین احمد مدنی اچھد میں بھی حضرت شیخ کی وفات پر تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت مہتمم مدرسہ مولانا حبیب اللہ مدنی نے کی مولانا مدنی نے شیخ الحدیث کی وفات کو ناقابل تلافی نقصان بتاتے ہوئے کہا ان کے انتقال پر جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے۔ دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا، مدرسہ اشراف المدارس اندور چوک میں بھی شیخ الحدیث کی وفات پر اظہار تعزیت کیا گیا مدرسہ کے ناظم قاری محمد ناصر جامعی نے دعا کرائی۔

مولانا شیخ یونس کے انتقال پر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

پٹنہ 11 جولائی: (پریس ریلیز) برصغیر ہندو پاک کے جلیل القدر محدث اور مظاہر علوم سہارن پور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب ۸۰ر سال کی عمر پاکر ۱۱ر جولائی ۲۰۱۷ء کو مالک حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بلاشبہ ان کے انتقال سے ایک بڑا علمی خلا پیدا ہوگیا، اس سلسلہ کی ایک تعزیتی نشست دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف میں منعقد ہوئی، جس میں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمن قاسمی نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ حضرت شیخ یونس علم حدیث میں درجہ کمال پر فائز تھے، اللہ نے انہیں علم حدیث شریف پر بڑا ملکہ عطا فرمادیا تھا، جس کی وجہ سے ان کو پورے ملک میں فن حدیث کے تعلق سے بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ قحط الرجال کے اس دور میں ایسے نابغۂ روزگار محدث کا اٹھ جانا یقیناً ایک بڑا علمی سانحہ ہے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے فرمایا کہ شیخ یونس صاحب نور اللہ مرقدہ اس وقت دنیا کے گنے چنے محدثین میں سے تھے، شیخ مصطفیٰ اعظمی کے بعد محدثین میں ان کا نام لیا جاتا تھا، حضرت شیخ یونس صاحب متن اور سند حدیث دونوں پر عبور رکھتے تھے، مفتی صاحب نے حضرت شیخ کی حالات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ۱۳۸۸ھ سے بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، جس سے ان کی مقبولیت اور محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے، مولانا مفتی سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ میں نے ان سے مسلسلات کی سند حاصل کی اور ان سے استفادہ کا بھی موقع ملا۔ اللہ نے انہیں جرح و تعدیل کے باب میں بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ان کے ایک شاگرد رشید مولانا شہباز عالم مظاہری کارکن شعبہ تنظیم امارت شرعیہ نے کہا کہ میں نے ان سے بخاری شریف پڑھی، ان کے پڑھانے اور سمجھانے کا بڑا نرالا انداز تھا، جس سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ موجزن ہوجاتا تھا، اس تعزیتی نشست میں امارت شرعیہ کے تمام ذمہ داران اور کارکنان نے حضرت شیخ محمد یونس کی رحلت پر دلی صدمے اور رنج وغم کا اظہار کیا اور آخر میں قاضی شریعت مولانا عبد الجلیل صاحب قاسمی نے دعاء مغفرت کرائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے مدرسہ دار العلوم الاسلامیہ رضا نگر گون پوری میں بھی تعزیتی نشست ہوئی، جس میں بھی طلبہ واساتذہ کرام نے شرکت کی، اس کے علاوہ ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی بھی کی گئی۔ امارت شرعیہ کے احاطہ میں چلنے والے مدرسہ تحفیظ القرآن میں بھی قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور جناب قاری انور حسین قاسمی استاذ تحفیظ القرآن نے حضرت شیخ کی مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرائی۔

مولانا نسیم احمد اور مولانا محمد یونس کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی میٹنگ کا انعقاد

نئی دہلی (محمد قاسم شمسی) ممتاز عالم دین مولانا نسیم احمد غازی (شیخ الحدیث جامع الہدیٰ مرادآباد) اور مولانا محمد یونس (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) کے سانحۂ ارتحال کی خبر سنتے ہی سیلم پور علاقہ کے دینی حلقوں میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔ مساجد ومدارس میں تعزیتی جلسوں اور ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ ایک تعزیتی جلسہ کا انعقاد جعفرآباد کی مدینہ مسجد میں امام وخطیب مولانا محمد شمیم قاسمی کی سرپرستی میں کیا گیا جس میں بیشتر مساجد کے ائمہ اور ومدارس کے ذمہ داران نے بطور خاص شرکت کی۔ مولانا محمد شمیم قاسمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے درمیان میں سے کیسی کیسی بزرگ شخصیتیں اٹھتی جارہی ہیں اور ان ہی میں سے دو عظیم شخصیتیں مولانا محمد یونس اور مولانا نسیم احمد غازی ہیں اور یہ دونوں مولانا اسعد اللہ کے خلیفہ اور شاگرد تھے جن کی زندگی نمونۂ اسلاف تھی، خاص طور پر مولانا محمد یونس جونپوری جنہوں نے نصف صدی سے بھی زیادہ بخاری شریف کا درس مدرسہ مظاہر العلوم میں دیا، جن کے سیکڑوں شاگرد پوری دنیا میں دینی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور یہ ہی ان کے لیے قیامت تک ایصال ثواب کا ذریعہ ہے۔ مفسر قرآن مولانا انیس احمد آزاد قاسمی بلگرامی نے کہا کہ دو عظیم شخصیتوں کا مسلمانوں کے درمیان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے جانا بہت بڑا خلا ہے جس کا پر ہونا آسان نہیں ہے۔ مفتی بشیر الدین قاسمی، مولانا محمد شہزاد قاسمی، مولانا مصباح الدین قاسمی، مولانا فرحت عمر قاسمی نے بھی مرحوم شخصیات کی خدمات اوصاف پر اظہار خیال کیا۔ ایک جلسہ شاستری پارک کے معروف ادارہ معارف القرآن میں منعقد ہوا، جس میں مدرسہ بانی ومہتمم مولانا فیاض احمد فیضی قاسمی نے اظہار خیال کیا اور بچوں نے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی۔ اس موقع پر مفتی محمد عیاض مظاہری نے دونوں عظیم شخصیات کا انتقال ملت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم خسارہ قرار دیا اور ان کی اوصاف وخدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ دونوں شخصیتوں میں تقویٰ و پرہیز گاری، اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ بہتر رواداری، دن کے اجالوں میں بندگان خدا کے ساتھ ہمدردی اور رات کی تاریکیوں میں رضائے الٰہی کے لیے شب بیداری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سیلم پور کی جامع مسجد کے امام وخطیب مولانا حسین الدین نے دونوں شخصیتوں کی خدمات واوصاف کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ دونوں بزرگ علم کا روشن چراغ تھے جس کی روشنی سے بہت لوگوں کے دل دماغ روشن ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کے سلسلہ کو مزید تیز کریں، تاکہ لوگ مستفیض ہوتے رہیں۔ معروف عالم دین مولانا محمد غیور قاسمی نے کہا کہ ہم دو بزرگ شخصیتوں سے محروم ہوگئے ہیں، ایصال ثواب ہی ان سے عقیدت ومحبت ہے اور ان کے شاگردوں کے لیے لازمی ہے کہ اپنے استاد کے لیے ایصال ثواب کا سلسلہ جاری رکھیں، تاکہ ان کی روح کو مزید سکون ملتا رہے۔

مدینہ مسجد جعفرآباد میں منعقدہ تعزیتی میٹنگ کا منظر

شیخ الحدیث کی تدفین کے انتظامات کیلئے انتظامیہ کا کردار قابل تعریف

ایس پی سٹی نے خود قبرستان جانے والی سڑک کے گڈھوں کو بھروایا

سہارنپور۔(صالح احقر) مظاہر علوم کے مایہ ناز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس کے سفر آخرت کے موقع پر ضلع انتظامیہ نے تدفین کے وقت جو کردار ادا کیا اس کی ہر شخص تعریف کر رہا ہے۔ مظاہر علوم سے لے کر حاجی شاہ کمال قبرستان کا آدھا کلومیٹر کا راستہ سیو لائن ڈالے جانے کی وجہ سے نہایت ہی خراب تھا ہر شخص کو یہی فکر تھی کہ پورے رستے میں سڑک پر بڑے بڑے گڈھے ہو رہے ہیں جن میں گندہ پانی بھرا ہوا تھا خستہ حال سڑک کو درست کرانا اور گڈھوں کو بھروانا کافی مشکل نظر آرہا تھا مگر حضرت شیخ الحدیث کے انتقال کی خبر ملتے ہی ایس پی سٹی پربل پرتاب مظاہر علوم آگئے جہاں انہوں ن ے مدرسہ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلمان صاحب سے ملاقات کی اس موقع پر جامع مسجد کے منیجر مولانا فرید مظاہری اور ہندوستان ایکسپریس کے نمائندنے ان کی توجہ قبرستان جانے والے روڈ کی طرف دلائی انہوں نے فوری قبرستان تک جا کر خستہ حال سڑک کا معائنہ کیا اور فوری نگر نگم کے ذمہ داران کو فون کر کے موقع پر بلا کر انہیں ہدایت دی کہ دو گھنٹہ کے اندر مجھے یہ روڈ قبرستان سے آگے شمشان گھاٹ تک صحیح ملنی چاہئے اس کام میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں ہوگی گڈھوں کو مٹی سے بھرنے کے بجائے روڑی اور بجری سے بھرا جائے ایس پی سٹی نے پورے انتظامات اور کام کی خود نگرانی کی اس موقع پر انسپکٹر۔ سرکل افسر بھی موجود رہے ایس پی سٹی کو نگرانی میں صرف دو گھنٹہ میں سڑک ٹھیک ہوگئی۔ اور سڑک کے گڈھوں کو نگر نگم کے ملازمین نے میشن اور گاڑیاں لگا کر درست کر دیا شیخ الحدیث کے جنازہ میں چونکہ ایک لاکھ سے زائد کا مجمع ہوگیا تھا شہر کے چاروں طرف سے فرزندان توحید کے آنے کا سلسلہ دن کے دو بجے سے ہی شروع ہوگیا حالانکہ نماز کا وقت بعد نماز عصر 6 بجے مقرر ہوا تھا مگر تدفین اور مٹی ڈالنے کے شوق میں ہزاروں افراد ظہر کی نماز پڑھتے ہیں قبرستان پہنچ گئے لوگوں کا کہنا تھا کہ اگر قبرساتن تک جانے والی سڑک بروقت ٹھیک نہ کرائی جاتی تو لوگوں کو کافی وقت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد سلمان، مولانا سید محمد شاہد الحسنی جامع مسجد کے منیجر مولانا فرید مظاہری، عدنان صدیقی، رؤف حیدر، سید محمد حسان، ملی کونسل کے صدر ڈاکٹر مولانا عبدالمالک مغیثی اور میڈیا کے محمد صالح احقر وغیرہ نے ضلع افسران نگر نگم کے ذمہ داران خصوصی طور پر ذاتی دلچسپی لینے پر ایس پی سٹی پربل پرتاب کا شکریہ ادا کیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کی وفات عالم اسلام کا ناقبل تلافی نقصان: مولانا عبداللہ مغیثی

حضرت شیخ کی علمی خدمات ناقابل فراموش

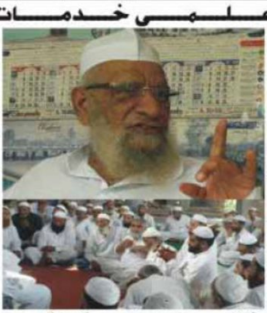

سہارنپور۔(صالح احقر) آل انڈیا ملی کونسل کے صدر جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ ضلع میرٹھ کے مہتمم حضرت مولانا عبداللہ مغیثی نے شیخ الحدیث مولان محمد یونس کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا یوں تو اللہ رب ذوالجلال کا حتمی فیصلہ ہے کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس کو موت کے باب سے گذرنا ہے، کسی ذی روح کو اس سے فرار ممکن نہیں، ساری طاقتیں اسکا دفاع کرنے سے قاصر ہیں، این ماتکونو ایدرککم الموت، ولو کنتم فی بروج مشید مگر آج اس حقیقت سے ایک ایسی ذات دوچار ہو، کہ الفاظ جذبات کے آگے دست بستہ کھڑے ہوئے اپنی تنگی کا اعتراف کرتے نہیں تھک رہے ہیں، اور جذبات ہیں، کہ آنسوؤں کے سمندر کو ایسے دھکیلے جارہے ہیں جیسے کو، سیلاب خس وخاشاک کو بہائے لئے چلا جاتا ہے، جسم کے ایک ایک عضو کی ایسی حالت ہے گویا وہی موت کا شکار ہوگئے ہیں کچھ لوگوں پر سکتہ طاری ہے تو کچھ آہ وبکا کے ذریعہ جذبات کی تسکین کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ کیوں نہ ہو؟ جبکہ امت مسلمہ امیر المومنین فی الحدیث، مرجع الخلائق، رہبر شریعت وطریقت، عالم اسلام کے مسلمہ پیشوا، شیخنا وشیخ الاسلام، حضرت اقدس الحاج مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی کے سایہ علم و ہنر سے محروم ہوگ، ہے یقینا یہ اس صدی کا عالم اسلام کے لئے سب سے بڑا خسارہ ہے، جس کی بھرپاء، انتہاء مشکل ہے شیخ مرحوم کی خدمات کے تعارف کی کو، ضرورت نہیں ہے تقریبا پچاس سال تک آپ نے علم حدیث کی درس وتدریس کے ذریعہ اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ فقید المثال خدمات انجام دی ہیں اس المناک موقع پر آل انڈیا ملی کونسل کے قومی صدر عاشق ملت حضرت اقدس الحاج مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی مہتمم جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ میرٹھ اور ان کے فرزند ارجمند مولانا ڈاکٹر عبدالمالک مغیثی ضلع صدر یونٹ آل انڈیا ملی کونسل ضلع وشہر سہارنپور و مہتمم جامعہ رحمت گھگرولی ضلع سہارنپور نے گہرے رنج وغم کا اظہار فرمایا ہے اور حضرت کے تمام متعلقین، محبین اور عام مسلمین سے دعاء کی اپیل کی ہے اس المناک حادثہ کی اطلاع ملتے ہی جامعہ رحمت گھگرولی سہارنپور میں طلبہ واساتذہ جامعہ ہذا نے ایصال ثواب کیلئے ایک مجلس منعقد کی اور حضرت کیلئے دعاء مغفرت کا اہتمام کیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس کا انتقال ملت کا عظیم خسارہ: حکیم محمد عثمان مدنی

سہارنپور۔(صالح احقر) جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے مایہ ناز شیخ الحدیث محدث وقت حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی کے انتقال کو عالم اسلام کا خسارہ بتاتے ہوئے کہا کہ حضرت کو وجود ملت اسلامیہ کیلئے نعمت خداوندی سے کم نہیں تھا حضرت کے انتقال سے دینی حلقوں میں جو خلا پیدا ہو رہا ہے اس کی تلافی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے یہ بات جمعیۃ برکت المدینہ منورہ کے صدر حکیم محمد عثمان مدنی مدظلہ العالی نے شیخ الحدیث کے وصال پر مسجد نبوی مدینہ منورہ میں منعقد تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہی حکیم محمد عثمان نے کہا شیخ الحدیث مولانا محمد یونس ہمارے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمۃ اللہ کے بھی استاذ تھے خداوند قدوس مرحوم کی مغفرت ما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے حکیم محمد عثمان مدنی نے فون پر ہندوستان ایکسپریس کو بتایا کہ آج ہی شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا رحمۃ اللہ کے ایک اور خلیفہ مولانا محمد اسماعیل گجراتی کا بھی انتقال ہوگیا مولانا محمد اسماعیل چالیس سال سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے روزانہ ایک قرآن کی تلاوت کرنا معمول تھا خداوند قدوس دونوں حضرات کی مغفرت فرمائے ۔جلسہ میں حاجی فضیل احمد، مولوی ظفر، مولوی رحیم اللہ، مولانا انس، محمد قربان، ذوالفقار، مولانا محمد عفان وغیرہ نے شرکت کی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مظاہر العلوم سہارنپور
کے وفات پُر ملال پر مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ، گورینی میں تعزیتی جلسہ

ملک کے مایہ ناز شیخ الحدیث نابغۂ روزگار عالم باعمل، سرخیل علماء وصلحاء حضرت مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر پھیلتے ہی ملک اور بیرون ملک میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی۔

خبر سنتے ہی مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ، گورینی جونپور میں تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم نے مدرسہ کی مسجد میں تمام اساتذہ وطلبہ کو جمع کر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی پر مختصر سی روشنی ڈالی، اور گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ایصال ثواب کا اہتمام فرمایا، حضرت مہتمم صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کچھ یوں فرمایا:

مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی جونپور جس بستی میں آباد ہے، اسی بستی کے ایک کاشتکار گھرانے میں ایک فرزند ارجمند کا تولد ہوا، جس کی پیشانی پر اقبال وہوشمندی کا ستارہ چمک رہا تھا، لڑکے کو دیکھتے ہی حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب نور اللہ مرقدہ اور مولانا ضیاء الحق صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی نور فراست سے سمجھ لیا کہ اس لڑکے کی بڑی شان ہونے والی ہے، دونوں بزرگوں نے مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں رہتے ہوئے ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، اور علوم آلیہ سے فیضیاب کرنے کے بعد علوم عالیہ حاصل کرنے کے لیے مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں بھیج دیا، وہاں جا کر مولانا نے جس محنت ولگن، تقویٰ وطہارت کا مظاہرہ کیا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان کو اپنی خصوصی تربیت میں لے لیا، حضرت شیخ نے اپنی وفات سے پہلے علماء وصلحاء کی ایک جماعت کے ہوتے ہوئے بھی اپنی جانشینی کے لیے مولانا مرحوم کا انتخاب فرمایا اور بخاری شریف جیسی کتاب کے درس کے لیے انھیں کا انتخاب فرمایا، آگے چل کر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے نام سے اطراف عالم میں مشہور ہوئے، اور تقریباً پچاس سال تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے کہ دنیا میں اس کی نظیر مشکل ہے۔

شیخ الحدیث کے انتقال پر امت میں جو خلاء پیدا ہوا شاید اس کی بھرپائی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ مظاہر العلوم اور امت کو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا نعم البدل عطا فرمائے، اور مرحوم کی بال بال مغفرت فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

من جانب حافظ ابوبکر مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ گورینی جونپور

روزنامہ خبریں نئی دہلی

جامعہ مظاہر علوم کے عظیم محدث محمد یونس کا سانحہ ارتحال

شیخ مرحوم کے انتقال پر علمی حلقوں کی فضا مغموم، آخری دیدار اور نماز جنازہ میں ہزاروں کی بھیڑ، نامور علماء کا اظہار تعزیت

سہارنپور: جامعہ مظاہر علوم میں مرحوم مولانا محمد یونس جونپوری کی آخری دیدار کے لئے موجود جم غفیر

شیخ الحدیث حافظ مولانا محمد یونس (فائل فوٹو)

سہارنپور (سمیر چودھری)

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث عظیم محدث اور احادیث کے حافظ مولانا محمد یونس جونپوری نے آج یہاں 83 برس کی عمر میں آخری سانس لی، ان انتقال کی خبر ملک اور بیرون ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ نماز جنازہ بعد نماز عصر بزرگ عالم دین مولانا طلحہ کاندھلوی نے ادا کرائی، بعد ازیں ہزاروں سوگواروں کے درمیان قبرستان حاجی شاہ کمال میں ہوئی۔ آج صبح بعد نماز فجر شیخ الحدیث مولانا شیخ یونس کی طبیعت بہت علیل ہوگئی ہے، ارباب مدرسہ نے سہارنپور کے مشہور اسپتال میڈی گرام میں داخل کرایا، جہاں شیخ صاحب نے صبح ساڑھے نو بجے آخری سانس لی۔ شیخ مرحوم کے انتقال کی خبر ملتے ہی حضرت کے آخری دیدار کے لئے ہزاروں افراد کچھ ہی دیر بعد دار جدید پہنچ گئے، آخری دیدار کرنے والوں کی تھوڑی ہی دیر میں تقریباً 2 کلو میٹر لمبی قطار لگ گئی۔

ملک و بیرون ملک سے نامور علماء اور اکابرین کے تعزیتی پیغامات موصول ہونا شروع ہوگئے۔ جامعہ مظاہر علوم کے امین مولانا سید شاہد الحسنی نے گجرات سے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے شیخ مرحوم کے انتقال کو ناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور کہا کہ مرحوم کے دل کی ہر دھڑکن مظاہر علوم کی تھی، ان کا ہر سانس ادارہ کا تحفظ اور تشخص تھا، عشق رسول میں مدینہ منورہ جانے کو بے قرار رہتے تھے اور عشق الٰہی میں حاضری کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ تقریباً نصف صدی تک حدیث نبوی کی خدمت کرنے والے شیخ مرحوم حافظ حدیث تھے، ان کے ہزاروں تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور علم دین کی خدمت کررہے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا شیخ محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ شیخ مرحوم کے انتقال کی خبر ملتے ہی دار جدید پہنچے، جہاں انہوں نے حضرت کا آخری دیدار کیا۔

انہوں نے فرمایا حضرت شیخ مولانا محمد یونس جونپوری نے شوال 1377ھ میں مظاہر علوم میں داخلہ لیا 1380ھ میں دورہ سے فراغت یہیں سے حاصل کی، 1381ھ مظاہر علوم میں معین مدرس مقرر ہوئے اور شوال 1388ھ میں مظاہر علوم میں شیخ الحدیث کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی پیدائش 2/اکتوبر 1937ء کوکھیتا سرائے ضلع جونپور میں ہوئی تھی، پانچ سال دس ماہ میں والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی، عربی تعلیم کی ابتدا 13/سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں ضلع جونپور میں ہوئی، فارسی سے لے کر نورالانوار تک کی کتابیں وہیں پڑھیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے بیعت و خلافت سے سرفراز تھے، مناظر اسلام ناظم مدرسہ مظاہر علوم مولانا شاہ اسعد اللہ کی جانب سے بھی اجازت بیعت حاصل تھی۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے قرب وجوار کے اضلاع کے علاوہ ملک کے مختلف گوشوں سے لوگوں کی کثیر تعداد سہارنپور پہنچی، پہلے دار جدید میں نماز جنازہ کی بات ہوئی تھی لیکن دوپہر تک پہنچنے والی بھیڑ کو دیکھتے ہوئے حاجی کمال شاہ قبرستان میں ہی تدفین سے قبل نماز جنازہ ادا کی گئی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ علم وعمل کی حسین یادگار تھے

جامعہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث کے انتقال پر جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند اور جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں اظہار تعزیت

دیوبند (سمیر چودھری) عالم اسلام کے بلند پایہ محدث اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جون پوریؒ کے انتقال پر شمالی ہند کی مرکزی درسگاہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ذمے داران اور اساتذہ نے اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ جامعہ کے ناظم اعلیٰ مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی نے کہا کہ شیخ مولانا محمد یونس جون پوریؒ اپنے علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور رسوخ فی العلم کے اعتبار سے یکتائے روزگار تھے، انہیں علم حدیث سے غیر معمولی شغف تھا، اسی لئے تدریس حدیث اور اس کی تحقیقات تادم آخر مولانا موصوف کا اوڑھنا بچھونا رہا، بلاشبہ وہ اس زمانہ کے امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا وسیم احمد سنسارپوری نے کہا کہ استاذ محترم حضرت مولانا محمد یونس لاثانی محدث تھے، انہیں اپنے کبار اساتذۂ حدیث کا استناد واعتبار حاصل تھا، چنانچہ بہت جلد وہ منصب شیخ الحدیث جیسے اہم عہدہ پر منتخب کرلئے گئے تھے اور کوئی شبہ نہیں کہ اس منصب کے وقار و اعتماد میں انہوں نے اضافہ ہی کیا، درحقیقت وہ علم وکمالات کا ایسا حسین مجموعہ تھے جہاں قابل قدر نسبتوں کا اسیر تھا، استاذ حدیث مولانا محمد سلمان گنگوہی اور نائب مہتمم مولانا قاری عبیدالرحمن قاسمی نے اپنے مشترکہ خیالات میں انہیں زمانہ ساز محدث قرار دیا اور بتایا کہ شیخ اپنے پیش رو اساطین علم حدیث کے سچے جانشین تھے، یقیناً ایسے رجال کار صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، دیگر خراج تحسین پیش کرنے والوں میں مولانا میزان احمد، مفتی محمد احسان رشیدی، مولانا ابوالحسن مظاہری، مولانا محمد صابر، حافظ محمد کامل اور مولانا عبدالواجد ندوی نمایاں ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک تعزیتی نشست جامعہ امام محمد انور منعقد کی گئی جس سے خطاب کرتے ہوئے جامعہ کے مہتمم مولانا احمد خضر شاہ مسعودی نے کہا کہ ملت اسلامیہ اس وقت جن اندوہناک مسائل سے دوچار ہے، ان میں ایک بڑا مسئلہ علمی شخصیات کی رحلت کا ہے۔ بڑے بڑے اہل علم ایک ایک کرکے رخصت ہوتے جارہے ہیں، علماء کا متواتر اس طرح اٹھ جانا قیامت کی مشہور نشانیوں میں سے ایک ہے، مولانا نے شیخ یونس کی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم مظاہر علوم سہارنپور کا امتیاز اور وقار تھے، 50 برسوں تک بخاری شریف کی تدریس فرمائی جو اپنے آپ میں ایک عظیم کارنامہ ہے۔ جامعہ کے استاذ مولانا عبدالرشید بستوی اور مولانا فضیل ناصری نے شیخ یونس کو تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الحدیث کا اٹھ جانا علماء وطلبا کے لئے ایک بڑا نقصان ہے۔ شیخ یونس ان اہل علم میں سے تھے جن کی طرف انتساب باعث فخر ہوتا ہے وہ بہت بڑے محدث اور صاحب فن عالم تھے، ان کی تحقیقات پر اہل علم کو بڑا اعتماد تھا۔ تعزیتی نشست میں مولانا صغیر پرتاپ گڑھی، مولانا شیث احمد نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا، جلسے کے اختتام پر شیخ یونس کے ایصال ثواب کے لئے دعا کی گئی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوریؒ (فائل فوٹو)

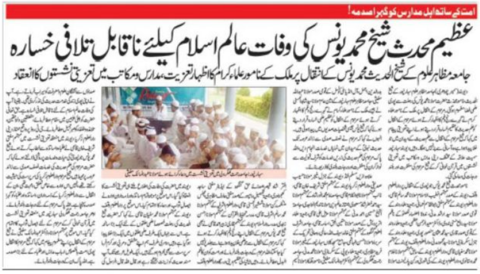

امت کے ساتھ اہل مدارس کو گہرا صدمہ!

عظیم محدث شیخ محمد یونس کی وفات عالم اسلام کیلئے ناقابل تلافی خسارہ

جامعہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث محمد یونس کے انتقال پر ملک کے نامور علماء کرام کا اظہار تعزیت، مدارس ومکاتب میں تعزیتی نشستوں کا انعقاد

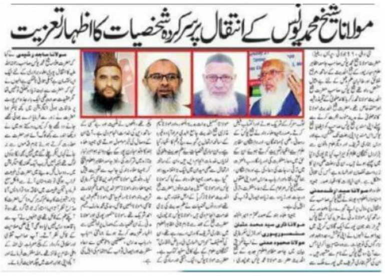

مولانا شیخ محمد یونس کے انتقال پر سرکردہ شخصیات کا اظہار تعزیت

ہندونیپال کی سرحد پر رُشد و ہدایت اور تعلیم و تبلیغ کی عظیم درس گاہ

جامعۃ القاسم دارالعلوم الإسلامیۃ

کے خوبصورت مناظر

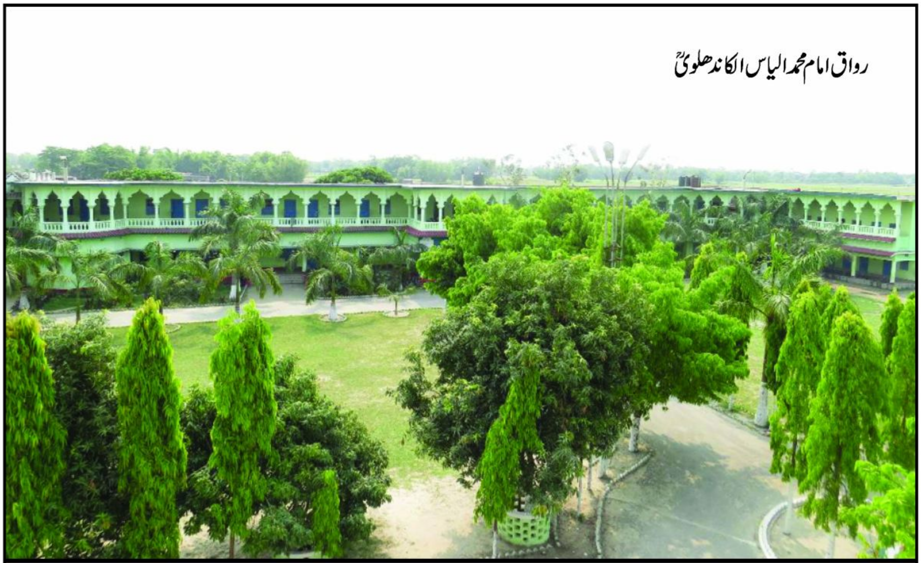

رواق امام محمد الیاس الکاندھلویؒ

جامع الامام محمد قاسم النانوتویؒ (تعمیراتی کام تکمیل کے مرحلہ میں)

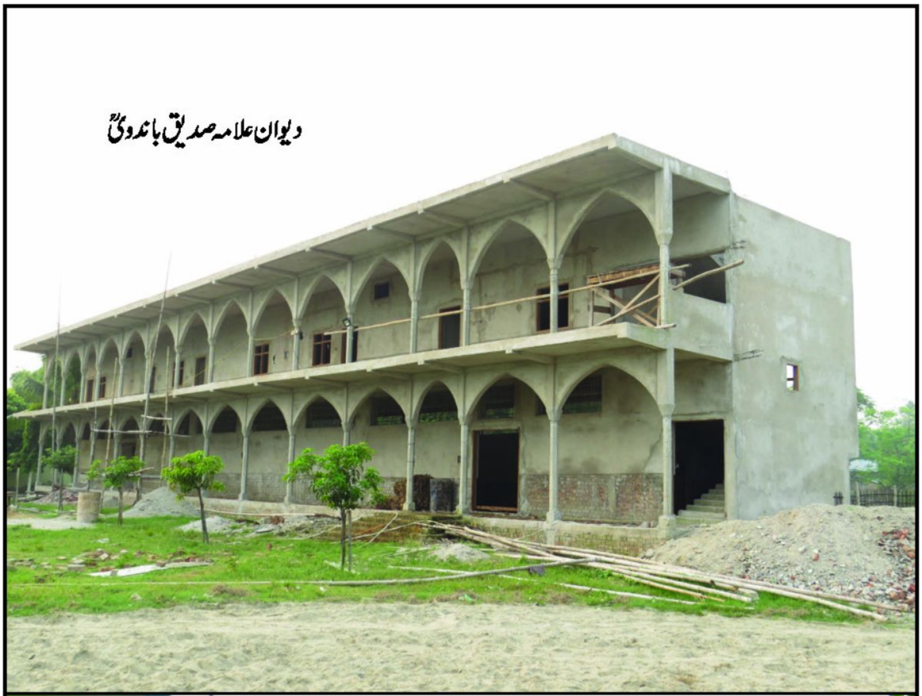

دیوان علامہ صدیق باندویؒ

رواق امام محمد الیاس الکاندھلویؒ

Zakir kureshi
Arch. Consultant | Interior Designer

مرکز التوحیدی الاسلامی للدعوہ والارشاد

PROPOSED - Jamia Aishah Al-Siddiqah (RA) Lil Banat for Jamia Tul Qasim Darul Uloom IL ISLAMIA,SUPAUL,BIHAR,INDIA.
Zakir kureshi
Arch. Consultant | Interior Designer

جامعہ عائشہ الصدیقہؓ للبنات

مرکز الامام ابی الحسن علی حسنی ندویؒ الاسلامی

PROPOSED - SHEIKH ZAKARIYA CHERITABLE HOSPITAL & NURSING COLLEGE, at SUPAUL, BIHAR, INDIA.
Zakir kureshi

دو سو بیڈ پر مشتمل الامام المحدث محمد زکریا کاندھلویؒ چیری ٹیبل ہاسپٹل و نرسنگ کالج

''القاسم اسلامک یونیورسٹی'' کے مجوزہ تعمیری منصوبے کی جھلکیاں

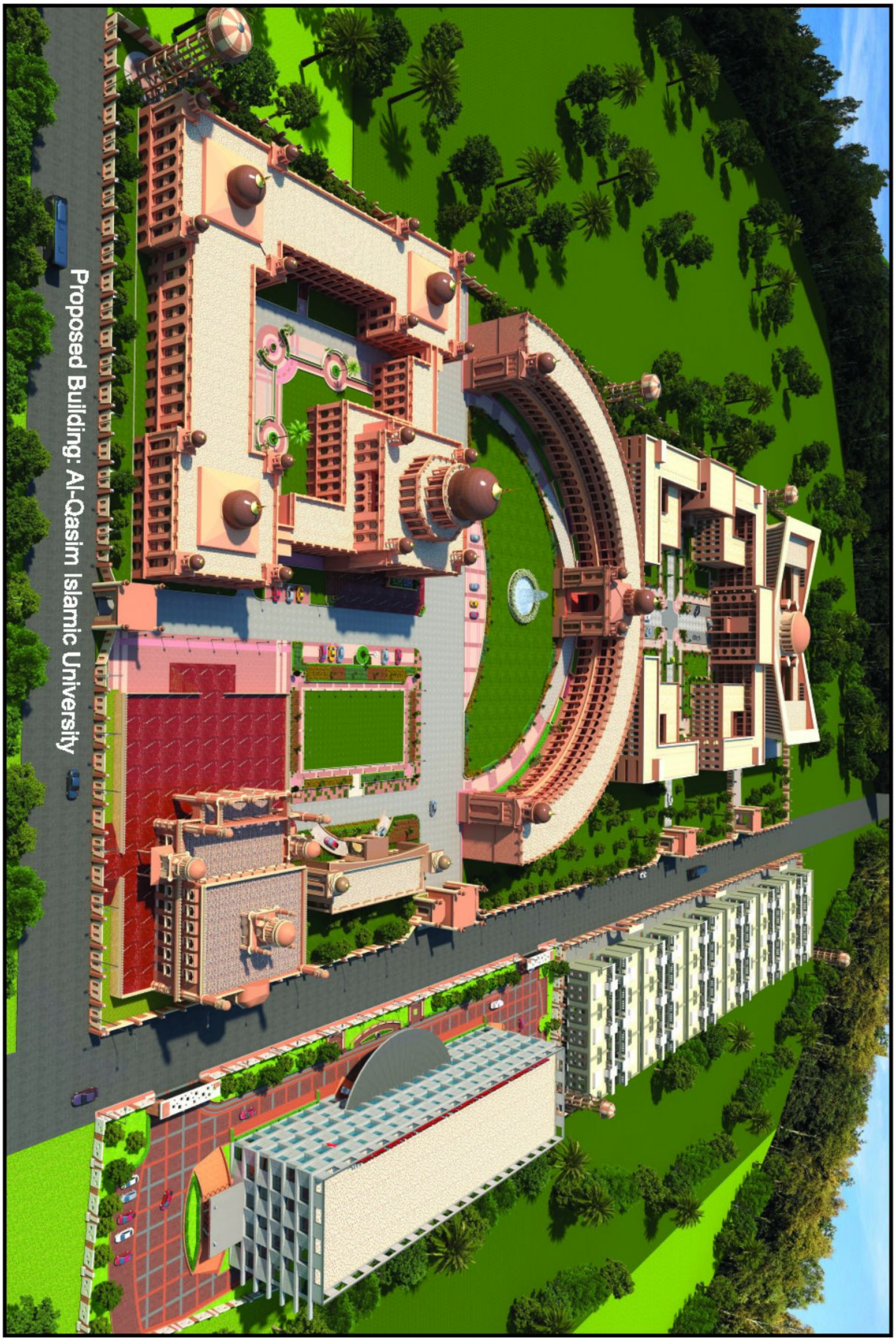
Proposed Building: Al-Qasim Islamic University

PROPOSED - Imamul Hind Maulana Azad (RA) Senior Secondary School & Technical Institute for Jamia Tul Qasim Darul Uloom IL ISLAMIA,SUPAUL,BIHAR,INDIA.
Zakir kureshi
Arch. Consultant / Interior Designer

انسان کالج • انجینئرنگ کالج • امام الہند مولانا آزادؒ سینئر سکنڈری اسکول و ٹیکنیکل سینٹر

PROPOSED - Rawaq Maulana Ilyas Kandhalwi for. Jamia Tul Qasim Darul Uloom IL ISLAMIA, SUPAUL, BIHAR, INDIA.
Zakir kureshi
Arch. Consultant / Interior Designer

ایوان امام الہند شاہ ولی اللہ محدث الدہلویؒ

RNI No. DEL-URDU-7253/2002

Monthly **Maarif-e-Qasim** Jadeed, Delhi

Volum. 17 Issue No. 33 Jan. - Mar. 2018

Zakir kureshi

❁ مجمع الامام محمد بن اسماعیل البخاریؒ للدراسات الاسلامیہ ❁ ایوان امام الہند شاہ ولی اللہ محدث الدہلویؒ

❁ جامع الامام محمد قاسم النانوتویؒ ❁ مرکز التوحیدی الاسلامی للدعوہ والارشاد

چھ ہزار طلباء وطالبات کی تعلیم وتربیت اور قیام وطعام کے لئے جامعہ کے تعمیری وترقیاتی منصوبے اور ''القاسم اسلامک یونیورسٹی'' کا تخمینی بجٹ تقریبا 1,50,20,93,768.00 ڈیڑھ سو کروڑ روپے سے زائد ہے۔ جو بہی خواہان ملت اسلامیہ، صاحب جود وسخا اور باتوفیق اہل خیر کے تعاون سے اللہ رب العزت ہی پورا کرانے والا ہے۔ حق جل مجدہٗ کا پاک ارشاد ہے:

''جس نے اچھے کام کئے ہوں، ہم کبھی اس کا اجر ضائع نہیں کرتے'' (الکہف: ۳۰، ترجمہ: امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ ''ترجمان القرآن'')

اللہ ہی ہمارا اور آپ کا حامی وناصر ہے۔

Published by: **Jamiatul Qasim Darul Uloom-il-Islamia**
At & Po. Madhubani, G.P.O. Partap Ganj, Distt: Supaul - 852125 Bihar (India)
Ph: +91-9811125434, 9931906068, 9931515312
www.jamiatulqasim.com / E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com
www.facebook.com/muftimahfoozurrahman.usmani YouTube youtube.com/jamiatulqasim
Run By: **Imam Quasim Islamic Educational Welfare Trust India**
K-79, 2nd Floor, Street No.5, Abul Fazal Enclave-I, Jamia Nagar, New Delhi-110025 (India)
Ph: +91-11- 26981876, 26982907 Mob: +91-9899766786
Printed at : M.R. Printers, 2818, Gali Garaiya, Darya Ganj, New Delhi-110002